

ردِّ قادیانیت

رسائل

حضرت مولانا ایم ایس خالد وزیر آبادی

احتسابِ قادیانیت

جلد ۲۲

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

عضوری باغ روڈ، ملتان - فون: 4514122

ردِ قادیانیت

رسائل

حضرت مولانا ایم۔ ایس خالد وزیر آبادی

انتساب قادیانیت

۲۲

عالمی مجلس تحفظ احکام و سنن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب: ----- احساب قادیانیت جلد ۲۲

نام مصنف: ----- مولانا ایم۔ ایس خالد وزیر آبادی

صفحات: ----- ۳۶۰

قیمت: ----- ۲۵۰

تاریخ اشاعت: ----- فروری ۲۰۰۸ء

مطبع: ----- ناصر زین پریس لاہور

ناشر: ----- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر حضوری باغ روڈ ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
عرض مرتب

لیجیے! احتساب قادیانیت کی جلد ۲۲ بھی پیش خدمت ہے۔ جو وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ کے ممتاز عالم دین، مولانا محمد شفیع خالد وزیر آبادی کی کتاب ”صحیفہ تقدیر“ پر مشتمل ہے مولانا محمد شفیع خالد وزیر آبادی اپنا مخفف نام استعمال کرتے تھے (ایم۔ ایس خالد وزیر آبادی) ہم نے بھی ٹائٹل پر اس کو اختیار کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ شائع ہوئی بہتر سال بعد اس کی دوبارہ اشاعت پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اللہ رب العزت کے حضور سجدہ شکر بجالاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجلس کی ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں آمین! بحرمۃ النبی الکریم۔

فقیر اللہ وسایا

۴ صفر ۱۴۲۸ھ

۱۲ فروری ۲۰۰۸ء

آہ! سید نفیسؒ

روتے ہیں ترے غم میں تری بزم کے شیدائی
 آئے گا سکوں کیسے؟ کیسی ہے شکیبائی
 اے شاہِ نفیسؒ آجا، خوابوں میں، خیالوں میں
 دنیا مری ویراں ہے، کلتی نہیں تنہائی
 آنوار کی بارش ہو، وہی رونقِ محفل ہو
 لاہور کی بستی ہے اور تیرے تمنائی!
 سید تری مسد میں، اللہ کی باتیں تھیں
 گلِ پاشی محفل تھی سید تری گویائی!
 تیرا لقبِ حسینؑ ہے، اللہ یہ تری نسبت
 آتا ہے نفیسؒ اپنا، روضے سے صدا آئی
 ہیں ختمِ نبوت پر خدمات تری شاہا!
 دشمن کے مقدر میں، لکھی گئی رسوائی
 خوشبو تیرے لفظوں کی پھیلی ہے زمانے میں
 ہر سمت تیرے جلوے، ہر سو تری زیبائی
 تری کلک نے دُنیا میں، موتی ہی بکھیرے ہیں
 حرفوں سے ہویدا ہے ترے حُسن کی رعنائی
 انگشتِ بدنداں سب تیرے نقشِ مُرقع سے
 اس فن سے خطاطوں کو دی تُو نے شناسائی
 محتاجِ رشیدی ہے، وارفتہ دعاؤں کا!
 دُنیا میں ملے عزت، عُقبیٰ میں پذیرائی

عنایت اللہ رشیدی

الحمد لله الذي جعلنا من آل بيته
 سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم
 سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

حقیقۃ تقدیر

ایس۔ ایم خالد وزیر آبادی

صحیفہ تقدیر

نذر عقیدت

یارب تو کریمی ورسول تو کریم
صد شکر کہ آمدنم بہ میان دو رحیم

خادم ملت نہایت ادب و احترام سے بڑے عجز و انکسار کے ساتھ جمیع فرزندان توحید کی طرف سے عموماً اور جناب شیخ الاسلام حضرت گرامی قدر مولانا شبیر احمد عثمانی مدظلہ العالی ڈابھیل کی طرف سے خصوصاً یہ ناچیز ہدیہ موسومہ بہ صحیفہ تقدیر جناب سید الکوئین، فخر موجودات، آقائے اعالمیاں، سید ولد آدم، سرکار مدینہ آقائے بروج، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین، کافۃ الناس، رؤف الرحیم ورحمۃ اللعالمین کی خدمت بابرکت میں خلوص نیت و حضور قلب کے ساتھ بطور تحفہ پیش کرتا ہے۔

گر قبول افتد خوشا نصیب وز ہے قسمت

خاکسار! ایم۔ ایس۔ خالد

مصنف: نوشتہ غیب، نوبت مرزا، تصویر مرزا، صحیفہ تقدیر وغیرہ

بسم الله الرحمن الرحيم!

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى!

اما بعد! اس قادر لایزال کا ہزار ہزار شکر ہے۔ جس نے فقیر کی دیرینہ خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ میرے جیسے کم علم و بے بساط آدمی کے لئے ایسی دقیق و علمی بحث میں الجھنا اور خوش اسلوبی سے تمت بالبحیر کرنا ایک تعجب ہے۔ جسے میں خود نہیں سمجھ سکا۔ میرے دل میں ایک ولولہ دماغ میں جوش اور ہاتھوں میں حرکت خارق کے طور سے موجزن ہے جو مجھے مجبور کرتی ہے کہ اس بد نظمی کے عالم میں جب کہ تنظیمی مرکز فقہان اور اہل اللہ کا قیام ہے۔ لکھتا چلا جاؤں اور طباعت کی دشواریوں اور خرچ کی زیر بار یوں میں تو کلت علی اللہ یہ بھروسہ رکھوں۔

کار ساز ما بفکر کار ما

فکر مادر کارے ما ازار ما

میں نے رد مرزائیت پر مختلف عنوانات سے اس وقت چوداں مسودے لکھے جن میں سے الحمد للہ کہ یہ چوتھے نمبر میں صحیفہ تقدیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔

بزم خالد کا یہ چوتھا سال ہے اور ابھی یہ اس کے بچپن کا زمانہ ہے۔ پھر بھی ہر سال ایک تحفہ قوم کی خدمت میں گرتے پڑتے پیش کر ہی دیا جاتا ہے۔ کاش قوم تھوڑی سی توجہ کرے اور پھر دیکھے کہ درجالت کے بننے کس عمدگی سے بکھرتے ہیں۔

مجھ سے بہت سے احباب شکوہ کرتے ہیں کہ اخبار میں پروپیگنڈا کیوں نہیں کرتے۔ اسلامی پریس سے قوم تک آواز کیوں نہیں پہنچاتے۔ مگر میں ان بھولے بھائیوں کو کیا جواب دوں کہ اسلامی پریس ریویو کرنے سے بخل کرتی ہے اور اللہ غریقِ رحمت کرے زمیندار والوں کو جو وطن کا لحاظ بھی بھول گئے اور باقی رہا پروپیگنڈا۔

درد سر کے واسطے صندل بتاتے ہیں مفید

اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

یہاں کتابت و طاعت و کاغذ کے لئے دام مہیا نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں اخبار والے ہم کو دور سے ہی سلام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو ہم گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر دعا ہی پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ باقی رہی آواز تو اس کے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جس کی ہے وہ خود پہنچا کر رہے گا۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ الفاظ سادہ اور عام فہم ہوں۔ تاکہ موجودہ زمانے کو نئی روشنی سے تعبیر کرنے والے حضرات پوری طرح سے مستفیض ہو سکیں۔

اس کتاب کے لکھنے سے میرا ہرگز یہ مدعا نہیں کہ کسی کے جذبات کو ٹھیس لگاؤں یا کسی کے عیب و سقم بیان کروں۔ بخدا میرا یہ مطلب ہے کہ دنیا صراطِ مستقیم پہ گامزن ہو جائے۔ اس ساری کتاب سے میرا حاصل نبی کریم ﷺ کی ایک پیش گوئی کو منظر عام پر لانا مقصود ہے جو آپ نے عیسیٰ ابن مریم کے لئے قسمیہ بیان فرمائی اور میری تمام جدوجہد اس چیز سے وابستہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے اس فرمان کو یاد دلا دوں جو حضور ﷺ نے کمال شفقت و مہربانی سے امتِ مرحومہ کو بطور تنبیہ بیان فرمایا تھا۔

یہ حقیقت نفسِ امری ہے کہ ملت حنیف کی سب سے بڑی مصیبت آئمہ ضال کا وجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے متعلق آج سے ساڑھے تیراں سو سال قبل ان مفسد و فتن کو بیان فرماتے ہوئے تاکیداً توجہ دلائی تھی گویا کہ حضور ﷺ کی دور بین نگاہیں ان فتن و مفسد کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

”عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ انما اخاف على امتي الائمة المضلين (ترمذی ج ۲ ص ۴۷، باب ماجاء في الائمة المظللين) وانه سيكون في

امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انه نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ترمذی ج ۲ ص ۴۵، باب ماجاء لا تقوم الساعة حتی یرج کذابون، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷، باب ذکر الفتن ودلائلہا) ﴿حضرت ثوبانؓ عرض کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنی امت کے حق میں گمراہ کرنے والے اماموں یعنی خانہ سازیوں کی طرف سے بڑا کھٹکا ہے اور میری امت میں ضرورتیں جھوٹے فریبی ایسے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہوگا کہ وہ خدا کا نبی ہے۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ کیا جائے گا۔﴾

ایسا ہی ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ:

”عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریباً من ثلاثین کلہم یزعم انه رسول اللہ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۷، باب فی قولہ ﷺ ان بین یدی الساعة کذابین قریباً من ثلاثین، بخاری ج ۱ ص ۵۰۹، باب علامات النبوة فی الاسلام)“

زمانہ ماضی میں چند ایک سر پھروں کو زکام نبوت ہوتا تھا۔ مگر آج کل کا تو کچھ نہ پوچھو۔ جسے دیکھو نبوت کا ہیضہ ہو رہا ہے اور رسالت کے درد میں مبتلا ہے۔ جہاں جاؤ یہ برساتی نبی مینڈک کی طرح ٹراتے ہوئے موجود پاؤ گے۔ چنانچہ صادق المصدق نے اسی فتنہ خبیثہ کو منظر رکھتے ہوئے کمال عطوفت و مہربانی سے فرمایا۔

راوی حدیث یعنی جناب حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگ تو نبی کریم ﷺ سے خیر و برکت کے متعلق استفسار کیا کرتے تھے۔ مگر شیر و فتن کے متعلق اکثر پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم دور جاہلیت میں بڑے زیاں کار تھے۔ خدا نے ہمیں شرف اسلام بخشا، یہ تو فرمائیے دین حنیف میں آنے کے بعد تو کوئی شر و فتنہ رونمانہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے جواب میں ہاں کہی، میں نے عرض کیا اس کے بعد بھلائی بھی ہوگی۔ فرمایا ہاں بھلائی ہوگی مگر کدورت آمیز، میں نے کدورت کی تعریف پوچھی تو رحمت عالم ﷺ نے جواب میں ارشاد کیا۔ ایسے ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو میری راہ ہدایت سے منحرف ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ اختیار کریں گے۔ جو ان کا پیرو کار بنے گا اسے اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں گے میں نے ان کی علامات پوچھیں تو فرمایا کہ وہ ہماری قوم میں ہوں گے۔ ان کا ظاہر تو علم و تقویٰ سے آراستہ ہوگا۔ مگر باطن ایمان و ہدایت سے خالی، وہ ہماری ہی زبانوں کے ساتھ کلام کریں گے۔

میں نے عرض کیا ایسے وقت میں ہمارے لئے کیا ارشاد ہے تو فرمایا جب یہ موقع آئے تو مسلمانوں کی جماعت میں التزامی طور پر شریک کار رہو اور مسلمانوں کے امام اور خلیفہ کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ میں نے عرض کی اگر اس وقت مسلمان متفرق ہوں اور کوئی امام نہ ہو تو فرمایا ایسی حالت میں گمراہ فرقوں سے الگ رہو۔ اگر تمہیں یہاں تک مصیبت آئے کہ درختوں کے پتے اور جڑیں چبا کر بسر اوقات ہو۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۹، باب کیف الامراذالمکن جماعۃ، مسلم)

ایسا ہی ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا۔

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ آخری زمانہ میں دجال و کذاب ظاہر ہوں گے۔ وہ تمہارے سامنے ایسی ایسی باتیں پیش کریں گے جو نہ صرف تم نے بلکہ تمہارے آباؤ اجداد نے بھی نہ سنی ہوں گی۔ خبردار ان سے بچنا اور اپنے ایمان کی حفاظت کرنا۔ ایسا نہ ہو وہ تمہیں گمراہ کر کے فتنوں میں دھکیل دے۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۰، باب النبی عن الروایۃ عن الضعفاء) یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ یہ پیش گوئی آج کل کے سرکاری برساتی نبیوں کے متعلق ہے۔ جس میں مرزائیت کے افعال و اشغال پر پوری پوری روشنی ڈالی ہوئی ہے۔

جناب ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ برسبیل تذکرہ میں نے ابن صیاد کو مذاقاً پوچھا تیرا استیئناس ہو کیا تو دجال ہونا پسند کرتا ہے تو وہ جواباً کہنے لگا اگر وہ تمام قدرت جو دجال کو دی جائے گی مجھے دے دی جائے تو میں دجال بننے کو تیار ہوں۔

(مسلم ج ۲ ص ۳۹۷، باب ذکر ابن صیاد)

جسما سے حدیث

فاطمہ بنت قیسؓ عرض کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی گئی اور نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی بعد از فراغت نماز آنحضرتؐ پر رونق افروز ہوئے اور حسب عادت تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ تمام بیٹھ جائیں۔ اس کے بعد فرمایا تم جانتے ہو آج کے اجتماع کی کیا وجہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے کسی ترغیب یا ترہیب کے لئے تمہیں نہیں بٹھایا۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ تمیم داریؓ ایک عیسائی تھے جو آغوش اسلام میں آئے۔ وہ دجال کے متعلق تمہارے سامنے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جو ان تعلیمات ربانی سے مطابقت رکھتا ہے۔ جیسا کہ میں اکثر دجال کے متعلق تمہارے سامنے بیان کرتا رہا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمیم داری کا بیان ہے کہ میں نے جہاز میں سوار ہو کر سمندر کا سفر اختیار کیا۔ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس افراد میرے رفیق سفر تھے۔ سمندر میں ایسی طغیانی ہوئی

کہ ہمارا جہاز بری طرح ہچکولوں کی گود میں کھیلنے لگا۔ بالآخر بہ خرابی بسیار ایک ماہ بعد خشکی کا کنارہ دیکھنا نصیب ہوا۔ یہ ایک جزیرہ تھا۔ چنانچہ ہم وہاں اترے۔ اٹھائے راہ میں ایک ایسی عورت ملی جس کے لمبے لمبے بال تھے۔ ہم نے پوچھا تم کون ہو اس نے جواب میں کہا۔ میں جسامہ یعنی منجر ہوں جو دجال کو خبریں پہنچاتی ہوں تم سامنے والے دیر میں دجال کو دیکھو گے۔ ہم ادھر ہی ہوئے۔ وہاں پہنچے تو کٹریل جوان دیکھا اس سے پیشتر ایسا قوی ہیکل اور اس قدر وقامت کا آدمی ہماری نظر سے نہ گذرا تھا۔ یہ شخص زنجیروں میں جکڑا تھا۔ اس کے ہاتھ گھٹنوں اور ٹخنوں کے بیچ میں سے نکال کر گردن سے بندھے تھے۔ ہم اس پیل تن کو دیکھ کر محو حیرت ہوئے اور پوچھا تو کون ہے۔ وہ بولا چونکہ تم نے مجھے دیکھ لیا اس لئے میرا مخفی رکھنا ٹھیک نہیں سو بتانے سے قبل تم کہو یہاں کیسے آئے اور کون ہو۔

ہم نے وہ تمام واقعہ بیان کیا جو یہاں آنے کا باعث ہوا تھا تو دجال بولا بتاؤ نخل بیسان ہنوز بار آورو ہوا یا نہیں۔

ہم: ہاں اس میں برابر پھل آ رہا ہے۔

دجال: وہ وقت آنے والا ہے جب یہ کھجوروں کے درخت بے ثمر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد پوچھا طریہ میں پانی موجود ہے یا خشک ہو چکا۔

ہم: ہاں کافی پانی ہے۔

اس کے جواب میں کہا وہ وقت دور نہیں جب یہ پانی خشک ہو جائے گا۔ اس کے بعد پوچھا کیا چشمہ زغر میں پانی آ رہا ہے اور لوگ اپنی زمینوں کو سیراب کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ عنقریب یہ خشک ہوگا۔

دجال: بتاؤ استیوں کے نبی نے ظاہر ہو کر کیا کچھ کیا۔

ہم: وہ قوم پر غالب لائے اور لوگوں نے ان کی اطاعت کر لی۔

دجال: ہاں ان کے لئے اطاعت و سرفندگی ہی بہتر تھی۔

اس کے بعد کہنے لگا میں مسیح الدجال ہوں۔ مجھے عنقریب یہاں سے نکلنے کی اجازت ملے گی۔ میں روئے زمین کا دورہ کروں گا اور دنیا کی کوئی آبادی ایسی نہ ہوگی جہاں میں چالیس دن کے اندر نہ پہنچ جاؤں باستثناء مکہ اور طیبہ کے کیونکہ ان دو شہروں کے داخلے کی مجھے اجازت نہیں اور اگر میں ان میں داخل ہونے کی کوشش بھی کروں تو فرشتے میری مزاحمت کریں گے۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد حضور ﷺ نے منبر پر تین مرتبہ عصاء کو زمین پر مار کر

فرمایا یہی طیبہ ہے، یہی طیبہ ہے، یہی طیبہ ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۴، ۴۰۵، باب ذکر الدجال، ابوداؤد)
 ناظرین! ان ارشادات گرامیہ کو ذہن نشین رکھتے ہوئے صحیفہ تقدیر کو شوق سے مطالعہ
 کریں۔ انشاء اللہ! اس میں بہت سی مفید مطلب باتیں آپ کو ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر
 چلنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

رباعیات

ایک روز عیاں ہوگا زوال ہستی
 ہو جائے گا معدوم خیال ہستی
 اے ہستی فانی پہ اکڑنے والو
 سوچا ہے کبھی تم نے مال ہستی

انسان کو سیہ کار بنا دیتی ہے
 احساس خدا دل سے مٹا دیتی ہے
 کر نفس کی خاطر نہ مسرت کا خیال
 یہ ذوق سیہ کاری بڑھا دیتی ہے

باطل کے حجابات اٹھاتا ہوں میں
 خوابیدہ خیالات جگاتا ہوں میں
 ناظر نہ میری ہستی ناچیز کو دیکھ
 سن اس کو جو پیغام سناتا ہوں میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تمہید

دنیا اپنی بے ثباتی پر ہمیشہ روئی اور روتی رہے گی۔ حوادث زمانہ نے سینکڑوں جابر و متکبر
 انسانوں کے بل نکال کر رکھ دیئے۔ بہتیرے سر پھرے اس نیلی چھت کے نیچے شداد، نمرود، ہامان
 و فرعون ہو کر خدا کہلوائے اور عاجز و بے کس بندے ان کے جو رستم، ظلم و بربریت کا شکار ہو کر تختہ
 مشق بنے۔ آہ! ان کے نوزائیدہ معصوم و بے گناہ بچوں کو صرف اس جرم کے بدلے کہ وہ سہلی قوم

میں کیوں پیدا ہوئے۔ بے دریغ قتل عام کیا جاتا۔ اس وحشیانہ طریق کار کا شکار ایک دو نہیں دس بیس نہیں نوے ہزار سے زائد خدا کی وہ ننھی ننھی مخلوق، ماں کی گودوں اور زچہ کی چھاتیوں سے جبراً وقہراً چھین چھین کر جدا کی جاتی اور نیدی شمشیروں کی پیاس بجھاتی۔ مانتا کی ماری ماں جب آغوش شفقت کو خالی پاتی تو جگر میں ایک بے پناہ درد اٹھتا اور دل خون ہو کر رہ جاتا۔ وہ گھنٹوں تصویر درد ساکت و صامت کلیجہ تھام کر بیٹھی آپس سرد بھرتی اور دکھڑا روتی رہتی۔ اس جگر دوزی و جان سوزی کے باعث عرش عظیم تھرا اٹھا اور رحمت کر دگار جوش میں آئی۔ ملائکہ اللہ نے فلسفہ عالم کا حیرت سے مطالعہ کیا۔ تو کم مائیگی فرعون کی بے بضاعتی پہ خندہ زن ہوئی اور نامرادی کھل کھلا کر بھسی۔ رحمانیت موسیٰ علیہ السلام کے لباس میں تشریف فرما ہو کر بنی اسرائیل کی نجات کا باعث بنی۔ اتمام حجت کے لئے بیسوں آیات اللہ معرض ظہور میں آئیں۔ مگر فرعونیت انہیں کب خاطر میں لانے والی تھی نہ ماننا تھا نہ مانا۔ بلکہ ٹھٹھا اور استہزاء کرتے ہوئے نہایت حقارت سے ٹھکراتے ہوئے کہہ دیا گیا۔ ”قال ان رسول لكم الذی ارسل اليکم لمجنون (الشعراء: ۲۷)“

جتہ اللہ پوری ہو چکی تو فرمان ایزدی ہوا۔ اے موسیٰ! میرے بندوں کو راتوں رات نیل سے پار لے جا۔ ارشاد باری کی تعمیل ہوئی تو سمندر سدراہ ہوا اور عقب میں فرعونی ٹنڈی دل لشکر ساز و سامان سے لیس بڑے کروفر سے بھوکے شیر کی طرح شکار کے تعاقب میں آ رہا تھا۔ جونہی یہ لشکر قریب ہوا اسرائیلیوں کے ہوش گم اور اوسان خطا ہوئے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے ”اننا لمدركون (الشعراء: ۶۱)“ موسیٰ علیہ السلام نے تسلی تفسی دیتے ہوئے فرمایا ”قال كلا ان معی ربی سیهدین (الشعراء: ۶۲)“ مگر چونکہ تمام ظاہری اسباب مفقود تھے۔ اس لئے جان جو کھوں میں پڑ رہی تھی۔ مگر وہ کوہ وقار و پیکر عزم و وحی الہی پر کامل ایمان رکھتا تھا۔ لیکن نہ جانتا تھا کہ نجات کس طریق سے ہوگی۔ چونکہ راسخ الایمان تھا اس لئے اسے حق الیقین تھا کہ پروردگار عالم ضرور کوئی سبیل نکالے گا۔ جونہی یہ طاغوتی سیل قریب آیا۔ ارشاد ہوا اے کلیم اپنا اعجازی عصا نیل میں ڈال دے۔ اللہ اللہ وہ لہریں اور موجیں مارتا ہوا سمندر جس میں جہاز رانی کرنے سے ملاح بھی عاجز و خائف ہوتے ہیں کس طرح تعمیل ربانی کرتا ہوا بارہ صاف و شفاف سڑکوں میں بٹ جاتا ہے۔ اب نقشہ یوں سمجھئے کہ گویا پہاڑوں میں سرنگیں کھجیں ہیں، پانی کی دیواریں اور چھت ہیں جو حرکت میں ہیں اور بنی اسرائیل جو بارہ قبائل میں منقسم ہیں ان میں بلا خوف و خطر نہایت اطمینان و انبساط سے ایک دوسرے قبیلے کے جھروکوں سے دیکھتے اور باتیں کرتے ہوئے نہایت آرام سے گزر رہے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شہد ہے۔ ”فاوحینا الی موسیٰ ان

اضرب بعصاك البحر فانفلق فكان كل فرق كا الطود العظيم وازلفنا ثم
 الآخريين وانجيننا موسىٰ ومن معه اجمعين (الشعراء: ٦٣، ٦٤)“
 جب موسیٰ علیہ السلام خیر و خوبی سے دریا پار ہوتے ہیں تو فرعون معہ لشکر کے کنار نیل پر
 پہنچ کر دریائے حیرت میں غرق عقل و خرد سے مجبور محو تماشا ہے کہ سمندر اپنی روانی کو بھول رہا ہے۔
 بارہ سڑکیں ہیں جن کی آبی دیواروں پر محرابی سقف آویزاں ہیں اور اس پہ پانی ٹھاٹھیں اور موجیں
 مار کر بہ رہا ہے۔ اس عجوبہ نمائی نے ورطہ حیرت میں ایسا محو کیا کہ فرعون کی آنکھوں کے سامنے موسیٰ
 علیہ السلام کے بچپن کا وہ زمانہ جس میں ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں فرعون کے ڈر سے دریا میں
 صندوق میں بند کر کے خدا کے وعدے پر بہا دیا تھا اور جو فرعون کے محل کی بانیں نہر میں دربار خاص
 کے سامنے بہتا ہوا جا رہا تھا اور جس کو فرعون نے پکڑنے اور کھولنے کا حکم دیا اور جب معصوم بچہ
 اگلوٹھا چوستے ہوئے دیکھا تو دفعتاً نجومی کی پیش گوئی کا خیال آیا کہ شاید یہ وہی بچہ ہے جو میری
 سلطنت کو الٹ کر تاج و تخت کا مالک بن جائے گا۔ یہ خیال ابھی یقین کے مراتب تک نہ پہنچا تھا
 اور تصور نے ابھی خیالی تصور کو تمام نہ کیا تھا کہ فرعون بوکھلا اٹھا اور موسیٰ کے قتل کا حکم دیا۔ مگر وہ نیک
 دل خاتون بی بی آسیہ جو اس وقت کی رانی تھی۔ آڑے آئی اور زندگی کا باعث بنی، تو پرورش کے
 لئے اچھی اچھی دایا تلاش ہونے لگیں۔ کیونکہ فرعون لا ولد تھا اور اسی بچہ کو متبختی قرار دیا گیا۔ مصر بھر
 کی تمام دایاں آئیں اور دودھ پلانے میں ناکام پلٹیں۔ بچہ ہے کہ کسی کا دودھ ہی نہیں پیتا اور
 بالآخر اس طریق سے اللہ نے اپنے وعدے کو سچ فرماتے ہوئے ماں کی گود میں پہنچا کر آنکھوں کی
 ٹھنڈک بنایا۔ اس کے بعد اس کی جوانی اور پاک دامنی کا دل میں مطالعہ کرتا رہا۔ کبھی خیال کرتا کہ
 وہ راست باز خدا کا رسول ہے۔ کبھی کہتا نہیں نہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ بہت بڑا جادوگر ہے۔
 کبھی موسیٰ کا عصا اڑدھا بنا ہوا آنکھوں میں پھر جاتا تو کبھی ہاتھ کی نورانیت چاند کو جھل کرتی معلوم
 ہوتی۔ غرضیکہ اسی تنگ و دو میں وہ گھنٹوں مقید رہا اور برابر کم بختی سر پر سوار رہی۔ جس نے اطیعو
 اللہ ورسولہ کے نزدیک آنے سے یہ وسوسہ پیدا کرتے ہوئے روک رکھا کہ تم خدا ہو اور یہ دنیا
 خود بخود تمہارے لئے ہی پیدا ہوئی ہے۔ اگر موسیٰ کو سچا رسول مانو گے تو دنیا والے تم سے تمسخر
 کریں گے۔ غرضیکہ انہیں خیالات میں ایسا الجھا کہ گھوڑے کی لگام تھا منایا نیک و بد میں تیز کرنا
 مشکل ہو گیا۔ انہیں تو ہمت کے ہیجان میں گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ مصاحبوں نے تقلید کی اور فوجوں
 نے پیروی کی۔ چند منٹوں میں یہ تمام اعدا اللہ دریا نے نیل کی انہیں محرابی سڑکوں میں تھے۔ ادھر
 موسیٰ علیہ السلام بھی حکم کے منتظر عصاء لئے کھڑے تھے کہ وحی الہی ہوئی۔ ”فاضرب بعصاك

البحر“ بس جو نبی ارشاد ربانی کی تعمیل ہوئی۔ پانی کے وہ بے پناہ پہاڑ جو سروس پر حکمت الہی سے چل رہے تھے۔ سطح پر ٹوٹ پڑے اور تمام فرعونیوں کو غرق کر دیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش وقتاً فوقتاً ہوتی رہی اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس قوم کو نوازا گیا اس کی مثال قرون ماضی میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ”فاخر جناہم من جنات و عیون و کنوز و مقام کریم کذالك و اورثنا بنی اسرائیل (شعراء: ۵۷ تا ۵۹)“

ہم نے فرعونیوں کو ان کے باغات، چشموں اور خزانوں اور اچھے اچھے مقاموں سے خارج کر دیا اور ان کی تمام جگہوں پر بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔ مگر افسوس یہ قوم انتہائی پستی سے نکل کر بلندی کے مراتب تک تو پہنچی۔ مگر عادات و اطوار نہ سنبھلے وہ لاعلمی و کم سمجھی سے طرح طرح کے جہالت کے سوال موسیٰ علیہ السلام پر کرتے اور خوارق کے عجائبات کا تقاضہ کرتے مثلاً وہ کہتے کہ اے موسیٰ ہم پر آسمان سے پکایا کھانا اتار، چنانچہ قرآن شہد ہے کہ ان کی یہ آرزو بھی پوری ہوئی۔ ”وانزلنا الیکم المن والسلوی (بقرہ: ۵۷)“ اور طرفہ یہ کہ ایسے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد پھر وہ صراط مستقیم سے بھٹک جاتے۔ گویا غیرت الہی کو چیلنج کرتے۔ پھر کوئی تشبیہ آتی۔ جس سے وہ اپنی عافیت تنگ دیکھتے تو کہتے۔ اے جادو گر اپنے خدا سے دعا کر کہ یہ عذاب ہم سے ٹل جائے تاکہ ہم تم پر ایمان لاویں اور جب خدا کا رسول دعا کرتا اور وہ عذاب ٹل جاتا تو پھر وہ کفر کرتے۔ غرضیکہ یہ مدوجزویونہی چلتا رہا۔ آپ تورات لینے گئے۔ قوم سامری کے دام میں آ کر گوسالہ پرست ہو گئی۔ حضرت ہارون نے بہتیری کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ دیا قوم نے ساتھ دینے سے انکار کیا اور کہا ”قالوا یموسیٰ انالندخلها ابدامادامو فیہا فاذهب انت وربك فقاتلا انا ہننا قاعدون (مائدہ: ۲۴)“ سچ ہے جس کو اللہ ہدایت دے۔ وہی سیدھا راستہ پاسکتا ہے۔

”ومن ینہد اللہ فہو المہتد (بنی اسرائیل: ۹۷)“ قرون ماضی میں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ لمبی زندگی یعنی ساڑھے تیرا سو برس اور اس میں ان کی وہ ان تھک تبلیغی دوڑ دھوپ جو برابر ساڑھے نو سو برس تک رہی کا مطالعہ کرو اور پھر نتیجہ میں فرقان حمید کو دیکھو ”وما امن معہ الا قلیل (ہود: ۴۰)“ اور پھر ان دعائیہ کلمات پر غور کرو۔ ”رب لا تذرعلی الارض من الکافرین دینار انک ان تذرحہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجراً کفراً (نوح: ۲۶، ۲۷)“ اس کے بعد دعا کی قبولیت کو دیکھو اور خدائے جبار کا انتقام ملاحظہ کرو کہ آپ کا بیٹا کنعان احکام سردی سے سرکشی کرتا ہے۔ نوح علیہ السلام

سمجھاتے ہیں وہ فرمان رسالت کی تکذیب کرتا ہوا موجوں کی نذر ہوتا ہے۔ نوح علیہ السلام خدا سے التجا کرتے ہیں کہ مولا یہ میرا لڑکا میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے۔ کیونکہ تو احکم الحاکمین ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ”قال یا نوح انه لیس من اهلك (ہود: ۶۷)“ یعنی اے نوح یہ تیرے اہل سے نہیں کیونکہ یہ بد عمل واقع ہوا ہے اور مت سوال کر اس چیز کا کہ جس کا نہیں دیا گیا ہے تجھ کو علم، ایسا نہ ہو کہ تو جاہلین سے ہو جائے۔ غرضیکہ موسیٰ علیہ السلام کے چوداں سو برس بعد جب یہ قوم انتہائی طور سے بگڑ چکی اور بعض کی شکلیں تک مسخ ہو چکیں۔ مگر کفر و عصیاں کا دامن رشتہ حیات کا ساسھی رہا۔ انہوں نے تنبیہ الہی کو اتنا فی معاملہ سے زیادہ کبھی وقعت نہ دی۔ ان کے عزائم و حوصلے ان کے ولولے اور جوش کفر کے گہوارے میں نشوونما پاتے اور وہ حرص و ہوا کے بندے نفسیات کی پیروی کرتے۔ ان کے رہبان و احبار ان کے علماء و فضلا کا ہن کے لقب کو اختیار کرتے اور توریت مقدس کی تحریف کو خدمت خلق سمجھتے۔ انہوں نے غرباء اور امراء کے الگ الگ شرعی قانون مقرر کر رکھے تھے۔ مثلاً اگر کوئی امیر زنا کرتا اس کا منہ کالا کرنے پر ہی اکتفا کرتے اور اگر غریب مرتکب ہوتا تو اس کو سنگ سار کر دیتے۔ ان کے اقوال افعال کے تابع نہ ہوتے۔ بلکہ وہ جو کچھ کرنے کا حکم دیتے اس پر بھولے سے کبھی خود عمل نہ کرتے۔ یہی وجہ ہے جو مقدس توریت کی تحریف کے بعد زبور پاک کو نازل کرنے کا باعث ہوئی اور ایسا ہی جب زبور مقدس کی پر یہی نوبت پہنچی تو انجیل شریف نے اس کا ازالہ کیا اور ہماری یہ تمہید صرف اسی زمانہ کے واقعات پر روشنی ڈالنا مقصود ہے کہ کس طرح تاریکی کے فرزندوں اور قسمت کے بیٹوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ برتاؤ کیا۔ چنانچہ آئندہ صفحات میں ہم آپ کی سوانح حیات پر مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے اصل بحث یعنی حیات مسیح پر دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ پیش کریں گے اور انشاء اللہ یہ مضمون اپنی نوعیت میں نرالا اور دلچسپ ہوگا۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ یکسوئی سے بغور مطالعہ فرمائیں۔ چنانچہ بھائی حفیظ نے کیا خوب یہودیت کی تصویر کا خاکہ کھینچا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

از خامہ اثر جناب ابوالاثر حفیظ جالندھریؒ

ہوئے اسحاق کے فرزند اسرائیل پیغمبر طے فرزند انہیں بارہ بفضل حضرت داوود
ان ہی میں حضرت یوسف نے مرسل کا لقب پایا خدا نے ان کو اہل مصر پر مبعوث فرمایا
یہی بھائی تھے جن کدل میں تھی بھائی کی بدخواہی یہی نام تھے جب یوسف نے پانی مصر کی شاہی

یہودہ ان کا جد اسحاق پیغمبر کا پوتا ہے تو انہوہ کثیر اس قوم کا حق سے پلٹ آیا یہی محبوب تھے لیکن یہی معتب رہتے تھے چلانا چاہتے تھے جو اسے حق و صداقت پر وہ اپنے راہنما کو ایک دیوانہ بتاتے تھے یہودی خوب دم بھرتے تھے اس سے آشنائی کا مسلط کر دیا فرعون کو اللہ نے ان پر انہیں ٹھوکر لگا کر خواب غفلت سے جگانے کا لگائیں ٹھوکر یں فرعون کی بے دادی ان کو لگے عبرت پکڑنے لوگ ان کی حالت بد سے جو بچپن ہی سے آزادی پے تھے شیدا خدا نے جانب فرعون انہیں مبعوث فرمایا یہودی قوم کو آزاد کر کے مصر سے لائے کیا فرعون کو غرقاب نیل اعجاز موسیٰ نے بیابانوں کو ان کے واسطے شاداب کر ڈالا کہ اترے من و سلویٰ ان کی خاطر آسمان پر سے ہوئی باطل سے خائف اور راہ حق سے کترائی تیری عزت بڑھے جگ میں تیرا ایمان کامل ہو خدا کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر خدا اور اس کا پیغمبر بہت کافی ہیں لڑنے کو مگر اس قوم کو مطلب رہا مطلب برآری سے کہ چھوڑی حق پرستی اور گوسالہ پرستی کی دکھائی سرکشی تورات کے احکام سے اس نے مگر اس نے نہ چھوڑی کم نگاہی اور گمراہی یہ اپنی حمد کرتی تھی بجائے حمد ربانی

یہودی قوم کا آغاز انہی بارہ سے ہوتا ہے مگر اس قوم پر بھی شرک نے جب دام پھیلایا یہی لوگ اپنے لوگوں کو خدا کی قوم کہتے تھے ہوئے اس قوم میں اکثر جلیل الشان پیغمبر یہودی راہ پر آ کر بھی رستہ بھول جاتے تھے کیا تھا مصر میں فرعون نے دعویٰ خدائی کا عتاب آخر کیا شہنشاہوں کے شاہ نے ان پر کہ یہ بھی اک طریقہ تھا انہیں رستہ پہلانے کا بہت پستی دکھائی آخر اس رفتار نے ان کو مگر فرعون کے ظلم و ستم جب بڑھ گئے حد سے خدائے پاک نے موسیٰ کو ان میں کر دیا پیدا ظہور نور حق موسیٰ کو سینا پر نظر آیا ید بیضا کے ساتھ اس خطہ ظلمت میں درآئے جگایا قوم کی تقدیر کو آواز موسیٰ نے عصائے موسوی نے پتھروں کو موم کر ڈالا یہی ہجوم ہے جس کے لئے کھانوں کے میندر سے مگر جب آزمائش آ پڑی یہ قوم گھبرائی کہا موسیٰ نے اٹھائے قوم باطل کے مقابل ہو تو بولی قوم اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے جڑنے کو ڈرایا بارہا موسیٰ نے ان کو قہر باری سے یہ جب رفعت پر آئی آہ سوچی اس کو پستی کی رکھی دنیا میں راہ و رسم حرص خام سے اس نے دلائی حضرت داؤد نے اس قوم کو شاہی زبور اس قوم کو بخش گئی لیکن نہ یہ مانی

عظیم الشان ہیکل ہوگی تعمیر کنعاں میں
 نہ دینداری میں بڑھتی تھی نہ بدینی سے ہمتی تھی
 چلن اس قوم کا لیکن نہ ہرگز راہ پر آیا
 ملیں اس قوم سے پیغمبروں کو سخت ایذائیں
 بتاتی تھی اندھیرا موند کر آنکھیں اجالے کو
 مگر یہ آخری دم تک رہی منکر رسالت کی
 یہ سوئی پر چڑھانے لے گئی اس پاک ہادی کو
 وہ پورا کر دیا ہر طرح سے اس ذات والانے
 مگر اس قوم میں جذبہ نہ تھا اس کی حفاظت کا
 متاع دنیوی بھی اور روحانی رسالت بھی
 یہ بھڑکاتی رہی ہر دور میں اللہ کی غیرت کو
 عمل جیسے کئے دیسی درحق سے جزا پائی
 رہا اغیار کا پنچہ مسلط اس کی گردن پر
 فنی، بابلی، مصری، اسیری اور رومانی

بڑی شوکت ملی اس قوم کو عہد سلیمان میں
 مگر یہ قوم اکثر راہ پر آ کر پلٹتی تھی
 اسے ایوب و زکریا و یحییٰ نے بھی سمجھایا
 ہو منزل گری جن کی وہ کیونکر راہ پر آئیں
 یہ جھٹلاتی رہی ہر اک نصیحت کرنے والے کو
 مسیح ابن مریم نے بہت اس کو ہدایت کی
 یہ جھٹلاتی رہی انجیل کی سچی منادی کو
 خلیل اللہ سے جو وعدہ کیا تھا حق تعالیٰ نے
 وطن بخشا گیا اس کو نمونہ باغ جنت کا
 ملی اسحق کی اولاد کو شان حکومت بھی
 مگر اس قوم نے ٹھکرادیا ہر ایک نعمت کو
 نتیجہ یہ ہوا کفر ان نعمت کی سزا پائی
 خدا سے سرکشی کی سر جھکایا پائے دشمن پر
 سبھی اہل ستم کرتے رہے اس پر ستم رانی

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
 کہ جس نے اپنے ہاتھوں خو خصلت نہیں بدلی

”اذ قالت امرت عمران رب انی نذرت لك مافی بطنی محررا فتقبل
 منی انك انت السميع العليم . وانی اعیذها بك وزریتها من الشیطان الرجیم
 (آل عمران: ۳۵، ۳۶)“

عمران کے عالی نسب گھرانے کی وہ نیک بخت و صاحب نصیب بی بی جو خدا کی بے
 شمار رحمتوں کا خزینہ جننے والی تھی اور جو مقدس ہیکل کے سامنے خدا کی جناب میں یوں عرض گزار
 ہوئی۔ اے مولا جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا میں نے اسے تیرے مقدس
 و مطہر نام کی نذر مانا اور اپنے تمام حقوق سے آزاد کیا۔ یا اللہ یہ میری ناچیز نذر کو شرف قبولیت
 عطاء فرما کیونکہ تو میری کمزوری و نحیف آواز اور میرے تمام ارادوں کو مکافقہ سننے اور جاننے والا
 ہے اور یا اللہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ یعنی ان کی عصمت و عفت کا
 تو ہی محافظ و نگہبان ہے۔ یعنی تیرے نافرمان و سرکش راندہ درگاہ سے ڈرتی ہوئی انہیں تیری پناہ

میں دیتی ہوں۔ یا اللہ میری ذریت کو شیطان کے وسوسوں سے بچائیو۔ چنانچہ اس کے جواب میں رب عزوجل ارشاد فرماتے ہیں۔

”فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتا حسنا وكفلها زكريا (آل عمران: ۳۷)“ اے میری جناب میں خشوع و خضوع سے نذر ماننے والی سعید عورت ہم نے تیری التجا کو سنا اور پسند فرماتے ہوئے بدرجہ اتم قبول کیا اور شر شیطان سے محفوظ و مامون کیا اور وہ یوں بڑھے گی جیسا کہ سبزیاں جلد جلد بڑھتی ہیں۔ یعنی وہ جلد جلد جوان ہوگی اور میرے پیارے بندے زکریا علیہ السلام کی کفالت میں نشوونما پائے گی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عمران کی بیوی بیت المقدس کے سامنے جب کہ وہ حاملہ تھی۔ دستور زمانہ کے مطابق ایک نذر مانتی ہے اور مبہم الفاظ میں اشارہ اپنے دلی راز کو آشکار کرتی ہے کہ مولا کریم مجھے اولاد دینے عطا کرتا کہ وہ تارک الدنیا ہو کر تیری خلوص نیت و حضور قلب سے عبادت کرے اور تیرے مقدس گھر کا جاروب کش بنے۔ اس زمانہ میں ایسی نذریں عموماً مانی جاتی تھیں اور وہ شریعت موسوی میں جائز تھیں۔ یہ لوگ تارک الدنیا کہلاتے اور رشتہ ازدواج میں منسلک نہ ہوتے۔ بلکہ دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے اور لذات دنیوی سے کنارہ کش رہتے۔ گاڑھے کے موٹے لہجے چوغے پہننے اور مخصوص خانقاہوں اور گرجوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔

چند مہینوں کے بعد جب اس مولود مسعود کا وقت آیا تو زچہ نے کمال حسرت و یاس کے لہجہ میں جناب باری میں التجاء کی ”قالت رب انی وضعتها انثی (آل عمران: ۳۶)“ یعنی اے مالک میں نے ایک لڑکی کو جنا، قدیم دستور کے مطابق صرف لڑکے ہی اس خدمت کے لئے قبول کئے جاتے تھے۔ مگر چونکہ یہ نذر عام راہوں اور اسقوں کے سامنے مانی گئی تھی اور اس طریق سے قبل ایسا واقعہ نہ پیش آیا تھا۔ یعنی یوں وضع حمل سے پیشتر کسی نے نذر نہ مانی تھی۔ اس لئے عمران کی بیوی کا دل غم سے بیٹھا جاتا تھا اور وہ بار بار اس کا اعادہ کرتی تھی کہ اے کاش یہ لڑکا ہوتا تو میری مراد برآتی۔ اس کے اس انتہائی حزن و ملال کے جواب میں ارشاد ہوا۔

”والله اعلم بما وضعت وليس الذكر كالانثی (آل عمران: ۳۶)“ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات خوب جانتی ہے جو کچھ اس نے جنا اور ایسا لڑکا نہ ہوا۔ جیسی کہ وہ لڑکی۔ اس پر حکمت ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اے نیک دل خاتون تو کیا جانتی ہے۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے جو کچھ تو نے جنا ہے اور اس کے مراتب کو لڑکا بھلا کہاں پہنچ سکتا ہے اور تو تو کیا جانتی ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کی امانت کا ایک بیش قیمت خزانہ ہوگی اور ایک دنیا اس کے فیوض سے سیراب ہوگی۔

غرضیکہ یہ پہلی لڑکی تھی جو تارک الدنیا بنانے کے لئے مجاوران بیت المقدس نے قبول کی۔ چنانچہ آج تک نوے کروڑ فرزند ان تثلیث اس کی تقلید کرتے ہوئے کنواری مریم کے نام پر ہزاروں لڑکیاں خانقاہوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جنہیں عرف عام میں فنز کہا جاتا ہے اور عام بول چال میں ہر تنفس انہیں بہن کہہ کر پکارتا ہے۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ وہ تمام سعید الفطرت نہ ہوں اور ان میں سے بعض شیطانی دھوکہ میں آجائیں اور اس عہد کو فراموش کر بیٹھیں جو ان سے کنواری مریم کے نام پر لیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ رسم آج تک جاری ہے اور برابر اس پر عمل ہو رہا ہے۔ جب مریم صدیقہ اس خدمت کے لئے یعنی تارک الدنیا کے لئے قبول کر لی گئی تو بڑی سختی سے مجاورین میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اس کی پرورش کس کے ذمے قرار دی جائے۔ یہ جھگڑا بڑھتے بڑھتے ایک ہنگامی صورت اختیار کر گیا۔ جیسا کہ فرقان حمید ارشاد کرتا ہے۔ ”اذ یلقون اقلامہم ایہم یكفل مریم (آل عمران: ۴۴)“ چنانچہ تورات لکھنے کے وہ قلم جن سے آیات الہی لکھی جاتی تھیں۔ مقدس پاپاؤں نے پانی کے بہاؤ پر بہائے اور یہ فیصلہ قرار پایا کہ جس کا قلم بہاؤ کے مخالف سمت نہ بگاڑے گا وہ مریم کا کفیل ٹھہرے گا۔ چنانچہ اس طریق قرعہ اندازی سے یہ خدمت حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی اور حضرت زکریا علیہ السلام رشتے میں مریم کے سگے خالوتھے۔

مریم صدیقہ مدتوں اپنی خالہ کی آغوش شفقت میں رہی وہ ماں سے زیادہ اس سے پیار کرتی اور اس کی خدمت کو فرض الہی سمجھتی اور اس کی تکلیف کو خدا کی ناراضگی خیال کرتی۔ کیونکہ وہ مریم کو خدا کی امانت قرار دیتی تھی اور اس الہی خدمت کا صلہ نجات اخروی یقین کرتی۔ یہاں تک کہ مریم صدیقہ سن بلوغ کو پہنچی تو حضرت زکریا علیہ السلام کی تربیت کی برکات ظہور میں آنے لگے۔ وہ دن بھر ایک مخصوص حجرے میں جو مسجد میں صرف اسی کے لئے بنایا گیا تھا عبادت و ریاضت میں مشغول رہتی اور رات خالہ کے ہاں بسر کرتی۔ اس کے زہد و تقویٰ کی ایک دھوم مچ گئی اور دور دور سے دنیا زیارت کو کبھی آتی اور عقیدت کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے اسقف دعا کے متمنی ہوتے تھے۔ وہ دن یاد الہی میں بسر کرتی تو رات مصلے پر گزارتی۔ غرضیکہ اس خدا کی بندی نے یہ دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا سے کنارہ کشی کیا چیز ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ وہ تارک الدنیا کی عملی تصویر تھی۔ اس کا اٹھنا اس کا بیٹھنا اس کا جاگنا اس کا سونا محض اللہ ہی کے لئے تھا۔ وہ ہمہ تن اسی شغل میں مصروف رہتی اور حاجت مند و بیمار لوگوں کا ایک ہجوم اس کے حجرے کے گرد بیٹھا رہتا۔ جن کی عقیدت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ کڑا کے کی دھوپ برداشت کرتے۔ مگر اٹھنے کا نام نہ لیتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے حجرہ سے نکلتی اور فرداً فرداً ان کے لئے دعاء نہ کرتی۔

تارک الدنیا عورتوں کے لئے ایک اصول قائم کیا گیا تھا۔ جس کی رو سے کوئی تنفس ان کی خلوت گاہ میں قطعاً مدورفت کا مجاز نہ رکھتا تھا۔ ہاں وہ جو کفیل ہوتا وہ اس سے مبرا سمجھا جاتا تھا۔ وہ آ بھی سکتا اور جا بھی سکتا تھا۔ چنانچہ زکریا علیہ السلام جو مریم صدیقہ کے خالوتھے۔ وہ اکثر تربیت کے لئے جایا اور آیا کرتے تھے اور یہی مقدس گھر کے سب سے بڑے لاٹ پادری تھے۔ اکثر ان کی حیرت کی انتہاء نہ رہتی۔ جب وہ یہ دیکھتے کہ بے موسم کے پھل مریم کے حجرے میں موجود رہتے وہ سوال کرتے کہ اے مریم یہ سرما کے پھل گرما میں تمہارے پاس کہاں سے آگئے تو وہ جواب دیتیں کہ میرا پروردگار انہیں میرے لئے بھیج دیتا ہے اور وہ ذات بابرکات ایسی رحیم و کریم ہے۔ جو کو چاہے بے شمار رزق دیدے۔ چنانچہ قرآن مجید شاہد ہے۔ ”کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یمریم انی لک هذا قالت هو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغير حساب (آل عمران: ۳۷)“

انہیں خوارق کو آئے دن اور اکثر زکریا علیہ السلام مشاہدہ فرماتے اور قدرت الہی پہ سر دھنتے انہیں اپنے بے موسم پھل کا خیال آیا۔ یعنی وہ بے اولاد تھے اور ان کا بڑھا پانا انتہائی منزلیں طے کر چکا تھا اور اسی سن میں ان کی رفیقہ حیات تھی اور طرفہ یہ کہ وہ بانجھ بھی تھی۔ چنانچہ انہی بے موسمی میوؤں کو دیکھ کر ان کے دل میں ایک ولولہ اٹھا اور وہ بے اختیار پکاراٹھے۔ ”ہنا لک دعا زکریا ربہ قال رب ہب لی من لدنک زریة طیبة انک سمیع الدعاء (آل عمران: ۳۸)“ ﴿وہیں دعاء کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطاء کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بے شک تو سننے والا ہے دعا کا۔﴾

جونہی یہ دعاء قلب کی گہرائیوں سے نکلی اجابت پذیر ہوئی ارشاد ہوا۔

”فنادتہ الملائکة وهو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یشرک بیحییٰ مصدقا بکلمة من اللہ وسیدا وحصورا ونبیا من الصالحین (آل عمران: ۳۹)“ اور جب کہ وہ حجرے میں نماز کے اندر قیام کر رہے تھے۔ ملائکہ اللہ نے نداء کی کہ اے زکریا خدا تم کو خوشخبری دیتا ہے۔ بچی کی جو خدا کے ایک حکم کی گواہی دے گا اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور خدا کا پیامبر ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا۔

جناب زکریا علیہ السلام کو بے موسم میوے مشاہدہ کرنے سے جو تحریک پیدا ہوتی تھی اس کو شمرل گیا۔ یعنی انہی ایک ایسے لڑکے کی بشارت عطاء ہوئی۔ جس میں ایک بات ایسی تھی جو انہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار مرسلین سے نرالی دی گئی۔ یعنی باوجودیکہ وہ سردار ہوگا۔ یعنی وجہہ

نوجوان تو انا و تندرست ہوگا۔ مگر عورت کی خواہش نہ رکھے گا۔ یہ چیز ایک کامل مرد کے لئے انوکھی وزالی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ تا کہ میری مخلوق یہ جان لے کہ میں ہر ایک چیز پر قادر ہوں۔ مخلوق مایشاء پیدا کرتا ہوں جو کچھ بھی چاہتا ہوں۔ نیز فرمایا اس کا نام یحییٰ ہوگا اور وہ میرے ایک حکم کی گواہی دے گا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی جو بدوں باپ کے پیدا ہوگا اور حضرت یحییٰ لوگوں کو ان کی پیدائش کی خوشخبری دیتے تھے۔ جب یہ بشارت ہوئی تو زکریا علیہ السلام نے درگاہ رب العزت میں التجاء کی۔ ”قال رب انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر و امرتی عاقر (آل عمران: ۴۰)“ ”مولا کہاں سے ہوگا۔ میرے ہاں لڑکا میں از حد بوڑھا ہو چکا ہوں اور اس پر میری عورت بھی بانجھ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ”قال کذالک اللہ یفعل ما یشاء (آل عمران: ۴۰)“ ”فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے عرض کی مولا میرے اطمینان قلب کے لئے اس کا کوئی نشان عطا فرما ارشاد ہوا اس کی نشانی یہ ہے کہ تو چنگا بھلا تین دن تک کسی سے بات نہ کر سکے گا۔ مگر اشارہ سے کہے گا جو چاہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سلسلہ اسباب کی پابند نہیں اسے ہماری طرح بودے سہاروں اور نکلے وسائل کی ضرورت نہیں۔ گو نظام دنیا اسباب عادیہ سے مسببات کو پیدا کرتا ہے۔ لیکن وہ قادر کریم جو خلاق جہاں ہے۔ کبھی کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور یہ بھی اس کی خاص عادت میں داخل ہے۔ اصل میں یہ تمام واقعات یعنی مریم صدیقہ کے پاس خارق عادت طریق سے میوہ جات کو پہنچانا اور دیگر غیر معمولی واقعات کا ظہور پذیر ہونا ان حالات کی موجودگی میں حجرہ مریم میں زکریا کا بے ساختہ دعاء مانگنا اور مراد کا برآنا اصل میں اس عظیم الشان ولادت کا پیش خیمہ تھا۔ جو عنقریب کرشمہ قدرت سے ظہور میں آنے والی تھی اور جس کی خوشخبری جناب یحییٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور جسے قرآن کریم نے کلمۃ اللہ کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

”واذ قالت الملئکة یمریم ان اللہ اصطفک وطهرک واصطفک علی نساء العلمین ۰ یمریم اقنتی لربک واسجدی وزکعی مع الراقعین (آل عمران: ۴۲، ۴۳)“ ﴿اور جب فرشتے بولے۔ اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور پاک بنایا اور پسند کیا تجھ کو جہاں عورتوں پر۔ اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔﴾

جناب زکریا علیہ السلام کے ضمنی مناسبات کے بعد جناب مریم صدیقہ کے فضل و شرف

کا ذکر خیر فرماتے ہوئے مالک کون و مکان کا ارشاد فرشتے عرض کرتے ہیں اور مریم کو اللہ تعالیٰ کے احسان جتلاتے ہیں کہ اے مریم خدا نے تجھے روز ازل ہی سے اپنے ایک جلیل القدر نشان کے لئے چن لیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ تو لڑکی ہے مگر اس کی نیاز میں قبول ہوئی۔ حالانکہ یہ خدمت ہمیشہ لڑکوں ہی سے قبول کی جاتی ہے۔ یعنی کوئی لڑکی مسجد کی خدمت کے لئے قبول نہیں کی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں پسند کیا اور اسی خدمت کے لئے چن لیا۔ پھر تم پر طرح طرح سے انعام و اکرام برسائے بے موسم پھل تمہیں عنایت کئے جلد جلد پرورش تمہاری فرمائی اپنی بے پناہ محبت تمہارے دل میں پیدا کی۔ بلند اخلاقی و پاک طبیعتی کا تمہیں مالک بنایا۔ اس کے علاوہ تمہیں مسجد کی خدمت کا موقعہ دیا اور جہاں کی عورتوں پر بعض وجوہ سے تمہیں فضیلت بخشی۔ مثلاً تم میں ایسی استعداد رکھی کہ بدون مس بشر صرف تمہارے وجود سے مسیح علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو پیدا کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ایک اعلیٰ درجہ کا نشان ہے اور اے مریم انہیں احسانات ازلی کے شکر یہ میں ہمیشہ عجز و نیاز کے ساتھ اس کے حضور میں اپنی بندی ہونے کا ثبوت دو۔ اس کے دربار میں ہمیشہ جھکتی اور سجدہ گزار ہوتی رہو۔

یہ زمانہ مریم صدیقہ کی عقیقہ قائمہ عابدہ زاہدہ زندگی پر اپنی پوری پوری روشنی ڈالتا ہے اور آپ کی اس زندگی یعنی سن طفولت سے لے کر سن بلوغت تک کی ضمانت کی بنیادیں پر دلالت کرتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ جنابہ صدیقہ عالم شباب کی منزلیں نہایت اطمینان و سکون سے یاد الہی میں بسر کر رہی تھیں۔ ان کی پارسائی کی دھوم ایک عالم میں مچ رہی تھی اور ان کی زہدور یا ضت کا ایک عالم معترف تھا۔ دور دور سے لوگ ناکام آتے اور کامیاب جاتے۔ دکھ لے کر آتے اور سکھ لے کر جاتے تھے۔ یہ وہ دور سعید تھا کہ جس میں انوار ازلیہ اور برکاتہ سرمدیہ کی بارش ہو رہی تھی۔ فرشتے خوان نعمت لے کر آتے اور پیغام ربانی سے مسرور کرتے تھے۔ فضا کا ذرہ ذرہ کائنات قدرت کی ترجمانی کر رہا تھا تو ہوا کا جھونکا جھونکا اس کی واحدانیت کے پیغام پہنچا رہا تھا۔ غرضیکہ جنابہ صدیقہ نہایت اطمینان سے وظائف و نوافل میں مشغول اور یاد الہی میں مصروف تھی اور دنیا انہیں نہایت عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتی اور ادب کرتی تھی۔ اب وہ ساعت سعید قریب آ رہی تھی کہ جس عظیم الشان نشان کے لئے آپ کو پسند کیا اور چنا گیا تھا اور یہ ہی وہ امتیازی چیز تھی جو جنابہ صدیقہ کو جہاں کی عورتوں پر فضیلت بخشی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مقررین رسول آپ کی خدمت میں آئے اور یہ بشارت سنائی۔

”وَاذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی

نساء العلمین ، یمیرم اقتنی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین ، ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک وما کنت لدیہم اذیلقون اقلامہم ایہم یکفل مریم وما کنت لدیہم اذ یختصمون ، اذ قالت الملئکة یمیرم ان اللہ یشرک بکلمة منه اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیہا فی الدنیا والآخرة ومن المقربین (آل عمران: ۴۲ تا ۴۵) ﴿ اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے۔ اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام مریم کا بیٹا مرتبے والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں سے اور باتیں کرے گا۔ لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہوگا اور جب کہ پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں سے ہے۔ ﴿

اس آیت شریفہ پر روشنی ڈالنے سے قبل میں ان حضرات سے اپیل کروں گا۔ جو عصمت و عفت پر جان و مال قربان کرنا فرض منہی سمجھتے ہوں۔ وہ خدا را سوچیں اور سمجھیں کہ جب ایک ایسا خاندان جس کی احکم الحاکمین یوں تعریف فرمائے۔ ”ان اللہ اصطفیٰ ادم ونوحاً وال ابراهیم وال عمران علی العلمین زریۃ بعضہا من بعض ، واللہ سمیع علیم (آل عمران: ۳۳، ۳۴) ﴿ بے شک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم علیہم السلام کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہاں سے جو باہم ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ ﴿

رب کعبہ کا ارشاد ہے کہ ہمیں آدم اور نوح اور ابراہیم اور اس کی اولاد میں سے بعض اور عمران اور اس کی اولاد میں سے بعض سارے جہاں سے زیادہ محبوب ہیں۔ یعنی جناب سردار دو جہاں، فخر موجودات، سرکار مدینہ، اولاد ابراہیم سے اور جناب صدیقہ اولاد عمران سے سارے جہاں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ایسا عالی نسب خاندان ہو جہاں فرشتے شرم سے نگاہیں نیچی رکھیں اور حوریں پاکیزگی سیکھیں۔ وہ شرم و حیا کی تصویر اور عصمت و عفت کی پیکر یعنی جنابہ صدیقہ جس کے کان گناہ کے سننے کے مرتکب نہ ہوئے اور جس کی آنکھیں پاکیزگی اور انوار الہی کو دکھ دیکھ کر مسحور و نور علیٰ نور تھیں اور جو ملائکہ اللہ کو بارہا خوان کرم لانے مشاہدہ کر چکی تھیں۔ یہ انوکھی چیز سن کر حیران و ششدر رہ گئی۔ چنانچہ یہ واقعہ ہم ابھی تفصیلاً عرض کریں گے۔ سر دست فرشتوں نے یہ بشارت دی کہ اے مریم اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے۔ اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح ہے۔ عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبے والا دنیا اور آخرت میں اور خدا کے قریب کئے گیوں سے ہے۔

در اصل یہ ایک انعامی وعدہ ہے جو جناب باری تعالیٰ مریم صدیقہ سے فرما رہے ہیں

اور یہ وہی انعام ہے جس کی بشارت یحییٰ علیہ السلام مدت ہوئی دے چکے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے مریم تیرے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا وہ کلمۃ اللہ ہوگا۔ یعنی میرا ایک حکم ہوگا جس کا نام مسیح ہے۔ موعودہ بچے کو خدا کا ایک حکم کہا گیا اور اس کے بعد اس حکم کا نام مسیح رکھا گیا اور مسیح دراصل عبرانی میں ماشیح تھا۔ جس کے معنی برکت والا ہے۔ اس کے بعد اسی بچے کو عیسیٰ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ اصل میں یہ لفظ ایشوع تھا۔ جو معرب ہو کر عیسیٰ ہوا اور اس کے معنی سید ہیں۔ اس کے بعد ابن مریم کہا یہ مریم کا بیٹا کیوں کہا حالانکہ جناب صدیقہ ہی مخاطب تھیں۔ یہ چوتھا نام صرف اس لئے دیا کہ بدوں باپ کے ہونے کے اس کی نسبت صرف ماں ہی کی طرف سے ہوا کرے گی اور جب مسیح کا نام لیا جائے گا۔ قدرت کی یہ عجوبہ نمائی مریم کی پارسائی پر خراج تحسین و مرجہا کے پھول نچھاور کرے گی اور یوں جناب صدیقہ کی یاد خیر ابد الابد تک قائم رہے گی۔ اس لئے مسیح کے نام کے ساتھ یہ ایک جزو قرار دے دیا گیا۔ جناب صدیقہ اس اعجازی خوشخبری سے مغموم سی ہوئی اور طرح طرح کے دل میں خیالات اٹھے کہ لوگ مجھ کو کیا کیا الزام دیں گے اور بچے کو کیا کیا طعن و شنیع سے یاد کریں گے۔ میں کس کس کو کیا کہوں گی اور کیا جواب دوں گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے ساتھ ہی تسلی و توفی دیتے ہوئے پہلے ہی فرما دیا۔ ”وجھیباً فی الدنیا والآخرة (آل عمران: ۴۰)“ یعنی وہ دنیا اور آخرت دونوں میں مرتبے والا ہوگا۔ یعنی ہم اسے تمام الزام و طعن سے پاک کریں گے۔ وہ دنیا و عقبیٰ میں صاحب و جاہت و نجابت ہوگا۔ یعنی ہم اسے تمام مراتب میں فائز المرام کریں گے اور اسے تمام طعنوں سے بری الذمہ قرار دیں گے۔ وہ صاحب جاہ و حشم ہوگا۔ یعنی دنیا خود بخود اس کی وجاہت کو تسلیم کر لے گی اور یہی وجہ ہے کہ اس کو ایسے مبارک نام دیئے گئے اور یہاں تک ہی نہیں وہ ہمارے مقربین میں ہوگا۔ یعنی ہم اسے اپنے قریب رکھیں گے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا اے مریم وہ بچہ کچھ ایسا عجیب الخلق ہوگا کہ تمہاری گود میں لوگوں سے باتیں گے گا۔ یعنی وہ تمام اتہام و الزام جو یہود نابکار اپنے خبث و بدباطنی کو رچھشی و نالائقی کی وجہ سے کریں گے۔ ایسے مسکت و شافی جواب دے گا کہ وہ مبہوت ہو جائیں گے اور اپنا سامنہ لے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بیٹھ جائیں گے اور یہی نہیں بلکہ وہ ادھیڑ عمر میں لوگوں سے ہم کلام ہوگا۔ یعنی ان کے اوہام باطلہ کو حکمت و اصول کے موتیوں سے پاش پاش کر کے رکھ دے گا اور اے مریم تجھے مبارک ہو کہ وہ ہمارے نہایت مخلص اور چنے ہوئے نیک بختوں میں سے ہوگا۔

جب یہ پیغام فرشتے پہنچا چکے تو صدیقہ انتہائی غور و خوض فکر و تدبر کے بعد جناب الہی

میں یوں گویا ہوئی۔ ”قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنى بشر (آل عمران: ۴۷)“ ﴿مولا کہاں سے ہوگا میرے ہاں لڑکا اور نہیں چھوا مجھ کو کسی آدمی نے۔﴾

اصل میں بمقتضائے بشریت جناب صدیقہ حیران و ششدر تھی۔ کیونکہ یہ چیز عام مشاہدے کے خلاف اور قانون قدرت کے مخالف واقع ہونے میں انہیں باور ہی نہ آتا تھا کہ یہ وقوع کس طرح ظہور پذیر ہوگا۔ جب کہ میری حالت یہ ہے کہ میں مس انسان سے پاک ہوں۔ پھر بدوں مس بشر میرے ہاں کچھ کس طرح پیدا ہوگا ارشاد ہوا۔ ”قال كذلك الله یخلق ما یشاء اذا قضیٰ امرآ فانما یقول له کن فیکون (آل عمران: ۴۷)“ ﴿فرمایا اے مریم تعجب نہ کرو اور غمگین نہ ہو اس طرح بدوں مس بشر کے یہ پیدائش واقع ہوگی۔﴾

خلافت عادت ہونے کی وجہ سے ہر اسان نہ ہو۔ خلاق جہاں جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کر دے۔ وہ مالک دوسرا ایسی پاک ذات ہے کہ جب ارادہ کرتا ہے کہ کسی چیز کا بس اتنا ہی حکم دے دیتا ہے۔ ہو پس وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اس کی قدرت کی حد بندی ہی نہیں ہو سکتی۔ وہ فہم و ادراک سے بالاتر ہستی نہ مادہ و ظاہری اسباب کی محتاج نہ کسی قانون و ضوابط کی پابند وہ ذات کردگار تمام عیوب سے مبرا و پاک ہے۔ اس ضمنی سوال و جواب کے بعد مقررین نے اس خوشخبری کو ان الفاظ پر ختم کیا۔

”ويعلمه الكتب والحكمة والتوراة والانجيل . ورسولآ الی بنی اسرائیل (آل عمران: ۴۸، ۴۹)“ اور اے مریم خدائے رحیم اس تیرے مسعود بچے کو کتاب اور حکمت اور تورات و انجیل سکھلائے گا اور وہ تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔

یعنی اللہ تعالیٰ براہ راست اپنی حکمت بالغہ سے اس کو لکھنا سکھائے گا اور تمام کتب ہدایت کا عموماً اور تورات و انجیل کا خصوصاً علم و عرفان عطاء کرے گا۔ یعنی اس کا سینہ رحمت کردگار کا خزانہ ہوگا۔ جس میں بے شمار لال و جواہر کے علمی موتی بھر پور ہوں گے۔ جن سے ایک دنیا فیض یاب و مستفاد ہوگی۔ بہت سے آئمہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب و حکمت سے مراد قرآن کریم و حدیث صحیحہ ہیں اور جب آپ سن کہولت میں لوگوں سے باتیں کریں گے۔ جس کا وعدہ قبل گذر چکا ہے تو وہ یہی قرآن و حدیث کے ارشادات کی تعمیل ہوگی۔

اس عظیم الشان خوشخبری سنانے کے بعد ملائکہ اللہ رخصت ہوئے تو جنابہ مریم ایک گہری سوچ میں گھنٹوں دوچار رہی۔ کبھی خدا کی عنایت و نوازشات کا خیال آتا تو چہرہ بناشت سے متمتا اٹھتا اور وہ سجدہ شکر میں گر جاتی۔ کبھی موعودہ بچے کی ولادت کا نقشہ آنکھوں میں کھینچ جاتا تو قوم

کی طعن و تشنیع کا خیال روٹکنے کھڑے کر دیتا۔ غرضیکہ جناب صدیقہ مہینوں بیقرار اور شاکر رضا الہی رہیں۔ انہیں رہ رہ کر موعودہ بچے کا تصور ستاتا۔ مگر ساتھ ہی تائید الہی سکینت بخشی۔ بہر حال وہ اس انوکھی اور اچنبہ خیز چیز سے حیران تھی اور نہ جانتی تھی کہ یہ وعدہ الہی کیونکر آیات اللہ ہو کر رہے گا اور دنیا کس طرح میری پاک دامنی کا یقین کرے گی۔ لیکن ساتھ ہی اس کی قدرت و رحمت پر بھروسہ و یقین بھی اس مراتب سے بالاتر پہنچ چکا تھا کہ جس میں دل اطمینان و خوشی کی میٹھی نیند سوتا ہے۔ بہر حال وہ خدا کی بندی صابرہ و شاکرہ رضا الہی میں مگن تھی اور قلب اطمینان یافتہ تھا۔ سنت اللہ ہمیشہ سے یونہی چلی آئی ہے کہ جب کوئی اہم کام جو خارق کی قسم سے ہو جب لینا مقصود ہو تو پہلے فریسنده کے قلب کو مطمئن کر دیا جاتا ہے تاکہ اعجاز نمائی کے وقت عوام کی طرح اس کے دل میں کوئی خوف یا خدشہ نہ پیدا ہو جائے جو اعجاز کی عظمت و وقعت کو کم کر دے۔ کیونکہ اگر صاحب اعجاز ہی ڈر جائے تو معجز نمائی نہیں رہتی۔ بلکہ جب حاضرین خائف ہوں تو وہ مطمئن و بشاش ہو۔ مثال کے طور پر جناب موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ ہی کو لے لیجئے۔ جب اللہ تعالیٰ سے سب سے پہلی ہم کلامی ہوئی۔ جب کہ آپ مدین سے اپنی رفیقہ حیات کو لئے اپنے ماموں حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں سے مصر کو آ رہے تھے اور اپنا راستہ بھول چکے تھے۔ رات کا موقعہ تھا اور ظلمت نے نور کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ سردی کا موسم اور جاڑے کی سرد ہواؤں نے جان پر بنا رکھی تھی تھی اور طرفہ یہ کہ گھر میں امیدواری کے علاوہ راہ گم کر چکے تھے دور سے آگ دیکھی تو بیوی سے کہنے لگے آپ یہاں ٹھہریں اور چند منٹ آرام کریں تاکہ میں وہاں سے کچھ آگ تمہارے تاپنے کے لئے لے آؤں اور شاید کوئی راہ بھی مل جائے جو ہمیں صحیح منزل پر پہنچا دے۔ چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو ارشاد ہوا اے موسیٰ اپنی جوتیاں اتار دے کیونکہ تم مقدس میدان میں ہو اور میں ہی پروردگار عالم ہوں اور جو حکم تمہیں دیا جاتا ہے وہ دل کے کانوں سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ فرعون بے نوا کی طرف جاؤ اور بنی اسرائیل کو آزاد کرو اور اے موسیٰ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے عرض کی گئی عصا ہے ارشاد ہوا یہ کس کام میں لاتے ہو۔ کہا مولا اس سے اپنے ریوڑ پہ درختوں سے پتے گراتا ہوں اور جب تھک جاتا اس پر تکیہ لگا کر دم لیتا ہوں۔ ارشاد ہوا ذرا اس کو زمین پر تو ڈالو۔ قبیل کی تو وہ اڑ دھا تھا۔ جناب موسیٰ کا دل دھڑکن میں، بدن پسینہ میں شرابور ہوا۔ چاہتے تھے کہ اٹنے پاؤں بھاگ جائیں۔ ارشاد ہوا ٹھہرو کیوں ڈرے جاتے ہو۔ اس کو پکڑ لو اسے پھر پہلی حالت میں تبدیل کر دیں گے۔ یعنی یہ تمہارا عصا ہی ہوگا۔ چنانچہ اس طریق سے اس کا تجربہ کرایا گیا اور جب پختگی دیکھی تو فرعون کی درستی کو بھیجا اس کے بعد جناب موسیٰ علیہ السلام نے

بیسویں دفعہ اس سوئے کا سانپ بنایا۔ مگر کبھی دل میں ڈر کا وہمہ بھی نہ ہوا۔ کیونکہ دل مطمئن ہو چکا تھا۔ جناب صدیقہ کو خوشخبری صرف اس لئے پہلے دی گئی کہ بشریت کے تقاضے میں جو جو توہمات آسکتے ہیں۔ ان کا سدباب کر کے دل مطمئن کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس لئے اس مولود مسعود کی بے شمار خوبیاں اور صفات بیان کیں اور اس طرح سے وسوسہ شیطانی کو دور فرماتے ہوئے قلب میں نورانیت کی طمانیت بخش دی۔ اگر بلا خوشخبری کے یہ آیات اللہ جناب مریم کو عطاء ہوتی تو اغلب تھا کہ وہ حواس کھوہ دیتی یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھتیں اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو دل کبھی اطمینان کی سانس نہ لیتا۔ اس چیز کو ملحوظ رکھتے ہوئے مولا کریم نے پہلے خوشخبری دی اور جب اظہار تعجب ہوا تو قدرت و طاقت کا یقین دلاتے ہوئے مولود مسعود کی صفات بیان کیں اور اس طریق سے جناب مریم کے دل میں سچی ڈھارس بندھائی۔ اس کے بعد کچھ مدت یاد الہی میں اور گزری تو اس عظیم الشان نشان کا وقت قریب آیا جو تمام جہاں کے لئے خدا کی واحدانیت اور قادریت کی ایک درخشاں دلیل ہے۔ ”واذکر فی اللکئب مریم اذ تبذ من اهلها مکانا شرقیا۔ فاتخذت من دونهم حجابا فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لها بشرا سويا۔ قالت انی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیا۔ قال انما انارسول ربک لاحب لک غلمازکیا قالت انی یكون لی غلم ولم یمسنی بشر ولم اک بغیا۔ قال کذالك قال ربک هو علی هین ولنجعلکم اية للناس ورحمة منا کان امرًا مقضیا (مریم: ۱۶ تا ۲۱)“ ﴿اور اے محمد ﷺ قرآن پاک میں مریم کا وہ واقعہ بیان کرو۔ جب وہ جدا ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں پھر پکڑ لیا۔ ورے ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا اس کے آگے آدمی پورا۔ بولی مجھ کو رحمان کی پناہ تجھ سے اگر ہے تو ڈر رکھنے والا۔ بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا سترا۔ بولی کہاں سے ہوگا۔ میرے ہاں لڑکا اور چھو نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار کبھی نہ تھی۔ بولا یونہی ہے فرما دیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور اس کو کیا چاہتے ہیں۔ نشانی اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا۔﴾

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جناب مریم پر ان دنوں نسوانیت کی وہ پہلی منزل جو جوانی کی دلیل اور بالغیت کی سند سمجھی جاتی ہے پیش تھی اور یہ سب سے پہلا حیض تھا۔ جس کے پاک کرنے کے لئے وہ بیت المقدس کے شرق کی طرف غسل کے لئے سدھاریں۔ ان دنوں آپ عمر کی چودھویں پندرھویں منزل طے کر رہی تھیں۔ جو یہ واقعہ پیش آیا۔ آپ بہت کم گواور شرمیلی

واقع ہوئی تھیں۔ لہذا اسی شرم و حیا نے مجبور کیا کہ بیت المقدس اور اس کے لوگوں سے الگ ہوں۔ یہی وجہ تھی جو وہ ایک شرقی مکان میں چلی گئیں۔ چنانچہ نصاریٰ نے اسی وجہ سے شرق کو اپنا قبضہ مقرر کر لیا۔ جب وہ وہاں پہنچیں تو ہر ایک طریق سے پردے کا مکمل انتظام کر لیا اور کوڑا بند کر لئے۔ اس تنہائی میں وہ ابھی ابھی فراغت پذیر ہوئی تھیں کہ ایک نہایت خوبصورت نوجوان آدمی معاً نظر آیا۔ جنابہ صدیقہ اور تنہائی کا عالم ”کوڑا بند اور مسجد دور“ ایک سناٹا تھا جو طاری تھا۔ حیران تھی کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملہ تھا وہ نوجوان ہے کہ سامنے کھڑا ہے۔ آپ بہت کچھ سکڑیں سمٹیں اور پردے کا پورا پورا انتظام کیا۔ مگر بدن بیدکی طرح لرزہ بہ اندام تھا اور ہاتھوں میں رعشہ کے آثار تھے۔ کیونکہ صدیقہ کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ تنہائی میں وہ کسی آدمی کو یوں دفعۃً دیکھے۔ بہر حال وہ بہت کچھ گھبرائی اور حقیقتاً یہ عفاف زندگی کے لئے ایک کٹھن منزل تھی۔ اسی گھبراہٹ میں جناب جبرائیل علیہ السلام کے پرانوار چہرے پر نگاہ پڑی۔ جس سے انوار الہی کی تجلیاں ہویدیں۔ دل میں اطمینان سا ہوا اور کچھ ڈھارس بھی بندھی کہ کوئی اللہ والا متقی شخص ہے۔ جنابہ صدیقہ پکاریں کہ میں اپنے آپ کو رحمان کی پناہ میں دیتی ہوں اور تجھ سے منت کرتی ہوں کہ اگر تو اللہ کا کچھ بھی ڈر رکھتا ہے تو میرے سامنے سے ہٹ جا اور مجھ سے کچھ بھی تعرض نہ کر۔ جبرائیل علیہ السلام جو ایک خوش منظر نوجوان کی شکل میں متمثل تھے بولے گھبراؤ نہیں میری طرف سے کوئی برا خیال دل میں آیا ہو تو نکال دو اور مطمئن ہو جاؤ میں آدمی نہیں بلکہ تیرے اور سارے جہاں کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں اور اسی کی طرف سے آیا ہوں۔ جس کی تو پناہ ڈھونڈتی ہے اور اس لئے آیا ہوں کہ خدائے قدوس کی طرف سے تجھے ایک پاکیزہ صاف ستھرے مبارک مسعود لڑکے کی خوشخبری دوں جو حسب نسب اخلاق و اطوار کے لحاظ و اعتبار سے بالکل پاک و صاف ہوگا اور قدرت کاملہ کا ایک عجیب نمونہ ہوگا۔ جنابہ مریم کو ان ملائم و نرم الفاظ اور طرز تکلم سے یقین واثق ہوا کہ یہ واقعی انسان نہیں فرشتہ ہے۔ چنانچہ وہ گھبراہٹ جو سوانیت پہ غالب آ چکی تھی کافور ہوئی۔ مگر ساتھ ہی تعجب ہوا اور حیرت سے پوچھا کہ جس عورت کا شوہر نہیں جو جائز طریق سے حق زوجیت لے سکتا اور جو عورت بدکار نہیں جو عصمت فروشی کر کے بچہ لے سکتی۔ اس کے ہاں بدوں مس انسان بچہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا بات تو یونہی ہے۔ یعنی تیرا نکاح نہیں ہوا اور نہ ہی تو بدکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تو مس انسان سے مبرا اور پاک ہے۔ مگر خدائے واحد جو تیرا اور جہاں کا خلاق و پروردگار ہے وہ فرماتا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔ یعنی بلا چھوئے بشر

کے بھی میں اس بات پر قدرت رکھتا ہوں کہ تجھے لڑکا دے دوں اور یہ اس لئے کہ ہم اسے تمام جہاں کے لئے رحمت کا ایک نشان بنانا چاہتے ہیں۔ یعنی ہم اسے قدرت کا ملکہ کا ایک نمونہ بنانا چاہتے ہیں اور یہ صرف اس لئے کہ تا میری مخلوق یہ جان لے کہ میں ہر چیز پر قادر ہوں۔ ”یخلق ما یشاء“ جو چاہتا ہوں پیدا کرتا ہوں اور یہ نشان ہمارے لطف و احسان کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے اور خدا کے مقرب نے جنابہ صدیقہ کو آخری تسلی و توفیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اے مریم اس حکم کا وقوع پذیر ہونا یعنی جناب مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا بدوں مس بشر پیدا ہونا خدائے رحمان کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے۔ یعنی ضرور ہو کر رہے گا۔ فرشتہ غیب صحیفہ تقدیر سنا کر غائب ہوا تو جنابہ مریم کے سامنے اپنے خالو کا واقعہ ایک عجیب سماں باندھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں اس سے لطف اندوز ہونے لگیں۔ کبھی خالہ کی کبڑی پیٹھ اور سفید بالوں کا خیال آتا تو کبھی خالو کے پچکے ہول گال اور شکن آلود پیشانی پہ نظر جاتی۔ وہ تعجب سے دونوں کا انتہائی بڑھا پافسیدی کئے ہوئے سر، گرے ہوئے دانت، خمیدہ قد، جھلڑی پڑے ہوئے گوشت پہ نگاہ دوڑاتی تو کبھی حیرت سے خالہ کے بانجھ پن کا مشاہدہ کرتی۔ اسے رہ رہ کر بے موسم کے میوے کا خیال آتا۔ جس کے لئے اس کے خالو آبانے دعاء کی تھی۔ کبھی وہ دعائیہ کلمات پہ غور کرتی اور خاکو کی جسارت کی داد دیتی کہ مانگا بھی تو بیٹا اور وہ بھی انتہائی بڑھاپے میں اور جب وعدہ ہوا کہ ملے گا تو لگے نشانیاں طلب کرنے انوکھی چیز مانگنے پر تعجب نہ ہوا اور جب سنا مراد بر آئے گی تو تعجب کیا۔ غرضیکہ گھنٹوں نیرنگی قدرت کا مشاہدہ کرتی اور سردہتی رہی اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ مولا تو واللہ علیٰ کلی شئی قدیر ہے۔ تیرے آگے کوئی چیز انہونی نہیں۔ تو نے نمرود کے چہ کوبرا ابراہیم کے لئے گلزار کیا تو نے ہاجرہ کی بے قراری پہ رحم کھاتے ہوئے سنگلاخ زمین میں چشمہ بہا دیا۔ تو نے اسماعیل کو چھری کے نیچے معراج کراتے ہوئے ذبح عظیم دیا۔ تو نے دیدہ یعقوب کو بیٹائی دی۔ تو نے یوسف کو قید و بند سے نجات دیتے ہوئے تخت مصر کا وارث کیا۔ مولا میری گبڑی بھی تو ہی سنوارے گا۔ جس عظیم کام کے لئے مجھے منتخب کیا ہے اس کا ہر طرح سے تو ہی محافظ و نگہبان ہے۔ مولا یہ تیری بندی بیچاری ہر حال میں شاکر و صابر ہے۔ ہاں تیرے امتحان کی تاب نہیں لاسکتی۔ اپنے رحم سے اپنے کرم سے مشکل آسان فرما اور جو جو واقعات آنے والے ہیں ان میں میری صحیح راہنمائی فرما اور ثبات قدمی و فرمانبرداری کی توفیق دے۔ اس پیام ربانی کے تھوڑے عرصہ بعد جنابہ صدیقہ کو حمل کے آثار معلوم ہونے لگے۔ وہ روز روز اس میں اضافہ معلوم کرتی۔ حتیٰ کہ اس کا یہ خیال حق الیقین کے مراتب تک پہنچ گیا۔ اب وہ باقاعدگی سے اس کی احتیاط و حفاظت میں مصروف رہتیں

اور چونکہ راہبانہ لباس زیب تن تھا۔ جو عموماً بہت ڈھیلا واقع ہوا ہے اور ویسے بھی وہ بلند اخلاق اعلیٰ چال چلن کی مالک تھیں۔ اس لئے نہ ہی کسی کو کچھ شک کرنے کا موقعہ یا تجسس لگانے کا امکان ہوا اور نیز راہبانہ زندگی میں اور مخصوص حجرہ میں کسی کو دخل دینے کا کوئی حق بھی نہ تھا۔ اس لئے یہ بھید سوائے صدیقہ کے اور کو معلوم نہ ہوا اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔ دن گذرتے گذرتے تمام ہوئے اور اب وہ ساعت سعید قریب آئی جس کے لئے یہ تمام اہتمام کئے گئے تھے۔ جناب زکریا علیہ السلام و مریم صدیقہ کا واقعہ اسی عظیم الشان نشان کی تمہید تھا اور یہ وہ نشان ہے جسے خدائے قدوس نے آیۃ للناس و رحمتہ منا کے نام سے یاد کیا ہے۔ یعنی تمام جہاں کے لئے اس کی قدرت و رحمت کی ایک نہ بھولنے والی یاد ایک نہ فراموش ہونے والا واقعہ ہے۔ جس کو تخلق اللہ ما یشاء کی عملی تصویر اور واللہ علی کل شیء قدیر کا زندہ فوٹو کہنا چاہئے۔ یہ وہ اہم مسئلہ ہے جس میں نصاریٰ و مسلمان وہ دنیا کے کسی خطہ کے ہوں متفق ہیں اور جن کی تعداد ڈیڑھ ارب سے زیادہ ہے۔ ہاں اس واقعہ سے موسیٰ و محمد علی لاہوری امیر جماعت مرزا سید کو انکار ہے۔ وہ مسیح علیہ السلام کو بن باپ کے نہیں مانتا۔ دیکھو (بیان القرآن ج ۱ ص ۲۱۳، حاشیہ نمبر ۴۲) اس میں اس کی ذاتی اغراض مضمر ہیں۔ روپہلی ٹکیوں اور سنہری مصلحتوں سے وہ ڈیڑھ اینٹ کی جداگانہ خانقاہ بسانے پر مجبور ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

سچا دین محمد والا دنیا خلقت ساری
کی ہو یا جے اک جلاہیا ہو بیٹھا انکاری

”فحملته فانتبذت به مکانا قصیا فاجاءها المخاض الی جذع النخلة قالت یلیتینی مت قبل هذا وکنت نسیا منسیا (مریم: ۲۲، ۲۳)“ ﴿پھر پیٹ میں لیا اس کو پھر یکسو ہوئی اس کو لے کر ایک بعید مکان میں پھر لے آیا اس کو درزہ ایک کھجور کی جڑ میں بولی کسی طرح میں مرچکتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھول بسری﴾

اب اس موعودہ انعام باری کا وقت قریب آیا۔ یعنی مدت حمل اختتام پذیر ہوئی تو جنابہ مریم کو تشویش ہوئی اور وضع حمل کے لئے وہ مخصوص حجرہ ناکافی سمجھا گیا اور ویسے بھی مقدس ہیكل میں یہ چیز ادب کے منافی تھی۔ اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ یکسوئی اختیار کی جائے اور خلوت میں یہ کام پورا ہو۔ چنانچہ شرم و حیا نے تقاضہ کیا اور عفت و عصمت منت گذار ہوئی تو جنابہ مریم نے جنگل کی راہ کی۔ درختوں کے پتوں نے شادیاں بجانے اور طیور خوش نوانے ترانوں سے لیکر کہا۔ فضا کا ذرہ ذرہ استقبال کے لئے دوڑا۔ ہوا کے خوش گذار جھونکے پاسبان ہوئے۔ رحمت

الہی و تائید ربانی نے ساتھ دیا تو جنابہ صدیقہ نے جنگل کے ایک جھونپڑے کو زینت بخشی اور اس طرح سے خدا کی امانت کو صحرا کی اس شہزادی نے محفوظ کیا۔ اب وضع حمل کے آثار شروع ہوئے اور دل کو بے چینی شروع ہوئی۔ طبیعت نے اس مقید فضا سے نکلنے کا تقاضہ کیا درد نے علاج درمان تلاش کیا۔ وحشت نے جنگل کی راہ بتائی آہ وہ معصوم و عفت مآب دیوی بے مونس و نمگسار انسانی ہستی سے دور جنگل میں بھٹکنے لگی۔ فرشتوں نے نظر ترحم سے دیکھا اور کائنات ارضی نے اس کی راہ میں آنکھیں بچھائیں۔ یونہی چلتے چلتے کھجور کے ایک خشک درخت تک پہنچیں تو درد نے جان پر بنا ڈالی۔ اب قدم اٹھانے کی طاقت بھی جاتی رہی اور حواسِ خمسہ بھی منہ موڑنے لگے۔ جنابہ صدیقہ پکاریں اے کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور آج بھولی بسری ہوتی۔ یہ فطرت انسانی کا تقاضہ تھا یا بشریت کی کمزوری۔ بہر حال یہ الفاظ درد و کرب سے بیساختہ منہ سے نکلے اور اس کے ساتھ ہی خدا کی امانت نے کفر کی تاریکیوں کو چاک کیا۔ دریائے رحمت نے ارزانی ہوئی تو فرشتے نے بردے میں ندادی۔ گویا غیرت سرمدی کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ اس حالت میں کوئی فرشتہ شکل انسانی میں متمثل ہو کر ہم کلام ہو۔ جیسا کہ قبل واقعہ گذر چکا ہے۔ وہاں آپ کی عفاف زندگی کا امتحان مقصود تھا اور یہاں غیرت و ادب کا لحاظ ملحوظ۔ غرضیکہ فرشتے نے پیغام ربانی یوں ادا کیا۔ ”فنادھا من تحتہا الا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریاً و هزی الیک بجذع النخلة تسقط علیک رطباً جنیاً فکلی واشربی وقری عیناً فاماترین من البشر احداً فقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا (مریم: ۲۴ تا ۲۶)“ ﴿پس آواز دی اس کو اس کے نیچے سے کہ نمگین مت ہو کر دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ اور ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں۔ اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ پھر اگر تو دیکھے کوئی آدمی تو کہو میں نے مانا ہے رحمن کا روزہ سوبات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے﴾

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مقام جہاں جنابہ مریم نے کرب و بے چینی سے کھجور کی جڑ کا سہارا لیا تھا اور جہاں شدت درد میں زندگی کو موت پر ترجیح دی تھی۔ آہ جہاں بے مونس نمگسار غریب الوطنی و تنہائی و بیکسی کے سوا کوئی ساتھی نہ ہوا۔

آنے والا جانے والا بے کسی میں کون تھا

ہاں مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا

افسوس جہاں سامان ضرورت مفقود راحت کو سوں دور تھی اور جہاں سب سے بڑھ

کر ایک مشہور پاک باز عقیفہ کو دینی حیثیت سے آئندہ بدنامی و رسوائی کا تصور کچھ لگاتا اور دل منہ کولاتا تھا۔ یہ مقام سطح زمین سے کچھ بلند واقع ہوا تھا۔ یا یوں سمجھئے ایک ٹیلا سا تھا جہاں جنابہ مریم نے زچگی کے مصائب اور بے سرو سامانی کے نوائب برداشت کئے تھے۔ اسی ٹیلے کے نیچے سے ندا آئی کہ اے مریم دامن صبر و رضا کو ہاتھ سے نہ چھوڑ اس قدر غم و فکر میں مبتلا نہ ہو۔ خدا کی رحمتوں و نوازشوں کا مشاہدہ کر نیرنگی قدرت کا تماشہ کر کہ جنابہ ہاجرہ کے نوائب و مصائب کا اختتام آب زم زم سے ہوا تھا اور ایسا ہی چشمہ تمہاری سہولت و آرام کے لئے تمہاری پائیں۔ زمین پر مومیں اور لہریں مار رہا ہے۔ جس کا پانی نہایت شیریں اور سرد ہے اور اس بے برگ و بار کھجور کے تنے کو دیکھ جس کی شادابی مردنی کے لباس میں مدت سے سوچ سچھی تھی اور جس کی جڑیں یاس و نا امید کے وقت تو تھامے تھی کس شان بے نیازی سے سبز لباس زیب تن لئے لہرا رہا ہے۔ یقین ہے کہ تیرے قلب حزیں کو ان سے تسکین و تسلی ہوگی اور تمہیں اندوہ کرنے اور غم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب کہ تائید ربانی اور فضل رحمانی ہر حال میں تیرے شامل حال ہے اور اے مریم اطمینان و انبساط سے کھا اور پی اور اپنے لخت جگر و نور نظر سے آنکھوں کو سکھ کلیجے ٹھنڈے رکھ۔ اس کے آخر میں پیام ربانی ان الفاظ پر ختم ہوا کہ اے مریم اگر تو اس تنہائی کے موقعہ اور ہو کے عالم میں کسی تنفس کو دیکھے تو اس سے کلام نہ کرنا اور اگر وہ ہم کلام ہونے پہ بضد ہو تو صرف یہ اشارہ کر دینا کہ میں نے رحمٰن پاک کے لئے آج کے دن خاموش رہنے کا عہد مان رکھا ہے۔ اس لئے آج کسی کے استفسار کے جواب میں بھی نہ بولوں گی۔ اللہ اللہ جناب زکریا علیہ السلام نے جب گود بھرنے کی مزید تسلی تفسی کے لئے جناب الہی میں نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ تو چنگا بھلا تین دن تک کلام نہ کر سکے گا اور جب یہ وقوع میں آئے تو تجھ کو یہ مراد برآئی وہاں تو یہ عالم تھا کہ بولنے پر قادر نہ تھے۔ اس لئے چپ تھے اور یہاں یہ حال ہے کہ قدرت رکھنے پر بھی بولنے کا حکم نہیں۔ یہ خاموشی کا روزہ شریعت محمدیہ میں جائز نہیں۔ مگر دین موسوی میں جائز تھا اور اس پہ عام عمل در آمد ہوتا تھا۔ ”فاتت بہ قومها تحمله قالوا یمریم لقد جئت شیئاً فریاً . یاختھرون ماکان ابوک امراسوء وماکانت امک بغیاً . فاشارت الیہ . قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیا (مریم: ۲۷ تا ۲۹)“ پھر لائی اس کو (عیسیٰ) اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اس کو کہنے لگے۔ اے مریم تحقیق لائی تو چیز عجب اے بہن ہارون کی نہ تھا۔ باپ تیرا آدمی برائی کا اور نہ تھی ماں تیری بدکار پس اشارت کی طرف اس کے کہا انہوں نے کیونکر کلام کریں۔ ہم اس شخص سے کہ ہے بیچ گود کے لڑکا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت جنابہ مریم اس اہم کام کو سرانجام دے چلیں۔ یعنی زچگی کے مراحل طے ہوئے اور بدن میں چستی کے آثار دکھائی دیئے اور چلنے پھرنے کی پاؤں میں سکت معلوم ہوئی تو آپ نے خدا کی امانت کلمتہ اللہ روح اللہ کو ایک مصفی سفید کپڑے میں لپیٹ کر گود میں لیا اور اللہ کے پاک نام پر قوم کی طرف چل دیں۔ جب افراد قوم نے دو، ایک دن کی غیر حاضری کے بعد جنابہ صدیقہ کو کمزور و لاغر حالت میں ڈگمگاتے قدموں سے آتے دیکھا تو وہ بے تابانہ اس کی طرف دوڑے اور جب قریب پہنچے تو دریائے حیرت و استعجاب میں غرق ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہیکل کی سب سے معظمہ زن جس کے زہد و اتقاء کی دھوم کا ایک عالم معترف ہے۔ ایک نوزائیدہ بچہ اٹھائے چلی آ رہی ہے۔ وہ تعجب و افسوس سے آپس میں ہم کلام ہوئے۔ کسی نے کہا ایسی ایسی اللہ والیوں کا یہ حال ہو تو عوام کا اللہ ہی مالک ہے۔ کسی نے کہا دیکھو تو اس پار سا چھو کر پرتنتی امیدیں تھیں۔ جن کو ڈب دیا، کوئی بولا اسی لئے تو ہیکل کی خدمت عورتوں کے سپرد کرنا غلطی ہے۔ غرضیکہ اپنی اپنی عقل و بساط کے مطابق مختلف قیافہ ارائیاں ہوئیں۔ بہت سے عقیدت کیش خاموش رہے۔ بعض نے نگاہ کا دھوکا سمجھا اور بار بار انگلیوں سے آنکھوں کو ملتے ہوئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اسی آفنگی کے عالم میں جنابہ صدیقہ پاس پہنچ گئیں۔ اکابر قوم نے سختی سے مزاج پرسی کرتے ہوئے کہا کہ یہ طوفان بد تمیزی کیوں اٹھایا۔ اپنی عصمت و عفت کو چار چاند لگانے والی نیک بی بی ہماری ناک بھی صفائی سے کاٹ گئی۔ مقدس ہیکل کی عظمت کو بٹہ لگا۔ غرضیکہ طرح طرح کے ناپاک حملے کے گئے اور اس کے بعد واقعہ حالہ کی سختی سے جواب طلبی کی اور سلسلہ کلام کو یوں شروع کیا کہ اے مریم تو نے یہ کیا کیا۔ تیری اس عجیب حرکت کا جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ حالانکہ تو بلند مرتبت خاندان کی چشم و چراغ ہے۔ تیرا بھائی ہارون کیسا صالح تھا۔ تیرا باپ کس قدر متقی و پرہیزگار تھا۔ تیری ماں بھی نہایت شریف اللہ والی نیک بی بی تھی۔ یہ تجھ کو کیا ہوا جواب دے۔ بولتی کیوں نہیں۔ جواب کیوں نہیں دیتی کیا بہری ہو گئی یا سو جھائی نہیں دیتا۔ یہ کس قدر طوطا چشمی ہے ہم تم سے پوچھتے ہیں اور تو جواب ہی نہیں دیتی۔ بتا اور جلد بتا یہ بچہ کیسا ہے کس کا ہے اور تو نے کنوار پن کے عہد کو کیوں توڑا۔ مقدس ہیکل کے نام پہ کیوں بٹہ لگایا۔ اس کے جواب میں تصویر درد جو ساکت و صامت کھڑی کھڑی تھی حرکت میں آئی اور انگلی شہادت سے خدا کی امانت کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ بھی پوچھنا ہو اس سے پوچھ لو۔ اکابر قوم اور زیادہ برہم ہوئے اور غصے میں لال پیلے ہو کر بولے ہم اس بچہ کو کس طرح پوچھ سکتے ہیں۔ جو ابھی تیری گود میں ہے۔ یعنی وہ بچہ جو طرز نکلیم سے آشنا نہیں وہ ہم کو بھلا کیا جواب دے سکتا ہے اور تو ہمیں یہ

کہہ کر (اشارہ) اور زیادہ استہزاء کرتی اور دکھ دیتی ہوئی ہمارے جذبات کو چیلنج کرتی ہے۔ جنابہ صدیقہ کے اس اشارے نے قوم کے جذبات میں ہیجان پیدا کر دیا۔ وہ جوش انتقام میں بھڑک اٹھے۔ قریب تھا کہ یہ معاملہ ہنگامی صورت اختیار کر لیتا۔ کیونکہ نظا ہراس کے تمام آثار پیدا ہو چکے تھے۔ ماتھوں پہ شکن، چہرہ پہ غضب، دل میں آگ، بدن میں جھنجھلاہٹ، خون میں جوش اور جوش میں انتقام پلا پڑا تھا۔ بھویں تن چکی تھیں۔ منہ سے بڑبڑانے اور غرغرانے کی آوازیں شروع ہی ہوئی تھیں کہ غیرت سردی جوش رحمت کے لباس میں نمودار ہوئی۔ زچہ کی عصمت مآبی کے لئے بچہ سے زیادہ اور کون سی بہتر شہادت ہو سکتی تھی اور یہی وجہ ہے جو جنابہ صدیقہ کو خاموش رہنے کی تلقین کی گئی تھی اور استفسار کے موقعہ پر اشارے ہی پر اکتفا کرنا موزوں سمجھا گیا۔ چنانچہ مشیت الہی کلمتہ اللہ کے پیکر میں یوں گویا ہوئی۔

”قال انی عبداللہ اثنی الکتب وجعلنی نبیا، وجعلنی مبارکا
این ما کننت و اوضنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا، وبرا بوالدتی ولم
یجعلنی جباراً شقیبا، والسلم علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعت
حیا (مریم: ۳۰ تا ۳۳)“ ﴿﴾ کہا تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں دی ہے۔ مجھ کو کتاب اور کیا ہے
مجھ کو نبی اور کیا ہے۔ مجھ کو برکت والا جہاں ہوں میں اور حکم کیا ہے۔ مجھ کو ساتھ نماز کے اور
زکوٰۃ کے جب تک رہوں میں جیتا اور خوش سلوک ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا۔ مجھ کو سرکش
و بد بخت اور سلام ہے اوپر میرے جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مروں گا میں اور جس دن
اٹھوں گا میں زندہ ہو کر۔ ﴿﴾

اللہ اللہ کیسا شافی و پر حکمت جواب ہے اور وہ بھی اس زبان سے جو طرز تکلم سے محض نا
آشنا صنوع سے خالی اور بناوٹ سے کوسوں دور ہے اور اس سے بڑا اعجاز اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ بچہ جو
ابھی نیکی و بدی میں تمیز کرنا تو کیا اپنے دکھ درد کا اظہار کرنے یا تکلیف کا باعث سمجھنے سے قاصر
و عاجز ہے واللہ باللہ اس عمر میں صرف کلام کرنا ہی اتنا بڑا معجزہ ہے کہ بڑے سے بڑے شتی کا منہ
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے۔

جناب کلمتہ اللہ نے صرف بریت ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مشیت ایزدی نے روح اللہ
سے وہ کلمات بلوائے جن سے رہتی دنیا تک کے معترضین بشرطیکہ ان میں دیانت و انصاف کا
تھوڑا سا مادہ ہو اور عقل سلیم اور فکر نعیم بالکل کنارہ کش نہ ہو چکی ہو وہ تھوڑے سے تدبر اور معمولی
سے تفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہ رہ سکے گا کہ ان کی پیدائش بدوں مس بشر محض قدرت کاملہ

سے بطور نشان معرض ظہور میں آئی۔ سب سے پہلی چیز جو آپ نے بیان کی وہ نصاریٰ کے عقائد کا بنیادی پتھر ہے۔ یعنی ابن اللہ کی تردید آپ نے کہا یہ حقیقت نفس الامری ہے کہ میں اللہ کا بیٹا نہیں ہوں۔ بلکہ بندہ ہوں ہاں یہ اس کا انعام ہے کہ اس نے مجھ کو صاحب کتاب نبی بنایا ہے۔

اس کے بعد اپنے غلام ہونے کے دلائل پیش کئے۔ سب سے پہلے خدا کی اس عنایت و مہربانی کا تذکرہ کیا جو مخصوص انعام آپ کی ذات سے وابستہ ہے۔ ”وجعلنی مبارکاً“ یعنی خدا کی تائید و برکت میرے شامل حال ہے۔ جہاں بھی میں رہوں اس کا فضل و احسان تائید و حمایت ہر حال میں میری ساتھی ہے۔ یعنی وہ میرا آقا و مولا ایسا مہربان و شفیق ہے جو ہر ابتلاء و مصیبت کے وقت بھی مجھ کو نہیں بھولتا۔ بلکہ میری ہر آن میں مدد نصرت کرتا ہے یا یہ کہ میرے وجود میں بعض ایسے خواص و دلیعت فرمادیئے گئے ہیں جو ہر مشکل کے وقت اس کی مہربانی سے خود بخود میری مدد کرتے ہیں اور اسی نعمت و رحمت کے تقاضے میں اس نے مجھے یہ بھی ہدایت کی ہے کہ بندہ ہونے کا عملی ثبوت دوں۔ چنانچہ اسی لئے اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور یہ قید میری زندگی سے وابستہ ہے۔ یعنی جب تک میں جیتا رہوں اس پر پورا پورا عامل رہوں اور اس نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں اپنی ماں کا پورا پورا تابعدار رہوں اور نیک سلوک کروں اور اس کا مجھ پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے میرے وجود میں وہ مادہ جو سرکشی و طغیانی کی طرف رجوع کراتا ہے نہیں رکھا۔ بلکہ اس کے برعکس اس نے مجھ میں اطاعت کیش و فرمانبرداری کے جو ہر بھر دیئے ہیں اور بدبختی و نامرادی کو مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور کر دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے میری سلامتی کا وعدہ میری پیدائش سے لے کر میری موت تک اور موت سے لے کر میرے جی اٹھنے تک کا کیا ہے۔ یعنی اس کا سلام و پیام میرے شامل حال ہے۔ یعنی اس کی تائید و حمایت میرے ہر سانس کے ساتھ وابستہ ہے۔ یعنی میں جیتے بھی اس کا ہوں اور مر کر بھی اسی کا ہوں اور جب دوبارہ اٹھایا جاؤں پھر بھی اسی کا ہوں اور یہ تمام انعام و اکرام و فضل ایزدی ہر زمانہ میں۔ میں جہاں بھی ہوں اور جس حال میں ہوں میرے ساتھ ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ دراصل یہ ایک انعامی وعدہ ربانی ہے جو روح اللہ کے ساتھ اس وقت کیا جا رہا ہے جب کہ وہ ابھی صرف تین دن کے شیر خوار بچے ہیں اور لطف یہ کہ اس کا اقرار انہی کی زبانی کرایا جا رہا ہے۔ اس میں چند چیزیں ایسی ہیں جن کا بہت کچھ تعلق زمانہ حال کے ان بزرگ نماملوی منش پادریوں سے ہے۔ جو ممت مسیح کے قائل اور بدوں مس بشر کے منکر ہیں۔ میرا یہ خطاب قادیانی ولا ہوری دونوں جماعتوں سے ہے۔ اول الذکر ممت مسیح کی علمبردار

اور بلا باپ کی قائل ہے۔ لیکن مؤخر الذکر کا تو کچھ نہ پوچھو۔ بے پیندے کا لوٹا ہے۔ جس کی سیمابی حالت کو قرار ہی نہیں۔ وہ جہاں حیات مسیح کے قائل نہیں وہاں بدوں مس بشر یعنی اس اعجازی پیدائش کو بھی آیات اللہ نہیں مانتی۔ بلکہ یہود نامسعود کے نقش قدم پہ چلتی ہوئی کوئی دو ہاتھ آگے ہی نکل جاتی ہے۔ حالانکہ ان کا مسیح یعنی قادیان کا جھوٹا نبی بھی ان کے اس نظریے سے بیزار ہے۔ پادری محمد علی جب تک قادیان میں مرزا قادیانی کی زندگی میں لنگر کے ٹکڑے توڑتے رہے۔ برابر متفق چلے آئے۔ ان دنوں آپ کے ہاتھ میں مرزائی گزٹ کی باگ ڈور تھی۔ جس میں نت نئے الہام ڈنکے کی چوٹ مار کیٹ اور عام منڈیوں میں لانے کے لئے تشہیر کئے جاتے تھے اور مرزائی عقائد کی نشر و اشاعت کی ٹھیکیداری کرتے ہوئے بیسیوں مضامین اسی شک میں یعنی بن باپ ولادت پر آپ نے اپنی قلم سے لکھے۔ ۱۹۰۸ء عیسوی میں مرزا قادیانی نے انتقال کیا تو یار لوگوں کو امارت کی امیدواری ہوئی۔ مگر دن پورے نہ ہونے کی وجہ سے ناکام رہے۔ اس کے بعد ۱۹۱۳ء تک آپ کا یہی عقیدہ تھا کہ جناب مسیح علیہ السلام آیات اللہ ہیں اور بن باپ کے ہیں۔ مگر جو نبی ڈیڑھ اینٹ کی خانقاہ میں سنہری مرغ آنے شروع ہوئے آپ نے بھی جدت اختیار کرتے ہوئے سرے سے مسئلے کا انکار کر دیا۔ میرے خیال میں جس کام کو مرزا آج نہجانی نام تمام چھوڑ گئے تھے۔ آپ نے تمام کیا اور ہو سکتا ہے کہ قادیانی فرشتے اب احمدیہ بلڈنگ پر نزول اجلال فرماتے ہوں اور چونکہ آپ مرزا قادیانی کے روحانی بیٹے اور مشیر خاص ہیں۔ اس لئے اسی مناسبت سے وہ جاتے جاتے کوئی کا نا پھوسی کر جاتے ہوں۔ بہر حال یہ تو ایک ضمنی بات تھی جو بیچ میں آگئی۔

جنابہ صدیقہ کی بریت احسن طریق پر ہو چکی۔ ان کی اپنی قوم کا یہ کہنا کہ تیرا بھائی ماں اور باپ نہایت نیک متقی پرہیزگار تھے۔ گویا اس بات کا اعتراف تھا کہ تو اور تیرا تمام خاندان نہایت شریف اور خدا کے پسندیدہ بندوں میں سے ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ تو تارک الدنیا ہوتے ہوئے بھی ایک ایسے فعل کی مرتکب ہوئی جو ہر لحاظ سے قابل شرم ہے۔ کیونکہ ہیکل کے خدمت گار لذات دنیوی سے کنارہ کش و متنفر رہنے کا عہد کرتے ہوئے دم واپسیں تک اسی عزم پر ڈٹے رہتے ہیں ان کو ازدواجی زندگی میں منسلک ہونا یا کسی سے رشتہ الفت پیدا کرنا یا کسی کا ناح یا منکوحہ بننا سنت موسوی میں قطعاً حرام و قابل شرم ہے۔ دراصل ان کا یہ تعجب حقیقت پر مبنی تھا اور ہر شریف قوم کے افراد واقعہ حالہ پر یونہی اظہار تعجب کیا کرتے ہیں۔ مگر جب اس کی بریت ایک نہایت معصوم و شیرخوار بچہ نے کی تو خارق کی اس عجوبہ نمائی نے درطہ حیرت میں غرق عقل و خرد سے مجبور و خوں و فکر سے معذور و محو تماشاہ کر دیا۔ وہ حیران و ششدر نظریں پھاڑ پھاڑ کر ندیدی آنکھوں سے دیکھا کئے اور

جناب کلمۃ اللہ اپنی نبوت کے بشارات اطمینان سے سناتے رہے۔ اب کون سا ایسا بد بخت باقی تھا جو زبان طعن دراز کرتا اور کسی کو جرأت تھی کہ وہ جنابہ صدیقہ سے کچھ مزید کہنے کی ہمت کرتا۔ قرآن کریم کی یہاں تک واقعہ بیانی کرنے کے بعد خاموشی اختیار کرنے کے یہ معنی سمجھے جاتے ہیں کہ تمام معترضین اطمینان قلب لے کر اٹھے اور روح اللہ کی پیدائش کو کرشمہ قدرت یا اعجاز الہی سمجھے۔ یہاں تک واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

”ذالك عيسى ابن مريم قول الحق الذي فيه يمترون ماكان الله (مريم: ۳۴، ۳۵)“ ﴿یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں۔ اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد، وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کو کرنا سو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو وہ ہو جاتا ہے اور کہا بے شک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کر دو۔ یہ ہے راہ سیدھی پھری جدی جدی راہ اختیار کی۔ فرقوں نے ان میں سے سو خرابی ہے۔ منکروں کو جس وقت دیکھیں گے ایک دن بڑا۔ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے جس دن آئیں گے ہمارے پاس لیکن بے انصاف آج کے دن بہک رہتے ہیں اور ڈر سنا دے ان کو اس پچھتاوے کے دن کا جب فیصل ہو چکے گا کام اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے۔ ہم وارث ہوں گے زمین کے اور جو کوئی ہے اس پر اور وہ ہماری طرف پھرا آئیں گے۔﴾

ارشاد ہوتا ہے اے محمد ﷺ یہ ہے وہ قطعی و یقینی سچا واقعہ جس میں خواہ مخواہ لوگ فضول جھگڑتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس چیز کو سچی بات قرار دیا اور کس معاملے میں لوگ جھگڑتے تھے۔ تاریخ عالم کی اوراق گردانی کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا جھگڑا دو باتوں میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ ایک حیات و ممات مسیح کا اور دوسرا ابن اللہ کا۔ چنانچہ فرقان حمید نے جہاں دیگر مسائل و عصمت انبیاء پر روشنی ڈالی ہے وہاں ان دو مسئلوں کا بھی شافی جواب دیا ہے۔ اول الذکر کے لئے تو یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔ اس لئے انشاء اللہ اسی چیز پر سیر حاصل بحث و تخصیص کی جائے گی۔ سردست اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہود کا خیال تھا کہ مسیح کو مصلوب قتل کر دیا گیا اور وہ لعنتی موت مرا۔ نصاریٰ نے اسی مسئلے کو کفارہ کے نام سے رائج کرتے ہوئے اپنی نجات کا باعث سمجھ لیا۔ گویا دونوں نے مصلوب قتل کا اقرار کیا۔ فرقان حمید نے قرآن ناطق کی زبان فیض ترجمان سے اس کی پر زور تردید کرائی اور قتل و مصلوب ہونے کی نفی کی۔ دوسرا مسئلہ ابن اللہ کا تھا۔ جس کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے طرح طرح سے مثالیں دے کر سمجھایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ”ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون

(آل عمران: ۵۹) ”عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کی۔ پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو چاہی وہ ہو گیا۔“

یعنی جناب روح اللہ کی اعجازی پیدائش میں شیطانی وساوس میں آنے والو گندے مادے کے ناپاک قطر و اتنی سی بات پر تمہارے بودے دماغ اور محدود عقل سٹیا اٹھی کہ بلا باپ کے بچہ کیسے پیدا ہوا۔ ہماری قدرت و طاقت کا احاطہ کرنے والو عقل کے ناخن لو اپنی بے بسی و ناتمامی کو سوچو اور سینے پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ آدم کو کون سی ماں نے جنا اور کون سے باپ نے رجولیت کا اظہار کیا۔ وہ تو ماں اور باپ دونوں ہی نہ رکھتے تھے۔ جب ہم اس بات پر قادر ہیں کہ بلا ماں اور بغیر باپ تمہاری جدا مجد کو عالم عدم سے عالم وجود میں لے آئیں تو کیا اب ہماری طاقت کمزور ہوگئی ہے یا تمہارے خیال میں ہم پر بڑھا پا غالب آ گیا ہے یا ہمارے اختیارات سلب ہو چکے ہیں یا کون سی چیز کی کمی ہے جو ہم پر طاری ہو چکی ہے جو ہم اب ایسا کرنے سے قاصر ہو چکے۔ عقل کے اندھو اور قسمت کے ہیٹو ہم تمہاری طرح معذور و مجبور نہیں بلکہ ہم ”واللہ علیٰ کل شئیٰ قدير (آل عمران: ۶۹)“ ہیں یعنی ہم ہر ایک چیز پر قادر و مالک ہیں۔ ”یخلق ما یشاء“ ہیں جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔ ”یفعل ما یشاء“ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ ”لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون“ ہیں ہماری کارکردگی پر کوئی ہم سے پوچھنے والا نہیں۔ یہ ہمارے مستعار و بخشش کئے ہوئے مال پر چند دن کے لئے اترنے والو ہماری ذات پاک تو وہ ہے ”ان یشاء ینذهب کم ویات بخلق جدید وما ذالک علیٰ اللہ بعزیز (فاطر: ۱۶، ۱۷)“ اگر ہم چاہیں تو آن واحد میں یہ تمہارے مال اور اونچے اونچے محل یہ باغ و چشمے یہ خزانے اور آرام دہ چیزیں اور اس کے علاوہ تمام وہ چیزیں جو روئے زمین کی زینت ہیں اور تمہاری جانیں بھسم کر دیں اور طرفتہ العین میں ایسی ہی ایک اور مخلوق اور سامان آرائش و رہائش پیدا کرنے اور بسانے پر کلی طور پر مختیار ہیں اور تم سمجھتے ہو کہ یہ بڑا مشکل و اہم کام ہوگا۔ نہیں یہ تو بہت ہی آسان ہے۔ کیونکہ ہم تمہاری طرح نکلے و مسائل اور بودے قوانین کے تابع نہیں۔ ہم تو جب ارادہ کرتے ہیں کسی امر کا تو اتنا ہی کافی ہے جو کہہ دیا جاتا ہے ہو جا۔ بس وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ ”اذا دا دا شیاء ان یقولہ کن فیکون (یسین: ۸۲)“ اور جب کہ ہم ہر طرح سے مالک و مختار ہیں تو تم پوچھنے والے کون کہ بدوں مس بشریح کیونکر پیدا ہوئے۔ یہ تو ہماری قدرت کاملہ و حکمت بالغہ کا ادنیٰ نمونہ ہے۔ عزیر علیہ السلام کے واقعہ پر غور کرو۔ جب وہ ایک کونٹہ جیسی بدنصیب و اجڑی بستی پر سے گذر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مکان اپنے چھتوں پر گرے پڑے ہیں اور مکین موت کی گہرائیوں میں میٹھی نیند

سورہ ہے ہیں۔ کم سختی و نامرادی چھاتی پیٹ پیٹ کران کا ماتم کر رہی ہے اور ”لمن الملك اليوم (مومن: ۱۶)“ کا سماں بندھ رہا ہے۔ ان حالات سے وہ ایسے متاثر ہوئے کہ بشریت کے تقاضے میں ہم سے سوال کیا مولا اس اجڑی بستی اور اس کے مکینوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ ہم نے ان کے اطمینان قلب اور کرشمہ قدرت دکھانے کے لئے ان کو موت کی گہری نیند سلا دیا وہ برابر سو سال سویا کئے۔ اس کے بعد ہم نے ان کو دوبارہ زندگی بخشی اور ان سے پوچھا عزیر بھلا بتاؤ تو کئے مدت آرام کیا بولے ایک دن یا کچھ کم۔ ارشاد ہوا اپنا کھانا اور پینا ملاحظہ کرو اور جب کیا، کھانا گرم تھا اور پانی میں بوسیدگی کا شائبہ تک نہ تھا۔ پھر حکم دیا اپنے گدھے کو تو دیکھو تعمیل ارشاد کی تو دیکھا کہ بوسیدہ و گرم خوردہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ حیرانگی ہوئی کہ کھانا گرم اور پانی صحیح ہے مگر یہ گدھے پہ کیا آفت پڑی جو اس کا گوشت پوست تو کیا ہڈیاں بھی مٹی ہو رہی ہیں۔ ارشاد ہوا عزیر تعجب نہ کرو اور اطمینان قلب کے لئے قدرت کی کرشمہ سازیاں مشاہدہ کرو وہ دیکھو ہڈیاں گوشت و پوست سے کس عجلت کے ساتھ ملفوف ہو رہی ہیں۔ پھر کیا تھا چند ساعتوں میں وہ جیتا جاگتا بولتا چالتا گدھا تھا۔ جناب عزیر سجدہ شکر میں گرے اور عرض کی ”قال اعلم ان الله على كل شئ قدير“ ایسے ایسے اور سینکڑوں واقعات فرقان حمید میں شرح وسط سے مذکور ہیں۔ ”تکاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ان دعوا للرحمن ولدا (مریم: ۹۰، ۹۱)“ چنانچہ سختی سے ابن اللہ ہونے کی تردید کی اور فرمایا ہماری غیرت کو جوش غضب میں لانے کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی کلمہ نہیں۔

اس کلمہ کفر کے اعادہ سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں یہ تمام وقوع عمل میں آسکتے ہیں۔ مگر رحمان پاک کے لئے اولاد کا نسبت کرنا غیر ممکن نہیں۔ بلکہ محال ہے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ اس کی کوئی مثال ہی نہیں کوئی نظیر ہی نہیں۔ ”ولا مثال له ولا نظیر له“ اور جب کہ اس کی مثال دی ہی نہیں جاسکتی۔ ایس کمثلہ شئی! اسی لئے زبان فیض ترجمان سے ہزاروں دفعہ اس کی تردید کرائی۔ مثلاً ”قل هو اللہ

احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد (سورۃ اخلاص)“ اور یہی وجہ ہے کہ سرکار مدینہ نے اپنی ساری زندگی میں کوئی ایسا خطبہ یا وعظ نہیں کہا۔ جس میں توحید باری کو ایک اہم امتیازی رتبہ نہ دیا ہو۔ اللہ اللہ توحید کے اس شیدائی نے مدتوں ”من قال لا اله الا الله فدخل الجنة“ کی صدائیں لگائیں۔ یعنی اے لوگو! جس کسی نے بھی خدائے واحد کی توحید کا اقرار کیا اور عامل رہا گویا اس نے اپنا ٹھکانا جنت میں بنا لیا۔ یہی نہیں بلکہ

آپ نے اہل کتاب کو متعدد دعوتیں دیں اور کہا ”قل یا اهل الكتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم (آل عمران: ۶۴)“

کہہ دے تو یا رسول اللہ! طرف بات کے جو برابر یعنی مشترک ہے ہمارے اور تمہارے میں یہ کہ نہ شریک کریں عبادت میں کوئی معبود سوائے اللہ کے غرضیکہ سارا قرآن مجید تو حیدر بانی سے بھرا پڑا ہے اور یہی ایک امتیازی چیز ہے جو تمام ادیان پر اسلام کو فوقیت دیتی ہے۔ گو نواہی معصیت کے نوٹو اور گناہ کی عملی تصویریں ہیں اور ان کی سزائیں گناہ کے نوعیت پر کم و بیش مختلف ہیں۔ لیکن قابل غفو ہیں وہ معاف کی جاسکتی ہیں اور رحمت کر دگار اپنی بے پایاں رحمت کے تصدق میں ان میں بہتوں کو معاف کر دے گی اور ان افعال قبیحہ کے مرتکب دامان سرکار مدینہ سے بالکل قطع نہ ہو سکیں گے۔ بلکہ جناب رحمت اللعالمین شفاعت کے موقعہ پر ان کی سفارش فرمائیں گے۔ مگر آہ وہ بد بخت و بد نصیب جو شرک کے چنگل میں پھنسے اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کو اس کا شریک بنایا مثلاً ذات باری کی مختص صفات میں اس کا کسی کو سا جھی بنایا وہ دیوی ہو یا دیوتا وہ پیر ہو یا پیامبر وہ جن ہو یا فرشتہ کوئی نہیں جو کسی کو ماریا جلا سکے۔ کس کو طاقت ہے کہ کسی کو بیٹا یا بیٹی دے۔ کون سا سورما و بہادر ہے جو مینہ برسائے اور پھل پھول ڈال پات پیدا کرے۔ کوئی نہیں جو کل کی خبر جانے یا ماں کے پیٹ میں بچی یا بچہ پہنچانے۔ کون جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ کس کو معلوم ہے کہ کب اور کہاں مرے گا۔ کون سا ایسا پیل تن ہے جو کبھی یا چھپر کا پر پیدا کرے کوئی نہیں جو کبھی کا اٹھایا ہوا کھانا اس سے چمین کروا پس لے سکے۔ یہ سب طاقتیں اور قدرتیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں۔ جس کے لئے تمام عبادتیں اور ریاضتیں اور تمام اچھے اچھے اور پاکیزہ نام بلند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ شرم کروہ نامراد و لاعلاج بیماری ہے جس کا بیمار کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ یہ وہ نجس و ناپاک جنس ہے جو ایمان کو ہڑپ کر جاتی ہے اور ڈکار تک نہیں لیتی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

”ان الله لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (نساء: ۴۸)“ ﴿تختیق اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا۔ شرک کو اور بخش دے گا اس کے سوا اور جس کو چاہے گا۔﴾

اس لئے جناب مسیح کو خدا کہنا یا خدا کا بیٹا قرار دینا صریح کفر اور گناہ عظیم ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے جناب مسیح کی زبانی کھلے لفظوں میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے اعلان کرایا کہ میرا اور تمہارا ایک ہی خدائے واحد ہے جو تمام عالم کی

ربوبیت فرماتا ہے۔ اس لئے ہم سب کو اسی کی بندگی سزاوار ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے جو جنت کو جاتا ہے اور خدا کی خوشنودی کو حاصل کرتا ہے۔ مگر افسوس باوجودیکہ پے در پے پیامبر بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور ہزاروں معجزات مشاہدے میں آئے مگر تاریکی کے فرزند شہرہ چشم ہی رہے۔ نیز ہدایت اور کوب رسالت پوری آب تاب سے جلوہ فگن ہوئے۔ مگر کور باطنی نے صداقت و دیانت سے کوسوں دور ہی رکھا۔ نصاریٰ نے اس اعجازی آیات اللہ کو ابن اللہ قرار دیا اور توحید باری تعالیٰ کو تین حصص میں برابر کا تقسیم کر دیا۔ یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہود ناسعود نے جنابہ صدیقہ کی شان میں نہایت اوباشانہ سخت کلمات استعمال کئے اور جناب مسیح کو نوز با اللہ حاکم بدہن ہزار بار توبہ اللہ معاف کرے ولد الزنا ٹھہراتے ہوئے خدائے جبار کے غضب کو چیلنج کیا۔ اس طرح سے مختلف خیالات میں سچے اور صحیح راستے سے بھٹک گئے اور باوجودیکہ دیدہ واکنے حواس خمسہ کے صحیح ہوتے ہوئے وہ اس اعجازی تکلم کو مشاہدہ کر چکے تھے۔ لیکن دل کی آنکھیں اندھی کی اندھی رہ گئیں۔ ارشاد ہوتا ہے اے محمد ﷺ یہ لوگ جو ہمارے معجزات کا انکار کر رہے ہیں ان کے لئے روز جزا میں از حد خرابی ہے۔ کاش کہ وہ اس بڑے دن کا خیال کرتے کہ جب تمازت آفتاب جان پر بنا ڈالے گی۔ جہاں مال کام آئے گا نہ اولاد۔ جہاں باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے متنفر ہوگا اور ماں بچے کو دودھ پلانا بھول جائے گی۔ جہاں کوئی ساھی ہوگا نہ رفیق، نہ عاشق نہ معشوق۔ ہر تنفس کی جان منہ کو آئی ہوگی۔ مگر تمنا پھر بھی نہ نکل سکے گی۔ جہاں سوائے عرش کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جہاں عام لوگ باولے اور پیامبر نفسی نفسی پکاریں گے۔ ہاں ایک اور صرف ایک ایسی ذات ہوگی جو یارب امتی یا رب امتی کا اعادہ کرے گی۔ لوگ اپنی جان کی فکر کریں گے اور وہ غم امت کا مداوا تلاش کرے گی۔ خدائے جبار تخت عدالت پر جلوہ آفریز ہوگا اور میزان اعمال لوگوں کے حساب کرے گی۔ آہ وہ ایسا سخت دن ہوگا جس میں جوانی بڑھاپے میں اور سیاہی سفیدی میں بدل جائے گی اور اے میرے حبیب اُس دن یہ لوگ جنہوں نے انبیاء کی تکذیب اور آیات کی تحقیر کی ہوگی اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے اور کئے پر چھپتاویں گے۔ مگر اس سے کچھ نفع حاصل نہ ہوگا۔ ہاں وہ لوگ اس سے مبرا ہیں جو قلب سلیم لے کر آئیں گے۔ اس دن یہ مغضوب لوگ خوب دیکھتے اور سنتے ہوں گے۔ یعنی ان کی آنکھیں اور کان قوت سامعہ اور باصرہ سے اپنے سابقہ واقعات کو دل کی آنکھوں اور دل کے کانوں سے سن اور دیکھ رہے ہوں گے اور اے محمد اتمام حجت کیلئے ڈرا ان لوگوں کو اس نہ کفایت کرنے والے مشکل و کٹھن دن سے جس دن ان کی بد اعمالیوں کی پوری پوری سزا دی جائے گی اور جس دن گنہگار اپنی ہتھیلیاں

مسل رہے ہوں گے یہ دن ہمارے فیصلے کا دن ہوگا اور ہماری ہی بادشاہت ہوگی۔
گھڑیاں دنوں میں اور دن مہینوں اور سالوں میں کتنے گئے۔

جیسے جیسے جناب مسیح علیہ السلام بڑھتے اور جوان ہوتے گئے۔ ویسے ویسے یہود کا بغض و عناد بھی بڑھتا گیا۔ اب وہ دن قریب آئے جو چچقلش و کاوش کے نتیجے میں آتے ہیں۔ یعنی وہ دہائی ہوئی چنگاری جو اندر ہی اندر سلگتی رہتی ہے۔ شعلہ آتش میں بھڑک اٹھی اور اس میں عوام کے ساتھ ساتھ شاہی اراکین بھی کود پڑے۔ بن باپ کی ولادت سے وہ پہلے ہی بدظن تھے۔ آپ کی پند و نصائح سے جلتی پھلتی تیل کا کام کیا اور وہ بری طرح سے جوش انتقام میں بھڑک اٹھے پھر کیا تھا جابجا منظم سازشیں شروع ہوئیں اور طرح طرح سے کلمتہ اللہ کو ستانے کے سامان ہونے لگے۔ انہوں نے بہت سی تجاویز سوچیں اور بہت سے حربے تلاش کئے۔ مگر کسی ایک تدبیر پر اتفاق نہ ہوا۔ ان میں سے بعض یہ تھیں کہ گمنامی میں قتل کر دیا جائے کوئی کہتا تھا دین موسوی کے دشمن کو یوں بزدلی سے سزا دینا پڑے درجے کی حماقت ہے۔ کوئی کہتا تھا انصاف تو یہ ہے کہ جس طرح یہ اپنے آپ کو یہودیوں کا بادشاہ کہتا ہے اس پر سرکنڈوں کا تاج رکھا جائے اور طرح طرح سے استہزاء کرتے اور ستاتے ہوئے بھوکا اور پیاسا مارا جائے۔ بعض کہتے کہ وہ کوئی بڑا جادوگر ہے مٹی کے پرند بنا کر اڑا دیتا ہے۔ کوڑھوں اور اندھوں کو جادو کے زور سے اچھا کرتا ہے۔ ایک بہت بوڑھا بولا کہ میں ابھی اس کے پاس سے گذر کر آیا ہوں وہ مجھ کہتا تھا کہ تم آدھا دودھ پی کر آئے ہو اور بقیہ ڈھانپ کر شام کے لئے رکھ کر آئے ہو۔ میں حیران ہوا کہ میرے گھر میں سوائے میرے اور کوئی نہ تھا۔ پھر اسے کیسے پتہ لگ گیا۔ واقعہ میں وہ کوئی بڑا ہی جادوگر ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے خیالات کا اظہار ہوا اور بالآخر یہ تجویز متفقہ طور پر پاس ہوئی کہ شاہی عدالت میں توہین مذہب کا مقدمہ چلایا جائے اور اس طریق سے اسقف اعظم کی سفارش سے اس کو مصلوب کرایا جائے۔ یہ تجویز پاس ہوئی تو اس کے متعلق جعل سازیاں اور مکاریاں جامہ عمل میں لانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

”انی قد جئتم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ و ابری الاکمه والابرص و اخی الموتی باذن اللہ و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لایة لکم ان کنتم مؤمنین۔ و مصداقاً ما بین یدی من التورۃ و لاحل لکم بعض الذی حرم علیکم و جئتم بایة من ربکم فانقوا اللہ و اطیعون ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوه هذا

صراطِ مستقیم (آل عمران: ۴۹ تا ۵۱) ﴿بے شک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر تمہارے رب کی طرف سے۔ میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے پرندہ کی شکل۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا ہوا جانور اللہ کے حکم سے اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے اور بنا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو باقی رکھ آؤ اپنے گھر میں۔ اس میں پوری نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔﴾

اس آیت کریمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب جناب کلمتہ اللہ روح اللہ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو وہ قوم جو سرکشی و طغیانی میں بے باک و نڈر ہو چکی تھی اور جن کے دست ظلم سے بیشتر نبی ناحق ستائے اور مٹائے گئے تھے اور جن نبوت و رسالت کو مٹانے کی عادی ہو چکی تھی۔ جیسا کہ قرآن حکیم شاہد ہے۔ ”و یقتلون النبیین بغیر حق“ بڑے زور و شور سے تکذیب و استہزاء کے لئے اٹھی اور جب آپ نے اپنی نبوت کا یقین دلایا تو وہ اور زیادہ برآ فرختے ہو کر بولے کہ آئے دن نبوت کے علمبردار ہی چلے آتے ہیں۔ ٹھکانے لگاتے لگاتے، ہم تو تنگ آ کر آکتا گے۔ مگر یہ سلسلہ ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ لو صاحب یہ ایک اور آدم کے کہو میاں نبی صاحب تمہارے سچے ہونے کے کیا دلائل ہیں۔ یہی ناتم کہو گے مجھے وحی آتی ہے۔ میں ملہم ہوں یا زیادہ سے زیادہ چند ایک بے تکی پیش گوئیاں جڑو گے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی عملی دلائل ہوں تو بیان کرو۔ مگر سوچ سمجھ کر کہنا یہ جہالت و تارکی کا زمانہ نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم اچھے اچھے اطباء و حکماء موجود ہیں۔ پرسوں تم سے دیکھا ہوگا کہ وہ کوڑھی کس قدر درد و مصیبت میں مبتلا تھی۔ بس پطرس کے ایک ہی قرص سے اچھی ہو گئی۔ لاوی صحرا نور دے جنگل کا کونہ کونہ چھان کر اس جڑی بوٹی کو حاصل کر ہی لیا۔ جو پیتل کا سونا بنانے میں نایاب ہے۔ مسیح علیہ السلام نے اس کے جواب میں تبسم فرماتے ہوئے کہا ایزاء رسا نوسنو میں نے حکمت و کیمیا گری کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں اس سے انکار نہیں۔ میں وہ طبیب بھی ہوں جو تمہاری ان بیماریوں کا جو اندر اندر ہی تمہاری جان کا روگ ہو رہی ہیں اور جن سے تم کو قطعاً لاعلمی ہے کا علاج کروں اور وہ روحانی بیماریاں مثلاً شرک فی التوحید! تم نے عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر اپنے خسران و خذلان کا سامان مہیا کر لیا۔ تمہارے راہبوں نے تورات پاک میں تحریف ۲ کرتے ہوئے مفید مطلب کو بڑھا اور غیر مفید کو گھٹا دیا۔ شریعت موسوی کو مدت ہوئی تم چھوڑ چکے۔ ہاں خالی ایک نام کی یاد باقی ہے۔ جس پر اس قدر تنگ و دو

۱ ”وقالت الیہود عزیز ابن اللہ (توبہ: ۳۰)“

۲ ”یحرفون الکلم عن مواضعه (المائدہ: ۱۳)“

ہو رہی ہے ورنہ تمہاری بدبختی کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے جو انبیاء کی قاتل اور اتقیا کی دشمن ہے۔ ڈرو اس اللہ سے جس کے ساتھ شریک ملاتے ہو۔ وہ واحدہ لاشریک ایسی پاک ذات ہے جو بیوی اور بیٹوں سے پاک جو رشتوں اور ناطوں سے مبرا ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔

پھر کس قدر غضب ہے کہ تم ملائکہ اللہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہو اور اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو اور پھر اس برتے اور حماقت پر اترتے ہوئے صادقوں کو کاذب قرار دیتے ہو۔ مجھ سے میرے نبی ہونے کے برہان مانگتے ہو تو سنو بخدا میں اس خدائے رحمان کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہوں۔ جس نے موسیٰ و ہارون، اسحاق، ابراہیم کو بھیجا تھا اور نشانات کے متعلق اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ خلاق جہاں نے مجھ کو یہ طاقت بخشی ہے کہ جب اور جس وقت چاہوں مٹی سے پرندوں کی شکل بنا کر اس میں پھونک دوں تو وہ بحکم ایزدی پرواز کرنے لگیں اور یہی نہیں تم اطباء کے گیت گاتے ہولاؤ تو کوئی مادر زاد کوڑھی یا اندھی اور کہو تو ان حکماء کو کہ وہ اچھا کریں اس کو مگر یاد رکھو اور اچھی طرح سے سن لو یہ شرف بھی مجھ کو ہی ودیعت کیا گیا ہے۔ میں خدا کے فضل و حکم سے اچھا کرنے پہ قادر ہوں اور اسی پر بس نہیں مولا کریم کی مجھ پر اس قدر مہربانی و عنایت ہے کہ میں مردوں کو اس کے حکم سے زندہ کر سکتا ہوں اور اس کا یہ بھی احسان ہے کہ میں تمہارے اطمینان قلب کے لئے یہاں تک بتا سکتا ہوں کہ تم کیا کھا کر آ رہے ہو اور باقی اپنے گھروں میں کیا چھوڑ آئے ہو۔ اب ہر ذی حوش و صاحب عقل ان معجزات کو میرے من جانب خدا ہونے میں اور میری ولادت آیات اللہ میں کس قسم کا شک نہ لائے گا۔ عزرا یہ کلمات نہایت غور و فکر سے سنے اور خاموش رہا۔

جناب مسیح علیہ السلام کی عمر کی یہ تینتیسویں منزل قریب الاختتام تھی۔ ان دنوں آپ تبلیغ رسالت اور اعلائے کلمتہ الحق کے لئے ان تھک دوڑ دھوپ میں مصروف تھے۔ آپ ان دنوں ہیکل میں اکثر پند و نصائح کے گوہر بہاتے اور فقہوں کی خلوت و جلوت کے اشغال کا اظہار کرتے۔ ان کے تصنع کے لباس اور بناوٹ کی باتیں ان کی خلوت کی سیاہ کاریاں اور جلوت کی پاکبازیاں ہاتھی کے دانت تھیں۔ جو کھانے کے اور دکھانے کے اور کے مصداق تھیں۔ چنانچہ موجودہ انجیل ہمارے اس بیان کی مؤید ہے۔ (متی باب: ۲۳، آیت ۱۲ تا ۱۴)

”اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں کہ فقہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تم کو بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ وہ ایسے بھاری بوجھ جان کا اٹھانا مشکل ہے۔ باندھ کر

لوگوں کے کندھوں پر رکھتے ہیں۔ مگر آپ انہیں اپنی انگلی سے بھی ہلانا نہیں چاہتے۔ وہ اپنے سب کام لوگوں کے دکھانے کو کرتے ہیں۔ کیونکہ اپنے آپ کو بڑے بناتے اور اپنی پوشاک کے کنارے چوڑے رکھتے ہیں اور ضیافتوں میں صدر نشینی اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجے کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے رُبی کہلانا پسند کرتے ہیں۔ مگر تم رُبی نہ کہلاؤ۔ تمہارا استاد ایک ہی ہے اور تم سب بھائی ہو اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو۔ کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے اور نہ تم ہادی کہلاؤ۔ کیونکہ تمہارا ہادی ایک ہی ہے۔ یعنی مسیح لیکن جو تم میں بڑا ہے وہ تمہارا خادم بنے اور جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کیا جائے گا۔“

عقیدت و ارادت کا ہر زمانے میں دور دورہ رہا ہے اور چلا آتا ہے۔ نیاز کیش و عقیدت مند اپنے بزرگ و محبوب کے حق میں کوئی کلمہ گستاخی سننا گوارا نہیں کرتے۔ اگر دیکھا گیا ہے کہ جان لینا اور جان دینا محض ایک کھیل یا تماشا سمجھا جاتا ہے۔ عقیدت دیوانوں میں ہی نہیں فرزانوں میں بھی ہے۔ جہاں جاہل اس کے شکار ہوئے ہیں وہاں عالم بھی اس سے نہیں بچے۔ چنانچہ وہ لوگ جو فقہوں اور فریسیوں کے دلدادہ و گرویدہ تھے۔ جناب مسیح کے متواتر خطبات سے تنگ آ گئے اور جوش عقیدت نے انہیں اندھا بنا دیا۔ انہیں جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا وہ بے تابانہ کلمتہ اللہ کے تعاقب میں دوڑے جناب روح اللہ اس وقت یروشلم کے دھویوں کو خطاب کر رہے تھے۔ چنانچہ یہ مآب بھی آپہنچا جیسا کہ انجیل شاہد ہے۔ (لوقا، باب ۱۲، آیت: ۱۲ تا ۱۳)

”اتنے میں جب ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ لگ گئی۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے پر گرا پڑا تھا تو اس نے سب سے پہلے اپنے شاگردوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ اس خمیر سے ہوشیار رہنا جو فریسیوں کی ریاکاری ہے۔ کیونکہ کوئی چیز ڈھکی نہیں رکھی جو کھولی نہ جائے گی اور نہ کوئی چیز چھپی ہے جو جانی نہ جائے گی۔ اس لئے جو کچھ تم نے اندھیرے میں کہا ہے وہ اجالے میں سنا جائے گا اور جو کچھ تم نے کوٹھڑیوں کے اندر کان میں کہا ہے کوٹھوں پر اس کی منادی کی جائے گی۔ مگر دوستوں سے میں کہتا ہوں کہ ان سے نہ ڈرو جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور بعد اس کے کچھ اور نہیں کر سکتے۔ لیکن میں تمہیں جتنا ہوں کہ کس سے ڈرنا چاہئے۔ اس سے ڈرو جس کو اختیار ہے کہ قتل کرنے کے بعد جہنم میں ڈالے ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ اس سے ڈرو۔ کیا دو پیسے کی پانچ چڑیاں نہیں بکتیں۔ تاہم خدا کے حضور میں ایک کی بھی بھول نہیں پڑتی۔ بلکہ تمہارے سر کے سب بال گنے ہوئے ہیں۔ ڈرو نہیں تمہاری قدر تو بہت سی چڑیوں سے زیادہ ہے اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی آدمیوں کے

سامنے میرا قرار کرے ابن آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا اقرار کرے گا اور جو آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے خدا کے فرشتوں کے سامنے اس کا انکار کیا جائے گا اور جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا اور جب وہ تم کو عبادت خانوں میں اور حاکموں اور اختیار والوں کے پاس لے جائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کس طرح اور کیا جواب دیں یا کیا کہیں۔ کیونکہ روح القدس اس گھڑی تمہیں سکھا دے گا کہ کیا کہنا چاہئے۔“

ان پاکیزہ کلمات نے وہی کام کیا جو ریت پر پانی کرتا ہے۔ حالانکہ اس میں سراسر بھلائی ہی بھلائی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ موسیٰ جیسے اولوالعزم اور صاحب کتاب و شریعت نبی کے بعد کیا ضرورت ہے کہ کوئی نبی آئے اور یہ چھوٹے چھوٹے نبی جو شریعت موسوی کی پیروی کی تلقین اور بعض احکام کا نسخ کرتے ہیں چھوٹے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کا قتل جائز و کارثواب ہے۔ ان کا یہ بھی خیال تھا عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننا خدا کی عین خوشنودی کو حاصل کرنا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ تورات مقدس میں نسخ و نظم کا حق سوائے فقہوں اور فریسیوں کے اور کسی کو نہیں۔ ان کے خیال میں سب سے بڑا گناہ راہبوں اور اسقفوں کی زندگی پر حرف گیری کرنا تھا۔ وہ اور تمام باتیں سن کر برداشت کر سکتے تھے۔ مگر نہ سن سکتے تھے۔ تو فقہوں کی ہجو، وہ جانتے تھے کہ سبت کے دن تورات مقدس میں مجلس مشاورت کے ایما سے بعض قوانین کا توڑ موڑ ہوتا ہے اور چند آیات میں تحریف کی جاتی ہے۔ مگر اس چیز کو وہ خدمت خلق سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کے خیال میں امراء کو سخت سزا دینا شریعت موسوی کی توہین کرنا تھا۔ کیونکہ وہ ضروریات دین کے وقت اپنے مالوں سے مدد کرتے ہیں اور غربا غربت کی وجہ سے اس ثواب سے محروم ہیں۔ غرضیکہ جناب مسیح کی نکتہ چینیوں اور فریسیوں کی اندرونی زندگی سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں اور روز روز کے وعظ انہیں ستاتے اور انتقام پر مجبور کرتے تھے۔ یہ تو عوام کی زندگی تھی ادھر فقہی و فریسی ان کلمات سے سبک چاہتے تھے۔ ان کے دل انتقام کی آگ میں جل اور بھن رہے تھے کہ کل کا چھو کر ہمیں تہذیب سکھاتا ہے۔ ہماری عمریں خدمت دین میں گذر گئیں اور مقدس ہیکل کی جاروب کشی سے ہماری پٹھیں کبڑی ہو گئیں۔ مراقبات اور چلات میں ہمارے اعضاء ہم کو جواب دے گئے تو ریت مقدس پڑھتے پڑھتے ہماری بینائی نے ہم سے منہ موڑا اور ضروریات دین میں قانون وضع کرتے کرتے عاجز آ گئے۔ آج اس کا صلہ یہ دیا جاتا ہے جو اس طریق سے ہمارے ہی ہیکل میں ہماری ہجو ہوتی ہے۔ دنیا سستی ہے اور خاموش رہتی ہے۔ حکومت پنیہ درگوش ہے۔ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ میں مسیح کے نقیب و مناد ہماری رسوائی و بربادی کی منادی کر رہے ہیں اور ہم ہیں

کہ خاموش ہیں وہ ہمارے نوجوان پیوس واسفانوس کو دیکھو جو ہماری رفاقت سے منہ موڑ کر اسی جادوگر کے ہور ہے ہیں۔ مقدس باپ عزیر کی ان پہ لعنت ہو خدا کے بیٹے کی ناراضگی کو وہ چند شعبہہ بازیوں پر ترجیح دے رہے ہیں یہ بھی کوئی معجزے ہیں کہ مٹی سے چڑیاں بنائی جا رہی ہیں۔ ضرور کوئی بدروح جو ہمارے ہاتھ سے ستائی ہوئی تھی یہ اس جادوگر کا تصرف ہے۔ کیا جناب موسیٰ کے سامنے فرعون کے جادوگروں نے کرشمہ سازیاں نہ کی تھیں کیا رسیوں کے سانپ نہ بنائے گئے تھے۔ مگر کہاں سے لائیں اس اعصا کو جو چھٹی کا دودھ یاد دلا دے۔ ہر زمانہ میں ساحر ہوتے آئے ہیں یہ کوئی نئی یا عجوبہ چیز نہیں بہتر ہے کہ کمر ہمت باندھو اور اٹھو حکومت وقت کو خواب گراں سے ہوشیار کرو اور اس فتنہ کی بیخ کنی کے لئے ہر ممکن کوشش کرو۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ برجیس دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ آج پھر مقدس میں ہمارے خلاف زہرا گلا جائے گا۔ کیونکہ ابھی ابھی وہ جادوگر جس نے سائیں کی لڑکی کو زندہ کیا تھا اپنے شاگردوں کے ساتھ مقدس کو گیا ہے۔ چنانچہ یہ سب مقدس کو چل دیئے۔ جہاں جناب کلمتہ اللہ روح اللہ یہ تقریر فرما رہے تھے۔

(متی، باب، ۲۳، آیت: ۳۹ تا ۴۱)

”اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ آسمان کی بادشاہت لوگوں پر بند کرتے ہو۔ کیونکہ نہ تو آپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو..... اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک مرید کرنے کے لئے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو۔ اے اندھے راہ بتانے والو! تم پر افسوس ہے جو کہتے ہو کہ اگر کوئی مقدس کی قسم کھائے تو کچھ بات نہیں۔ لیکن اگر مقدس کے سونے کی قسم کھائے تو اس کا پابند ہوگا۔ اے احمقو اور اندھو کون سا بڑا سونا ہے یا مقدس جس نے سونے کو مقدس کیا اور پھر کہتے ہو کہ اگر کوئی قربان گاہ کی قسم کھائے تو کچھ بات نہیں۔ لیکن جو نذراں پر چڑھی ہو۔ اگر اس کی قسم کھائے تو اس کا پابند ہوگا۔ اے اندھو کون سی بڑی ہے نذریا قربان گاہ جو نذراں کو مقدس کرتی ہے۔ پس جو قربان گاہ کی قسم کھاتا ہے وہ اس کی اور سب چیزوں کی جو اس پر ہیں۔ قسم کھاتا ہے اور جو مقدس کی قسم کھاتا ہے وہ اس کی اور اس کے رہنے والے کی قسم کھاتا ہے اور جو آسمان کی قسم کھاتا ہے وہ خدا کے تخت کی اور اس پر بیٹھنے والے کی قسم کھاتا ہے۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ پودینے اور سونف اور زیرے پر وہ پکی دیتے ہو اور تم نے شریعت کی زیادہ ہماری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔ اے اندھے راہ بتانے والو جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل

جاتے ہوئے ریاکار فقہوں اور فریسیوں پیمالی اور رکابی کو اوپر سے تو صاف کرتے ہو۔ مگر وہ اندر کھوٹ اور نا پر ہیزگاری سے بھرے ہیں۔ اے اندھے فریسی پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف کرتا کہ اوپر سے بھی صاف ہو جائے۔“ اس کے آخر میں یروشلیم پر افسوس فرماتے ہوئے کہا۔

”اے یروشلیم اے یروشلیم تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے۔ انہیں سنگسار کرتی ہے۔ کتنی ہی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کرتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں۔ مگر تم نے نہ چاہا دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے۔ جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خدا کے نام پر آتا ہے۔“

یہ تقریر فرما کر آپ ہیکل سے چل دیئے۔ مگر فقہوں اور فریسیوں کی رگوں میں جو خون کھولنے لگا وہ اس تقریر کو اپنے وقار کے لئے موت کے مترادف سمجھے۔ جناب مسیح کو اپنے راستے کا زبردست کاٹنا سمجھتے ہوئے نکالنے کی فکر میں محو ہوئے۔ تقریر کے سخت الفاظ ان کے سینوں پر سانپ بن کر لوٹ رہے تھے اور وہ انتقام کی آگ میں جل بھن کر کوئلہ ہو رہے تھے۔ ان کے دماغ میں خوفناک تصور کچھ کے لگاتا اور دل جوش حسد میں پھٹا جاتا تھا۔ غرضیکہ وہ تمام راہب و اسقف چلتے پھرتے بولتے چالتے خوفناک درندوں کی طرح جناب مسیح عیسیٰ معصوم و بھولے شکار پر دانت تیز کئے ادھار کھائے بیٹھے وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ انہیں مسیح کی اس پیش خبری نے بے چین کر دیا وہ یہ سن کر تمللا اٹھے اور برداشت کا مادہ قطعاً جاتا رہا۔

”اور یسوع ہیکل سے نکل کر جا رہا تھا کہ اس کے شاگرد اس کے پاس آئے تاکہ اسے ہیکل کی عمارتیں دکھائیں اس نے جواب میں ان سے کہا کیا تم ان سب چیزوں کو نہیں دیکھتے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے۔“

مقدس ہیکل کے حق میں یہ الفاظ سن کر ان کے جذبات میں مطلق خیز طوفان اٹھا۔ بغض و حسد نے پہلے ہی سینے میں آتش چا رکھی تھی۔ یہ کلمات جلتی پھلتی پھل کا کام کر گئے۔ ان کے دماغ فکر و تدبیر سے خالی انصاف و عدل سے کورے ہوئے اور وہ ہر وہ کام کرنے پر تلل گئے جو ایسے مواقع پر سدباب کے لئے پیش آیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک خاص مجلس مشاورت میں یہ تدبیر کی کہ یہ شخص لحد و زندگی ہے اور خطرہ ہے کہ شریعت موسوی میں یہ فتنہ عظیم پیدا کرے گا۔ لہذا اس کی تیغ کشی کے لئے گریہ کشتن روزاؤل کے مصداق آج ہی استغاثہ دائر کر کے فوری مصلوب کرنے کا حکم لے لینا چاہئے۔ حکومت اپنی ہے حکام گھر کے ہیں قانون ہمارا حکم ہے پھر دیری گناہ ہے۔ دیکھیں

تو یہ یہودیوں کے بادشاہ وہ بننے کا خطبے کے زور میں اتراتا ہے اور مقدس ہیكل کی گستاخی کیا رنگ لاتی ہے۔ ہمارے بزرگ پاپاؤں کے حق میں زہر آلود کلمات کا اعادہ کرنے والا زندہ نہیں رہ سکتا اسے کوئی حق نہیں کہ وہ مقدس اور مقدس کی زمین پر اپنے ناپاک قدموں سے چلے اور توریت پاک پر زبان طعن دراز کرے۔ اس سے بڑا گناہ اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں محرف کلام خدا بتلاتا ہے۔ حالانکہ ہم نے جو کچھ کیا اور کر رہے ہیں یہ کتاب مقدس کی عین خدمت اور ضرورت وقت کی بہترین چیز ہے۔ چنانچہ اس موقع پر کلام مجید نے جو مختصر آروشنی ڈالی ہے وہ ہمارے اس بیان کی مؤید ہے ارشاد ہوتا ہے۔

”فلما احس عیسیٰ منهم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ آمننا باللہ و اشهد بانا مسلمون . ربنا آمننا بما انزلت و اتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشہدین . و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین (آل عمران: ۵۲ تا ۵۳)“

﴿پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے۔ اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے۔ اللہ کے ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا۔ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں اور خفیہ تجویز کی کافروں نے اور تیر کی اللہ نے اور اللہ بہتر ہے تجویز کرنے والا۔﴾

جناب کلمتہ اللہ کو بنی اسرائیل کے کفر و طغیان کا علم ہوا کہ وہ بجائے نورانیت کے اندھیروں میں مقید ہوئے جاتے ہیں۔ ان کے دن سرکشی و عصیان میں کھنتے ہیں۔ تورات فسق و فجور میں بسر ہوتی ہے۔ ہر صبح ان کی کورچشہ کا ماتم کرتی ہوئی رات کا دھوکہ دیتی ہے۔ کوکب رسالت کی تابانی شب و دیجور کا دھوکہ دیتی ہوئی نامرادی کی طرف کشاں کشاں لئے جاتی ہے۔ غرضیکہ صبح و شام وہ سرکشی کے شیدائی اور بدبختی و نامرادی کے فدائی بنے رہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ جس چیز کو وہ خیر سمجھتے ہیں وہ شر ہے اور سب سے مشکل ترین اور اذیت دہ یہ بات ہے کہ وہ میرے پند و نصائح کو جو فی الحقیقت ان کی اپنی ہی جانوں کے لئے مفید اور ضروری ہے۔ نہیں سنتے اس لئے جناب مسیح نے ندا کی کہ کون ہے جو اللہ کے راستے میں یعنی اعلائے کلمتہ الحق میں میری مدد کرے۔ وہی دھوبی جو دریا پر کپڑے دھوتے ملے تھے اور جن کو آپ نے فرمایا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ میں تمہیں دل دھونے بتا دوں۔ بولے ہم ہیں اللہ کی راہ میں مدد کرنے والے۔

چنانچہ انہیں بارہ حواریوں نے پیام خداوندی پہنچانے میں مدد کی۔ مگر افسوس بنی اسرائیل بجائے سنورنے کے اور زیادہ بگڑ گئے اور جوش انتقام میں ایسے اندھے ہوئے کہ شمع ہدایت کے گل کرنے کی مکمل تیاریاں کر لی گئیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے اور انجیل مؤید ہے کہ مسیح علیہ السلام پر سرکاری عدالت میں دعویٰ کیا گیا اور آپ کی ذات پر زندیق و ملحد ہونے کے علاوہ محرف کلام الہی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ باقاعدہ شہادتیں ہوئیں اور الزامات کی تصدیق کی گئی۔ یہاں سب سے زیادہ قابل ذکر یہ بات ہے کہ وہ حواری جو جناب مسیح کے صحیح ساتھی تھے۔ وہ بھی رفاقت سے عاری اور اطاعت سے منہ موڑنے لگے۔ چنانچہ ان میں سے یہود اسکریوطی نے جاسوسی کر کے مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرایا اور حواری ہونے سے عدالت میں انکار کیا اور اس کے نتیجے میں بالآخر عدالت نے مسیح کے مصلوب کئے جانے کا حکم صادر کر کے اس پر دستخط مثبت کر دئے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل نے ہر ممکن طریق سے اس معصوم و بے گناہ کے ساتھ کمال شوفی اور استہزاء کیا۔ سر پہ سرکنڈوں کا تاج رکھا۔ طرح طرح سے تمسخر اڑایا اور سپاہیوں نے تمسخرانہ لہجے میں یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہوئے سلام کیا۔ اس کے بعد انہیں زیر حراست رکھا گیا۔ جہاں جناب مسیح نے کمال خشوع و خضوع سے درگاہ رب العزت میں دعاء کی کہ مولا تو خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔ بھلائی چاہتا تھا برائی کرتے ہیں۔ تیرا احکام سنانے پر استہزاء ہوتی ہے۔ یا اللہ تو جانتا ہے کہ تیرے پیارے رسولوں پر جو مجھ سے پیشتر تیری جانب سے مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے ان سے کیا کیا سلوک کیا اور اب مجھ سے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اے غیرت ابدی جوش میں آ۔ اے رحمت سرمدی موج دکھلا۔ مولا یہ کب تک تیری مخلوق پر دست ظلم دراز کریں گے۔ ان کے ناپاک ہاتھ مجھ تک آنے سے روک دے اور اپنی خاص عنایت و مہربانی سے اس ابتلاء و مصیبت سے نجات دے۔ ان دعائیہ کلمات کے جواب میں ارشاد ہوا مطمئن رہو اور گھبراہٹ کو دل سے نکال دو۔ گو انہوں نے تمہارے مٹانے اور رسوا کرنے کی پوری پوری تجویز کر لی ہے۔ مگر ہماری تدابیر کے سامنے بھلا ان کی کیا حقیقت و طاقت ہے اور ہم سے بہتر کون تدبیر کنندہ ہے۔ چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق جہاں آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ سے لے کر خلفائے راشدین، تابعین، تبع تابعین، آئمہ، مجتہدین، و امامین رحمہم اجمعین محدثین و مفسرین تا این زمان کرتے چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ کرتے چلے جائیں گئے اور خدا کے فضل سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے حیات مسیح کی نفی کی ہو اور لطف تو یہ ہے کہ دجال قادیان کے مسلمہ مجددین بھی پر زور ہماری تائید و سفارش فرماتے ہیں۔ اس لئے اختصاراً چند ایک کے پاکیزہ خیالات ملاحظہ فرمائیں۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۶۴، ۶۵، مصنفہ امام فخر الدین رازی) ”فلما احس عیسیٰ منهم الکفر قال من انصارى الى الله قال الحواریون نحن انصار الله انا بالله واشهد بانا مسلمون ربنا انا بما انزلت واتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشہدین ومکروا ومکر الله والله خیر الماکرین..... الخ!“ یہود کا مکر حضرت عیسیٰ سے یہ تھا کہ انہوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا مکر یہود سے سو اس کی کئی صورتیں ہوئیں..... ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہ اس طرح ہوا کہ یہود کے ایک بادشاہ نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور جبرائیل ایک گھڑی بھی حضرت عیسیٰ سے جدا نہ ہوتا تھا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا وایدناہ بروح القدس یعنی ہم نے حضرت عیسیٰ کو جبرائیل سے مدد دی۔ پس جب یہود نے قتل کا ارادہ کیا تو جبرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک مکان میں داخل ہو جانے کے لئے فرمایا۔ اس مکان میں کھڑکی تھی۔ پس جب یہود اس مکان میں داخل ہوئے تو جبرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کھڑکی سے نکال لیا اور حضرت عیسیٰ کی شبابہت ایک اور آدمی کے اوپر ڈال دی۔ پس وہی پکڑا گیا اور پھانسی پر لٹکایا گیا..... غرضیکہ یہود کے ساتھ اللہ کے مکر کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہود کو حضرت مسیح کے ساتھ شرارت کرنے سے روک لیا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی تفسیر (در منثور ج ۲ ص ۳۵، ۳۶) میں ”فلما احس عیسیٰ“ میں لکھتے ہیں۔ پس جب عیسیٰ نے یہود کا کفر معلوم کر لیا اور یہود نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کر لیا اور یہود نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ مکر کر لیا۔ جب انہوں نے مقرر کیا ایک آدمی کو کہ وہ قتل کرے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکا سے اور اللہ نے یہود کے ساتھ مکر کر لیا اس طرح کہ ڈال دی شیبھ حضرت عیسیٰ کی اس شخص پر جس نے ارادہ کیا تھا۔ ان کے قتل کا پس یہود نے قتل کیا۔ اس شیبھ کو اور اٹھالئے گئے۔ حضرت عیسیٰ اور اللہ تعالیٰ تمام تدبیریں کرنے والوں سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی اپنی بے نظیر کتاب ”تاویل الاحادیث“ میں فرماتے ہیں۔ ”اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو گویا ایک فرشتے تھے کہ زمین پر چلتے تھے۔ پھر یہودیوں نے ان پر زندیق ہونے کی تہمت لگائی اور قتل پر جمع ہو گئے۔ پس انہوں نے تدبیر کی اور خدا نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیریں کرنے والا ہے۔ اللہ نے ان کے واسطے ایک صورت مثالیہ بنا دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کے گروہ ہی سے یا ان کے دشمن کے ایک آدمی

کوان کی صورت کا بنا دیا۔ پس وہ قتل کیا گیا اور یہودی اسی کو عیسیٰ سمجھتے تھے۔“
حافظ ابن کثیرؒ اپنی (تفسیر ج ۲ ص ۲۸، ۲۹) میں فرماتے ہیں:

”جب یہود نے آپ کے مکان کو گھیر لیا اور گمان کیا کہ آپ پر غالب ہو گئے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑکی سے آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی شہادت اس پر ڈال دی۔ جو اس مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو ان کو رات کے اندھیرے میں عیسیٰ خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی دیا اور سر پر کاٹنے رکھے اور ان کے ساتھ خدا کا یہی مکر تھا کہ اپنے نبی کو بچالیا اور اسے ان کے درمیان سے اوپر اٹھالیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا۔“

تصدیق از مرزا غلام احمد قادیانی

”یہ بات ہم مقرر لکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرنا خود ایک وجہ سے انکار خدا تعالیٰ ہے۔ کیونکہ اگر خدا کی قدرت مطلقہ کو نہ مانا جائے..... اس صورت میں تمام خدائی اس کی باطل ہو جاتی ہے..... حق یہی ہے کہ پر میشر کو سرب شکستی مان اور قادر مطلق تسلیم کیا جائے اور اپنے ناقص ذہن اور ناتمام تجربہ کو قدرت کے بے انتہاء اسرار کا محک امتحان نہ بنایا جائے ورنہ ہمہ دانی کے دعویٰ پر اس قدر اعتراض وارد ہوں گے کہ جن کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ جو بات اپنی عقل سے بلند تر دیکھتا ہے اس کو خلاف عقل سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ بلند تر از عقل ہونا شے دیگر ہے اور خلاف عقل ہونا شے دیگر۔“
(سرمد چشم آریہ ص ۶۳، ۶۴، جزائن ج ۲ ص ۱۱۱، ۱۱۲)

”خدا کی قدرتوں کے اسرار اس قدر ہیں کہ انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ جب سے خدا تعالیٰ نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ خدا کی قدرتیں عجیب در عجیب اور عمیق در عمیق اور واراہ اللوراء اور لایدرک ہیں تب سے میں ان لوگوں کو جو فلسفی کہلاتے ہیں۔ پکے کافر سمجھتا ہوں اور چھپے ہوئے و ہر یہ خیال کرتا ہوں۔“
(چشمہ معرفت ص ۲۶۹، جزائن ج ۲ ص ۲۳، ۲۴)

”قوانین قدرت غیر متناہی اور غیر محدود ہیں۔ ہمارا یہ اصول ہونا چاہئے کہ ہر ایک نئی بات جو ظہور میں آئے پہلے ہی اپنے عقل سے بالاتر دیکھ کر اس کو رد نہ کریں۔ بلکہ اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں۔ اگر وہ ثابت ہو تو اپنے قانون قدرت کی فہرست میں اس کو بھی داخل کر لیں۔ اگر ثابت نہ ہو تو کہہ دیں کہ ثابت نہیں۔ مگر اس بات کے کہنے کے ہم مجاز نہیں کہ وہ امر قانون قدرت کے باہر ہے۔ قانون قدرت سے باہر کسی چیز کو سمجھنے کے لئے ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم ایک دائرہ کی طرح خدا تعالیٰ کے تمام قوانین ازلی وابدی پر محیط ہو جائیں اور بخوبی ہمارا

فکر اس بات پر احاطہ تام کر لے کہ خدا تعالیٰ نے روز ازل سے آج تک کیا کیا قدرتیں ظاہر کیں اور آئندہ اپنے ابدی زمانہ میں کیا کیا قدرتیں ظاہر کرے گا کیا وہ جدید در جدید قدرتوں کے ظاہر کرنے پر قادر ہوگا یا کولہو کے بیل کی طرح انہیں چند قدرتوں میں مقید محصور رہے گا۔ اگر انہیں میں مقید رہے گا تو باوجود غیر محدود الوہیت اور قدرت کے یہ مقید و محصور رہنا کس وجہ سے ہوگا۔ کیا وہ آپ ہی عاجز آئے گا۔ یا کسی دوسرے قاہر نے اس پر جبر کیا ہوگا۔ بہر حال اگر ہم خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو غیر محدود مانتے ہیں تو یہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اس کی قدرتوں پر احاطہ کرنے کی امید رکھیں۔ اس صورت میں یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا ناقص تجربہ خدائے ازل و ابدی کی تمام قدرتوں کا حد بست کرنے والا ہوگا۔“

”اس کلمہ میں جس قدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے..... ایک محدود زمانہ کے محدود در محدود تجارب کو پورا پورا قانون قدرت خیال کر لینا اس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کر دینا ان پست نظروں کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے شناخت نہیں کیا۔“

(انجیل، متی باب: ۲۶، آیت: ۵۳:۱) ”اور جب یسوع یہ سب باتیں کر چکا تو اپنے شاگردوں سے کہا تم جانتے ہو کہ دودن کے بعد عید فصح ہوگی اور ابن آدم مصلوب ہونے کو پکڑوایا جائے گا۔ اس وقت سردار کاہن اور قوم کے بزرگ کا نفا نام سردار کاہن کے دیوان خانہ میں جمع ہو گئے اور صلاح کی کہ یسوع کو فریب سے پکڑ کر قتل کریں۔ مگر کہتے تھے کہ عید کو نہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بلوا ہو جائے۔“

(مرقس باب: ۱۴، آیت: ۳۲ تا ۴۲) ”اس وقت یسوع ان کے ساتھ گفتگو سے نام ایک جگہ میں آیا اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ یہاں بیٹھے رہنا۔ جب تک کہ میں وہاں جا کر دعاء مانگوں اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر غمگین اور بیقرار ہونے لگا۔ اس وقت اس نے ان سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا آگے بڑھا اور منہ کے بل کر کر یہ دعاء مانگی۔ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے نل جائے۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔ پھر شاگردوں کے پاس آ کر انہیں سوتے پایا اور پطرس سے کہا کیوں تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے۔ جاگو اور دعاء مانگو تا کہ آزمائش میں نہ پڑو۔ روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے پھر دوبارہ اس نے جا کر یہ دعاء مانگی۔ اے میرے باپ اگر یہ میرے پیئے بغیر نہیں

مل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو اور آ کر انہیں پھر سوتے پایا۔ کیونکہ ان کی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں اور انہیں چھوڑ کر پھر چلا گیا اور وہی بات پھر کہہ کر تیسری بار دعاء مانگی تب شاگردوں کے پاس آ کر ان سے کہا اب سوتے ہو اور آرام کرو۔ دیکھو وقت آپہنچا ہے اور ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالے کیا جاتا ہے۔ اٹھو چلیں دیکھوں میرا پکڑوانے والا نزدیک آپہنچا ہے۔“

(انجیل، مرقس باب: ۱۴، آیت: ۵۰ تا ۵۳) ”وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جوان بارہ میں سے ایک تھا۔ آیا اور اس کے ساتھ بڑی بھیڑ تلواریں اور لاثھیاں لئے ہوئے سردار کا ہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی اور اس کے پکڑوانے والے نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے اسے پکڑ لینا اور فوراً یسوع کے پاس آ کر کہا۔ اے ربی سلام اور اس کے بوسے لئے یسوع نے اس سے کہا میاں جس کام کو آیا ہے وہ کر لے۔ اس پر انہوں نے پاس آ کر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا اور دیکھو یسوع کے ساتھیوں میں ایک ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچی اور سردار کا ہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اڑا دیا۔ یسوع نے اس سے کہا اپنی تلوار کو میان میں کر لے۔ کیونکہ جو تلوار کو کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے۔ آیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے منت کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تم سے زیادہ ۶۰۰۰ سپاہیوں کو میرے پاس ابھی موجود کر دے گا۔ مگر وہ نوشتے کہ یونہی ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ پورے ہوں گے۔ اسی گھڑی یسوع نے بھیڑ سے کہا کیا تم تلواریں اور لاثھیاں لے کر مجھے ڈاکوؤں کی طرح پکڑنے نکلے ہو۔ میں ہر روز ہیکل میں بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔ مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں اور اس پر سارے شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔“

ناظرین کرام ہمارے بیان کی تصدیق ان محترم و مکرم ہستیوں نے فرمائی جن کے متعلق مرزا قادیانی اس قدر حسن عقیدت رکھتا ہے کہ ایک باوفا مرید اپنے پیشوا سے، چنانچہ ذیل میں ان بزرگان دین کی امانت و دیانت کا نقشہ تحریرات مرزا سے برائے لطف و اتمام حجت پیش کیا جاتا ہے تاکہ کسی مرزائی کو ان کی تفاسیر کے سامنے سرموجنبش کرنے کا موقع نہ ملے اور اگر کوئی مرزائی ان تحریرات کے مشاہدے کے بعد خبث و بدباطنی کا مظاہرہ کرے گا تو یقیناً وہ اپنے خسران و خذلان کا ذمہ دار ہوتا ہوا اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے گا۔ اس لئے ازراہ ہمدردی میں ایسے لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ کو تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جو یائے حق ہو کر میری ان معروضات کو غور سے پڑھیں۔ نیز ہمارے اس بیان کی انجیل مقدس بھی مؤید ہے۔ کاش وہ تحریف شدہ نہ ہوتی اور کاش وہ حوادث زمانہ کا شکار نہ بنتی تو اور بہت ہی مفید مطلب باتیں نکلتیں۔ بہر حال معاملہ

نہایت تین وصاف ہے اور اس پر مزید حاشیے کی ضرورت نہیں۔

..... ”قرآن شریف کے وہ معانی و مطالب سب سے زیادہ قبول ہوں گے۔

جن کی تائید قرآن شریف ہی میں دوسری آیات سے ہوتی ہے۔“

(برکات الدعاء ص ۱۳، غلام احمد ریس قادیان)

.....۲ ”جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے

استخوان فروش نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ ﷺ اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں۔“

.....۳ ”یہ یاد رہے کہ مجدد لوگ دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ گم شدہ دین کو

پھردلوں میں قائم کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف کرتا ہے وہ فرماتا ہے۔ من کفر بعد ذالک فاولئك هم الفاسقون“

(شہادۃ القرآن ص ۴۸، خزائن ج ۶ ص ۳۴۴، غلام احمد ریس قادیان)

.....۴ ”مجدد کو فہم قرآن عطا ہوتا ہے۔“ (ایام صلح ص ۵۵، خزائن ج ۱ ص ۲۸۸)

.....۵ ”مجدد جملات کی تفصیل کرتا اور کتاب اللہ کے معارف بیان کرتا ہے۔

تو اتر قومی کے منکر پر خدا کے فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو۔“

(حملۃ البشری ص ۷۵، خزائن ج ۷ ص ۲۹۰)

.....۶ ”جو شخص کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے تو اس پر خدا اس کے فرشتوں اور

تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرا مقصود ہے اور یہی میرا مدعا ہے۔ مجھے اپنی قوم سے اصول اجتماعی سے کوئی انکار نہیں۔“

(انجام آتھم ص ۱۴۴، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵، مصنف غلام احمد ریس قادیان)

اس کے علاوہ مرزائے قادیان انجیل شریف کے متعلق حسب ذیل عقیدہ رکھتا تھا۔ اس

لئے انجیل مقدس قادیانیوں کے لئے حجت ہے۔

..... ”فاسئلواہل الذکر ان کنتم لا تعلمون“ کے تحت میں لکھتے

ہیں کہ ”اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔“

(ازالہ ابہام ص ۶۱۶، خزائن ج ۳ ص ۴۳۳، غلام احمد ریس قادیان)

۲..... ”زبردستی سے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ ساری کتابیں (انجیل تورات) محرف و مبدل ہیں۔ بلاشبہ ان مقامات (رفع جسمانی وغیرہ) سے تحریف کا کچھ علاقہ نہیں..... پھر ہمارے امام الحدیث حضرت اسماعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۲۷۳، خزائن ج ۳ ص ۲۳۸)

۳..... ”انجیل بر بناس نہایت معتبر انجیل ہے۔“

(سرمد چشم آری ص ۱۷۸، خزائن ج ۲ ص ۲۴۰ حاشیہ)

اب ہم آپ کی خدمت میں انجیل بر بناس سے چند ایک حوالے پیش کرتے ہیں جن کا تعلق حیات مسیح سے ہے اور قادیانی حضرات سے خصوصاً اور دیگر احباب سے عموماً اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس کو یکسوئی میں دیکھیں، سوچیں، سمجھیں اور بلاچون و چرا تسلیم خم کریں۔ کیونکہ مرزا قادیانی اس کے نہایت معتبر ہونے کی رائے پیش کر کے سفارش کر چکے ہیں۔

”اور یسوع گھر سے نکل کر باغ کی طرف مڑاتا کہ نماز ادا کرے..... اور چونکہ یہود اس جگہ کو جانتا تھا۔ جس میں یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ تھا۔ لہذا وہ کانہوں کے سردار کے پاس گیا اور کہا اگر تو مجھے وہ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے تو میں آج کی رات یسوع کو تیرے سپرد کروں گا جس کو تم لوگ ڈھونڈ رہے ہو۔ اس لئے کہ وہ گیاراں رفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے۔“ (انجیل بر بناس فصل: ۲۱۳، آیت: ۱۰ تا ۱۶، جمید یہ سٹیم پریس لاہور)

”اور جب کہ سپاہی یہود کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع تھا تو یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا تب اسی لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا اور گیارہوں شاگرد سوزہ تھے۔ پس جب کہ اللہ نے اپنے بندے کو خطرے میں دیکھا۔ اپنے سفیروں جبرائیل، میکائیل، رفاہیل اور ادریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیوں۔ تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اس کو اٹھالے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔“ (انجیل بر بناس: ۲۱۵، آیت: ۱ تا ۵ ص ۲۹۷)

یہ تھے وہ واقعات جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کی دعاء کو مستجاب فرماتے ہوئے تسلی و تشفی دی۔ جیسا کہ فرقان جمید شاہد ہے۔

”اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ و مطہرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیمۃ ثم الیٰ

مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون ، فاما الذین کفروا فاعذبہم عذاباً شدیداً فی الدنیا والآخرة وما لهم من نصرین ، واما الذین آمنوا وعملوا الصلحت فیوفیہم اجرهم واللہ لا یحب الظلمین ، ذلك نلتوہ علیک من الآیة والذکر الحکیم ، ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال له کن فیکون ، الحق من ربک فلا تکن من الممترین ، فمن حآجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وانا ابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین ، ان هذا لہو القصص الحق وما من الہ الا اللہ وان اللہ لہو العزیز الحکیم ، فان تولوا فان اللہ علیم بالمفسدین (آل عمران: 63 تا 65) ﴿ جس وقت کہا اللہ نے میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں۔ غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک۔ پھر میری طرف ہی تم سب کو پھر آنا ہے۔ پھر فیصلہ کروں گا میں تم میں جس بات میں کہ تم جھگڑتے تھے سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کر دوں گا سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے سوان کو پورا دے گا ان کا حق اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف۔ یہ پڑھ سنا تے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور بیان تحقیقی۔ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو جاؤ ہو گیا حق وہ ہے جو تیرا رب کہے۔ پھر تو مت رہ شک لانے والوں میں سے پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر جو کہ جھوٹے ہیں۔ بے شک یہی ہے بیان سچا اور کسی کی بندگی نہیں ہے۔ سوائے اللہ کے اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست حکمت والا۔ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہے فساد کرنے والے۔ ﴿

فوائد از عمدة المفسرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب

دیوبندی استاذی المعلى حدیث و تفسیر جامع اسلامیه ڈابھیل (سورت)

”مگر کہتے ہیں لطیف و خفیہ تدبیر کو اگر وہ اچھے مقصد کے لئے ہوا چھا ہے اور برائی کے لئے ہو تو برا ہے۔ اسی لئے ”ولا یحییق المکر السیی“ میں مکر کے ساتھ سیی کی قید لگائی اور

یہاں خدا کو خیر الما کرین کہا۔ مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص معاذ اللہ لٹھ ہے تو رات کو بولنا چاہتا ہے۔ سب کو بے دین بنا کر چھوڑے گا۔ اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی مشیت و خفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ بے شک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے۔ جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ بادشاہ نے لوگوں کو مامور کیا کہ مسیح علیہ السلام کو پکڑیں صلیب پر چڑھائیں اور ایسی عبرتناک سزادیں۔ جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس کا اتباع کرنے سے رک جائیں۔

”فبعث فی طلبہ من یاخذہ ویصلبہ وتیکل بہ (ابن کثیر)“ خداوند قدوس نے اس کے جواب میں مسیح علیہ السلام کو مطمئن فرمادیا کہ میں ان اشقیاء کے ارادوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دوں گا۔ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں اور پیدائش اور بعثت سے جو مقصد ہے پورا نہ ہونے دیں اور اس طرح خدا کی نعمت عظیمہ کی بے قدری کریں۔ لیکن میں ان سے اپنی یہ نعمت لے لوں گا۔ تیری عمر مقدر اور جو مقصد عظیم اس سے متعلق ہے پورا کر کے رہوں گا اور تجھ کو پورے کا پورا صحیح و سالم لے جاؤں گا کہ ذرا بھی تیرا بال بیکانہ کر سکیں۔ بجائے اس کے کہ وہ لے جائیں خدا تجھ کو اپنی پناہ میں لے جائے گا۔ وہ صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں۔ خدا تجھ کو آسمان پر چڑھائے گا۔ ان کا ارادہ ہے کہ رسوا کن اور عبرتناک سزائیں دے کر لوگوں کو تیرے اتباع سے روک دیں۔ لیکن خدا ان کے ناپاک ہاتھ تیرے تک نہ پہنچنے دے گا۔ بلکہ اس گندے اور نجس مجمعے کے درمیان سے تجھ کو بالکل پاک و صاف اٹھالے گا اور اس کی بجائے نہ تیری بے عزتی ہو اور لوگ ڈر کر تیرے اتباع سے رک جائیں۔ تیرے اتباع کرنے والوں اور نام لینے والوں کو قرب قیامت تک منکروں پر غالب و قاہر رکھے گا۔ جب تک تیرا انکار کرنے والے یہود اور اقرار کرنے والے مسلمان یا نصاریٰ دنیا میں رہیں گے۔ ہمیشہ اقرار کرنے والے منکرین پر فائق و غالب رہیں گے۔

بعدہ ایک وقت آئے گا جب تجھ کو اور تیرے موافق و مخالف سب لوگوں کو میرے حکم کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت میں تمہارے سب جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ کر دوں گا اور سب اختلاف ختم کر دیئے جائیں گے۔ یہ فیصلہ کب ہوگا۔ اس کی جو تفصیل ”فاما الذین کفروا فاعذبہم عذاباً شدیداً فی الدنیا“ سے بیان کی گئی ہے وہ بتلاتی ہے کہ آخرتہ سے پیشتر دنیا ہی میں اس کا نمونہ شروع کر دیا جائے گا۔ یعنی اس وقت تمام کافر عذاب کے نیچے ہوں گے۔ کوئی طاقت ان کی مدد و فریاد کو نہ پہنچ سکے گی۔ اس کے بالمقابل جو ایمان والے رہیں گے ان کو دنیا اور آخرتہ میں پورا پورا

اجر دیا جائے گا اور بے انصاف ظالموں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ امت مرحومہ کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کر لیں تو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب دنیا کفر و ضلالت اور دجل و شیطنت سے بھر جائے گی۔ خدا تعالیٰ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل حضرت مسیح علیہ السلام کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک نہایت وفادار جنرل کی حیثیت میں نازل کر کے دنیا کو دکھلا دے گا کہ انبیاء سابقین کو بارگاہ خاتم النبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور اس کے اتباع یہود کو چن چن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا۔ شجر و حرکت پکاریں گے کہ ہمارے پیچھے یہ یہودی کھڑا ہے۔ قتل کرو حضرت مسیح صلیب کو توڑیں گے۔ نصاریٰ کے باطل عقائد و خیالات کی اصلاح کر کے تمام دنیا کو ایمان کے راستے پر ڈال دیں گے۔ اس وقت تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر اور مذہبی اختلاف مٹ مٹا کر ایک خدا کا سچا دین اسلام رہ جائے گا۔ اسی وقت کی نسبت فرمایا ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ بہر حال میرے نزدیک ”ثم الی مرجعکم“ صرف آخرت کے متعلق نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ آگے تفصیل کے موقع پر ”فسی الدنيا والآخرة“ کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے اور یہ اس کا قرینہ ہے کہ ”الیوم القیامة“ کے معنی قرب قیامت کے ہیں۔ چنانچہ احادیث صحیحہ میں مصرح ہے کہ قیامت سے پہلے ایک مبارک وقت ضرور آنے والا ہے۔ جب سب اختلافات مٹ مٹا کر ایک دین باقی رہ جائے گا۔ واللہ الحمد اولاً و آخراً چند امور اس آیت کے متعلق یاد رکھنے چاہئے۔ لفظ تونی کے متعلق کلیات ابوالبقاء میں ہے۔ ”التوفی فی الاماتة وقبض الروح علیہ استعمال العامة اولاستیفاء واخذ الحق وعلیہ استعمال البلغاء“ تونی کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا۔ گویا ان کے نزدیک موت پر بھی تونی کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کر لی جاتی ہے۔ اب اگر فرض کرو خدا تعالیٰ نے کسی کی جان بدن سمیت لے لی تو اسے بطریق اولیٰ تونی کہا جائے گا۔ جن اہل لغت نے تونی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبض روح مع البدن کو تونی نہیں کہتے نہ کوئی ایسا ضابطہ بتلایا ہے کہ جب تونی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو بجز موت کے کوئی معنی نہ ہو سکیں۔ ہاں چونکہ عموماً قبض روح کا وقوع بدن سے جدا کر کے ہوتا ہے۔

اس لئے کثرت دعا کے لحاظ سے اکثر فوت کا لفظ اس کے ساتھ لکھ دیتے ہیں۔ ورنہ لفظ کالغوی مدلول قبض روح مع البدن کو شامل ہے۔ دیکھئے ”اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (الزمر: ۴۲)“ میں توفی نفس (قبض روح) دو صورتیں بتلائیں۔ موت اور نیند اس قسم سے نیز توفی کو انفس پر وارد کر کے اور حین موتھا کی قید لگا کر بتا دیا کہ توفی اور موت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قبض روح کے مختلف مدارج ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے جو موت کی صورت میں پایا جائے۔ دوسرا وہ جو نیند کی صورت میں ہو۔ قرآن کریم نے بتلادیا کہ وہ دونوں پر توفی کا لفظ اطلاق کرتا ہے۔ کچھ موت کی تخصیص نہیں۔ ”یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنهار (انعام: ۶۰)“ اب جس طرح اس نے دو آیتوں میں نوم پر توفی کا اطلاق جائز رکھا۔ حالانکہ نوم میں قبض روح بھی پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر آل عمران اور مادہ کی دو آیتوں میں توفی کا لفظ قبض روح مع البدن پر اطلاق کر دیا گیا تو کون سا استعمال لازم آتا ہے۔ بالخصوص جب یہ دیکھا جائے کہ موت اور نوم میں لفظ توفی کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی نا آشنا تھے کہ موت یا نوم میں خدا تعالیٰ کوئی چیز آدمی سے معطل کر لیتا ہے۔ اس لئے لفظ توفی کا استعمال موت و نوم پر ان کے یہاں شائع نہ تھا۔ قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لئے اول اس لفظ کا استعمال شروع کیا تو اسی کو حق ہے کہ موت و نوم کی طرح اخذ روح مع البدن کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کر لے۔ بہر حال آیت حاضرہ میں جمہور کے نزدیک توفی سے موت مراد نہیں اور ابن عباس سے بھی صحیح ترین اور آیت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کمانی روح المعانی وغیرہ زندہ اٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کس سے منقول نہیں۔ بلکہ تلخیص البحر میں حافظ ابن حجر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر وغیرہ نے احادیث نزول کو متواتر کہا ہے اور اکمال اکمال المعلم میں امام مالک سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ پھر جو معجزات حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھائے ان میں علاوہ دوسری حکمتوں کے ایک خاص مناسبت آپ کے رفع الی السماء کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ آپ نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب ایک مٹی کا پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللہ پرند بن کر اوپر اڑا چلا جاتا ہے۔ کیا وہ بشر جن پر خدا نے روح اللہ کا لفظ اطلاق کیا اور روح القدس کے فتح سے پیدا ہوا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔ جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہو جائیں۔ اگر وہ اس موطن کون و فساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس فرشتوں

کی طرح آسمان پر زندہ و تندرست رہے تو کیا استعجاب ہے۔ ”قال قتاده فطار الملكة فهو معهم حول العرش و صار نسياً ملكياً سماوياً ارضياً“

(بخاری تفسیر عثمانی ص ۷۷، ۷۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

ناظرین کرام! اب ہم آپ کی خدمت میں مرزا قادیانی کے خیالات پیش کرتے ہیں۔ وہ ”مکروا و مکرا اللہ“ کی تحت میں (اربعین نمبر ۳۳ ص ۸، خزانہ ج ۱ ص ۳۹۴) میں لکھتے ہیں کہ: ”یہودیوں نے نعوذ باللہ! حضرت مسیح کے لئے صلیب کا حیلہ سوچا تھا..... خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤں گا اور تیرا اپنی طرف رفع کروں گا۔“

قرآن مجید فرقان حمید کے سیاق و سباق سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کیا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ وہ صلیب دے کر قتل کرنا چاہتے تھے۔ یہ بھی عرض کرنا مفید ہوگا کہ اس زمانے میں پھانسی کی طریقہ آج کل کے طریق کار سے بالکل جدا گانہ تھا۔ اس زمانہ میں لکڑی کے ایک تختے پر جو صلیب کی شکل پر بنا ہوتا تھا اور جیسا کہ آج تک صلیب کا نشان رائج الوقت ہے۔ گنہگار کو اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک کر کھڑا کر دیتے تھے۔ اس کے بعد اس کے گھٹنے وغیرہ کی ہڈیاں توڑ دیتے تھے۔ پچارا مصلوب سسک سسک کر بھوکا پیاسا کئی گھنٹوں میں جان دیتا تھا۔ اس کے بعد اس کی لاش سے انتقام لیتے ہوئے اس کا سرتن سے جدا کیا جاتا تھا۔

بنی اسرائیل کی مجلس شوریٰ یہی خوفناک انتقام مسیح علیہ السلام سے لینا چاہتی تھی۔ جس کا مکمل انتظام ہو چکا تھا۔ بظاہر کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو اس انتہائی ظلم و بربریت کو روک سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حواری بھی تین پانچ ہونے کو ترجیح دیتے ہوئے سرک گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر مسیح کے ساتھی قرار دیئے گئے تو ہمارے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو آئے دن ہو رہا ہے۔ اب ایک جان تھی جو بے یار و مددگار تنہا کیلی تھی اور چاروں طرف سے دشمن مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ دشمن وقت کے منتظر کھڑے تھے اور ان میں سب سے زیادہ جناب مسیح کا وہ حواری تھا جو بیس درہم کے عوض مسیح کا جاسوس بنا اور جسے دنیا یہوداہ اسکر یوٹی کے نام سے یا مرغ کی اذان سے تین دفعہ پہلے مسیح کا انکار کرنے والا کہتی ہے۔ بنی اسرائیل اپنے آخری نبی کے ساتھ انتہائی ذلت و ہتک کے سلوک پر تلی ہوئی ہے۔ آہ وہ بد بخت قوم نہیں جانتی کہ اس کے بعد ان کی ہدایت کے لئے کوئی نبی ان کی قوم میں بالخصوص مبعوث نہ کیا جائے گا۔ ادھر بنی اسرائیل طرح طرح کے ذلت کے سامان سوچ رہے ہیں۔ ادھر غیرت کردگار جوش رحمت میں وجیہانی الدنیا کے بچاؤ اور عزت

کے سامان کر رہی ہے۔ تاریکی کے فرزند نہایت مستعدی سے پہرہ دے رہے ہیں اور قیدی کی ہر طرح سے پوری پوری حفاظت مقصود ہے۔ فقہی و فریسی اپنی خانقاہوں میں۔

واعظائیں جلوہ بر محراب و منبر میکند
چون مخلوت میروند آن کار دیگر میکند

کے مصداق مزے اڑا رہے ہیں۔ ان کے دل نہایت مطمئن ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مقدس توریت کا دشمن کل صبح اپنے کیفرو کردار کو پہنچ جائے گا اور ہم اسے نہایت ذلت کی حالت میں بھوکا اور پیاسا جان توڑتے دیکھیں گے۔

جناب کلمۃ اللہ بظاہر قیدی مگر حقیقتاً بالکل آزاد نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ لا تعداد ملائکہ میں بادشاہ بنے بیٹھے ہیں اور جان کا ساتھی روح الامین حکم کا منتظر کھڑا ہے اور جیسا کہ قرآن حکیم اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ”وایدناہ بروح القدس (بقرہ: ۲۰۳)“ اور جیسا کہ انجیل شریف کا ہم حوالہ دے آئے ہیں۔ جس میں مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ بارہ تم سے زیادہ فرشتے وہ میرے پاس بھیج دے گا۔

مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے جنابہ صدیقہ سے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ ”وجیہا فی الدنیا (آل عمران: ۴۰)“ یعنی وہ دنیا میں صاحب مراتب و وجاہت ہوگا اور اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ ”ان اللہ لا یخلف المیعاد (الرعد: ۳۱)“ اور اللہ تعالیٰ کے بول ہمیشہ سچے ہوتے ہیں۔ ”لا تبدیل لکلمات اللہ (یونس: ۶۴)“ آپ واقعات پر نظر دوڑائیے اور حالات کو سوچئے کہ بچپن سے جناب مسیح پر پیدائش بن باپ کے طعن و تشنیع شروع ہے اور ہمیشہ چلی آتی ہے۔ اس کے بعد قوم ہے کہ وہ بات سننا گوارا نہیں کرتی اور ان کی شقاوت قلبی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ وہ جان لینے کی متنی ہے۔ رہ سہ کر چند حواری ملے تھے جو جان کے خوف سے چلتے بنے۔ چند ایک خدا پرست لوگ دبی زبان سے مسیح کی رسالت پر ایمان لائے نہ دولت پاس تھی نہ حکومت نہ نوکر تھے نہ چاکر نہ پیادہ فون تھی نہ رسالے نہ ہی اور کوئی ظاہری اسباب ایسے تھے جن سے ”وجیہا فی الدنیا“ ثابت ہو سکے۔ تقریباً ساڑھے تینتیس برس کی عمر میں شام کی زمین آپ پر تنگ کر دی گئی اور معصوم جان کو تلف کرنے کے لئے حکومت وقت کے علاوہ ہزاروں فقہی و فریسی تل گئے اور اس طرح سے خدا کا وہ انعام ”وجیہا فی الدنیا“ کسی دوسرے وقت کا منتظر ہوا اور جیسا کہ جنابہ صدیقہ کو ایک اور خوشخبری بھی دی گئی تھی۔ جس کا پورا ہونا بھی از بس ضروری تھا۔ ”ویکلم الناس فی المهد وکھلا (آل عمران: ۴۶)“ کہل ادھیڑ عمر کو کہتے ہیں

اور جوانی چالیس برس تک رہتی ہے تو گویا مسیح علیہ السلام کو یہ عمر ابھی نصیب ہی نہیں ہوئی اور نہ ہی آپ نے ابھی وعدہ الہی کے مطابق باتیں کی ہیں اور یہ ادھیڑ عمر میں باتیں کرنا بھی ایک راز خداوندی ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ کبھی دنیا اس عمر میں باتیں کرتی ہے۔ مسیح کا کہل میں باتیں کرنا حکمت خداوندی کے مطابق ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کہل کی عمر کتنے سو برس بعد آپ کو ملے گی۔ مگر دیکھنے والے یہی اندازہ کریں گے کہ آپ کی عمر پچاس سے متجاوز نہیں۔ یہ بھی ایک معجزہ ہوگا۔ بہر حال یہ دوسرا وعدہ بھی معرض التوا میں ہے اور چونکہ یہ وعدے من جانب خدا ہیں۔ اس لئے ان پر ایمان لانا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ خدا کی توحید ملائکہ اللہ اور جنات کے وجود اور حشر کے دن پر، بہت بد نصیب ہے وہ جو خدا کے وعدے پر ایمان نہ لائے یا ان کی بودی تاویل کر کے دنیا کو گمراہ کرے۔ اس کے بعد حالات کی نزاکت کو دیکھئے کہ یہودنا مسعود مسیح علیہ السلام سے کیا چاہتے تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی جناب مسیح کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرتا ہے کہ ”پھر بعد اس کے مسیح ان کے حوالے کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے۔ گالیاں سننا، طمانچے کھانا، ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑائے جانا اس نے دیکھا آخر صلیب پر چڑھا دیا۔“ (ازالہ اوہام ص ۳۸۰، خزائن ج ۳ ص ۲۹۵)

”یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کئے گئے اور صلیب بھی دیئے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے صلیب دے کر پھر ان کو قتل کیا گیا۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۷۶، خزائن ج ۲۱ ص ۳۳۵)

”عیسائیوں کا یہ بیان کہ درحقیقت مسیح پھانسی کی موت سے مرگیا..... اور عیسائیوں کے لئے کفارہ ہو گیا۔“

(ازالہ اوہام ص ۲۷۳، خزائن ج ۳ ص ۲۹۲)

بہر حال مرزائی عیسائی اور یہودی اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح نعوذ باللہ ذلت کی زندگی میں صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ گویا دنیا میں وجاہت نصیب نہیں ہوئی اور اس پر بھی ان تینوں قوموں کا ایمان ہے کہ یہودیوں کا مکر مسیح کے ساتھ یہی تھا کہ صلیب پر چڑھائیں اور ذلت کی موت ماریں۔ اب کلام مجید کو دیکھئے وہ پر زور اس کی تردید کرتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا نہ ہی مسیح کی ذلت کسی نے کی نہ ان سے کوئی ٹھٹھا کر سکتا۔ نہ وہ صلیب پر دیئے گئے نہ ان کو کوئی قتل کر سکا۔ چنانچہ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یہ ناپاک ارادہ کیا تو ہم نے جہاں مریم صدیقہ کے ساتھ چند وعدے مسیح کے متعلق کئے تھے وہاں خود مسیح کے ساتھ ایک وعدہ کیا اور وہ یہ ہے۔ ”اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا (آل عمران: ۵۰)“ جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو پورا لینے والا

ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں اور ان یہود سے تجھے پاک کرنے والا ہوں۔
 اللہ تعالیٰ نے جناب کلمتہ اللہ سے یہ وعدہ کیا کہ میں تمہیں روح مع الجسم کے ساتھ لینے والا ہوں۔ یہ وعدہ عیسیٰ علیہ السلام سے ہو رہا ہے۔ جو روح مع الجسم سے مرکب تھا۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں صرف تیری روح کو لینے والا ہوں۔ نہیں جناب عیسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ ہم تمہیں لینے والے ہیں یہاں موت کا کوئی قصہ ہی نہیں اور اگر بفرض محال اس کے یہی معنی کئے جائیں جیسا کہ مرزا قادیانی کرتا ہے کہ میں تمہیں موت دینے والا ہوں تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہود تجھ کو مصلوب کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور چونکہ حکومت ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ایسی حالت میں نعوذ باللہ گو میں تیری مدد کرنی چاہتا ہوں۔ مگر مرعوب ہوں اور ذرائع مسدود ہیں۔ اس لئے اس وقت مدد نہیں کر سکتا۔ ہاں تیری روح قبض کر دوں گا۔ سبحان اللہ کیا بودی چیز ہے۔ روح تو سبھی کا قبض ہوتا ہے پھر اس میں کیا تخصیص ہے ایک اور بے تکلی بھی سنئے مرزائی ترجمہ اس آیت کا یہ ہوا کہ اے عیسیٰ میں تمہیں مارنے والا ہوں اور تیری روح اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

العیاذ باللہ کلام مجید کی بلاغت پر دھبہ آتا ہے۔ کیونکہ تکرار آ گیا ہے۔ جو چیز ایک آیت سے بخوبی نکل سکتی تھی یعنی انی متوفیک میں تجھے مارنے والا ہوں اور جب مر گیا تو روح خود بخود پرواز کر گئی۔ یہ تکرار کیوں کی میں تمہیں مارنے والا ہوں۔ میں تمہاری روح لینے والا۔ مارنا اور روح کا لینا ایک ہی چیز تھی۔ کلام مجید کی بلاغت پر دھبہ لگا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ترجمہ غلط ہے۔ صحیح نہیں اور اس کے غلط ہونے کے بہت سے وجوہ ہیں اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر بقول مرزا جناب مسیح کو موت آئے تو یہود نام مسعود کی تائید ہوئی۔ کیونکہ وہ یہی چاہتے تھے۔ گویا یہود کی خفیہ تجویز کامیاب ہوئی اور خدا کی خفیہ تدبیر ناکام ہوئی۔ حالانکہ اللہ نے اپنے لئے خیر الما کرین فرمایا ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ وہی صحیح ہے جو شارع علیہ السلام سے لے کر آج تک اجماع امت میں چلا آیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس بزرگ ہستی کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو عند المرزا نہایت معتبر اور جس کے لئے حضور سرکار مدینہ نے فہم کی زیادتی کی دعاء فرمائی تھی اور جو قرآن کو اول نمبر پر سمجھنے والے تھے۔

چنانچہ عم زادہ رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ”فاجتمعت الیہود علی قتله فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء یتطہرہ من صحبۃ الیہود (نسائی وابن مردودیہ ذکرہ فی السراج المنیر ج ۱ ص ۵۳۹، طبع بیروت)“
 یعنی جب یہود مسیح کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ

میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا اور کفار یہودی کی صحبت سے پاک رکھوں گا۔ ﴿
 اور ایسا ہی (تفسیر معالم ج ۱ ص ۱۶۲) میں ابن عباس سے روایت مرقوم ہے۔
 جب وہ شخص جوحیح کو پکڑنے کے لئے گیا تھا۔ مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل کو
 بھیج کر مسیح کو آسمان پر اٹھالیا اور اسی بد بخت یہودی کو (یعنی یہوداہ اسکر یوٹی) مسیح کی شکل پر
 بنا دیا۔ پس یہود نے اس کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا۔“

امام فخر الدین رازی (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۷۲، ۷۱) میں زیر آیت ”وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا
 عِيسَىٰ“ حسب ذیل ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ مکر الہی اس وقت پایا گیا جب کہا خدا نے انی متوفیک اور انی متوفیک کے معنی ہیں۔
 اے عیسیٰ میں تیری عمر پوری کروں گا اور پھر تجھے وفات دوں گا۔ پس میں ان یہود کو تیرے قتل کے
 لئے نہیں چھوڑوں گا۔ بلکہ میں تجھے اپنے آسمان اور ملائکہ کے مقرر کی طرف اٹھالوں گا اور تجھ کو ان
 کے قابو میں آنے سے بچالوں گا اور یہ تفسیر نہایت ہی اچھی ہے۔ تحقیق تونی کے معنی ہیں کسی چیز کو ہر
 لحاظ سے اپنے قابو میں کر لینا اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض آدمی خیال کریں گے کہ حضرت
 عیسیٰ کا جسم نہیں روح اٹھائی گئی تھی۔ اس واسطے انی متوفیک کا فقرہ استعمال کیا۔ تاکہ یہ کلام دلالت
 کرے اس بات پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم بمعہ روح آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ ان کی
 تونی کے معنی زمین سے نکل کر آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہے اور اگر کہا جائے کہ اس صورت میں تو
 تونی اور رفع میں کوئی فرق نہ ہوا۔ بلکہ دونوں ہم معنی ہوں۔ اگر ہم معنی ہوں تو پھر افعک الیٰ کا
 فقرہ بلا ضرورت تکرار کلام میں ثابت ہوا۔ جواب اس کا ہم یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انی متوفیک
 سے صرف حضرت عیسیٰ کی تونی کا اعلان کرنا ہے اور تونی ایک عام لفظ ہے۔ جس کی ماتحت بہت
 قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک تونی موت کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک تونی آسمان کی طرف بمعہ
 جسم اٹھالینا ہے۔ پس جب انسی متوفیک کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور افعک الیٰ تو اس فقرہ
 سے تونی کی ایک قسم مقرر و معین ہو گئی۔ پس کلام میں تکرار نہ رہا اور مطہرک من الذین کفروا
 کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے ان یہودی کی صحبت سے جدا کرنے والا ہوں اور تیرے اور ان کے درمیان
 علیحدگی کرنے والا ہوں اور امام جلال الدین سیوطی (تفسیر جلالین ص ۵۲) ”وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا
 عِيسَىٰ“ کی تحت میں فرماتے ہیں۔

”جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو اپنے قبضے میں کرنے والا ہوں اور دنیا سے
 بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے الگ کرنے والا ہوں۔ کافروں کی صحبت

سے اور تیرے تابعداروں کو تیرے مخالفوں پر قیامت تک دلائل اور تلوار سے غالب رکھنے والا ہوں اور امام فخر الدین رازیؒ (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۷۲، ۷۳) ”وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ“ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

”قول الہی رافعك الیٰ تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ اٹھا لیا اور اواد ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی۔ پس سوائے اس کے کچھ نہ رہا کہ کہا جائے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور معنی یہ ہیں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کفار سے بالکل پاک و صاف رکھنے والا ہوں اور تجھے دنیا میں نازل کرنے کے بعد فوت کرنے والا ہوں اور اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن شریف میں بکثرت ہے۔“

ان تراجم و تقاسیر سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہود کا وہ ناپاک منصوبہ جو جناب کلمتہ اللہ کے لئے انہوں نے تجویز کیا تھا کہ قتل کریں گے اور صلیب پر چڑھائیں گے یا طرح طرح سے ہنسی ٹھٹھا کریں گے اور تمسخر اڑائیں گے۔ پورا نہیں ہوا بلکہ مالک الملک نے ان کی تدبیر سو کے مقابل تدبیر خیر کی اور وہ یہی وعدہ تھا جو بلا توقف ایفاء کا متنی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جناب جبرائیل اور اس کے ماتحتوں کو بھیجا۔ جیسا کہ اس کے وعدے کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا ہوں اور ان یہود سے تجھے پاک کرنے والا ہوں۔ جناب جبرائیل کلمتہ اللہ کو اس مکان سے جس میں کہ وہ محصور تھے نکال کر آسمان پر لے گئے اور اس طریق سے یہودنا مسعود سے آپ کو پاک کیا اور ویسے بھی مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ وہ معجزات عطا کر رکھے تھے جن کی نظیر ہی نہیں۔ مثلاً مادر زادہ کوڑھی اور اندھوں کا اچھا کرنا، مٹی کے پرند بنا کر ان میں پھونک مارنا اور ان کا پرواز کرنا، مردوں کو زندہ کرنا یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان میں کوئی خاص طاقت تھی اور جب ایسی ایسی خوبیاں موجود تھیں اور ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا تو اس کا انکار کس طرح کیا جائے کہ مردے تو آپ کے حکم پر زندہ ہوں۔ اندھے سو جھا کے ہو جائیں۔ مادر زاد کوڑھے چنگے بھلے ہو جائیں اور جب اپنی جان خطرے میں ہو تو بے بس رہیں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ جب ان تمام معجزات کو مانا جاتا ہے جو بظاہر ناممکن اور سنت اللہ کے خلاف ہیں اور جن کا فاعل مسیح علیہ السلام ہے تو مسیح کے رفع الی السماء کو کیوں نہ مانیں۔ جس کا فاعل باری تعالیٰ ہے۔ یا تو خدا کی قدرتوں اور طاقتوں کا سرے سے انکار کریں کہ مولانا کو یہ طاقت نہیں کہ وہ کرۂ زمہریر و آفتابین سے کسی خاکی کو لے جاسکے اور اگر یہ خیال فاسد و باطل ہے تو ایک انسان کیا وہ چاہے تو تمام مخلوق کو لے جاسکتا ہے۔ کیونکہ وہ ”وَاللّٰهُ عَلٰی“

کل شئی قدیر“ ہے۔ وہ خطرناک کڑے جو برف اور آگ بنا دیتے ہیں وہ بھی اسی کی مخلوق ہیں اور انسانوں سے زیادہ تابع فرمان ہیں اور خدا کی حمد و تقدیس ہمہ وقت بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم شاہد ہے ”کل قد علم صلاته وتسبیحه (النور: ۴۱)“ ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے اور اپنی زبان میں اس کی حمد و فکر کرنا جانتی ہے۔ جمادات ہی کو دیکھ لیجئے اور مثال کے طور پر جناب داؤد علیہ السلام کے واقعہ ہی کو لے لیجئے۔ قدرت نے انہیں وہ لُحْن عطاء کیا تھا جس کی نظیر ہی نہیں آپ جب حمد و ثناء کرتے تھے تو پرند اور پہاڑ جواب دیتے تھے۔ جیسا کہ قرآن شاہد ہے ”یا جبال اؤبی معہ والطیر (سبأ: ۱۰)“ اس کے علاوہ جناب ابراہیم کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ نمرودی چہ جس میں ہزاروں من لکڑیاں جل چکی تھیں اور جس پر پرند پرواز کرنے سے عاجز تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ہی حکم سے ”قلنا یانار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراہیم (الانبیاء: ۶۹)“ ٹھنڈی ہوئی۔ مفسرین بردا و سلاماً کی تفسیر میں متفقہ طور پر لکھتے ہیں کہ اگر سلامتی والی سرد نہ کہا جاتا تو وہ اتنی سرد ہوتی کہ ابراہیم سردی سے ”واصل السی الحق“ ہو جاتے۔ دریائے نیل ہی کو دیکھ لیجئے کہ جاں قبٹیوں کے لئے قہار بنا دیا ہاں سبٹیوں کے لئے رحیم بھی تھا۔ اس لئے خدا کی وہ مخلوق وہ کرہ زہریرہ ہو یا آتشین کی کیا طاقت ہے جو احکام سردی کے خلاف سر مو بھی فرق لائے۔ ہاں آج کل کے فلسفی بھلا اس بات کو کیا جانیں کہ روز شیاطین آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں اور ملائکہ کے کاروبار اور باتوں کو سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربان پہلے ہی دن سے اس بات پر مامور ہیں کہ جب وے آویں تو آگ کے شعلوں سے ان کی تواضع کی جائے۔ چنانچہ یہ ایک عام مشاہدے کی چیز ہے۔ جسے عرف عام میں ستاروں کا ٹوٹنا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ آج کل کے فلسفی تو اس بات پر تل گئے ہیں کہ چاند اور ستاروں میں شہر آباد ہیں اور کوشش ہو رہی ہے کہ ان کے کینوں سے ہم کلامی ہو۔ گو سائنس اور فلسفہ کلام مجید کے سامنے بیسیوں دفعہ جھل و شرمندہ ہوا اور ہوتا رہے گا۔ مثلاً کلام مجید نے اعلان کیا کہ تمہارے ہاتھ اور پاؤں تمہاری بد اعمالیوں کی ویسی ہی گواہی دیں گے جیسے کہ تمہاری زبان ترجمانی کرتی ہے۔ یہ سن کر فلسفیوں کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ اس آیت کریمہ پر ”تشہد ارجلہم (یسین: ۶۵)“ طرح طرح سے ایک کافی مدت تک اعتراض ہوتے رہے۔ آخر فوٹو گراف ایجاد ہوئی تو منہ پر تالے پڑے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے جنگ موتہ کا واقعہ بیان فرمایا جو قریباً ایک مہینہ کی مسافت پر واقعہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا زید شہید ہوا اب علم جعفرؓ نے ہاتھ میں لیا وہ بھی واصل الیٰ الحت ہوا۔ اس کے بعد علم اسلام عبد اللہ بن رواحہؓ نے ہاتھ میں لیا وہ بھی شہید ہوا۔

اس کے بعد علم خالد بن ولیدؓ جو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے نے سنبھالا اور خدا کی مہربانی سے کامیاب ہوا۔ اسی حالت میں آپ جعفرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ جعفر کی بیوی بچوں کو نہلا کر سرمہ لگا رہی تھی۔ آپ بچوں کو دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور زانوں پر بٹھالیا۔ اسماءؓ نے پوچھا کیا ان کے والد کی کوئی خبر آئی ہے۔ فرمایا ہاں وہ شہید ہوا۔ ایسی ایسی اور سینکڑوں اخبار مدتوں فلسفیوں کا کھلونہ بنی رہیں۔ بالآخر ٹیلی فون و برقی تاریخیں ایجاد ہوئیں تو شرم کے آنچل سے منہ چھپانا پڑا۔ یہاں تو معاملہ ہی صاف ہے۔ خلاق کائنات اپنی مخلوق کو جہاں چاہئے اور جس طریق سے چاہئے لے جائے اور رکھے کسی کا کیا حق ہے کہ زبان کو ذرا سی جنبش بھی کرے۔ جب کہ فرقان حمید میں ایسے بھی واقعات موجود ہیں۔ جناب سلیمان علیہ السلام کے عہد رسالت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر شاہی دے رکھی تھی۔ وہاں جنات پر بھی شہنشاہی تھی اور پرندوں کی بول چال پر بھی خاصہ تصرف تھا۔ ایک دن جب کہ آپ فوج کا جائزہ لے رہے تھے۔ پرندوں میں سے ہد ہد کو غائب پایا۔ اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے غیر حاضری پر تعجب کیا اور معقول عذر پر معافی بتلائی۔ جب وہ حاضر ہوا تو عرض کی کہ میں نے آج ایک ایسے ملک پر پرواز کیا ہے جس کے لوگ چاند اور سورج کی پرستش کرتے ہیں اور ان پر ایک عورت حکمران ہے اور اس کی عدالت کا تخت بہت عمدہ اور بڑا ہے۔ آپ نے نامہ ہدایت بھیجا۔ جس میں خدائے واحد اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی۔ اس نے اس کے جواب میں نبوت اور سلطنت کے امتیاز کے لئے تحائف بھیجے۔ آپ نے اس کے جواب میں ڈانٹ پلائی اور سختی سے توحید پر ایمان لانے کو لکھا۔ اس وقت آپ دربار عام میں اجلاس فرما رہے تھے اور رسالت کا رعب آپ کے فرق مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ جلالت نبوت میں آپ نے مصاحبین پر نظر دوڑائی اور فرمایا: ”ایکم یایتنی بعرشہا قبل ان یاتونی مسلمین“ تم میں سے کون ہے جو اس سے پہلے کہ وہ مسلمان ہو کر آئے۔ اس کا تخت یہاں اٹھالائے۔ ”قال عفریت من الجن انا آتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک (النمل: ۳۹)“ جنات میں سے ایک دیو بولا میں لاسکتا ہوں۔ اس کو اس سے پہلے کہ آپ کھڑے ہوئے اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں۔ یعنی جو وقت کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں خرچ ہوتا ہے۔ اسی تھوڑے سے وقت میں اس بھاری بھر کم تخت کو آپ کی خدمت میں حاضر کر سکتا ہوں اور اس پر میں زبردست امانت دار بھی ہوں۔ اس کے بعد ایک اور نے یوں لب کشائی کہ ”قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک (النمل: ۴۰)“ عرض کیا جناب میں لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ آنکھ چھکیں۔ کیونکہ مجھے تو ریت کا علم دیا گیا ہے۔

اللہ اللہ خدا کا کلام اور اس کی مخلوق کے ادنیٰ افراد کو تو یہ طاقت ہو کہ وہ مہینوں کی مسافت سے بھاری بھرم تخت آن واحد میں لانے میں قدرت رکھتے ہوں اور لا کر حاضر کر دیں۔ مگر وہ خلاق جہاں جو ساری دنیا و مافیہا کا مالک ہو رزاق ہو۔ اپنی مرضی و مشیت کے مطابق جہاں چاہے لے جانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ مرزائی عموماً جہالت سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ طاقت و قدرت تو ہے مگر وہ اپنے تو انین کو نہیں بدلتا۔ اس کا سہل اور صحیح جواب تو یہ ہے کہ قانون قدرت کی تابعداری ہمارے لئے ہے نہ کہ خلاق جہاں کے لئے۔ ہم احکام سرمدی کے تابع فرمان ہیں۔ وہ کسی قانون یا حکم کا تابع نہیں اور اگر ہماری طرح وہ بھی تابع و مطیع ہو جائے تو واللہ علی کل شیء قدیر کیسا اس طاقتوں اور قدرتوں کی حد بست ہی نہیں۔ جیسا کہ ہم مرزا قادیانی کے حوالوں سے قبل ثابت کر آئے ہیں۔ ایک انسان کا آسمان پر لے جانا تو کیا وہ تو وہ غالب و قادر ہستی ہے جو ان یشاء یذهب کم ویات بخلق جدید وما ذالک علی اللہ بعزیز (ابراہیم: ۱۹، ۲۰) کا اعلان فرماتی ہے۔ یعنی اگر وہ مالک الملک چاہے تو ہم سب کو ایک سیکنڈ کے بیسیوں حصے میں معہ مال و املاک غرق کر دے اور اس سے تھوڑے عرصے میں ایک ایسی ہی اور نئی مخلوق ہماری طرح کھاتی پیتی لٹی جھگڑتی لے آوے اور تم تو یہی کہو گے کہ یہ قطعاً محال و غیر ممکن ہے۔ مگر وہ خلاق جہاں کے فرمان کے مطابق نہایت آسان ہے اور یہ مسیح علیہ السلام کے لئے روح الامین کو بھیج کر منگانا بھی ہم کمزور ایمان والوں کی تسلی کے لئے تھا ورنہ وہ پاک ذات تو ایسی زبردست و زور آور ہے کہ جب وہ ارادہ کرتی ہے کسی امر کا تو بس اتنا ہی حکم کر دیتی ہے کہ ہو جا بس حکم کے ساتھ ہی وہ ہو جاتی ہے۔ نہ اسے ہماری طرح بودے سہارے اور وسائل مطلوب ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی ضرورت ہے۔ ہاں اس کے قادر و توانا ہونے کا ایمان ہونا چاہئے۔ کتب سیر میں لکھا ہے کہ نوح کے طوفان کے وقت ایک ایماندار بوڑھی غریب عورت تھی جب جناب نوح نے طوفان کی آمد کی خبر دی تو قوم نے استہزاء کیا۔ مگر وہ ڈری اور ایمان لائی۔ چنانچہ جب بھی وہ نوح علیہ السلام سے ملاتی ہوتی۔ عرض کرتی بیٹا نوح طوفان کے وقت مجھے یاد رکھنا اور اپنی کشتی میں مجھے بھی جگہ دینا۔ اتفاق کی بات ہے کہ طوفان کے موقع پر وہ نوح علیہ السلام کی یاد سے اتر گئی۔ جب دنیا زیر و زبر ہو چکی اور پانی کا فور ہوا تو آپ کشتی سے اترے نہ کہیں مکان تھے نہ محل نہ باغ تھے نہ وادیاں۔ ایک ہو کا علم تھا۔ جو چاروں طرف حاوی تھا۔ چلتے چلتے چکی کی کھر کھاہٹ کی آواز سنی۔ تعجب ہوا یہ آواز کیسی۔ سامنے جھونپڑا نظر آیا۔ کوڑ بند تھا۔ دستک دی تو وہی بڑھیا لڑکھڑاتی سامنے آئی اور کہا بیٹا نوح کیا طوفان کے آنے کا دن آ گیا اور تم مجھے لینے آئے ہو۔ جناب نوح نے جواب دیا اماں

وہ تو گذر چکا اور دنیا غرق ہوئی۔ اس نے تعجب سے ہاتھوں کو مسلا اور کہا واللہ مجھے تو اس کا کچھ علم بھی نہ ہوا۔ آپ نے جواب دیا تم روز گیہوں کو پیستی ہو مگر وہ چند گیہوں جو کیلی کے ساتھ چٹے رہتے ہیں صحیح و سالم ہی رہتے ہیں۔ ان پر کوئی آج تک نہیں آتی۔ اسی طرح جو خدائے واحد کی واحدانیت سے لگاؤ رکھتے ہیں وہ ہمیشہ محفوظ و مامون رہتے ہیں تو حاصل یہ ہوا کہ ایمان ہونا چاہئے دیکھئے ہمیں تعلیم ہی کچھ ایسی دی گئی ہے۔ یومنون بالغیب ظاہر کی آنکھ سے ہم نے خدا کو نہیں دیکھا۔ ملائکہ اور جنات کو نہیں دیکھ سکتے۔ سروردو جہاں ﷺ کو نہیں دیکھا۔ قرآن منزل من اللہ ہوتے نہیں دیکھا۔ معراج جسمانی کے ہم شاہد نہیں۔ شق القمر کے ہم تماشاخی نہیں۔ اس کے علاوہ اور بیسیوں چیزیں ہیں جو ہمارے مشاہدے میں نہیں آئیں۔ مگر ہم سب کا اس پر کامل بھروسہ اور ایمان ہے کہ یہ سب چیزیں صحیح اور درست ہیں۔ حالانکہ ہمارے عقل و فکر سے وراء الوراہ ہیں۔ اصل میں ہمارے ایمان ایمان نہیں رہے یا تو وہ سرے سے ہم سے کنارہ کش ہوئے یا وہ توہمات باطلہ سے اس قدر کمزور ہیں کہ ان میں وہ اہلیت کا مادہ ہی نہیں خیر القرون میں ہمارے جیسے چند ایک گنوار دیہاتی سرکار مدینہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور ایمان لانے کا اقرار کیا۔ زبان فیض ترجمان سے مشیت الہی یہ جواب نے دلوا یا۔

”قالت الاعراب امنوا ولم تؤمنوا ولكن قولوا سلمنا (حجرات: ۱۴)“ کہا گنواروں نے کہ ایمان لائے ہیں ہم کہہ دے میرے حبیب کہ نہیں ایمان لائے تم لیکن یہ کہو کہ مسلمان ہوئے ہم اور ابھی نہیں داخل ہوا۔ ایمان بیچ دلوں تمہارے کے، اور یہاں تو مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے میں اشکال ہی نہیں۔ جب کہ سروردو جہاں ﷺ کا معراج جسمانی ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور جمہور امت کا اس پر ایمان ہے ارشاد ہوتا ہے۔ ”سبحان الذی اسرئ بعدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی (بنی اسرائیل: ۱)“ ﴿پاک ذات ہے وہ مولا جو لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔﴾

مگر افسوس یہاں بھی مرزائی الٹی کھوپڑی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کو خواب میں سیر کرایا گیا اور یہ چیزیں روح نے دیکھیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے بندے کو سیر کرایا۔ اب بندہ روح مع الجسد دونوں کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح یا عیسیٰ انی متوفیک و ارفعک الی میں عیسیٰ روح مع الجسد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو پورا پورا لینے کا وعدہ فرما رہے ہیں۔ نہ کہ خالی روح کو اور یہ روح کی حقیقت بھلا مرزا جیسے باتونی کیا جائیں۔ حالانکہ وہ

ٹوٹی پھوٹی گفتگوزی عربی سرقہ کر کے جوڑ توڑ ملانے پر ہی قادر تھے۔ غور سے سنئے ہم اسی روح میں سے عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت کرتے ہیں۔ مگر گوش ہوش چاہئے اور دل کی صفائی ارشاد ہوتا ہے۔ ”ویستلونک عن الروح قال الروح من امر ربی (بنی اسرائیل: ۸۵)“

سوال کرتے ہیں اے محمد ﷺ تجھ سے روح کیا ہے۔ کہہ دے روح میرے مالک کا ایک حکم ہے۔ ناظرین! آپ نے ابھی اسی کتاب میں ذکر کیا علیہ السلام کے بیان میں پڑھا ہے کہ جناب یحییٰ نے یہ بشارت دی تھی۔ ”ومصدقاً بکلمة من اللہ (آل عمران: ۳۹)“ یعنی میں ایک کلمتہ اللہ کی تصدیق کرتا ہوں اور کلمتہ اللہ کا ترجمہ ہے روح اللہ کا یا حکم اللہ کا۔

اس کے بعد جنابہ مریم کو ملائکہ نے ایک بشارت دی اور وہ یہ ہے۔ ”ان اللہ یبشرك بکلمة منه (آل عمران: ۴۵)“ یعنی تحقیق اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے اپنے ایک حکم کی۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ کلمتہ اللہ یا روح اللہ کون ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ”کلمة القاها الیٰ مریم (نساء: ۱۷۱)“ ﴿وہ اللہ کا کلمہ تھا جو مریم کی طرف القاء کیا گیا تھا۔﴾

اور ان کلمات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”والی اللہ ترجع الامور (بقرہ: ۲۱۰)“ ﴿اسی اللہ کی طرف تمام امور رجوع ہوتے ہیں۔﴾

”الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفع (فاطر: ۱۰)“ ﴿اسی کے طرف چڑھتے ہیں کلمے پاک اور عمل نیک بلند ہوتے ہیں۔﴾

ثابت ہوا کہ خدا کے کلمات خدا کی طرف ہی لوٹ جاتے ہیں اور مسج چونکہ کلمتہ اللہ تھے۔ اس لئے اللہ ہی کی طرف لوٹ گئے۔

مرزائی صاحبان ایک اور اعتراض کر کے جہلاء کو عموماً پھسلا لیا کرتے ہیں وہ یہ سرور دو جہاں خاتم النبیین ﷺ جو تمام انبیاء کے سردار ہیں اور جو ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ تو مدینہ طیبہ میں آرام کریں اور بنی اسرائیل کا آخری نبی آسمان کو زینت بخشے۔ اس میں حضور سرور کائنات ﷺ کی ہتک ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آقائے نامدا ﷺ کی اس میں ہتک نہیں ہے۔ بلکہ کمال عزت ہے کہ ان کے عہد رسالت میں ایک صاحب کتاب رسول ایک وفادار جرنیل کی حیثیت سے اسوہ نبی ﷺ پر جلتا ہوا محمدی امام کی اقتدائیں نماز پڑھے۔ حضور کی صداقت کو روشن کرنے کے لئے پیش گوئی کو پورا کرے۔ آسمان سے آوے اور نبی عربی کی سلامی کو روضہ اطہر پر حاضر ہوا اور حسب پیش گوئی سرکار مدینہ حج کرے۔ صلیب کو توڑے، خنزیر کا کھانا حرام قرار دے، شیلٹ کو باطل ثابت کرے۔ تمام اہل کتاب کو لوٹائے محمدی کی پناہ میں لاوے اور اس قدر

عاشق زار ہو کہ زندگی میں امت محمدیہ میں ہونے کی خواہش کرے اور جب دم و اہلسین ہو تو محمد عربی ﷺ کے روضہ اطہر میں دفن ہونے کی آرزو کرے اور آپ ﷺ کے پہلو میں دفن ہو اور لطف تو یہ ہے کہ سب پیشگوئی یتیم مکہ ﷺ روز جزا کو جناب صدیق و عمر کے درمیان اللہ کے دو محبوب اکٹھے اٹھیں۔ ذیل میں ایک مضمون جناب مولانا شیخ الحدیث والنفسیر مولوی شبیر احمد عثمانی صدر المدرسین کا پیش کیا جاتا ہے۔ پڑھئے اور سردھنئے۔

”افضل البشر کی عظمت میں کسی کا کیا موہنہ ہے کہ ہم سے گونے سبقت لے جائے۔ ایک وہ ہیں جن کے خیال میں حضرت مسیح علیہ السلام برائے چندے آسمان پر رہ کر افضل بن سکتے ہیں اور ہم وہ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ واللہ وہ سرزمین جس پر سرور کائنات ﷺ کے قدم پڑتے ہیں۔ اس آسمان سے ہزار درجہ افضل ہے۔ جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ اس کے غیر مہتمائی فرشتے بھی آباد ہیں۔ ایک وہ ہیں جو مکین کو مکان کی وجہ سے شرف دیتے ہیں اور ہم وہ ہیں جو مکان کو مکین کی وجہ سے اشرف سمجھتے ہیں۔“ لا اقسام بھذا البلد وانت حل بھد البلد (بلد: ۲۰۱) ”اے محمد ﷺ میں اس شہر مکہ کی قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ تو اس میں رہتا ہے۔ خدا کی جنت اس کے نام کے گرد دور کرتی ہے اور اس کے جہنم اس کے تبرک نام سے خائف ہیں۔ کوئی نہیں جس پر ایمان لانا اس کے بعد درست ہو۔ اس لئے کہ اب وہ آ گیا جو سارے جہاں کو تسلی دینے والا ہے۔ ہر پیا سا اسی کے بحر شریعت سے سیراب ہوگا۔ ہر بھوکا اسی کے دسترخوان سے شکم سیر ہوگا اور ہر خائف اس کے حرم امن میں پناہ پائے گا۔ اس کا دامن خدا تعالیٰ کے دائمی رضا کا ضامن ہے۔ کوئی نہیں جس کا نام اس کے نام سے اونچا ہو سکے۔ کوئی نہیں جو اس کی نبوت کے بعد اپنی طرف دعوت کا حق رکھتا ہو۔ اس لئے کہ امام آ گیا اور وہ حامل لواء ہے اور سب اس کے جھنڈے کے نیچے ہیں۔ اس راز کو آشکارا کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام جیسا اولوالعزم نبی آئے گا اور دنیا کو دکھلا دے گا کہ یہ وہ نبی ہے جس کے دور میں انبیاء امتی بن کر بسر کرتے ہیں اور دوسروں کے شفیع بن کر خود اس کی شفاعت سے مستغنی نہیں۔“

اور ویسے بھی جناب کلمتہ اللہ کی دعاء جو انجیل میں اب تک موجود ہے۔ ایک آرزو تھی جو پوری ہوگی۔

”اے رب بخشش والے اور رحمت میں غنی تو اپنے خادم کو قیامت کے دن اپنے رسول کی امت میں ہونا نصیب کر۔“ (انجیل، بر بناس: ۲۱۲، آیت: ۱۳: ۲۹۴)

اور کیا مسلمان عہد میثاق کو بھول گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح انبیاء سے عالم قدس

میں نبی کریم ﷺ کی مدد و نصرت کا وعدہ لیا تھا اور کیا سرکارِ مدینہ ﷺ نے تمام انبیاء کی مسجدِ اقصیٰ میں امامت نہیں فرمائی اور وہ تمام مقتدی نہیں ہوئے اور کیا وہ حدیثِ پاک یاد سے اتر گئی۔ ”اول ما خلق اللہ نوری“

مرزائیوں کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ولادت تو انین قدرت کے مطابق ان کے باپوں سے ہوئی۔ مگر مسیح علیہ السلام کی ولادت بدوں مس بشر ہوئی۔ یہ بھی تو ایک نرالی بات اور فضیلت ہے۔ اس پر کیوں نہیں سیخ پا ہوتے اور عیسائیوں کے لئے اس پر اتنا حماقت ہے۔ جب کہ آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں ہی نہ رکھتے تھے۔ یہ قدرت کے کارخانے ہیں۔ اس نے جس طرح چاہا اور جیسے منظور ہوا اور جو کچھ منظور ہوا بنا دیا یہ کوئی فضیلت کی چیز نہیں اور اگر یہی فضیلت ہے تو شیطان بھی تو ہزاروں برس فرشتوں میں آسمان پر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ مکان کی وجہ سے کلین کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔ فضیلت تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ عطاء کرے۔

”ذالك فضل الله يوتيهِ من يشاء والله ذو الفضل العظيم“

اور ہمارے اس بیان کی تصدیق جہاں اجماع امت سے ہوتی ہے۔ وہاں خود مرزا قادیانی اور موجودہ انجیل بھی پر زور تائید کرتی ہیں کہ نہ تو مسیح علیہ السلام قتل ہوئے۔ نہ صلیب دیئے گئے۔ نہ اس کو کسی نے طمانچے لگائے نہ ہنسی نہ ٹھٹھا کیا اور جو کیا گیا وہ اس سے کیا گیا۔ جو مسیح علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے مکان کے اندر آیا تھا اور جیسا کہ تفصیلاً ہم ابھی بیان کریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

”یہودیوں نے حضرت مسیح کے لئے صلیب کا حیلہ سوچا تھا۔ خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤں گا اور تیرا اپنی طرف رفع کروں گا۔“ (اربعین نمبر ۳۳ ص ۸، خزائن ج ۱ ص ۳۹۴)

”خدا کا مکر اس حالت میں کہا جاتا ہے..... جب ایک شریر آدمی کے لئے اس کے پوشیدہ منصوبوں کو اس کے سزایاب ہونے کا سبب ٹھہراتا ہے۔ قرآن کی رو سے یہی خدا کا مکر ہے جو مکر کرنے والے کی پاداش میں ظہور میں آتا ہے..... کافروں نے ایک بد مکر کیا کہ خدا کے رسول ﷺ کو مکہ سے نکال دیا اور خدا نے نیک مکر کیا۔ وہی نکالنا اس رسول کو فتح کا موجب ٹھہرا دیا..... خدا کے اس قسم کے بھی کام پائے جاتے ہیں کہ جس گڑھے کو ایک بد ذات ایک شریف کے لئے کھودتا ہے۔ خدا اسی کے ہاتھ سے اس میں اسی کو ڈال دیتا ہے۔“

(چشمہ معرفت ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۰۹، خزائن ج ۲۳ ص ۱۱۶، ۱۱۷)

معاملہ نہایت صاف و روشن ہے۔ یہودیوں نے مسیح کے لئے جو تجویز سوچی تھی۔ یعنی

قتل و صلیب وہ الٹ کر انہیں پر پڑی اور ان میں سے جو سب سے زیادہ محرک و مجرم تھا۔ وہ پھانسی اور صلیب پر لٹکایا گیا۔

چنانچہ مرزا قادیانی وعدہ الہی کے متعلق جو مسیح علیہ السلام کے ساتھ بچانے کے لئے کیا گیا تھا۔ لکھتے ہیں کہ ”وعدے کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص ۴۶، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

اور لگے ہاتھ اس آیت شریف انی متوفیک ورافعک کے ترجمہ پر بھی مرزا قادیانی کے دستخط کرادوں کہ وہی ترجمہ صحیح ہے۔ جو شارع علیہ السلام سے لے کر آج دن تک چلا آیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی اس مایہ ناز کتاب میں جو براہین احمدیہ کہلاتی ہے اور جسے قطبی کا خطاب دیتے ہوئے قطب ستارہ سے زیادہ محکم کہا گیا ہے اور جس کی رجسٹری کا اقرار سرکار مدینہ سے بزعمر مرزا ہو چکا ہے اور جو تربوز کی شکل میں دکھائی گئی اور جس کا اس مرزا قادیانی کی داڑھی اور کونیوں تک ہاتھوں کا ستیہ ناس کر گیا، کے (ص ۵۱۹ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۶۲۰) پر فرماتے ہیں۔

”میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“

ادھر آؤ مسیح قادیانی دیکھتے جاؤ
یہی ہے فتنہ آخر زمانی دیکھتے جاؤ
کجا شان پیغمبر اور مرزا غلام احمد
یہ تلمیس حکومت کی نشانی دیکھتے جاؤ

اب خیال کیجئے کہاں پوری نعمت اور کہاں موت یہ بے جوڑ کے تراجم شاید کسی قادیانی مرزائی لغات ہی میں ملیں گے یا اصطلاح قادیان میں خوشی موت کا دوسرا نام ہے۔ کہاں نعمت و انعام ترجمہ کرنا کہاں موت مارنا پہ اتر آنا یہ کچھ پنجابی نبی ہی کو زیب دیتا ہے۔ جہاں شاید شادی میں رونا اور ماتم میں ہنسا جائز سمجھا جاتا ہے۔ اب ہم آپ کی خدمت میں وہ انجیل پیش کرتے ہیں جو مرزائیوں کے لئے قابل حجت ہے اور جس کی صحت کا اقرار مرزا قادیانی سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں۔

”اور یہود اذور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں یسوع اٹھا لیا گیا تھا اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔ تب عجیب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہود بولا اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا وہی یسوع ہے۔ لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تھا تا کہ دیکھے کہ معلم (مسیح) کہاں ہے۔“

اس لئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے۔ پس تو اب ہم کو بھول گیا۔ مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیا تم احمق ہو کہ یہود اسخر یوٹی کو نہیں پہچانتے اور اسی اثناء میں وہ یہ بات کہہ رہا تھا کہ سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہود پر ڈال دیئے۔ اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔ لیکن ہم لوگوں نے جب یہود کی بات سنی اور سپاہیوں کا گروہ دیکھا۔ تب ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے۔“

(انجیل، برہناس فصل: ۲۱۶، آیت: ۱۰ تا ۱۱ ص ۲۹۷)

پس سپاہیوں نے یہود کو پکڑا اور اس سے مذاق کرتے ہوئے باندھ لیا۔ اس لئے کہ یہود ان سے اپنے یسوع ہونے کا انکار کیا۔ بحالیکہ وہ سچا تھا..... یہود نے جواب میں کہا شاید تم دیوانے ہو گئے ہو تم تو ہتھیاروں اور چراغوں کو لے کر یسوع ناصر کی پکڑنے آئے ہو۔ گویا کہ وہ چور ہے تو کیا تم مجھی کو باندھ لو گے۔ جس نے کہ تمہیں راہ دکھائی ہے۔ تاکہ مجھے بادشاہ بناؤ..... یہود نے بہت سی دیوانگی کی باتیں کیں۔ یہاں تک کہ ہر ایک آدمی نے تمسخر میں انوکھا پن پیدا کیا۔ یہ خیال کرتے ہوئے وہ درحقیقت یسوع ہی ہے اور یہ کہ وہ موت کے ڈر سے بناوٹی جنون کا اظہار کر رہا ہے..... اور میں یہ کیوں کہوں کہ کانہوں کے سرداروں ہی نے یہ جانا کہ یہود یسوع ہے۔ بلکہ تمام شاگردوں کے بھی معہ اس لکھنے والے حواری برہناس کے یہی اعتقاد کیا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یسوع کی پچاری ماں کنواری نے معہ اس کے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے یہی اعتقاد کیا۔ یہاں تک کہ ہر ایک کا رنج تصدیق سے بالاتر تھا۔ قسم ہے اللہ کی جان کی یہ کہ لکھنے والا اس سب کو بھول گیا۔ جو کہ یسوع نے اس سے کہا تھا۔ ازیں قبل کہ وہ دنیا سے اٹھالیا جائے گا اور یہ کہ ایک دوسرا شخص اس کے نام سے عذاب دیا جائے گا اور یہ کہ وہ دنیا کا خاتمہ ہونے کے قریب تک نہ مرے گا۔ اسی لئے یہ لکھنے والا یسوع کی ماں اور یوحنا کے ساتھ صلیب کے پاس گیا۔ تب کانہوں کے سردار نے حکم دیا کہ یسوع کو مشکلیں بندھا ہوا اس کے رو برو لایا جائے اور اس سے اس کے شاگردوں اور اس کی تعلیم کی نسبت سوال کیا۔ پس یہود نے اس بارہ میں کچھ جواب بھی نہ دیا۔ گویا کہ وہ دیوانہ ہو گیا۔ اس وقت کانہوں کے سردار نے اس کو اسرائیل کے جیتے جاگتے خدا کے نام کا حلف دیا کہ وہ اسے سچ کہے۔ یہود نے جواب دیا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ وہی یہود اسخر یوٹی ہوں۔ جس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ یسوع ناصر کی کوتہمارے ہاتھوں میں سپرد کر دے گا۔ مگر میں نہیں جانتا کہ تم کس تدبیر سے پاگل ہو گئے ہو اس لئے کہ تم ہر ایک وسیلہ سے یہی چاہتے ہو کہ میں ہی یسوع ہو جاؤں..... کانہوں کے سردار نے جواب میں کہا کیا اب تم کو یہ خیال سوچتا

ہے کہ اس سزا سے جس کا تو مستحق ہے اور تو اسی لائق ہے۔ پاگل بن کر نجات پا جائے گا۔ قسم ہے اللہ کی جان کی کہ تو ہرگز اس سے نجات نہ پائے گا۔ یہود نے جواب میں کہا اے آقا تو مجھے سچا مان کہ اگر تو میرے قتل کا حکم دے گا تو بہت بڑے ظلم کا مرتکب ہوگا۔ اس لئے کہ تو ایک بے گناہ قتل کر دے گا۔ کیونکہ میں خود یہود اسرائیل یوٹی ہوں نہ کہ وہ یسوع جادوگر ہے۔ پس اس نے اس طرح اپنے جادو سے مجھ کو بدل دیا ہے..... مگر اللہ نے جس نے انجاموں کی تقدیر کی ہے یہود کو صلیب کے واسطے باقی رکھا تا کہ وہ اس ڈراونی موت کی تکلیف کو بھگتے۔ جس کے لئے اس نے دوسرے کو سپرد کیا تھا..... انہوں نے اس کے ساتھ ہی دو چوروں پر صلیب دیئے جانے کا حکم لگایا..... یہود کو بچا کر کے صلیب پر لٹکایا اور یہود نے کچھ نہیں کیا۔ سو اس سچ کے کہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اس لئے مجرم تو بچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہود کی آواز اور اس کا چہرہ اور اس کی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اس کو یسوع ہی سمجھا۔“

(انجیل برنباس فصل: ۲۱، آیت: ۲۵ تا ۸۰ ص ۳۰۰ تا ۳۰۲)

”یسوع کے چلے جانے کے بعد شاگرد اسرائیل اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پراگندہ ہو گئے۔ رہ گیا حق جو شیطان کو پسند نہ آیا۔ اس کو باطل نے دبا لیا۔ جیسا کہ یہ ہمیشہ کا حال ہے۔ پس تحقیق شریروں کے ایک فرقہ نے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یسوع کے شاگرد ہیں یہ بشارت دی کہ یسوع مر گیا اور وہ جی نہیں اٹھا اور دوسروں نے یہ تعلیم پھیلانی کہ وہ درحقیقت مر گیا۔ پھر جی اٹھا اور اوروں نے منادی کی اور برابر منادی کر رہے ہیں کہ یسوع ہی اللہ کا بیٹا ہے اور انہیں لوگوں کے شمار میں بوبص نے بھی دھوکا دیا۔ اب رہے ہم تو ہم محض اس کی منادی کرتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں تاکہ آخر دن میں جو اللہ کی عدالت کا دن ہوگا چھکارا پائے جائیں۔“

(انجیل برنباس فصل: ۲۲، آیت: ۶ تا ۸ ص ۳۰۸)

چنانچہ اس اجمال کی تفصیل کی تائید شارع علیہ السلام کے اس معتبر و عزیز صحابی نے کی جو عند المرزا قرآن کریم کو اول نمبر پر سمجھنے والے تھے اور جن کے حق میں قرآنی فہم کی حضور اکرم ﷺ نے دعا بھی فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے (تفسیر معالم ج ۱ ص ۱۶۲) میں روایت منقول ہے۔

”جب وہ شخص جو مسیح کو پکڑنے کے لئے مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل کو بھیج کر مسیح کو آسمان پر اٹھالیا اور اسی بد بخت یہودی کو مسیح کی شکل پر بنا دیا۔ پس یہود نے اس کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا۔“

ناظرین! معاملہ نہایت صاف و عیاں ہے کہ مسیح علیہ السلام کے لئے جو مکر یہودیوں نے سوچا تھا۔ جیسا کہ کلام مجید شاہد ہے۔ ”و مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین (آل عمران: ۵۴)“ ﴿یعنی تدبیر کی انہوں نے (یہود نے) اور تدبیر کی اللہ نے اور اللہ بہتر ہے تدبیر کرنے والا۔﴾

اب یہ ظاہر ہے اور تاریخ انجیل قرآن و حدیث و جمہور امت بلکہ مرزا قادیانی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہود کی تدبیر مسیح کی رسوائی قتل و صلیب وغیرہ تھی اور خدا کی تدبیر حسب وعدہ و جیہائی الدنیاتھی۔ یعنی یہود برائی کرنا چاہتے تھے اور اللہ اس برائی سے بچانا چاہتا تھا۔ اس لئے یہود کی تدبیر اور اللہ کی تدبیر میں ایک خاص مخالفت تھی۔ اب واقعہ کی نزاکت و نوعیت کو دیکھئے۔ یہود نے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور قتل و صلیب کا حکم حکومت وقت صادر کر چکی تھی۔ اس میں اگر دیر تھی تو وہ صرف وقت کے پورا ہونے کی تھی۔ گویا یہود اپنی تدبیر میں کامیاب تھے۔ اس حالت میں جناب مسیح نے دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ دعایہ کلمات ہم مرزا قادیانی کی زبانی پیش کرتے ہیں غور سے سنئے اور معاملہ کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

”چنانچہ یہ بات قرار پائی کہ کس طرح اس کو (مسیح کو) صلیب دی جائے۔ پھر کام بن جائے گا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی تو ان کے ظلم و جور سے بچنے کے لئے دعا مانگی۔“

(تختہ گولڈ ویس ۱۲، جزائن ج ۱ ص ۱۰۶)

”حضرت مسیح نے خود اپنے بچنے کے لئے تمام رات دعا مانگی تھی اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ ایسا مقبول درگاہ الہی تمام رات رور و کر دعا مانگے اور وہ دعا قبول نہ ہو۔“

(ایام صلح ۱۱۲، جزائن ج ۱ ص ۳۵۱، غلام احمد قادیانی)

”یہ قاعدہ مسلم الثبوت ہے کہ سچے نبیوں کی سخت اضطراب کی ضرور دعا قبول ہو جاتی ہے۔“

(تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۸۳، مجموعہ اشتہار رات ج ۲ ص ۱۰۰ احاشیہ، غلام احمد قادیانی)

مرزا قادیانی خود اقرار کرتا ہے کہ مسیح نے یہود کے شر سے بچنے کے لئے ساری رات رور و کر جناب الہی میں التجاء کی اور اس کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ ایسے مقبول کی دعا قبولیت سے خالی نہیں رہتی۔ چنانچہ یہی یہود کا مکر تھا۔ جس کے بچنے کے لئے مسیح علیہ السلام نے دعا کی تھی اور اس کے جواب میں ارشاد ہوا۔ ”و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین“ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہود کیا چاہتے تھے۔ قتل و مصلوب کرنا، اور اللہ کیا چاہتا تھا مسیح کو بچانا۔ چنانچہ اس دعا کی قبولیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”یا عیسیٰ انی متوفیک“ ﴿اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو۔﴾

جناب مسیح اطمینان قلب کے لئے عرض کرتے ہیں۔ مولا تو مجھے کس طریق سے بچائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے ”ورافعلک الی“ ﴿اور اٹھالوں گا اپنی طرف﴾۔
 جناب مسیح عرض کرتے ہیں یا اللہ یہ یہود جو میرے خون کے پیاسے مکان کو محصور کئے ہوئے وقت کے منتظر کھڑے دانت پیس رہے ہیں ارشاد ہوا۔

”ومطهرک من الذین کفروا“ ﴿اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے۔﴾
 اور ان یہود سے تمہیں بالکل پاک کرنے والا ہوں۔ یعنی یہ کم بخت پھر تمہیں دیکھ نہ سکیں گے اور ان کی گرفت تم تک نہ پہنچ سکے گی۔

جناب مسیح عرض کرتے ہیں یا اللہ میرے خواری اور تابعداروں کا کیا ہو گا وہ میرے اٹھائے جانے کے بعد طرح طرح کے مظالم کے شکار ہوں گے۔ ارشاد ہوا: ”وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمة“ ﴿اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں۔ غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں۔ قیامت کے دن تک۔﴾

یہ تھی وہ کیفیت یہود کے بد مکر کی کہ مسیح کو ذلت و خواری سے قتل و مصلوب کریں اور اس کا جواب خدا نے مکر خیر سے یہ دیا تھا کہ نہیں ہم اپنے بندے کو دنیا و آخرت دونوں میں رسوا و ذلیل نہ ہونے دیں گے۔ بلکہ تمہاری منحوس صحبت سے بالکل جدا کر لیں گے اور یہی نہیں تمہاری اس بد اعمالی اور مکاری کی سزا قیامت تک تمہاری آل و اولاد تک کو بھگتنی پڑے گی اور مسیح کے نام لیوا یعنی (عیسائی و مسلمان) قیامت تک تم پر غالب و حکمران رہیں گے۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ کترہ زمین پر یہود کی آج تک سلطنت نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی ملک و کوئی قوم ان کی ہمسائیگی کو دوست رکھتی ہے۔ آج فرانس سے اخراج ہو رہا ہے تو کل جرمن دھکے دے رہا ہے۔ غرضیکہ کوئی ملک ان کی بود و باش پسند نہیں کرتا۔ رہ سہ کر ان کا مسکن و مامن بیت المقدس تھا۔ جو سنہری مصلحتوں کی ضرورت سے ان کی آبادی کا حال ہی میں مرکز بنا۔ مگر وہاں عربوں نے ان کو وہ لگنی کا ناچ نچا رکھا ہے کہ توبہ ہی بھلی ہے۔ غرضیکہ یہ راندہ درگاہ قوم دنیا کے کونے کونے میں بھگتی اور خوار ہوتی پھرتی ہے۔ مگر کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اب اگر مرزا قادیانی کے معنی و مفہوم کو لیا جائے یعنی یہ ترجمہ کیا جائے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو موت دوں گا اور تیری روح کو اپنی طرف اٹھالوں گا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ یہود پلید نے جو تمہاری رسوائی اور موت کی تدبیر کی ہے یعنی وہ جو تم کو قتل و صلیب دینا چاہتے ہیں ان کے مقابل میں میں نے یہ تجویز لطیف کی ہے کہ تمہیں ضرور موت بذریعہ قتل و صلیب دی جائے گی۔ سبحان اللہ کیا اچھی تجویز ہے کہ وہ تمہیں مارنا چاہتے ہیں اور میری تدبیر تجھے مار کر

چھوڑے گی۔ یہ تو یہود کی تائید ہوئی اور اگر نعوذ باللہ صحیح ہے تو ”واللہ خیر الماکرین“ کیوں کہا۔ جب کہ اور کوئی تدبیر ہی نہیں آتی اور کتنا دلچسپ ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ یہود یوں کے نزدیک جو صلیب پر مرے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک سفید جھوٹ یا دجالانہ حکمہ ہے۔ لعنتی تو وہ ہے جو جھوٹ بکے۔ وہاں تو یہ لکھا ہے کہ گنہگار و مجرم جو صلیب دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے اور پھر یہ ترجمہ کرنا کہ تیری روح کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کس قدر بودا اور مضحکہ خیز ہے۔ کیا روحیں کوئی اور بھی اٹھاتا ہے۔ ہاں یاد آیا بہشتی مقبرہ کے نام پر نکلے توڑنے والے زاہد نما گرگ جو جنت کے ٹکٹ تقسیم کرتے ہیں چاہے مردہ دفن ہونے سے پیشتر عذاب الہی میں گرفتار ہو، اور پردہ پوش کرنے کے بعد چاہئے اس کی قبر میں جہنم کی آگ ہی کیوں نہ بچھائی جائے۔ یار لوگوں کو اس سے کیا، مردہ جہنم میں جائے یا جنت میں انہیں تو اپنے حلوے مانڈے کی خیر منانی چاہئے۔ شاید ان لوگوں نے کوئی ایسا حکمہ بھی کھول رکھا ہو جو موصیٰ ۱۰/۱ حصہ نہ ادا کر سکا ہو اور اس کے رشتہ دار قادیان کو دوزخی مقبرہ خیال کرتے ہوں۔ اس کی روح کو وہ محکمہ ناظر امور عامہ کی جناب میں کسی ذبیہ میں بند کر کے خلیفہ جی کے حجرہ خصوصی میں رکھ دیں۔ ہم کلام مجید کے حوالے سے ثابت کر آئے ہیں کہ تمام کلمات اور نیک عمل اس کی طرف صعود کرتے ہیں۔ پھر اس میں تخصیص کیسی کہ اے عیسیٰ میں تیری روح کو رفع کروں گا اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ مسیح پھانسی پر تو ضرور چڑھایا گیا۔ ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں بھی ٹھونکی گئیں۔ منہ پہ طمانچے بھی لگائے گئے اور طرح طرح سے استہزاء بھی کئے گئے۔ مگر وہ احکم الحاکمین جو جناب مسیح کا وعدہ کنندہ تھا کچھ نہ کر سکا۔ دیکھتا اور سنتا رہا۔ مگر دل ہی دل میں افسوس کرتا رہا۔ ہاں اس نے کیا تو یہ کیا کہ عزرائیل سے منت کی کہ دیکھ یار تجھے ہی ہماری رعایت کرنا چاہئے مسیح کو کس قدر تکلیف بخشی ہو۔ مگر صلیب پر مسیح کی جان نہ نکالنا ایسا نہ ہو کہ وہ لعنتی موت مرے۔

تو بہ ہزار بار تو بہ خاتم بدہن کڑوڑ بار خاتم بدہن، اللہ معاف کرے گو نقل کفر کفر بنا شد ہے۔ مگر میں تو ان کفریہ کلمات سے بخدا اس قدر خائف ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ حیرت آتی ہے اس بناوٹی مسیح پر جو مثیل مسیح بن کر مسیح کو کوستا کیا بے نقط سناتا ہے۔ امت مرزا نیہ سے جب پوچھا جاتا ہے کہ کیوں صاحب خدا نے بھی اپنے رسول کو چھوڑتے ہوئے یہودنا مسعود کا ساتھ دیا۔ باوجود مسیح ساری رات دعاء مانگتا رہا۔ مگر صبح خدا نے بھی جواب دے دیا کہ میں تمہیں موت ہی دوں گا اور موت کی خبر سنانے کے بعد یہ کیوں کہا کہ تیری روح کو اپنی طرف اٹھاؤں گا تو جواب دیتے ہیں کہ مسیح کی تسلی تشریف کے لئے کہ گو تو صلیب پر مر رہا ہے مگر پھر بھی لعنتی نہیں ہے۔

حیرت آتی ہے اس بودے نظریے اور روی اعتقاد پر کہ یہ مرزائیوں کی عقل پر کیا پتھر

پڑے کہ ان سے بیچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے کا مادہ ہی جاتا رہا۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ جس بزرگ ہستی کو ”وجیہاً فی الدنيا والاخرة ومن المقربین (آل عمران: ۴۰)“ جیسے انعام عطاء ہوئے۔ بدوں مس بشر پیداؤں ہوئی۔ صالح کا خطاب عنایت ہوا۔ بیسیوں اعوجبہ خیر، عقل و فکر سے بالاتر معجزات عنایت ہوئے۔ کتاب و حکمت، تورات و انجیل من جانب خدا سکھلائی گئی۔ روح القدس سے تائید کی گئی۔ ایسی بزرگ ہستی کو کسی مزید تسلی تشفی کو بھی کوئی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں پھر اگر مرزائی عقائد سے ”ورافعلک الی“ کا یہ ترجمہ کیا جائے کہ میں تمہاری روح کو درجات دوں گا تو اس کی کیا خاک تسلی ہوگی۔ جب کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اور دل کے اوپر وجیہاً فی الدنيا کا وعدہ موجود ہو وہ تو یہ کہے گا۔ جیسی پہلے وعدے کی ایفا ہوئی ایسا ہی اب رفع الی اللہ ہوگی اور یہ تو یہودیوں کی عین تائید ہے۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ مسیح کو مصلوب کریں اور جب وہ موت دیئے گئے تو یہودی تمنا بدرجہ اتم برآئی۔ اس لئے تونی کے معنی وہی صحیح ہیں جو لغت عرب کی رو سے ہیں اور جن پر دنیا کے ستر کروڑ انسانوں کا ایمان ہے اور وہ یہ ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۵۳، طبع مصر) زیر آیت ”فلما توفیتنی . التوفی اخذ النشی و افیا“ یعنی تونی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا لینے کے۔
(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸۱) میں محارہ عرب بیان ہوا۔ ”توفیت منه درہمی“ میں نے اس سے اپنے درہم پورے لے لئے۔

اساس البلاغہ میں بھی یہ اصول لکھا ہے۔ ”استوفاه وتوفاه استکمله“ یعنی استیفا اور تونی دونوں کے معنی پورا پورا لے لینا ہے۔
تونی کا لفظ وفا سے نکلا ہوا ہے اور باب تفعّل کا صیغہ ہے۔ اسی طرح ایفاء تونی اور استیفا بھی اسی مادہ وفا سے بالترتیب باب افعال تفعیل اور استفعال کے صیغے ہیں۔ پس باب تفعّل اور استفعال میں اخذ یعنی لینے کے معنی زائد ہو جاتے ہیں۔ پس تونی اور استیفا کے معنی ہوئے۔ ”اخذ النشی و افیا“ یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ چنانچہ جناب امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب (الجواب الصحیح لمن بدل دین الی غیرہ ج ۲ ص ۲۸۵) پر فرماتے ہیں۔

”عربی زبان میں: تونی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور اس کو اپنے قابو میں کر لینا اور اس کی پھر تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک نیند کی تونی ہے دوسری موت کی تونی اور تیسری روح اور جسم کی تونی اور عیسیٰ اسی تیسری تونی کے ساتھ اہل زمین سے جدا ہو گئے۔“
اب ہم آپ کی خدمت میں قرآن کریم سے جناب امام تیمیہ کے اس فرمان کی

تصدیق کراتے ہیں تاکہ پھر کسی مرزائی کوچون و چرا کرنے کا یا راہی نہ رہے اور یہ نقطہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سارے کلام مجید میں یہ لفظ جب بھی یہ لفظ تونی کہا گیا ہے۔ مجاز کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی پورا لینے کے ہی لئے گئے ہیں اور جب بھی کسی مطلب کے لئے بیان ہوا۔ اس کے ساتھ کوئی قرینہ لگا دیا گیا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ بغیر قرینہ کے تونی بیان کیا گیا ہو اور اس کے حقیقی معنی موت نکلیں۔

فیصلہ کن اصول

..... ۱ یہ کہ جب تونی کے بعد رفع آجائے اور رفع کا صدور تونی کے بعد آئے تو اس وقت تونی کبھی موت کے معنوں میں نہیں آسکتا اور کس کو طاقت ہے کہ وہ لغت عرب سے اس کے خلاف کوئی مثال دکھلا سکے۔

..... ۲ جب کبھی بھی کسی موقعہ پر ”رفع، یرفع، رافع“ ان تینوں الفاظ میں سے کوئی بولا جائے۔ جہاں ذات حق فاعل ہو اور مفعول جوہر ہو۔ عرض نہ ہو اور صلہ الیٰ مذکور ہو اور مجرور اس کا ضمیر ہو۔ اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو تو وہاں سوائے آسمان پر اٹھانے کے اور کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔ ہے کوئی مرد میدان ہے تو لغت عرب سے اس کے خلاف کوئی مثال دکھلاوے تو ہم سے منہ مانگا انعام پاوے۔ مگر کسی نے کیا خوب کہا:

نہ خنجر اٹھے کا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کلام مجید میں جہاں بھی کہیں حقیقی موت یا زندگی کے لئے کوئی لفظ استعمال ہوا ہے تو وہ صرف امانت و احیا ہے اور اس موت اور زندگی کی فاعلی نسبت صرف اللہ ہی کی طرف کی گئی ہے۔ ہزارہا احادیث و اقوال الرجال میں اور عام عربی بول چال میں جہاں بھی موت اور زندگی کی نسبت کی گئی ہے وہ حیات و موت ہی سے ہے۔ کہیں تونی سے نہیں۔ جہاں بھی کہیں حیات کی ضد بیان ہوئی موت ہی کہا گیا۔ جہاں بھی کہیں محاورہ بیان ہو یا زندگی اور موت ہی ہوا۔ جہاں بھی مقابلہ کیا گیا تو انہیں دونوں الفاظ سے کیا گیا۔ کہیں حیات کے مقابلے میں تونی بیان ہی نہیں ہوا۔ نہ سارے قرآن میں نہ حدیث میں نہ ہی اقوال الرجال میں۔ کسی محدث و مفسر یا مجدد نے لفظ تونی کو حقیقی طور پر موت کے معنی میں استعمال نہیں کیا اور کبھی کیسے کوئی سکتا ہے۔ جب کہ موت اور زندگی دینا اور لینا اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اسی لئے جب بھی حقیقی نسبت کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا تو وہ صرف موت ہی تھا اور جب تونی بیان ہوا تو

وہ مجازی تھا۔ کیونکہ توفی کے فاعل فرشتے اور آدمی اور خدا اور خود موت ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ فرشتے آدمی اور موت خدا نہیں اور یقیناً خدا نہیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ توفی کے حقیقی معنی پورا لینے کے ہیں اور اگر یہ حقیقی معنوں میں اس کا مطلب موت ہوتا تو یقیناً اس کے فاعل غیر اللہ نہ ہوتے۔ بلکہ وہی یحییٰ ویمیت ہوتا۔ مثال کے طور پر چند ایک آیات قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔ جہاں موت اور زندگی کا حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس کا فاعل خدا ہے نہ کہ فرشتے یا انسان یا خود موت۔ اس کے بعد توفی کے وہ مقامات بیان کروں گا۔ جہاں جہاں یہ لفظ وارد ہوا ہے اور اس کے معنی مجاز کے طور ہی لئے گئے ہیں۔

.....۱ ”وما يستوى الاعى والبصير ولا الظلمت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما يستوى احياء ولا الاموات ان الله يسمع من يشاء“ (پارہ: ۲۲)

.....۲ ”خلق الموت والحيوة ليلوكم ايكم احسن عملا“ (پارہ: ۲۹)

.....۳ ”يخرج الحى من الميت ويخرج الميت من الحى ويحى الارض بعد موتها وكذلك النشور“

.....۴ ”يخرج الحى من الميت ومخرج الميت من الحى (انعام، پارہ: ۷)“

.....۵ ”وتخرج الحى من الميت وتخرج الميت من الحى (آل عمران، پارہ: ۳)“

.....۶ ”فيمسك التى قضى عليها الموت ، لا يذوقون فيها الموت الا الموتة الا ولى“

اسی طرح اور سینکڑوں جگہ یہ الفاظ آئے ہیں جو حقیقی موت کے لئے ہیں اور ان کا فاعل صرف خدا ہے۔

اب ہم آپ کی خدمت میں توفی کے وہ مقامات پیش کرتے ہیں جو اس قدر دلچسپ ہیں کہ وہ آپ کو یقین دلادیں گے کہ جہاں بھی ہم بیان ہوئے پورا لینے کے معنوں میں ہی آئے۔ ہاں مجازی طور پر کوئی قرینہ لگا کر موت کے مفہوم کو ادا کیا گیا۔ مگر فاعلی نسبت عام ہے خاص نہیں اور اس کے مقابلے میں احياء واموات میں کس قدر اہتمام کیا گیا کہ وہاں فاعلی نسبت سوائے ذات

باری کے کسی دوسرے کو قطعاً نہیں دی گئی۔

- ۱..... ”والذین يتوفون منكم ويذرون ازواجايتربصن
بالفسهن اربعة اشهر وعشرا (بقرہ)“
- ۲..... ”والذین يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية لا
زواجهم متاعا الى الحول“
- ۳..... ”والتي ياتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا اربعة
منكم فان شهد وافامسكوهن في البيوت حتى يتوفهن الموت اويجعل الله
لهن سبيلا“
- ۴..... ”ان الذین يتوفهم الملائكة ظالمی انفسهم قالوا فيم كنتم
قالوا كنا مستضعفين في الارض“
- ۵..... ”حتى اذا جاء احدكم الموت توفته رسلنا وهم لا يفرقون (انعام)“
- ۶..... ”حتى اذا جائتھم رسلنا يتوفونھم (اعراف)“
- ۷..... ”اذ يتوفى الذین كفروا الملائكة يضربون وجوھهم (انفال)“
- ۸..... ”فكيف اذا توفتھم الملائكة يضربون وجوھهم (محمد)“
- ۹..... ”الذین تتوفهم الملائكة ظالمی انفسهم (نحل)“
- ۱۰..... ”الذین تتوفهم الملائكة طيبين (نحل)“
- ۱۱..... ”قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم (سجده)“
- ۱۲..... ”واما نرينك بعض الذى نعدهم اونتوفينك فالىنا
مرجعهم (يونس)“
- ۱۳..... ”واما نرينك بعض الذى اونتوفينك فعلىنا البلاغ (رعد)“
- ۱۴..... ”واما نرينك بعض الذى اونتوفينك فالىنا يرجعون (مؤمن)“
- ۱۵..... ”والله خلقكم ثم يتوفكم ومنكم من يرد الى ارنال العمر (نحل)“
- ۱۶..... ”ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى ارنال العمر لكيلا
يعلم من بعد علم شيئا (حج)“
- ۱۷..... ”ومنكم من يتوفى من قبل ولتبلغوا اجلا مسمى ولعلكم
تعقلون (مؤمن)“

۱۸..... ”وکفر عنا سیئنا تنا وتوفنا مع الابرار (آل عمران)“

۱۹..... ”توفنی مسلما والحقنی بالصالحین (یوسف)“

۲۰..... ”هو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرہتم بالنهار ثم

یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی (انعام)“

۲۱..... ”اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا

فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی (زمر)“

۲۲..... ”ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین (اعراف)“

ناظرین تمام آیات مذکورہ بالا میں جہاں بھی توفی کا لفظ اطلاق ہوا ہے اس کے ساتھ قرینہ موجود ہے۔ بلا قرینہ لگانے کے کوئی آیت نہیں اور وہ قرینہ ہی ہم کو مجبور کرتا ہے کہ ہم یہاں توفی کے معنی موت لیں۔ مثلاً پہلی آیت شریف میں یہ آیا ہے۔ ترجمہ تم میں سے جو لوگ اپنی عمر پوری کر لیتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں اپنی عورتیں وہ وصیت کر جایا کریں۔ اب دیکھئے کہ عورتوں کا چھوڑ جانا اور وصیت کا حکم ہم کو مجبور کرتا ہے کہ ہم یہاں توفی کے معنی مجازی طور پر موت لیں۔ دوسری آیت میں بھی بیویوں کا پیچھے چھوڑ جانا اور اس کی عدت کا حکم صریح قرینہ ہے۔ یعنی تیوفون کے معنی یہ ہوں گے اپنی عمر کو پورا کر لینا ایسا ہی کہیں۔ حیات کا ذکر کرنے کے بعد توفی استعمال ہوا جو صاف قرینہ ہے کہیں خاتمہ بالخیر کہیں کچھ غرضیکہ بلا قرینہ کے ہم یہ امتیازی ہی نہیں کر سکتے کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ اس کے بعد توفی کے تین فاعل بیان ہوئے۔ فرشتے آدمی اور موت حالانکہ حیات و ممات صرف اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ مگر یہاں فرشتے آدمی اور موت فاعل ہیں۔ اب چند ایک آیات کے معنی پیش کرتا ہوں وہ ملاحظہ کیجئے اور انصاف سے کہئے کہ کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ آیت نمبر ۲ کا ترجمہ یہ ہوا وہ لوگ جو اپنے آپ کو موت دیتے ہیں اب کیا یہ معنی صحیح ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہی آیت نمبر ۳ کے معنی یوں ہوں گے۔ یہاں تک کہ موت ان کو موت دے دے۔ کیا موت بھی موت دیا کرتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر مرزا نیو! یہاں کیا معنی کرو گے۔ حتیٰ یتوفهن الموت ظاہر ہے کہ توفی کے معنی موت نہیں۔ کیونکہ یہاں موت فاعل ہے۔ کیا موت توفی کرتی ہے اور توفی کے معنی تمہارے ہاں خود موت ہیں۔ ایسا ہی آیت نمبر ۱۲ ایک اور مزید اور فیصلہ کن بات پیش کرتی ہے۔ یعنی اس آیت میں توفی کا مفعول النفس ہے۔ یعنی روح اگر تمہارے معنی مان لئے جائیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ روح کو موت دیتا ہے۔ حالانکہ یہ امر بالکل غلط ہے اور اس

کے آگے چلے تو دجالیت کا بھانڈا ہی پھوٹ جاتا ہے۔ یعنی اللہ یتوفی الانفس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔ والقی لم تمت فی منامها۔ اب دیکھئے کہ توفی کا حکم بھی جاری ہے۔ مگر ساتھ ہی نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں۔

چنانچہ مرزا قادیانی ہمارے اس بیان حقہ کی پر زور تائید کرتا ہوا لکھتا ہے کہ ”چنانچہ دو مقامات پر توفی کے لفظ کا اطلاق نیند پر کرنا ایک استعارہ ہے جو بہ نصب قرینہ نوم استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی صاف لفظوں میں نیند کا ذکر کیا گیا ہے تاہر ایک شخص سمجھ لیوے کہ اس جگہ توفی سے مراد حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے۔“

(مندرجہ ازالہ اوہام ص ۳۳۲، خزائن ج ۳ ص ۲۶۹)

مرزا قادیانی اپنی باون سالہ مشرکانہ زندگی سے لے کر اٹھائیس سالہ مدت عمر یعنی لین کلیر تک اسی امید موہوم میں برابر صبح سے شام اور شام سے صبح تک لگاتار اس کوشش و وہم میں مبتلا رہا ہے کہ میری نبوت کا انحصار صرف عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے پر موقوف ہے۔ اگر میں اس مشن میں کامیاب ہوا تو کیا گری کی اور اگر ناکام ہوا تو گھر کا اثاثا البیت بھی گویا بھٹی کی نذر ہوا۔ چنانچہ یہ سولہ سال اس تگ و دو کوہوں یا دوڑ دھوپ عرض کروں میں کئے، اپنے اس آخری عمر میں ذیابیطس اور دوران سر کو لپیک کہا۔ کابلی اور سستی کو خوش آمدید کیا۔ ضعف قلب اور مرقا کا استقبال کیا۔ مسیح موعود کی صفات کو حاصل کرنے کے لئے آہ اس پیرانہ سالی میں قوت باہ کے نسخوں میں کستوری، مروارید، عنبر، کچلا، زعفران، فیون اور ٹانک و ان کو پیا کہ کسی طرح لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی نہ جاتا رہے۔ افسوس اس ارذل العمری میں صرف مسیح بننے کے خاطر محمدی کے ناکام عشق میں وہ وہ صعوبتیں برداشت کیں اور وہ وہ مصائب جھیلے کہ توبہ ہی بھلی ہے۔ اغیار و انصار کے طعنے سنے، یگانوں اور بیگانوں کی پھبتیاں سہیں۔ مگر یہ مسیح موعود بننے کا خبط جن کی طرح سر پہ مسلط و سوار ہی رہا۔ اپنی اس عمر میں جو بھی کتابیں لکھیں ان میں سوائے اس کے کو مسیح مر گیا وہ یوں صلیب دیا گیا۔ اسے یوں طمانچے لگے۔ یوں استہزاء ہوئی ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونکنے گئے۔ اندھیری آئی، طوفان آیا۔ رات اندھیری تھی، صبح سبت کا دن تھا۔ جلدی میں سپاہیوں نے نہ دیکھا کہ مرا ہے یا نہیں۔ غلطی سے، بھول سے صلیب سے اتار دیا۔ وہ تین دن تک قبر میں یا خفیہ مکان میں رہا۔ جہاں تیمارداری ہوتی رہی۔ مرہم عیسیٰ تیار ہوئی۔ ایسے ایسے خرافات جن کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر لکھ لکھ کر اپنے مرقا ہونے کا وہ ثبوت دیا جس کی نظیر ہی نہیں۔ چنانچہ چند ایک عبارتیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

.....۱ ”یہود کے علماء نے ان کے لئے ایک کفر کا فتویٰ تیار کیا اور ملک کے تمام علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے اس فتویٰ پر اتفاق کیا اور مہر س لگا دیں۔ مگر پھر بھی بعض عوام الناس میں سے تھوڑے ہی آدمی ان کے ساتھ رہ گئے۔ ان میں سے بھی یہود نے ایک کور شوت دے کر اپنی طرف پھیر لیا اور دن رات یہ مشورے ہونے لگے کہ توریت کی نصوص صریحہ سے اس شخص کو کافر ٹھہرانا چاہئے تاکہ عوام بھی ایک دفعہ بیزار ہو جائیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں۔ چنانچہ یہ بات قرار پائی کہ کسی طرح اس کو صلیب دی جائے پھر کام بن جائے گا۔“

(تحفہ گولڈویہ ص ۱۲، خزائن ج ۱ ص ۱۰۵، ۱۰۶)

.....۲ ”یہود نے نعوذ باللہ حضرت مسیح کو رفع سے بے نصیب ٹھہرانے کے لئے صلیب کا حیلہ سوچا تھا۔ اس سے دلیل پکڑیں کہ عیسیٰ ابن مریم ان صادقوں میں سے نہیں ہے جن کا رفع الی اللہ ہوتا ہے۔ مگر خدا نے مسیح سے وعدہ دیا کہ میں تجھے صلیب سے بچاؤں گا۔“

(ضمیمہ تحفہ گولڈویہ ص ۵، خزائن ج ۱ ص ۴۴)

.....۳ ”مسیح پر جو مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور کیلیں اس کے اعضاء میں ٹھوکی گئیں۔ جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا۔ یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۹۳، خزائن ج ۳ ص ۳۰۲)

.....۴ ”قرآن کریم میں ”انسی متوفیک ورافعک الی“ وارد ہے۔ سواس گھبراہٹ کے وقت میں مسیح نے خیال کیا کہ شاید آج ہی وہ وعدہ پورا ہوگا۔ چونکہ مسیح ایک انسان تھا اور اس نے دیکھا کہ تمام سامان میرے مرنے کے موجود ہو گئے ہیں۔ لہذا اس نے برعانت اسباب گمان کیا کہ شاید آج میں مر جاؤں گا۔ سو باعث ہیبت تجلی جلالی حالت موجودہ کو دیکھ کر ضعف بشریت اس پر غالب ہو گیا تھا۔ تب ہی اس نے دل برداشتہ ہو کر کہا ”ایلی ایلی لما سبقتنی“ یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اور کیوں اس وعدہ کا ایفانہ کیا جو تو نے پہلے سے رکھا تھا کہ تو مرے گا نہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۹۳، خزائن ج ۳ ص ۳۰۳، ۳۰۴)

اب حوالہ نمبر ۵ بھی ملاحظہ فرمادیں۔ ”چونکہ اس عاجز کی بھی (مرزا) مسیح کی طرح ذلت کی گئی ہے کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی ٹھڈ کوئی بے ایمان نام رکھتا ہے اور فقیر اور مولوی صلیب دینے کے بھی تیار ہیں۔ جیسا کہ میاں عبدالحق نے اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ اس شخص کے لئے مسلمانوں کو کچھ ہاتھ سے بھی کام کرنا چاہئے۔ انہیں الہام بھی ہو گئے ہیں کہ یہ جہنمی ہے۔ آخر جہنم میں پڑے گا اور ان میں داخل نہیں ہوگا۔ جن کا عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے۔“

سو آج میں اس الہام کے معنی سمجھا جو اس سے کئی سال پہلے براہین میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الیٰ یوم القیامۃ“ (ازالہ اوہام ص ۳۸۹، خزائن ج ۳ ص ۳۰۱)

حوالہ نمبر ۱ میں مرزا قادیانی خواہ مخواہ دجل کی بھٹی میں ابا لکھاتا ہوا فتویٰ اور مہروں کے ہیر پھیر میں علمائے کرام و صوفیائے عظام کو بدنام کر رہا ہے اور وہ صرف اس لئے کہ مابدولت کی مماثلت تمام ہو جائے۔ ورنہ فتوے اور مہر کی وہاں ضرورت ہی نہ تھی۔ گھر کی حکومت تھی اور انبیاء کا قتل شیر مادر کی طرح جزو عادت ہو چکا تھا۔ بہر حال نمبر ۲، میں یہ مسلم الثبوت ہے کہ یہود کا مکریا خفیہ تدبیر یہی تھی کہ جناب مسیح کو مصلوب کر دیا جائے اور یہ بھی مرزا قادیانی نے تسلیم کیا ہے کہ خدا کی خفیہ تدبیر یہ تھی کہ مسیح کو صلیب سے ضرور بچایا جائے گا۔ بلکہ یہ وعدہ الہی تھا۔ حوالہ نمبر ۳ میں مراقی مثیل مسیح قادیان کا جھوٹا نبی نئی کو اثبات میں تسلیم کرتا ہوا جناب مسیح کے ہاتھ اور پاؤں میں توازن دماغ کے درہم برہم ہونے سے کیلیں ٹھونک رہا ہے۔ بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ وعدہ الہی کیا ہوا، کیا اللہ میاں کے وعدے قرآن کو کبھی دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ”ان اللہ لا یخلف المیعاد“ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ حوالہ نمبر ۴ اور ۵ باگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ وعدہ یہی تھا۔ اے عیسیٰ تجھ کو پورا پورا لے لوں گا۔ (یعنی روح مع جسم) جیسا کہ عیسیٰ کے خطاب سے مترشح ہے۔ یعنی عیسیٰ مرکب بہ روح و جسد تھا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ چنانچہ مرزا قادیانی اس کا پورا پورا اعتراف کرتے ہیں کہ اسی وعدہ ایفائی کے لئے اس نے جناب باری میں التجاء کی اور بلکہ بشریت کے تقاضے میں یہاں تک کہہ دیا کہ اے خدا، اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اس کا صحیح اور واضح مطلب یہ ہے کہ مولا تیرا وعدہ تھا کہ میں تمہیں بچاؤں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور یہودیوں کی ناپاک صحبت سے تمہیں بکلی پاک کروں گا اور اب وہ وقت قریب ہے اور ابھی تک وعدہ ایفائی نہیں ہوئی۔ کیا تو نے مجھے چھوڑ دیا یا فراموش کر دیا۔

حوالہ نمبر ۵ میں پھر مماثلت کا بخار ہو رہا ہے اور سچائی سر پر چڑھ کر بول رہی ہے۔ یعنی اعمال متمثل ہو کر سامنے آرہے ہیں اور گناہ ہیبت ناک منظر پیش کر کے ڈرا رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جو کچھ بھی عالم ہو کر تم نے کیا وہ جاہل بھی کرنے کو تیار نہیں۔ بخدا ہمیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ آپ عورت ہیں یا مرد؟ اور کون سی متبرک ہستی ایسی باقی ہے جس کی پگڑی آپ کے ہاتھوں نہ اچھالی گئی۔ مگر شکر ہے کہ آج آپ کو ”انسی متوفیک“ سمجھ میں آیا۔ ”اس کو بھولا نہ جانئے جو پھر آئے شام“، مگر استقامت کی ضرورت ہے اور وہ آپ کی فطرت

میں نہیں۔ ابھی دیکھ لینا آپ اس نظریے کو خیر باد کہہ جائیں گے۔

”پیش گوئی جو براہین میں درج ہے اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور وہ الہام یہ ہے۔“ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الی یوم القیامۃ“ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں بھی پکارا گیا ہے۔“
(ازالہ اوہام ص ۴۱۸، خزائن ج ۳ ص ۳۱۸)

معزز ناظرین! میں نہ کہتا تھا کہ مرزا قادیانی میں استقامت کا مادہ ہی نہیں۔ سچ ہے قادیانی نبوت بے پیندے کا لوٹا واقع ہوئی ہے۔ اس کی حالت سیما بی بی ہے جسے قرار ہی نہیں۔ لیجئے اب اس الہام کی ارزانی ہو رہی اور اپنے اختیارات اولاد میں تقسیم ہو رہے ہیں۔

مرزا قادیانی نے یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک والا سرقہ شدہ الہام اپنی ذریت پر خواہ مخواہ تھوپنے کی ناکام کوشش اس لئے کی کہ وہ سعید الفطرت لوگ جو جھانسنے میں آنے سے بچ گئے ہیں۔ وہ کسی طرح مغالطہ میں آکر یہ سمجھیں کہ آخر مسیح موعود ذریت مرزا سے ہی ہوگا۔ اس لئے مرزا قادیانی کونز سے مادہ ہی سمجھ لیں۔ یعنی غلام احمد کا مریم بی بی ہی قرار دے کر مسیح موعود کی انتظار کریں۔ بہر حال اس کلمے میں جو الو پھنس جائیں گے وہ بھی تو اپنے ہی کیا مضائقہ ہے مابدولت عیسیٰ نہ سہی مریم ہی سہی۔ ضرورت تو دجل کی ہے وہ کسی طرح چل جائے۔ مگر فقیر کے خیال میں مرزا قادیانی کو ایک بات پر قرار ہی نہیں واقعات کے تمام پہلو ہر طریق سے اپنے ہی ہیں۔ لڑکا ہوا تو سچے اور لڑکی ہو تو سچے اور کچھ نہ ہو تو سچے، کیونکہ بشارتیں تینوں ہی قسم سے دی گئی ہیں۔ زچہ کو لڑکا ساس کو لڑکی اور پڑوسن کو جاتے جاتے کہہ دیا کہ اولاد اس کے مقسوم میں ہی نہیں۔ جو لڑکا ہوا تو ساس بولی تم نے تو لڑکی کہی تھی۔ راول کڑک کر بولا اپنی بہو کو سو گند دے کر پوچھ تمہیں غلطی لگی ہے اور پڑوسن نے مقسوم کا رونا رویا تو نظر بدکا بہرہ دے دیا۔ چلو چٹی ہوئی جوگی کی ولایت سچی۔ اس کے باپ کی سچی داد کہنے والے کا مفت میں منہ کالا۔ یہی حال مرزا قادیانی کا ہے۔ دیکھئے پنجابی نبی کا ذریت کو تقویض شدہ حق غضب کرنا واہ رہے میرے بے دم کے شیر۔

”انا اذا ودعنا الدنیا فلا مسیح بعدنا الی یوم القیامۃ یعنی میرے بعد (مرزا کے بعد) قیامت تک کوئی مسیح نہ ہوگا۔“
(اعجاز احمدی ص ۷، خزائن ج ۳)

ہے کوئی مسیح کالال جوان دونوں الہاموں میں تطبیق دے دے اور اس کے صلہ میں مبلغ سوا آنہ سکھا شاہی انعام میں پاوے۔ یہ تھی پنجابی نبوت اور سننے، ہم تمہیں مرزا قادیانی کے الہامی تھیلے یا براہین احمقیہ یا قطبی کے ایک اور صرف ایک حاشیے کی سیر کرائیں۔ دیکھئے الہامات کی بارش

ہو رہی ہے اور اس کے بہاؤ میں دجال اکبر تیرا کیاں کر رہا ہے۔

”بہت سے الہامات بطور اسرار ہیں جن کو یہ عاجز بیان نہیں کر سکتا۔ بارہا عین مخالفتوں کی حاضری کے وقت میں ایسا کھلا کھلا الہام ہوا ہے۔ جس کے پورا ہونے سے مخالفتوں کو بجز اقرار کے اور کوئی راہ نہیں۔ آیا ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ بعض امور میں تین طرح کا غم پیش آ گیا تھا۔ جس کے تدارک کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور بجز حرج و نقصان اٹھانے کے اور کوئی سبیل نمودار نہ تھی۔ اسی روز شام کے قریب یہ عاجز اپنے معمول کے مطابق جنگل میں سیر کو گیا اور اس وقت ہمراہ ایک آریہ ملا وال نامی تھا۔ (صاحبان یہی مرزا قادیانی کا پیٹنٹ گواہ ہے جس کا ہزاروں بار شہادتوں میں تذکرہ ہے۔ اس لئے میں اس کو مرزا قادیانی کا پرائیویٹ سیکرٹری کہوں گا۔ کیونکہ یہ ہمیشہ مرزا قادیانی کے ساتھ رہتا ہے۔ کم بخت رفع حاجت اور وحی کھاتہ کے وقتوں میں بھی نہیں ملتا) جب واپس آیا تو گاؤں کے دروازے کے قریب یہ الہام ہوا۔ (فقیر دو دفعہ قادیان گیا مگر بخدا کوئی آج تک وہاں دروازہ نہیں دیکھا) ”ننجیک من الغم“ پھر دوبارہ الہام ہوا ”ننجیک من الغم الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شئی قدير“ یعنی ہم تمہیں اس غم سے نجات دیں گے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ اسی قدم پر جہاں الہام ہوا تھا اس آریہ کو اس الہام سے اطلاع دی گئی۔ (کو تو الی میں گویا رپوٹ کر دی گئی) پھر خدا نے وہ تینوں طور کا غم دور کر دیا۔ ”فالحمد لله علیٰ ذالک“ (یہ محمدی کے نکاح کا غم تھا جو الہام سے دور ہو گیا) اور ایک اتفاقات عجیبہ سے یہ بات ہے کہ جس وقت شہاب الدین موحد نے مولوی صاحبان مدد و چین کی رائے بیان کی اس رات انگریزی میں ایک الہام ہوا۔ جو شہاب دین کو سنایا گیا۔ (بڑی مہربانی فرمائی) اور وہ یہ ہے۔

Through all men should be angry but God is with

you. He shell help you wards of God can not ex-change.

یعنی اگر تمام آدمی ناراض ہوں مگر خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری مدد کرے گا۔ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ پھر ماسوا اس کے اور بھی چند الہامات ہوئے جو نیچے لکھے جاتے ہیں۔

”من الخیر کلہ فی القرآن کتاب اللہ الرحمن الیہ یصعد الکلم الطیب“ یعنی تمام بھلائی قرآن میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہی اللہ جو رحمان ہے۔ اسی رحمان کی طرف کلمات طیبہ صعد کرتے ہیں۔ ”هو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمة اللہ“ وہ ذات کریم ہے جو ناامیدی کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی

رحمت کو دنیا میں پھیلاتا ہے۔ یعنی عین ضرورت کے وقت تجدید دین کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔
 ”یجتبی الیہ من یشاء من عبادہ“ جس کو چاہتا ہے بندوں میں سے چن لیتا ہے۔
 ”و كذلك مننا علی یوسف لنصرف عنه السوء والفحشاء ولتذکر قوما ما
 انذر اباؤہم فہم غافلون“ اور اسی طرح ہم نے یوسف پر احسان کیا تاہم اس سے بدی
 اور فحش کو روک دیں اور تا تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادوں کو کسی نے نہیں ڈرایا۔ سو
 وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس جگہ یوسف کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے کہ جو باعتبار کسی
 روحانی مناسبت کے اطلاق پایا واللہ اعلم بالصواب بعد اس کے فرمایا ”قل عندی شہادۃ
 من اللہ فہل انتم مؤمنون ان معی ربی سیہدین رب اغفر وارحم من
 السماء ربنا عاج رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ رب نجنی من
 غم ایللی ایللی لما سبقتنی“ کرہمائے تو مارا کر دگستاخ۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی
 ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا تا سیدت کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور
 پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کا قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور
 معارف اور حقائق الہیہ سے اطلاع کرنا یہ سب خدا کی شہادت ہے۔ جس کو قبول کرنا ایماندار کا
 فرض ہے۔ پھر بقیہ الہامات بالا کا یہ ہے کہ یہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہی مجھے راہ
 بتادے گا۔ اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر ہمارا رب عاجی ہے۔ اس
 کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ جن نالائق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں ان سے اے
 میرے رب مجھے زندان بہتر ہے۔ اے میرے خدا مجھ کو میرے غم میں نجات بخش۔ اے میرے
 خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ یہ سب
 اسرار ہیں۔ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں۔ جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہے۔ پھر بعد
 اس کے فرمایا ”ہو شعنا نعسا“ یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک
 اس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر بعد اس کے دو فقرے انگریزی ہیں۔ جن کے الفاظ کی صحت باعث
 سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں ہوئے اور وہ یہ ہیں۔

I Love You, I Shell you, You a large party of Islam.

چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اس کے پورے
 پورے معنی کھلے ہیں۔ اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔ پھر اس کے بعد یہ الہام ہوا۔ ”یا عیسیٰ
 انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الی یوم

القيمة ثلثة من الاولين وثلثة من الاخرين“ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ رفع درجات کروں گا یا دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو جو ان پر منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ۔ اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے۔ پھر اس کے بعد اردو الہام فرمایا۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا سے قبول کرے گا اور بڑے روز آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ ”الفتنة ههنا فاصبر كما صبر اولو العزم“ اس جگہ ایک فتنہ ہے سوا اولو العزم نبیوں کی طرح صبر کر۔

”فلما تجلئ ربه للجبل جعله دكا“ جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کرے گا۔ ”قوة الرحمان لعبيد الله الصمد“ یہ خدا کی قوت ہے جو اپنے بندے کے لئے وہ غنی مطلق ظاہر کرے گا۔ ”مقام لا تترقى العبد فيه يسعى الاعمال“ یعنی عبد اللہ الصمد ہونا ایک مقام ہے۔ جو بطریق موہبت خاص عطاء ہوتا ہے۔ کوششوں سے حاصل نہیں ہو سکتا ”يا داؤد عامل بالناس رفقاء واحسانا واذ احيتم بتحية فحيوبا حسن منها واما بنعمت ربك فحدث“ ”يوشل ڈوواٹ آئی ٹولڈ یو“ تم کو وہ کرنا چاہئے جو میں نے فرمایا ہے۔ ”اشكر نعمتي رايت خديجتي انك اليوم لذو حظ عظيم انت محدث الله فيك فاروقية“ اے داؤد خلق اللہ کے ساتھ رفیق اور آسانی کے ساتھ معاملہ کر اور سلام کا جواب احسن طور پر دے اور اپنے رب کی نعمت کا لوگوں کے پاس ذکر کر۔ میری نعمت کا شکر کرتو نے اس کو قبل از وقت پایا۔ آج تجھ سے حظ عظیم ہے تو محدث اللہ ہے تجھ میں مادہ فاروقی ہے۔ ”سلام عليك يا ابراهيم انك اليوم لدينا مكين امين ذو عقل متين . حسب الله خليل الله اسد الله وصل على محمد ما ودعك ربك وما قلنى الم نشرح لك صدرك . الم نجعل لك سهولة فى كل امر بيت الفكر وبيت الذكر ومن دخله كان امنا“ تیرے پر سلام ہے اے ابراہیم تو آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امانت دار اور قوی العقل ہے اور دوست خدا ہے۔ خلیل اللہ ہے، اسد اللہ ہے اور محمد پر درود بھیج۔ یعنی یہ اس نبی کریم کی متابعت کا نتیجہ ہے اور بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے تجھ کو ترک نہیں کیا اور نہ وہ تجھ پر ناراض ہے۔ کیا ہم نے تیرا سیدہ نہیں کھولا۔ کیا ہم نے ہر ایک بات تیرے لئے آسانی نہیں کی۔ کیا تجھ پر بیت الذکر اور بیت الفکر عطاء کیا اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص

وقصد تعبد، صحت نیت و حسن ایمان داخل ہوگا۔ وہ سوئے خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری مذکورہ بالا اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ جس کے حروف سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے اور وہ یہ ہے۔ ”مبارک و مبارک و کل امر مبارک يجعل فيه“ یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔ پھر اس بعد اس کے اس عاجز کی نسبت فرمایا ”رفعت وجعلت مبارکا“ تو مرزا اونچا کیا گیا اور مبارک بنایا گیا۔ ”والذین آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون“ یعنی جو لوگ ان برکات و انوار پر ایمان لائیں گے جو کہ تجھ کو خدا تعالیٰ نے عطاء کئے ہیں اور ایمان ان کا خالص اور وفاداری سے ہوگا تو ضلالت کی راہوں سے امن میں آجائیں گے اور وہی ہیں جو خدا کے نزدیک ہدایت یافتہ ہیں۔ ”یریدون ان طفئوا نور اللہ قل اللہ حافظ عنایت اللہ حافظك نحن نزلناه وانا له لحافظون . اللہ خیر حافظا وهو ارحم الرحمين ويخوفونك من دونه . ائمة الكفر لا يخف انك انت الاعلى . ينصرک اللہ فی مواطن . ان یومی لفضل عظیم . کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی . لا مبدل لکلماتہ بصائیر للناس . نصرتک من لدنی . انی منجیک من الغم . وکان ربک قدیر . انت معی وانا معک . خلقتک لیلاً ونهاراً . اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک . انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق“ مخالف لوگ ارادہ کریں گے کہ تا خدا کے نور (یعنی مرزا قادیانی) کو بجھادیں کہ خدا اس نور کا خود محافظ ہے۔ عنایت اللہ تیری نگہبان ہے۔ ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی محافظ ہیں۔ خدا خیر الحافظین ہے اور وہ ارحم الرحیمین ہے اور تجھ کو اور چیزوں سے ڈرائیں گے۔ یہی پیشوایان کفر ہیں۔ مت خوف کر تجھ ہی کو غلبہ ہے۔ یعنی حجت اور برہان اور قبولیت اور برکت کے رو سے تو ہی غالب ہے۔ خدا کئی میدانوں میں تیری مدد کرے گا۔ یعنی مجادلات، مناظرات، بحث میں تجھ کو غلبہ رہے گا۔ پھر فرمایا کہ میرا دن حق ہے اور باطل نہیں فرق بتین کرے گا۔ خدا لکھ چکا ہے کہ غلبہ مجھ کو اور میرے رسولوں کو ہے۔ کوئی نہیں کہ جو خدا کی باتوں کو نال دے۔ یہ خدا کے کام دین کی سچائی کے لئے حجت ہیں۔ میں اپنی طرف سے تجھے دوں گا۔ میں خود تیرا غم دور کر دوں گا اور تیرا خدا قادر ہے تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے لئے میں نے رات اور دن پیدا کیا جو کچھ بھی تو چاہے کر میں نے تجھے بخشا۔ تو مجھ سے وہ منزلت

رکھتا ہے جس کی لوگوں کو خبر ہی نہیں۔ اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں اور اعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندے کی مرضی بتائی گئی ہے اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئیں۔ ”ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء وقالوا ان ہوا فک افتری وما سمعنا بہذا فی اباءنا الاولین . ولقد کرنا بنی آدم وفضلنا بعضهم علی بعض . اجتبینا ہم واصطفینا ہم کذالک لیكون آیة للمؤمنین . ام حسبتم ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجباً . قل هو اللہ عجیب . کل یوم هو فی شان ففہمنا سلیمان وجدوا ربھا واستیقنتھا انفسم ظلما وعلوا . سلقى فی قلوبہم الرعب قل جاء کم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین . سلام علی ابراہیم صافیناہ ونجیناہ من الغم . تفردنا بذالک فاتخذ وامن مقام ابراہیم مصلیٰ“ اور کہیں گے یہ جھوٹ بنا لیا ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں میں یعنی اولیاء سلف میں یہ نہیں سنا۔ حالانکہ بنی آدم یکساں نہیں پیدا کئے گئے۔ بعض کو بعض پر خدا نے بزرگی دی اور ان کو دوسروں میں سے چن لیا۔ یہی سچ ہے تا مومنوں کے لئے نشان ہو۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہمارے عجیب کام فقط اصحاب کھف ہی تک ختم ہیں۔ نہیں بلکہ وہ خدا تو ہمیشہ صاحب عجیب ہے اور اس کے عجائبات کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ ہر ایک دن میں وہ ایک شان میں ہے۔ پس ہم نے وہ نشان سلیمان کو سمجھائے۔ یعنی اس عاجز کو اور لوگوں نے محض علم کی راہ سے انکار کیا۔ حالانکہ ان کے دل یقین کر گئے۔ سو عنقریب ہم ان کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔ کہہ خدا کی طرف سے نور اترتا ہے۔ سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔ ابراہیم پر سلام ہم نے اس کو خالص کیا اور غم سے نجات دی۔ ہم نے ہی یہ کام کیا سو تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو۔ یعنی رسول کریم کا طریقہ حقہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر شبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف طور پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ طریقہ خداوند کریم کے عاجز بندہ سے دریافت کر لیں اور اس پر چلیں۔

(براہن احمدیہ ص ۵۵۳ تا ۵۶۲، خزائن ج ۱ ص ۶۵۹ تا ۶۷۱)

”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الیّ یوم القیامۃ“ یہ صرف الہام ہے۔ ترجمہ جو مرزا قدیانی چاہے کرے۔ الہامی پٹارہ میں خالی ورق بھی ہونے چاہئے تاکہ دجالیت نشوونما پاتی رہے اور کذاب من مانی موج کھیلتا رہے۔

یہ الہام صرف سادہ ہی رکھا گیا ہے تاکہ ضرورت ایجاد کی ماں بن جائے اور ہتھیار وہ جو وقت پر کام آئے کے مصداق جھٹ مداری پٹارہ سے ہاتھی کا گھوڑا اور گھوڑے کا لوکا ہتھ بن سکے۔ ہاں صاحب کیا کہنے ہیں پنجابی نبی کے۔ صبح کو عاجز و مسکین ٹٹی۔ ٹائم میں مجدد و محدث حاضری کے وقت ظلی و بروزی نبی۔ ڈنر کے وقت نبی اور امتی اور بریک فاسٹ کے وقت۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تزیاق القلوب ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۳۴)

اور یہ کیوں نہ ہو جب کہ آپ کی وحی کالب و لہجہ ایسا ہے جیسے کہ کوئی بڑا انگریز سر پر کھڑا بول رہا ہے۔

”یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الیّ یوم القیمة“ عیسیٰ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے نام لیں گے کو قیامت تک منکروں پر غالب رکھوں گا۔“ (براہین احمدیہ ص ۵۱۹، خزائن ج ۱ ص ۶۲۰) میٹھا بیٹھا ہپ اور کڑوا تھو، سنا تھا آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اے کاش کہیں اپنے پہ بھی وہی ترجمہ کیا ہوتا۔ جو جناب کلمتہ اللہ کے لئے پسند فرمایا تھا یہاں کیوں نہیں کہتے کہ اے مرزا تجھ کو موت دینے والا ہوں۔ مگر یاد آ یا تم تو عالم کشف میں مردوں سے اپنی زندگی کو لمبا کرنے کے لئے لڑا کرتے ہو اور دھینگا مشتی کر کے بہ زور آمین کرایا کرتے ہو۔ (مکاشفات نمبر ۳۴) پھر بھلا اپنے نام پہ مرنے کا لفظ کیوں پسند کرو گے۔ جب کہ تم اپنی عمر بنانے کے لئے الہامی چکر میں ایسے الجھے کہ بیسوں متضاد الہام و جل کی مشین پر بن ڈالے۔ جن سے آپ کی عمر ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵ اور کشف والی دعا جو گردن پہ گھٹنہ رکھ کر کرائی گئی تھی کرید اور نیم چڑھا کے مصداق ہو جائے تو ۹۵ سال ہوتی ہے۔

”یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة نعمت فیک من لدنی روح الصدق“ یعنی اے مریم تو معاہدے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو۔ میں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ یہ اس آیت کے مقابل پر ہے۔ ”نفخنا فیہ من روحنا“ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی۔ جس کا نام روح الصدق ہے۔“ پھر سب کے آخر (براہین احمدیہ ص ۵۵۶) میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں یہ الہام ہوا۔

”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الیّ یوم القیامۃ“ اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام سے ظاہر ہوا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہو گیا۔ جس کے روح کا نفع ص ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفع سے پیدا ہوئی اور دیکھو (براہین احمدیہ ص ۴۹۶، ۵۵۶) اور اس واقعہ کو سورہ تحریم میں بطور پیش گوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائے گا اور پھر بعد اس کے مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی جائے گی۔ پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پا کر عیسیٰ کی روحانیت میں تولد پائے گا اور اس طرح پر وہ عیسیٰ بن مریم کہلائے گا۔ یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارے میں ہے جو قرآن شریف یعنی سورہ تحریم میں اس زمانہ سے تیراں سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورہ تحریم کی ان آیات کی خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرمادی۔ قرآن شریف موجود ہے ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو۔ پھر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیش گوئی جو سورہ تحریم میں بھی یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا۔ گویا اس میں سے پیدا ہوگا وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت ہے۔ کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا۔ جب کہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا۔ تا میں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کے لئے کوئی آیت اتا ردی جائے اور اعتراض سے مجھے سبکدوش کیا جائے اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا اور پھر جب اس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینوں کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں بذر یعنی اس الہام جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم ص ۵۵۶ میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا اور اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا ”فاجاءها المخاض الیّ جذع النخلة قالت یا لیتنی مت قبل هذا وکنت نسیا منسیا“ یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے درذرتہ کجھور کی طرف لے آئی..... کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور میرا نام نشان نہ رہتا۔“

(کشتی نوح ص ۴۵ تا ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۴۸ تا ۵۱)

”بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ تجھ میں حیض نہیں رہا۔ بلکہ وہ بچہ ہو گیا۔ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔“ (یعنی اللہ کا بیٹا ہے)

(تمتہ حقیقت الوحی ص ۱۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱)

نہ ڈر خدا سے اس کے عتاب سے لیکن

نبی کے غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

جناب غوث الاعظم نور اللہ مرقدہ کا ارشاد گرامی ہے۔ تیرا عمل تیرے عقائد کی دلیل ہے اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے۔ فرماتے ہیں جب عالم زاہد نہ ہو تو وہ اپنے زمانہ والوں پر عذاب ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس کا اچھی طرح سے معلم نہیں ہو سکتا وہ دوسروں کا کس طرح ہوگا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا فقر کے لئے چادر بنا ایک اور شخص نے کہا میں خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بلا کے لئے چادر بنا۔ کیونکہ اللہ اور رسول کی محبت فقر وفاقہ اور بلا سے ملی جلی ہوئی ہے۔ ان کا یہ بھی حکم ہے تکبر اور نخوت اور اترانے کو چھوڑ اپنی خوشی کو کم کر اور حزن کو بڑھا کہ تو دار الحزن یعنی دنیا میں قید ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ ہمیشہ غمگین رہتے خوشی کم کرتے اور ہنستے نہیں تھے۔ وہ یہ بھی فرماتے کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اسے حکم کرتا ہے کہ وہ تیری قسمت کو بدل ڈالے کیا تو اس سے زیادہ حاکم اور زیادہ عادل اور زیادہ رحیم ہے۔

سرکار مدینہ فدائے امی والی ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”ثلاثون کذابون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ترمذی ج ۲ ص ۴۵، باب ماجاء لا تقوم الساعة حتی یرج کذابون)“ فرمایا میرے بعد تیس بہت جھوٹ بنانے والے اور بہت جھوٹ بولنے والے ایسے خبطی بھی پیدا ہوں گے جو اپنے زعم باطل میں یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم اللہ کے رسول و نبی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نبیوں کا ختم کنندہ ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ فرمان رسالت کی روشنی میں کذاب قادیان میرے خیال میں ہی نہیں۔ جمہور اسلام کے نزدیک دجال اکبر ہے۔ جیسا کہ علمائے کرام کا متفقہ طور سے اس پر صاد ہے۔ اب اسی آواگون کے چکر ہی کو دیکھ لیجئے کہ اس بھول بھلیوں میں آپ کیا سے کیا بنے اور کون کون سا روپ اختیار کیا اور اس بہر و گپی کے انجام کو ملاحظہ فرمائیں کہ کولہو کے بیل کی طرح ناکام چکر کا نٹے ہوئے جہاں سے چلے تھے وہیں کھڑے ہیں۔ پنجابی میں ایک مثال ہے بھوں چوں کے لعنتی اگودے چک۔

اللہ اللہ الہام ”یا عیسیٰ انسی متوفیک ورافعک“ کی قدر و منزلت کو کم کرنے کے لئے اس قدر رازانی کی کہ سینکڑوں دفعہ تو ذات شریف پر مختلف معانی و مفہوم سمجھتے ہوئے چسپاں کر لیا۔ جس کا مطلب سوائے جناب کلمۃ اللہ پر فوقیت اور سبقت لینے کے اور کچھ نہ تھا۔ جیسا کہ وہ اس کا خود اظہار کرتا ہے۔

کرم کے بودی مرا کردی بشر
من عجب تراز مسیح بے پدر
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

ایک منم کہ حسب بشارات آدم
عیسیٰ کجاست تا نہد پابنرم

(ازالہ اوہام ص ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

مطلب یہ تھا کہ مابدولت رئیس قادیان جن کے آنے اور آبا کے باوانے گورنمنٹ برطانیہ کی راہ میں جانیں قربان کرنا سعادت عظمیٰ سمجھا تھا اور خود اس جناب سرکار نبی حکومت کا خود کاشتہ پودا باوا اور باوا کے ابا سے کچھ کم نہیں۔ کیونکہ میں گورنمنٹ کی خوشنودی مزاج کے لئے ”اولی الامر منکم“ کا ترجمہ انگریز محض اس لئے کہا کہ مجھے کوئی خطاب یا مریع ہی مل جائے۔ جنابہ قیصرہ ہند کی خدمت میں تحفہ قیصریہ ہدیہ فقیرانہ یا برگ سبز تحفہ درویش کر کے بھیجا جس میں جہاد کو حرام قرار دیا اور ان وحشی مولویوں کے نام بطوری آئی ڈی لکھے جو ان جذبات کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ اس رسالہ میں میری کوئی خاص ذاتی غرض نہ تھی۔ ہاں یہ خیال ضرور تھا کہ وہ ناکام مقدمہ بازی جو میرے والد نے مدتوں کی اور جس میں میں نے ایک کافی عرصہ ساتھ دیا اور بالآخر ۱۵ روپے کی نوکری کو بیکاری اور مفلسی پر ترجیح دیتے ہوئے وطن کو خیر باد کہا۔ شاید مراحم خسروانہ کے تصدق میں وہ زمین واپس مل جائے اور ویسے تو ہم فقیر منش اللہ والے درویشوں کو اس بات کی خواہش ہی نہیں ہوتی کہ کسی کی خوشنودی مزاج سنیں اور تحسین و آفرین سے کان آشنا ہوں یا مرحبا سے طبیعت ہی میں بشاشت آئے۔ مگر بتھنائے بشریت اکثر جنابہ مدوحہ کے گرامی نامہ کے الفاظ کا انتظار رہا ہے۔ طبیعت ایک دفعہ بے قابو ہوگئی اور جذبات مچل گئے تو ایک اور عرضداشت بھیجی جو خون دل کی سیاہی سے عقیدت کے ہاتھوں کمال انکساری

وعاجزی سے لکھی گئی اور جس میں صرف یہ اپیل کی کہ خدا کے لئے ہمارے اس رسالے کو صرف ایک دفعہ پڑھ یا سن لیا جائے جس پر ہم نے اس قدر محنت کی اور ایک خطیر رقم کے مصارف سے طبع کرایا اور یہ بھی عرض کی کہ مجھ خادم کو جو اخلاص و عقیدت جنابہ ممدوحہ سے ہے۔ وہ میں بیان نہیں کر سکتا اور میرا یقین یہ کہتا ہے اور دل یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ جنابہ قیصرہ نے غریب کا عقیدت کیشا نہ رسالہ تحفہ قیصرہ پڑھا ہو اور پھر دو لفظوں سے نوازا نہ جاؤں۔ اگر جنابہ ممدوحہ ملکہ قیصرہ نے پڑھا ہوتا تو ضرور شاہانہ الفاظ سے نوازا جاتا۔

اور یہ الہام جو روز ستاتے ہیں سو نہ نہیں دیتے وقت بے وقت ساون بھادوں کی بارش کی طرح آئے دن آتے ہی رہتے ہیں یہ کوئی ہمارے اختیار میں تھوڑے ہیں یا ہم ان کو کسی طرح روک سکتے ہیں۔ ہاں البتہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ڈپٹی کمشنر بنالہ کے حکم پر ان کی تبلیغ و اشاعت کو بند کر دیں۔ مگر وہ آتے تو روز ہیں جن دنوں میں ہم نے جنابہ ملکہ معظمہ کو تحفہ قیصرہ بھیجا تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ ہمارے خدا نے ہمیں دو الہام بھی پارسل کر دیئے تھے۔ پہلا الہام تو یہ تھا ”لک خطاب العزت“ یعنی ایک عزت کا خطاب، خاں صاحب، رائے صاحب، سردار صاحب وغیرہ تمہیں ملنے والا ہے اور دوسرا یہ تھا ”ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی طرف سے شکریہ۔“ گو ہم فقیر کوئی خطاب یا شکریہ پسند نہیں کرتے۔ مگر الہام تو ہمارے بس کاروگ نہیں وہ تو ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان دونوں الہاموں کی ایفاء مرزا قادیانی کی زندگی میں نہیں ہوئی۔ اس لئے ہمارے خیال میں جب مرزا قادیانی کا وہ بیٹا جو مسیح موعود ہو کر آئے گا اور جس کے متعلق مرزا قادیانی کا وعدہ ہم لکھ آئے اور جس کے متعلق یہ الہام مرزا قادیانی کو ہو چکا ہے۔ ”یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ و مطہرک من الذین کفرو الیّ یوم القیامۃ“

(کشتی نوح ص ۴۵، خزائن ج ۱۹ ص ۴۹)

اس کا پورا پورا انعام اس وقت جنابہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی ذریت سے جو صاحب سریر آرائے سلطنت ہوگا۔ مرزا قادیانی کے اس نونہال کو جو مسیح موعود بن کر آئے گا۔ کوئی عزت کا خطاب ملے گا اور اس طرح سے قادیانی خدا ان الہاموں کو پورا کرے گا۔
فالحمد لله على ذلك!

بخدا ہمیں تو مرزا قادیانی کی رسالت پر رحم آتا ہے کہ ایک ساٹھ سالہ سفید بھویں اور داڑھی والا بوڑھا آدمی کس طرح بیک جنبش مرد سے عورت بنا۔ بیچارے کو حیض آیا حاملہ ہوا۔ دو برس تک پردے میں مقید رہا۔ دس ماہ تک حاملہ ہوا آخر دروزہ کے مصائب جھیلے پھر زچگی کے

نواب میں مبتلا ہوا اور مر کر بچہ جنا جو باسٹھ سالہ تھا اور دانت گرے ہوئے تھے۔ ہنسی کی بات نہیں سوچنے کا موقع ہے کہ کون سے ایسے سورما جو ان کو یہ طاقت ہے کہ مرزا قادیانی کا اس فن میں مقابلہ کرے کسی میں ہمت ہے تو مرد میدان بنے اور ہم سے منہ مانگا انعام پاوے۔

کتب خرافات و زلییات میں ایک نہایت معتبر روایت جناب غوث پاک سے منسوب ہے۔ اس کے راوی مرزا قادیانی کے راویوں سے زیادہ معتبر ہیں۔ وہاں ملا دامل کھتری اور عبداللہ سنوری ہیں تو یہاں کھوتا رام کوٹھڑہ اور بلند اجڑا جیسے ذیقدر اصحاب ہیں۔ جنہوں نے سچائی کو کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے محلہ کا ایک گرانڈیل جوان جو اپنی رفیقہ حقیقت سے روز جھگڑا کرتا تھا۔ مچھلی لایا اور بیوی کو اس کے پکانے کی فوری تاکید کی وہ نیک بخت بولی کہ تم ندی سے پانی کا گھڑا بھرا لاؤ میں اسے تیار کرتی ہوں۔ جب وہ دریا پر پہنچا تو گرمی محسوس ہوئی اور نہانے کا طبعیت نے تقاضہ کیا۔ گھڑے کو کنارے پر رکھا اور خود دریا میں غوطہ زن ہوا۔ اس کی بیوی غوث پاک کی عقیدت کیش تھی اور اس کی آرتنگی مزاج کا کئی دفعہ دکھڑا رو چکی تھی۔ جناب غوث کی دعاء نے آج ظہور کیا وہ گرانڈیل جوان غوطے ہی غوطے میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور کسی دوسری بستی کے کنارے پر ایک نہایت خوبصورت عورت کے وجود میں ظاہر ہوا۔ وہاں کسی جوان نے اسے اپنی منکوحہ بی بی بنا لیا۔ وہ مدت تک ازدواجی زندگی میں منسلک رہا۔ سات بچے جنے اس کے بعد ایک دن اسی گھاٹ پر نہانے کو وہ آیا کہوں یا آئی۔ پھر نہانے کو طبیعت نے تقاضہ کیا دریا میں اتری اور پہلے ہی غوطہ میں وہاں پہنچی جہاں گھڑا مرد ہونے کی صورت میں رکھا تھا۔ بس جو نہی پانی سے ابھری گویا کہ وہی گرانڈیل آدمی تھا۔ گھڑا بھرا گھر میں پہنچا تو بیوی مچھلی تیار کر چکی تھی۔ مزے سے دونوں نے سیر ہو کر کھائی اور یہ واقعہ بھی ساتھ ساتھ بیان کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک! یہ عربی الفاظ مرزا قادیانی کی ہر ناممکن واقعات کی تحریر کے بعد ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم نے بھی ایسے پسند کرتے ہوئے عمل کیا ہے۔ مرزائی حضرات معاف رکھیں۔ اب ہم آپ کی خدمت میں دجال قادیان کی دجالیت نوازیوں اور جدت طرازیوں پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس طرح دجل بنایا کرتے اور مغالطے دیا کرتے تھے۔ اب نص قرآن کی متعدد آیات سے اس کا صریح اور بدیہہ ثبوت موجود ہے کہ یہودنا مسعود نے جناب مسیح کلمتہ اللہ کے لئے صلیب و قتل کا حیلہ سوچا تھا اور وہ قریباً قریباً اس میں کامیاب تھے۔ مگر قدرت سرمدی کو یہ گوارا نہ ہوا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ تجویز فرمایا اور مسیح کو اضطراب کی حالت میں وعدہ دیا کہ میں تمہیں بچاؤں گا۔ اب یہ کہنا کہ صلیب پر تو چڑھایا گیا۔ کیلیں ٹھوکی

گئیں رسوائی ہوئی۔ مگر بیہوشی اور نیم مردگی میں صلیب سے اتارے جانے کی وجہ سے جان بچ گئی۔ کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی ہے۔ جب کہ اللہ یہ فرمائے کہ ان کو کوئی ہاتھ نہ لگاسے گا اور اس کو کوئی قتل و مصلوب نہ کر سکا۔ اب ایک طرف قرآنی آیات ہیں اور دوسری طرف توہمات مرزا۔ ”انا ہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا“ اب دونوں راستے تمہارے سامنے ہیں اور کفر و شکر تمہارے اپنے اختیار میں ہے۔ اگر کفر کرو گے تو تمہاری اپنی ہی جانوں کا نقصان ہے اور اگر شکر کرو گے تو اس میں تمہارا پناہی فائدہ ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، ذیل میں مرزا قادیانی کا وہ بیان ہے جس کی کوئی سند ہی نہیں۔ بلکہ قرآن کے خلاف، حدیث کے خلاف، خلفائے راشدین اس سے بیزار، آئمہ اربعہ اس سے ناراض، مجدد محدث اس سے برہم، مفسر و صوفی اس سے پناہ گزین، رہ سہ کر ایک پنجابی نبی ہیں۔ جنہیں ٹیچی، شیر علی، خرائقی اور آئیل نے تنگ کر رکھا ہے اور یہ چاروں قادیانی فرشتے مرزا قادیانی کے قلب پر اس کو القاء کرتے ہوئے اس کی تشہیر کی منت گذاریاں کر رہے ہیں اور لطف تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی تاریخ اس کو پناہ نہیں دیتی۔ اب ”یسا عیسیٰ انی متوفیک“ کا ترجمہ و تفسیر کذاب قادیان کی زبانی سنئے۔

”پھر بعد اس کے مسیح ان کے حوالے کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور فقہوں اور مولویوں کے کہنے سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا۔ سب اس نے دیکھا آخر صلیب دینے کو تیار ہوئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت اور اتفاقاً یہودیوں کی عید فصح کا بھی دن تھا۔ اس لئے فرصت بہت کم ملتی تھی اور آگے سبت کا دن آنے والا تھا جس کی ابتداء غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو اگلے دن کے ساتھ شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے۔ تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا۔ تا شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اس وقت ایک سخت آندھی آگئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔ یہودیوں کو یہ فکر بڑ گئی کہ اب اگر اندھیری ہی میں شام ہو گئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ سوانہوں نے اس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی۔ جیسا کہ آج کل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس قسم کا کوئی رسہ نہیں ڈالا جاتا تھا۔ صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھوکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے پھر

اس کے ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت سے مسیح کے ساتھ ایسا نہ ہوا۔ عید صبح کی کم فرصتی اور عصر کا تھوڑا وقت اور آگے سبت کا خوف اور اندھی کا آجانا ایسے اسباب یک دفعہ پیدا ہو گئے۔ جس کی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا گیا اور دونوں چور بھی اتار لئے گئے۔ ہڈیوں کے توڑنے کے وقت خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ دکھایا کہ بعض سپاہی پلاطوس کے جن کو درپردہ خواب کا خطرناک انجام سمجھایا گیا تھا وہ اس وقت موجود تھے۔ جن کا مدعا یہی تھا کہ کسی طرح مسیح کے سر سے یہ بلائیں جائے۔ ایسا نہ ہو کہ مسیح کے قتل ہونے کی وجہ سے وہ خواب سچی ہو جائے۔ جو پلاطوس کی بیوی نے دیکھی تھی اور ایسا نہ ہو کہ پلاطوس کسی بلا میں پڑے۔ سو پہلے انہوں نے چوروں کی ہڈیاں تڑائیں اور چونکہ سخت آندھی تھی اور تاریکی ہو گئی تھی اور ہوا تیر چل رہی تھی۔ اس لئے لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں جلد گھروں کو جائیں سو سپاہیوں کا اس موقع پر خوب داؤ لگا۔ جب چوروں کی ہڈیاں توڑ چکے اور مسیح کی نوبت آئی تو ایک سپاہی نے یونہی ہاتھ رکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ اس کی ہڈیاں توڑی جائیں اور ایک نے کہا میں ہی اس لاش کو دفن کروں گا اور آندھی ایسی چلی کہ یہودیوں کو اس نے دھکے دے کر اس جگہ سے نکالا۔ پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۸۰، ۳۸۲، خزائن ج ۳ ص ۲۹۵ تا ۲۹۷)

دیکھئے مرزا قادیانی نے اپنے استاد ملہم سے سوگزا آگے ہو کر استقبال کیا اور فقیر کے خیال میں نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام کذا میں سے ایک خاص طغرہ امتیاز حاصل کیا۔ بہر حال یہ جدت بھی دوسرے کی چرائی اپنا پکھنا ہی پکھنا ہے۔ (تفسیر احمدی ص ۴۲۴، ۴۲۵، طبع ۱۹۹۸ء) میں ہے۔

”جس دن حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن اور یہودیوں کے عید صبح کا تہوار تھا۔ دوپہر کا وقت تھا جب ان کو صلیب پر چڑھایا گیا ان کی ہتھیلیوں میں کیلیں ٹھوکی گئیں۔ عید صبح کے دن ختم ہونے پر یہودیوں کا سبت شروع ہونے والا تھا اور یہودی مذہب کی رو سے ضرور تھا کہ مقتول یا مصلوب کی لاش قبل ختم ہونے دن کے یعنی قبل شروع ہونے سبت کے دفن کر دی جائے۔ مگر صلیب پر انسان اس قدر جلدی مر نہیں سکتا تھا۔ اس لئے یہودیوں نے درخواست کی کہ حضرت مسیح کی ٹانگیں توڑ دی جائیں تاکہ وہ فی الفور مرجائیں۔ مگر حضرت عیسیٰ کی ٹانگیں توڑی نہیں گئیں اور لوگوں نے جانا کہ وہ اتنی ہی دیر میں مر گئے جب لوگوں نے غلطی سے جانا کہ حضرت درحقیقت مر گئے ہیں تو یوسف نے حاکم سے ان کے دفن کرنے کی درخواست کی وہ نہایت متعجب ہوا کہ ایسے جلد مر گئے۔ یوسف کو دفن کرنے کی اجازت مل گئی اور حضرت عیسیٰ صرف تین چار گھنٹے

صلیب پر رہے۔ یوسف نے ان کو ایک لحد میں رکھا اور اس پر ایک پتھر ڈھا تک دیا۔ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہ تھے۔ بلکہ ان پر ایسی حالت طاری ہو گئی تھی کہ لوگوں نے ان کو مردہ سمجھا تھا۔ رات کو وہ لحد میں سے نکال لئے گئے اور مخفی اپنی مریدوں کی حفاظت میں رہے۔ حواریوں نے ان کو دیکھا اور پھر کسی وقت موت سے مر گئے۔ بلاشبہ ان کو یہودیوں کی عداوت کے خوف سے نہایت مخفی طور پر کسی نامعلوم مقام میں دفن کر دیا گیا ہوگا۔ جواب تک نامعلوم ہے۔“

(تفسیر احمدی ص ۴۲۴، ۴۲۵، سرسید احمد خان علی گڑھی)

”وما قتلوه وما صلبوه پہلے مانا فیہ سے قتل کا سلب مراد ہے اور دوسرے سے کمال کا کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اسی وقت تھی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی۔ حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی۔“ (یعنی بعد میں طبعی موت مرے) (تفسیر احمدی ص ۴۳۱)

”رفع کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کا آسمان پر اٹھالینا مراد نہیں۔ بلکہ ان کی قدر و منزلت مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت سے مرے اور خدا نے ان کے درجے اور مرتبے کو مرتفع کیا۔“

ورافعك الیٰ کا ترجمہ و تقاسیر مرزا بھی ملاحظہ فرمائیں:

”رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھایا جانا ہے۔ جیسا کہ لغات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور مسیح کے رفع کا جو اس جگہ ذکر کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح کو دعوت حق میں قریباً ناکامی رہی اور یہودیوں نے خیال کیا کہ یہ کاذب ہے۔ کیونکہ ضرور تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیاہ آسمان سے نازل ہو۔ سو انہوں نے اس سے انکار کیا کہ مسیح کا اور نبیوں کی طرح عزت کے ساتھ رفع نصیب نہ ہو۔ بلکہ اس کو نعوذ باللہ لعنتی قرار دیا اور لعنتی اس کو کہتے ہیں جس کو عزت کے ساتھ رفع نصیب نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کو تو منظور تھا کہ یہ الزام مسیح کے سر سے اٹھائے۔ سو اول اس نے اس بنیاد کو باطل ٹھہرایا جس بنیاد پر حضرت مسیح کا لعنتی ہونا بنا بکار یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے اپنے دلوں میں سمجھ لیا تھا اور پھر بعد اس کے بتصریح یہ بھی ذکر کر دیا کہ مسیح نعوذ باللہ ملعون نہیں جو رفع سے روکا گیا ہے بلکہ عزت کے ساتھ اس کا رفع ہوا ہے۔ چونکہ مسیح ایک بے کس کی طرح دنیا میں چند روزہ زندگی بسر کر کے چلا گیا اور یہودیوں نے اس کی ذلت کے لئے بہت سا غلو کیا۔ اس کی والدہ پر ناجائز تہمتیں لگائیں اور اس کو ملعون ٹھہرایا اور راستبازوں کی طرح اس کے رفع سے انکار کیا اور نہ صرف یہودیوں نے بلکہ عیسائی بھی موخر الذکر خیال میں مبتلا ہو گئے اور کمینگی کی راہ سے اپنی

نجات کا یہ حیلہ نکالا کہ ایک راست باز کو ملعون ٹھہرا دیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۳۸۷، خزائن ج ۳ ص ۲۹۹)

کذاب قادیان بھلا کیا جانے کہ نبوت و رسالت کا کیا مرتبہ ہے۔ خدائی نظام میں عیب و سقم کمزوریاں و عجزیاں وہی تلاش کرتا ہے جو خود بودا و کمزور ہونے کے علاوہ ایمان کی دولت سے بہرہ ور نہیں۔ کہاں انسانی بودے اور نکلے ارادے اور کجا مشیت ازلیہ کے کارنامے۔ نہ وہاں سہاروں کی ضرورت نہ وسائل کی تلاش۔ وہ تو وہ ذات پاک ہے جو ہر چیز پر قدرت و طاقت رکھتی ہے۔ اس کا ارادہ ہی اتنا زبردست و طاقتور ہے کہ وہ ڈوبتوں کا سہارا اور گرتوں کا سنبھالا ہے۔ کوئی چیز اس کے آگے انہونی نہیں۔ یاس و ناامیدی کا وہاں گزر ہی نہیں۔ نامرادی و نا کامی وہاں بھٹک ہی نہیں سکتی۔ مشکل و کٹھن مراحل کا وہاں دخل ہی نہیں۔ اسباب و علل پر وہاں بھروسہ ہی نہیں۔ وہاں تو سب کام خود بخود اس کے احکام کے تابع رہتے ہیں۔ جیسا کہ وہ خود بیان فرماتا ہے: ”اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون“ اس کی تو یہ شان ہے کہ جب کوئی کام اس کی مشیت میں منظور ہو، بس کہہ دیا جاتا ہے۔ پھر کیا ہے۔ وہ خود بخود ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کبھی بگڑا ہی نہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ پنجاب میں نسبتاً دوسرے ممالک کے، دین اسلام کے زیادہ شیدائی ہیں۔ ان میں لاکھوں تو میری کلام کو سینوں میں جان کا ساتھی بنائے ہیں اور لاکھوں ایسے ہیں جو میرے نام کے فدائی ہیں اور ایسا ہی لاکھوں میرے لئے گھربار لٹانے پہ والا شیدا ہیں اور بیبیوں دارالرحمت ایسے کھلے ہیں جن میں قال الرسول یعنی تعلیم خیر الوری جاری ہے۔ غرضیکہ توحید و سنت کے یہ شیدائی تبلیغ حقہ میں سرشار و سرگرم ہیں اور چونکہ سنت اللہ یونہی چلی آئی ہے:

”الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون ولقد فتنا من قبلهم (عنکبوت: ۲)“ ﴿لوگوں کے صرف اس قدر کہنے سے کہ ہم خدائے واحد اور اس کی توحید اور یتیم مکہ کی رسالت پر ایمان لے آئے ہیں﴾

یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور ان کے اس دعوے میں آزمائش کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ زمانہ قدیم سے یہ ہمارا دستور چلا آیا ہے کہ آزمائش میں لا کر امتحان لیا کرتے ہیں کہ مصیبت و ابتلاء میں کون کون ثابت قدم رہ کر ہماری ویسی ہی اطاعت و عبادت میں مشغول رہتا ہے کہ جیسا کہ اس حالت میں تھا۔ جبکہ اس کے پاس مال املاک تھا۔ اب آزمائش یہ ہوئی مال و املاک خدا کے حکم سے سلب ہوئے۔ جیسا کہ وہ خود شاہد ہے:

”ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات (بقرہ: ۱۰۶)“ ﴿البتہ ہم تم کو خوف بھوک، مال کا کم کرنا، اور جانوں اور میوہ جات

سے آزمائیں گے اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو وہ جو جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور اس کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔ ﴿

اور جب یہ حالت ہے تو ہم اہل پنجاب کو کیوں آزمائش کا موقعہ نہ دیں۔ اس لئے مشیت ایزدی کو جب یہ منظور ہوا تو دجال اکبر کو قادیان کی بد بخت زمین سے پیدا کر کے امت مرحومہ کے سر پر مسلط کر دیا۔ لیکن الحمد للہ آٹے میں نمک کے برابر بھی لوگوں نے ٹھوکر کھائی۔ جو اب اپنی غلطی کا احساس کر کے پچھتاتے ہوئے واپس آرہے ہیں اور انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ تمہیں نظر اٹھا کر بھی کوئی فرقہ ضالہ کا ایک فرد نہ ملے گا۔ بلکہ تمام وکمال سب لوگ محمدی کے نیچے آ جائیں گے۔ مسلمانوں واللہ باللہ یہ تمہاری آزمائش کے لئے فتنہ اکبر ہے۔ یہ تمہارے امتحان کے لئے ایک مشکل گھڑی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو ٹھوکر نہ کھائیں اور امتحان میں پورے اتریں۔ کوشش کرو اور متفق ہو کر اس کا سدباب کرو۔ بخدا رسول اکرم ﷺ کی رسالت پر اس سے مشکل وقت اور کوئی نہ آیا ہوگا۔ مسیلمہ کذاب واسود عسی کے زمانے میں حضور ﷺ کے وزیر خوش تدبیر موجود تھے۔ آہ! شیخ رسالت کے تمام پروانے موجود تھے۔ ان کے ایمان ہم سے کروڑ درجہ زیادہ مضبوط تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جناب صدیق اکبر نے جہاں اسامہ بن زیدؓ سترہ سالہ غلام کا بچہ جس کو سرکار مدینہ ﷺ نے مسلمان مجاہدین کا سردار مقرر کیا تھا اور جس کے جھنڈے کے نیچے حضرت عمر بن خطاب امیر المؤمنین خلیفہ دوم جیسے شہ زور و زبیر اصحاب موجود تھے۔ مصر ہو کر اور یہ کہہ کر روانہ کیا تھا کہ خدا کی قسم اگر تمام لوگ اسامہؓ کی سرداری سے ناخوش ہو کر اس کے جھنڈے سے علیحدہ ہو کر منہ موڑ لیں گے تو یہ بوڑھا صدیقؓ اکیلا اس کے جھنڈے کے نیچے لڑے گا اور آقائے نامدار کے اس خورد سالہ جرنیل کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ نہ موڑے گا۔ حتیٰ کہ اس دنیا کو خیر باد کہہ جائے۔ وہاں مسیلمہ کذاب کے فتنہ خبیثہ کا استیصال کرنے کے لئے اس غربت و قلت کے زمانہ میں جبکہ چاروں طرف ارتداد و مخالفت کا سیلاب امنڈا ہوا تھا جناب خالد بن ولید کو روانہ کیا اور تاکید فرمائی کہ یا تو اللہ اور اس کے سچے رسول کے عزت و عظمت پر مٹ جاؤ یا ہر ممکن طریقہ سے اس شجر خبیثہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر نابود کر دو۔ وہ خیر القرون قرنی تھا۔ آہ! ان لوگوں کے دل، آنکھیں، جان و مال محمدؐ عربی کے نام پر عزت و حرمت اسلام کی آن پر قربان تھیں اور آج وہ وقت ہے کہ اس کا عشر عشر بھی نہیں۔ اسی لئے میں نے اس فتنہ کو فتنہ اکبر کے نام سے یاد کیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اللہ نے وعدہ دیا تھا کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو یہود پلید کی ناپاک تدبیر سے بچاؤں گا اور مجھ سے بہتر بچانے میں کوئی نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن شاہد ہے: ”و مکروا و مکر اللہ واللہ

خیر الماکرین“ اگر بقول مرزا قادیانی ایک سینڈ کے کروڑوں حصہ کے لئے بھی مان لیا جائے کہ جناب مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ ان کے اعضاؤں میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔ ان کے منہ پہ طمانچے لگائے گئے۔ بدن پہ تازیانی ہوئی۔ انہیں ناپاک گالیاں دی گئیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک خاکم بدہن خدا نے مسیح سے وعدہ جھوٹا کیا اور وعدہ ایقائی کے عوض بے وفائی کی تو وعدہ اس کی یاد سے اتر گیا یا وہ خود ناکام ہو گیا اور وہ یہود کا مقابلہ نہ کر سکا۔ بچانا چاہتا تھا مگر حکومت کی طاقت زیادہ تھی۔ وہ اکیلا تھا پھر وہ کس طرح فوجوں اور رسالوں کا مقابلہ کرتا۔ یہود پلید نے من مانی باتیں مسیح سے کیں اور گویا خدا کی تدبیر مغلوب ہوئی۔ حالانکہ وعدہ الہی میں خیر الماکرین تھا۔ مگر وہ عاجز آ گیا اور پھر اس زعم فاسد و خیال باطل کو صحیح اور حق دکھانے کے لئے کاغذی پیکر کھڑا کرنا اور یہ لکھنا کہ عصر کا وقت تھا۔ عید فصح تھی۔ کل سبت کا دن آ رہا تھا۔ آندھی آگئی۔ طوفان بپا ہو گیا۔ دنیا پر تاریکی چھا گئی۔ پلاطوسی کی بیوی کو خواب آیا۔ سپاہیوں نے بے ایمانی کی اور جیتے جاگتے مسیح کو مردہ سمجھ کر صلیب سے اتار لیا اور ساتھ والے دو چوروں کو بھی اتار لیا۔ اللہ اللہ! بے سند خرافات اور بے ہودہ توہمات یا واگوئی اور گوزشتر نہیں تو اور کیا ہے اور ان زلیلاٹ کا کونسا ثبوت آپ کے پلے ہے۔ حالانکہ قرآن شاہد ہے کہ مسیح علیہ السلام کو ماں کی گود میں جو اعجازی تکلم کرایا تھا جو مسیح کے پردے میں کوئی اور بول رہا تھا جیسے کہ مولانا روم فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ رود

”قال انی عبد اللہ آتانی الكتاب وجعلنی نبیا مبادکا ایما کنت (مریم: 31)“ ﴿فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور بندہ بھی کیسا صاحب کتاب نبی اور میں برکت دیا گیا ہوں جہاں بھی میں رہوں اور جس حال میں ہوں﴾۔
پھر فرمایا ”وجیہا فی الدنیا والآخرۃ (آل عمران: ۴۰)“ ﴿یعنی مسیح کو ہم نے دنیا اور آخرت دونوں میں صاحب عزت و شرف بنایا۔﴾
یعنی وہ اپنے زمانہ کے عزت داروں کا سردار ہوگا۔ اس سے زیادہ عزت اور کسی کو نہ ملے گی اور عزت بھی وہی ہے جس کو خدا دے۔ یہ جھوٹی عزت بھی کوئی چیز ہے۔ پھر فرمایا وایدناہ بروح القدس!

یعنی ہم نے مسیح کی جان کا ساتھی جبرائیل کو بنا دیا اور وہ ہر موقعہ پر تائید و نصرت میں مدد دیتا تھا۔ اب ان قرآنی شواہد کی موجودگی میں کون بد بخت و نامراد ہے جو یہ یقین کرے کہ مسیح کو

پھانسی دیا گیا ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھونگی گئیں۔ طمانچے رسید کئے گئے۔ بدن پہ تازیانے لگائے گئے اور گندی و فحش گالیاں دی گئیں۔ پھر کس کے منہ پر کلمتہ اللہ کو جس کو خدا اپنا کہے مزا تو تب تھا کہ مسٹر ڈوٹی، ڈپٹی کمشنر بنالہ کے کتے کو مرزا قادیانیوں بے رحمی سے قتل کر دیتے پھر دیکھتے کہ کتے کا مالک مرزا قادیانی کو چھٹی کا دودھ یاد دلواتا ہے یا نہیں۔ یہ تم لوگوں نے خدا کو کیا سمجھ رکھا ہے جو خدا کا بندہ ہو اور جس کو اللہ عزت دار اور جہاں ہو اور جس حال میں ہو برکت والا کہے اور جس کی جبرائیل امین چوکیداری کریں۔ اس کو کوئی کچھ کہہ سکتا ہے۔ کیا اس کے اختیارات ڈپٹی کمشنر بنالہ سے بھی کم درجے کے ہیں یا اس کے ذرائع ایسے ہی محدود اور کمزور ہیں کہ وہ اپنے ایک بندے کی حفاظت نہ کر سکے اور ایسا ناکام نبی صاحب کتاب بنا کر ایسی قوم کی طرف بھیجے جو کرۃ ارض کی مالک بنی بیٹھی ہو اور ہو بھی اس قوم کے لئے آخری نبی اور پھر وہ یوں ناکام تبلیغ رسالت میں کورا، خدا کی کتاب کو بغل میں دبائے ظلم و بربریت سے کمال ہتک و بے عزتی کے ساتھ سولی پر کھینچ دیا جائے اور خدا اس کا کچھ بھی پاسدار نہ ہو اور انتقام تک نہ لے سکے۔ سنو اور خوب غور سے سنو۔ یہ خیال ہی نہایت بیہودہ مردود و فضول ہے۔ کیوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو یہ طاقت دی گئی ہو کہ وہ ان اندھوں کو جو مادر زاد اندھے ہوں آنکھیں بخش دے۔ کیا اس میں یہ طاقت نہیں کہ حالت غضب میں بطور حفاظت جان وعدہ الہی کے اندر مشیت ایزدی کے حکم کے مطابق سوہانکوں کی آنکھیں سلب کرے جو مادر زاد کوڑھوں کو اچھا کر سکتا ہے وہ چنگے بھلے اعدا اللہ کو کوڑھے بھی کر سکتا ہے۔ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کی طاقت بھی سلب کر سکتا ہے۔ جو مردوں کو دوبارہ زندگی بخش سکتا ہے وہ زندوں سے زندگی بھی چھین سکتا ہے۔ کیونکہ جو دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے اور لینا تو نہایت آسان ہے۔ دینا ہی مشکل ہے اور جو گھر میں رکھی ہوئی چیزوں کو بلا دیکھے بتا سکتا ہے وہ خفیہ تدبیروں کے دفعیہ کی دیکھ بھال بھی کر سکتا ہے۔ کون ہے جو ان حالات کی موجودگی میں اس کی طرف انگلی بھی کھڑی کرے اور اس کی انگلی کاٹ کر نہ رکھ دی جائے۔ کس کو طاقت ہے کہ اس باز کے لئے زبان طعن دراز کرے اور اس کی زبان گدی سے کھینچ کر باہر نہ نکال لی جائے۔ کون ہے اور کس کو طاقت ہے کہ اس کو بید لگائے اور پھر وہ آن واحد کے لئے سلامت رہے۔ کونسا بد بخت و نامراد ہے جو آپ کے رخ انور پر طمانچے لگائے اور پھر منہ نوج کرکتوں کے آگے نہ ڈلویا جائے۔ کوئی نہیں جو اس کو آنکھ بھر کر بھی دیکھ سکے اور پھر اس کی بینائی قائم رہے۔ یہ خیال ہی مردود ہے۔ ظالم ہے وہ جو ان بیہودہ و لغو خیال کو صحیح سمجھے یا اس کی عوام الناس میں تشہیر کرے۔ یہودیوں کو دیکھو لو کہ انہوں نے صرف ناپاک تجویز سوچی تھی اور آج تک اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور

قیامت تک ہاتھ ملتے رہیں گے۔ فتدبروا یا اولی الابصار!
اور لگے ہاتھ اس مضمون پر مرزا قادیانی کے دستخط بھی کرادوں کہ جو لکھا گیا ہے وہ صحیح ہے۔ پس سنئے:

براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جس کی رجسٹری سرکار مدینہ میں بقول مرزا قادیانی ہو چکی ہے اور یہ کتاب جو قطب ستارے سے زیادہ محکم ہے اور الہامی نام اس کا قطبی ہے اور یہ وہ کتاب ہے جو خدا کے حکم و الہام سے لکھی گئی اور جس کی تفسیر خود خدا نے اپنے ہاتھ سے کر دی۔ اسی کتاب (کے ص ۵۲۰، خزائن ج ۷ ص ۶۲۰) پر ایک گفتگو نثری عربی عبارت الہاماً تحریر کرتے ہیں جو ہمارے اس بیان کی مؤید ہے:

”انى متوفيك ورافعك الیّ . وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفرو الیّ یوم القيامة ولا تحنوا ولا تحزنوا وكان اللّٰه بكم رؤفاً رحیماً . الا ان اولیاء اللّٰه لا خوف علیهم ولا هم یحزنون . تموت وانا راض منك فادخلو الجنة . انشاء اللّٰه امنین سلام علیکم طبتم فادخلوها امنین سلام علیك جعلت مبارکاً . سمع اللّٰه انه سمیع الدعاء انت مبارک فی الدنیا والاخرة . امراض الناس وبرکاته ان ربك فعال لما یرید . اذ کر نعمتی الّتی انعمت علیك وانی فضلتك علی العالمین“ ”میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور جو لوگ تیری متابعت اختیار کریں ان کو ان کے مخالفوں پر جو کہ انکاری ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا اور سست مت ہو اور غم مت کر۔ خدا تم پر بہت ہی مہربان ہے۔ خبردار ہو تحقیق جو لوگ مقربان الہی ہوتے ہیں ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم کرتے ہیں تو اس حالت میں مرے گا کہ جب خدا تجھ پر راضی ہوگا۔ پس بہشت میں داخل ہو انشاء اللہ امن کے ساتھ تم پر سلام تم شرک سے پاک ہو گئے۔ سو تم امن کے ساتھ بہشت میں داخل ہو تجھ پر سلام تو مبارک کیا گیا۔ خدا نے دعاء سن لی وہ دعاؤں کو سنتا ہے۔ تو دنیا اور آخرت میں مبارک ہے۔ یہ اس طرف اشارہ فرمایا پہلے اس سے چند مرتبہ الہامی طور پر خدا تعالیٰ نے اس عاجز کی زبان پر یہ دعاء جاری کی تھی۔ ”رب اجعلنی مبارکاً حیث ما کنّت“ یعنی اے میرے رب مجھ کو ایسا مبارک کر کہ ہر جگہ میں بود و باش کروں۔ برکت میرے ساتھ رہے۔ پھر خدا نے اپنے لطف و احسان سے ویسی دعاء کہ جو آپ ہی فرمائی تھی قبول کر لی اور یہ عجیب بندہ نوازی ہے کہ اول آپ ہی الہامی طور پر زبان پر سوال جاری کرنا اور پھر یہ کہنا تیرا سوال منظور کیا گیا اور اس برکت کے بارے میں ۱۸۶۸ء یا

۱۸۶۹ء میں بھی ایک عجب الہام اردو میں ہوا تھا اور وہ یہ ہے۔ فرمایا تیرا خدا تیرے فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔“

(براہین احمدیہ ص ۵۲۱، خزائن ج ۱ ص ۶۲۲)

ناظرین مندرجہ بالا عبارت نے میرے لفظ لفظ کی پوری پوری تائید کر دی اور بقول

شخصیکہ۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یا مرزا قادیانی اپنے تیل میں آپ ہی بالکل تیار ہو گئے۔

میں پوچھتا ہوں اجی حضرت کہ یہ کیا دیانت ہے کہ جب آیت انی متوفیک ورافعک مقام نزول پر ہو تو آپ ترجمہ یہ کریں۔ میں تجھ کو موت دوں گا اور تیری روح کو اپنی طرف اٹھاؤں گا اور جب آپ خود اس کا مصداق بنیں تو ترجمہ اے مرزا میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ کریں یہ بیٹھا بیٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھوکا کیا معاملہ ہے۔ نیز بقیہ تمام الہاموں کے ترجمے کو نہ سمجھو نہ اور گنگو تری عربی یا آلو کا ترجمہ نہ کرنا کون سی دیانت ہے۔ اچھے الہام ہیں جن کا ترجمہ ہی نہیں ہو سکتا۔ کوئی مرزائی جو ان لفظوں کا عربی قاعدے کی رو سے ترجمہ کر دے۔ ”امراض الناس وبرکاتہ ان ربك فعال لما يريد“

اور مرزا قادیانی کی جانے بلا کہ جس پھٹے میں وہ ٹانگ اڑا رہا ہے وہ کیا ہے۔ یہاں تو معاملہ ہی دیگر ہے اور مثال اس کی بالکل یہی ہے کہ مینڈکی کو نعل بنوانے کا شوق اس قدر غالب ہوا کہ وہ گھوڑوں کی جہاں نعل بندی ہو رہی تھی کشاں کشاں پہنچی اور جاتے ہی ٹانگ بڑھادی۔ آہ! ایک ہی ضرب سے بیچاری کا کچھو مگر گیا۔ یہ چیز جو ہم نے بیان کی یعنی جناب مسیح کا آسمان پر جانا اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک سنہری اٹل شوقلیٹ پیش فرماتے ہوئے ان الفاظ میں اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرماتے ہیں۔ ”ان هذا لہو قصص الحق“ یعنی یہ قصہ جو بیان ہوا نہایت صحیح اور سچا ہے۔ اب جس کو اللہ سچا فرمائے اس کو جھوٹا کون کہے اور جو جھوٹا کہے وہ جھوٹوں کا جھوٹا ہے۔ آہ! یہ تو وہ اہم مسئلہ ہے جس کی سچائی پر حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو مہالہ کی دعوت دی، واقعہ یوں ہے کہ وہ ایک وفد کی صورت میں تحقیق کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بہت دیر تک تبادلہ خیال ہوتا رہا دنیا جانتی ہے کہ ان کے

عقائد میں دو چیزیں بسی ہوئی تھیں۔ اول یہ کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور وہ ہماری نجات آخری کے لئے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ یعنی صلیب پر چڑھ گیا اور دوسرا یہ کہ وہ تین دن تک مرے رہنے کے بعد زندہ ہوا اور جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اول الذکر کی حضور ﷺ نے پرزور تردید کی جیسا کہ فرقان حمید نے اس پر شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے۔ موخر الذکر کے لئے سورۃ آل عمران اتری جس میں دوسرے خیال کی ان الفاظ میں تائید و تردید فرمائی کہ تمہارا یہ کہنا کہ مسیح صلیب دیا گیا اور تین دن بعد جی اٹھا غلط ہے اور اس میں تمہارے پادریوں نے سخت دھوکہ کھایا ہے۔ اصل میں وہ ایک شبہ اور مغالطہ میں پڑ گئے تھے۔ جو جناب مسیح کو مصلوب کیا گیا سمجھے۔ ورنہ حقیقتاً معاملہ یوں ہے کہ نہ کسی نے صلیب دیا اور نہ ہی کوئی قتل کر سکا۔ بلکہ اللہ نے انہیں یہودنا مسعود سے پاک کرتے ہوئے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ اس کے بعد وہ اپنے عقائد کو منوانے کے لئے مصر ہوئے تو ارشاد باری ہوا واقعہ وہ ہی صحیح ہے جو آپ نے بیان کیا۔ یہ لوگ تو ظن کی پیروی کرتے ہوئے تم سے فضول جھگڑا کرتے ہیں۔ انہیں منوانے کے لئے ایک ہی طریقہ باقی ہے اور وہ میری طرف رجوع کرنے کا ہے۔ ارشاد ہوا ان کو کہہ دے کہ اگر تم میری باتوں کو قبول نہیں کرتے تو ”تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین (آل عمران: 61)“ ﴿آؤ بلائیں ہم بیٹوں اپنوں کو اور بیٹوں تمہاروں کو اور بیبیوں اپنی کو اور بیبیوں تمہاری کو اور جانوں اپنی کو اور جانوں تمہاری کو پھر التجا کریں پس کر دیں ہم لعنت اللہ کی اوپر جھوٹوں کے۔﴾

چنانچہ اس دعوت حق کو انہوں نے قبول کیا تو نبی کریم ﷺ جناب علیؓ جنابہ فاطمہؓ اور شہزادگان علیؓ یعنی زہرا کے دونوں لال جناب حسنؓ اور حسینؓ کو لے کر نکلے۔ آہ جب نصرانیوں نے ان پاک و مقدس منور و مطہر چہروں کو دیکھا تو پادریوں نے قوم سے خطاب کیا بخدا یہ وہی نبی اور اس کا نورانی خاندان معلوم ہوتا ہے۔ جس کا تذکرہ تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے اور جو آل اسماعیل میں سے ہوگا۔ بخدا اگر یہ پہاڑ کو حکم دیں تو وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے گا۔ ان کے مقابلہ نہ آتا ورنہ تم اور تمہاری اولاد تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اس نظارے سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے حضور ﷺ سے خراج دینے کا وعدہ کیا اور صلح کی درخواست کی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ اگر نجران کے عیسائی ہم سے مہابہ کرتے تو بخدا ان کی وادی پر آسمان سے آگ برستی اور وہ تباہ و برباد ہو جاتے۔ صاحبان یہ ایسا ہم مسئلہ ہے کہ جس پر نصاریٰ کو بھی حوصلہ نہ ہوا۔ چہ جائیکہ قادیان کا بے نواد بیہاتی رئیس جو گرگٹ کی طرح سینکڑوں رنگ بدلے اور

کسی ایک حالت میں نظریے پر قائم نہ رہے اور لطف تو یہ ہے کہ بہت سی نسلوں کو باعث فخر سمجھے اور اس پر اتراتا ہوا کفن پھاڑے۔ جیسے کہ وہ خود کہتا ہے۔

میں کبھی آدم موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۱ ص ۱۳۳)

مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام ص ۳۲۹، خزائن ج ۳ ص ۲۶۷) میں ایک اصول تسلیم کیا ہے کہ ”یہ بالکل غیر ممکن اور بعید از قیاس ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بلیغ اور فصیح کلام میں ایسے تنازع کی جگہ جو اس کے علم میں ایک معرکہ کی جگہ ہے۔ ایسے شاذ اور مجہول الفاظ استعمال کرے جو اس کے تمام کلام میں ہرگز استعمال نہیں ہوتے۔ (مثلاً رفع الی اللہ کے معنی رفع روحانی نہیں آتے) اگر ایسا کرے تو گویا خلق اللہ کو آپ و رطہ شبہات میں ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے اور ظاہر کہ اس نے ہرگز ایسا نہ کیا ہوگا۔“

اب دیکھنا یہ ہے کہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ کا ترجمہ کون ظالم ہے جو یوں کرے کہ اے عیسیٰ میں تم کو موت دوں گا اور اپنی طرف تیری روح کو اٹھاؤں گا۔ حالانکہ خطاب خداوندی عیسیٰ سے تھا جو روح مع الجسم دونوں سے مرکب تھا اور اگر ایسا ہوتا یعنی روح عیسیٰ کو ہی اپنی طرف اٹھانا ہوتا تو عبارت آیت یوں ہوتی ”یا روح عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ“ خطاب تو عیسیٰ سے ہو رہا ہے نہ روح عیسیٰ سے اور اگر وہ آسمان پر نہ اٹھایا گیا ہوتا تو کلام مجید نے جہاں ابہت و مصلوبیت کی تردید فرمائی تھی۔ وہاں اس اہم مسئلہ پر کیوں روشنی نہ ڈالی۔ کلام مجید سے کوئی ایک ایسی بات دیجئے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد جیسا کہ تمہارا خیال ہے کہ ۸۷ برس تک وہ کشمیر میں گم نامی کی زندگی بسر کر کے مر گیا اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو بندۂ خدا کیوں خدا پر جھوٹ و افتراء باندھتے ہو اور اگر تمہاری یہ بات بھی مان لی جائے تو فرمائیے کہ وہ بار نبوت و تبلیغ رسالت کہاں گئی اور کیا وجہ ہے کہ باوجود یکہ مسیح ۸۷ برس برابر کشمیر میں رہا۔ مگر ایک متنفس بھی اپنا ساتھی نہ بنا سکا اور آج تک ایک کشمیری بھی عیسائی نہیں ہے۔ جاؤ ساری کشمیر تلاش کر جاؤ کوئی ایک مسیح کا نام لیوا خالص کشمیری نہ ملے گا اور اگر یہ شق بھی معاف کر دی جائے تو بتائیے کہ وہ وعدہ الہی کیا ہوا۔ یعنی وجیہا فی الدنیا اللہ نے وعدہ تو یہ دیا کہ وہ دنیا میں مرتبے اور عزت والا ہوگا اور عزت حکومت و سلطنت سے ہوتی ہے وہ نصیب ہی نہیں ہوئی۔ وہ تو پچارا بیکیسی اور گمنامی میں زندگی کے سانس فاقوں اور مشقت سے بسر کر کے رخصت

ہوا۔ یہ دوسرا وعدہ الہی بھی خاتم بدہن جھوٹا ہوا۔ نعوذ باللہ! ہزار بار توبہ اس کی وعدہ ایفائی میں تو یہودی لاؤ لشکر مزاحم تھے اور دوسری میں شدت کی سردی کہوں یا کالے کالے پہاڑ اور یہ بھی کوئی انصاف یا دیانت ہے کہ تمہیں حال میں ایک سکہ مل جائے جس پر عیسیٰ کا نام کتنہ ہو۔ کیا تاریخ سڑ گئی اور مفسر مر گئے اور مبصر اندھے ہوئے جو کسی ایک نے بھی بھولے سے مسیح کی لمبی گمنامی کی زندگی پر یا شاہانہ شکوہ و حشمت پر ایک لفظ تک نہ لکھا اور اگر یہ نہیں تو تمہاری عقل کو جب گھاس چرنے سے فراغت ہو تو فولادی رسہ سے ٹل منارہ کے ساتھ باندھو اور دو دن بھوکا رکھو اور پھر خالد وزیر آبادی کا پیغام سناؤ تو پھر انشاء اللہ وہ سکہ دجالیت کا مرکب نظر آئے گا توبہ گھوڑا نہیں گدھا ضرور دکھائی دے گا۔ لیجئے ہم کلام مجید سے جمہور امت کے اس عقیدے کی تاکید کرتے ہوئے آپ کی چند ہیائی ہوئی آنکھوں میں سرمہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ!

”بسم اللہ الرحمن الرحمن • یوم یجمع اللہ الرسل احدا من العلمین (ماخذہ: ۱۰۹)“ ﴿جس دن جمع کرے گا اللہ سب پیغمبروں کو، پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا۔ وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں تو یہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا، جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یا دکر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور ادھیڑ عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھے کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا تھا۔ گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا۔ اس میں تو ہو جاتا تھا۔ اڑنیو الا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مردوں کو میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے اور جب تو لیکر آیا ان کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ وہ جادو ہے صریح، اور جب میں نے دل میں ڈال دیا حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر تو کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرا رب کر سکتا ہے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے۔ بولے ہم چاہتے ہیں کھائیں اس میں سے اور مطمئن ہو جائیں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہیں ہم اس پر گواہ کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے واسطے اور نشانی ہو تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو تو یہی ہے سب کو بہتر روزی دینے والا۔ کہا اللہ نے میں بے شک اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے گا۔

اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دوں گا جہاں میں۔ ﴿﴾
 فوائد: خدا کی نافرمانی کرنے والا انجام کار رسوا اور ذلیل ہی ہوتا ہے۔ حقیقی کامیابی کا
 چہرہ نہیں دیکھتا۔ یہ سوال محشر میں امتوں اور پیغمبروں سے کیا جائے گا کہ دنیا میں جب تم پیغام حق
 ان کے پاس لے کر گئے تھے تو انہوں نے کیا جواب دیا اور کہاں تک دعوت الہی کی اجابت کی۔
 گذشتہ رکوع میں بتلایا تھا کہ خدا کے یہاں جانے سے پہلے بذریعہ وصیت وغیرہ یہاں کا انتظام
 ٹھیک کر لو۔ اب تنبیہ فرماتے ہیں کہ وہاں کی جواب دہی کے لئے تیار رہو۔ محشر کے ہولناک دن
 میں جب خدائے قہار کی شان جلالی کا انتہائی ظہور ہوگا۔ اکابر و اعظم کے بھی ہوش بجانہ
 رہیں گے۔ اولوالعزم انبیاء کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا۔ اس وقت انتہائی خوف و خشیت سے حق تعالیٰ
 کے سوال کا جواب لا علم لنا (ہمیں کچھ خبر نہیں) کے سوانہ دے سکیں گے۔ پھر جب نبی
 کریم ﷺ کے طفیل میں سب کی طرف خدا کی نظر لطف و رحمت ہوگی۔ تب کچھ عرض کرنے کی
 جرأت کریں گے۔ حسن و مجاہد وغیرہ سے بھی ایسا منقول ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کے نزدیک لا علم
 لنا کا مطلب یہ ہے کہ خداوند اتیرے علم کامل و محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں۔ گویا یہ لفظ
 تاؤب مع اللہ کے طور پر کہے جائیں گے۔ ابن جریج کے نزدیک لا علم لنا سے یہ مراد ہے کہ ہم
 کو معلوم نہیں انہوں نے ہمارے پیچھے کیا کچھ کیا۔ ہم صرف انہیں افعال و احوال پر مطلع ہو سکتے
 ہیں۔ جو ہمارے سامنے ظاہری طور پر پیش آئے تھے۔ بواطن اور سرائر کا علم علام الغیوب ہی کو
 ہے۔ آئندہ رکوع میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی نقل فرماتا ہے۔ ”وکنتم علیہم شہیداً“
 اس سے آخری معنی کی تائید ہوتی ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب حوض پر بعض لوگوں کی نسبت
 حضور ﷺ فرمائیں گے۔ ”ولا اصحابی تو جواب ملے گا“ لا تدری ما احد ثوابعدک“
 یعنی آپ ﷺ کو کیا خبر کہ آپ ﷺ کے پیچھے انہوں نے کیا حرکات کیں۔ غالباً یہ پورا رکوع آنے
 والے رکوع کی تمہید ہے۔ احسانات یاد دلا کر وہ سوال ہوگا جو آئندہ رکوع میں مذکور ہے۔ یعنی ”آء
 انت قلت للناس“ ”اول تو اولاد پر احسان کرنا من وجہ ماں باپ پر احسان ہے۔ دوسرے لوگ
 ظالم جو تہمت مریم صدیقہ علیہا السلام پر لگاتے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی برأت
 اور زہت کے لئے برہان مبین بنا دیا اور تولد مسیح سے پہلے اور بعد عجیب و غریب نشانات حضرت
 مریم علیہا السلام کو دکھائے۔ جو ان کی تقویت و تسکین کا باعث ہوئے۔ یہ احسانات بلا واسطہ ان پر
 تھے۔ گو میں جو کلام کیا اس کا ذکر سورہ مریم میں ہے۔ ”انسی عبد اللہ اتانی الكتاب“ ”تعب
 ہے عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے تکلم فی المہد کا ذکر کچھ نہیں کیا۔ البتہ یہ لکھا ہے بارہ

برس کی عمر میں یہود کے سامنے ایسے حکیمانہ دلائل و براہین بیان فرمائیں کہ تمام علماء عاجز و مہوت رہ گئے اور سامعین عیش و عشرت کرنے لگے۔ یوں تو روح القدس سے حسب مراتب سب انبیاء علیہم السلام بلکہ بعض مؤمنین کی بھی تائید ہوتی ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا وجود ہی نوحہ جبریل سے ہوا کو خاص قسم کی فطری مناسبت اور تائید حاصل ہے۔ جسے تفصیل انبیاء کے صدر میں بیان فرمایا گیا۔ ”تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات واتينا عيسى ابن مريم البينات وايدناه بروح القدس“ (بقرہ: ۲۵۳)

روح القدس کی مثال عالم ارواح میں ایسی سمجھو جیسے عالم مادیات میں قوت کہربائیہ (بجلی) کا خزانہ جس وقت اس خزانہ کا مدیر معین اصول کے موافق کرنٹ چھوڑتا اور جن اشیاء میں بجلی کا اثر پہنچانا ہے ان کا کنکشن درست کر دیتا ہے تو فوراً خاموش اور ساکن مشین بڑے زور شور سے گھومنے لگتی ہیں۔ اگر کسی مریض پر بجلی کا عمل کیا گیا تو مثلثوں اور بے حس ہو جانے والے اعصاب میں بجلی کے پہنچنے سے حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے بیمار طلق میں جن کی زبان بالکل بند ہو گئی ہو۔ قوت کہربائیہ کے پہنچانے سے قوت گویائی واپس کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض عالی ڈاکٹروں نے تو یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ ہر قسم کی بیماری کا علاج قوت کہربائیہ سے کیا جاسکتا ہے۔ (دائرة المعارف فریدہ جری) جب اس معمولی مادی کہربائیہ کا حال یہ ہے تو اندازہ کر لو کہ عالم ارواح کی کہربائیہ میں جس کا خزانہ روح القدس ہے۔ کیا کچھ طاقت ہوگی۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا۔ جس کا اثر کھلے ہوئے غلبہ روحیت تجربہ اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ان کا روح اللہ سے ملقب ہونا بچپن جوانی اور کھولت میں یکساں کلام کرنا خدا کے حکم سے قافیہ حیات کے قابل کا بعد خدا کی تیار کر لینا اس میں باذن اللہ روح حیات پھونکنا مایوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللہ بدون توسط اسباب عادیہ کے کارآمد اور بے عیب بنا دینا حتیٰ کہ مردہ لاشہ میں باذن اللہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا۔ بنی اسرائیل کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر آپ کا آسمان پر اٹھا لیا جانا اور آپ کی حیات طیبہ پر اس قدر طول عمر کا کوئی اثر نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب آثار اسی تعلق خصوص سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو رب العزۃ نے کسی مخصوص نوعیت و اصول سے آپ کے اور روح القدس کے مابین قائم فرمایا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ کچھ امتیازی معاملات خدا کے ہوتے ہیں۔ ان کے علل و اسرار کا احاطہ اسی علام الغیوب کو ہے۔ ان ہی

امتیازات کو علماء کی اصطلاح میں فضائل جزئیہ کہتے ہیں۔ ایسی چیزوں سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ الوہیت ثابت ہو۔ ”واذ تخلق من الطین“ میں خلق کا لفظ محض صوری اور حسی لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ خالق حقیقی احسن الخالقین کے سوا کوئی نہیں۔ اسی لئے باذنی کا بار بار اعادہ کیا گیا اور آل عمران میں حضرت مسیح کی زبان سے باذن اللہ کی تکرار کر لی گئی۔ بہر حال جو خوارق ان آیات میں اور ان سے پہلے آل عمران میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ ان کا انکار یا تحریف صرف اسی لحد کا کام ہو سکتا ہے۔ جو آیات اللہ کو عقل شخصی کے تابع کرنا چاہئے۔ باقی جو لوگ قانون قدرت کا نام لے کر معجزات و خوارق کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا جواب ہم نے ایک مستقل مضمون میں دیا ہے۔ ان کے مطالع سے انشاء اللہ تمام شکوک کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ معجزات اور فوق العادت تصرفات کو جادو کہنے لگے اور انجام کار حضرت مسیح کے قتل کے درپے ہوئے۔ حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس طرح یہود کو ان کے ناپاک مقصد میں کامیاب ہونے سے روک دیا گیا۔ کر سکتا ہے اس لئے کہا کہ آپ کی رعایت اور دعاء سے ہمارے لئے بطور خرق عادت نہ معلوم ایسا کرے یا نہ کرے۔ یعنی آسمان کی طرف سے بے محنت روزی پہنچ جایا کرے۔ یہ ضرور نہیں کہ وہ خوان جنت کا ہی ہو۔ یعنی ایماندار بندہ کو لازم نہیں کہ ایسی غیر معمولی فرمائش کر کے خدا کو آزمائے۔ خواہ اس کی طرف سے کتنی ہی مہربانی کا اظہار ہو۔ روزی انہی ذرائع سے طلب کرنا چاہئے۔ جو قدرت نے اس کی تحصیل کے لئے مقرر فرمادیئے ہیں۔ بندہ جب خدا سے ڈر کر تقویٰ اختیار کرے اور اسی پر ایمان و اعتماد رکھے تو حق تعالیٰ ایسی جگہ سے اسے رزق پہنچائے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ ”ومن یتق اللہ يجعل له مخرجاً ویرزقه من حیث لا یحتسب (طلاق)“ یعنی آزمائے کو نہیں مانگتے بلکہ برکت کی امید پر مانگتے ہیں کہ غیب سے روزی ملتی رہے بے محنت، تا اطمینان قلب اور دلجمعی سے عبادت میں لگے رہیں اور آپ نے جو نبی خبریں نعماء جنت وغیرہ کے متعلق دی ہیں۔ ایک چھوٹا سا نمونہ دیکھ کر ان کا بھی یقین کامل ہو جائے اور ایک نبی شاہد کے طور پر ہم اس کی گواہی دیں۔ جس سے معجزہ ہمیشہ مشہور رہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے وعدہ فرمایا تھا کہ تم خدا کے لئے تیس دن کے روزے رکھ کر جو کچھ طلب کرو گے وہ دیا جائے گا۔ حواریں نے روزے رکھ لئے اور ماندہ طلب کیا۔ ”ونعلم ان قد صدقتنا“ سے یہی مراد ہے۔ یعنی وہ دن جس میں ماندہ آسمانی نازل ہوا ہمارے اگلے پچھلے لوگوں میں عید ہو جائے کہ ہماری قوم ہمیشہ اس دن کو بطور تہوار منایا کرے۔ اس تقریر کے موافق ”نکون لنا عیداً“ کا

اطلاق ہوا۔ جیسا کہ ”الیوم اکملت لکم دینکم“ کے متعلق بخاری میں یہود کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔ ”انکم تقرؤن آية لوزلت فینا لا تخذناہا عیداً“ جس طرح آیت کو عید بنانے کا مطلب اس کے یوم نزول کو عید بنانا ہے۔ ”کما ہوا مصرح فی روایات الآخر“ اسی پر ماندہ کے عید ہونے کو قیاس کر لو۔ کہتے ہیں کہ وہ خوان اتر ا اتوار کو جو نصاریٰ کے یہاں ہفتہ کی عید ہے۔ جیسے مسلمانوں کے یہاں جمعہ۔ یعنی تیری قدرت کی اور میری صداقت کی نشانی ہو۔ یعنی بدون تعجب و کسب روزی عطاء کرے۔ آپ کو یہاں کیا کمی ہے اور کیا مشکل ہے۔“

ناظرین (سورۃ المائدہ رکوع: ۱۴) کا ترجمہ حضرت شیخ الہند قبلہ مولانا محمود حسن دیوبندی نور اللہ مرقدہ کی زبان فیض ترجمان کا آپ کے سامنے ہے اور فوائد عمدۃ المفسرین حضرت مولانا قبلہ شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کے آپ کے سامنے ہیں۔ جن سے آپ کو یہ بخوبی روشن ہو چکا ہے کہ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے احسان جناب کلمتہ اللہ کو یاد کر رہا ہے۔ جن کی تفصیل سورۃ آل عمران میں قبل گذر چکی ہے۔ یہاں صرف اس قدر ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ وہ کیا کیا احسان تھے۔

..... ۱ پہلا احسان کہ فرمایا یہ جبرائیل امین یعنی روح القدس سے تمہاری مدد اس وقت فرمائی جب کہ تم ماں کی گود میں شیر خواری کی حالت میں تھے اور قدرت گویائی سے قطعاً محروم تھے۔

..... ۲ دوسرا احسان یہ فرمایا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے ہم نے تم کو کتاب و حکمت کی باتوں کے علاوہ توریت و انجیل سکھائی۔

..... ۳ تیسرا احسان یہ فرمایا کہ تم کو وہ معجزات نادرہ عطاء کئے۔ مثلاً مٹی سے پرند بنانا اور ان میں میرے حکم سے روح پھونک کر پرواز کرانا مادرزادانہوں اور کوڑھوں کا میرے حکم سے اچھا کرنا۔ مردوں کو میرے حکم سے زندہ کرنا وغیرہ۔

..... ۴ چوتھا احسان یہ فرمایا اور یاد کرو وہ وقت جب یہود نامسعود تم کو پکڑنا اور صلیب دینا چاہتے تھے اور میں نے دو ٹوک ان کو روک دیا تھا۔ یعنی وہ تمہاری گرفت پر قادر ہی نہ ہو سکے۔

ان آیات کریمہ سے یہ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہود پلید کا جناب مسیح کی شان میں گستاخیاں کرنا یا طمانچے لگانا یا ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھونکنے اور کناروہ ہاتھ تک نہیں لگا سکے اور لگا کس طرح سکتے تھے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ دے رکھا تھا کہ اے عیسیٰ میں تم کو اپنے قبضہ میں

لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور یہود پلید سے تمہیں پاک کر دوں گا۔ جیسا کہ فرقان حمید شاہد ہے۔ ”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ مطہرک من الذین کفروا“ ان واقعات کی موجودگی میں ان حالات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ جناب مسیح صلیب پر تو ضرور چڑھائے گئے مگر مرے نہیں۔ ڈھٹائی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے الفاظ و مطہرک یعنی میں تمہیں یہود سے پاک کر دوں گا۔ فرمائیے جناب اگر وہ جناب کلمۃ اللہ کو دار پر کھینچ دیں تو وعدہ الہی کیا سچا رہتا ہے؟ ہرگز نہیں اور اس آیت کی تائید ”واذ کففت بنی اسرائیل عنک“ ارشاد ہوتا ہے۔ اے مسیح ہماری اس نعمت کو یاد کرو۔ جب ہم نے بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تو بطور انعام و احسان واقعہ مکر یہود کی یاد تازہ دلاتے ہوئے اپنی مہربانیوں کا تذکرہ کریں کہ وہ مشکل ترین نازک وقت یاد کرو جب یہود تمہیں صلیب دینے کو تل گئے تھے اور انہوں نے اپنی خفیہ تدبیر کو عملی جامہ پہناتے ہوئے تمہیں زیر حراست کر لیا تھا۔ اس مشکل و کٹھن موقع پر ہم نے ”ان وعد اللہ حق“ اپنے وعدے کو سچا فرماتے ہوئے تمہیں یہود پلید سے پاک کیا۔ یعنی اپنی طرف اٹھا لیا۔ جیسا کہ وعدہ تھا اور جس کی بشارت تمہارے اعجازی تکلم کے وقت کرائی تھی۔ جیسا کہ قرآن کریم شاہد ہے ”وجعلنی مبارکاً ایمنما کننت“ ارشاد ہوتا ہے کہہ دے اے عیسیٰ میں برکت دیا گیا ہوں۔ جہاں بھی رہوں اب اگر تمہیں یہود پلید پکڑ لیتے اور بید زنی کرتے یا طمانچے لگاتے یا استہزاء کرتے اور بالآخر دار پر کھینچ کر ہاتھوں اور پاؤں وغیرہ میں کیلیں ٹھونکتے تو جہاں ہمارے اور بہت سے وعدوں پر جو تمہارے بچاؤ اور بزرگی کے متعلق تھے حرف آتا۔ وہاں یہ وعدہ بھی مورد طعن بنتا۔ اس لئے ہم نے اپنے وعدے کو سچا فرماتے ہوئے اپنے الفاظ کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے تمہیں برکت دی اور جیسا کہ وعدہ کے الفاظ جلد وفا کے متنبی تھے اپنی طرف اٹھا لیا۔

ناظرین کرام! اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کف کے الفاظ قرآن کریم میں اور کہاں کہاں آئے ہیں اور وہاں کیا معانی و مفہوم لیا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ مواقع پیش کروں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کف کے معنی لغت عرب اور عام عربی بول چال یا محاورے میں کیا ہیں۔

کف کے معنی ہیں باز گردانید یعنی روکے رکھنا، کلام مجید میں یہ لفظ پانچ چھ مواقع پر استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

..... ”عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا واللہ اشد باسا

“ (نساء: ۸۴) ”

۲..... ”فان لم يعتزلوكم ويلقوا اليكم السلم ويكفوا ايديهم
 (نساء: ۹۱)“

۳..... ”يا ايها الذين آمنوا ذكر وانعمة الله عليكم اذ هم قوم ان
 يبسطوا اليكم ايدهم فكف ايدهم عنكم (ماقده: ۱۱)“ ﴿اے مسلمانوں تم اللہ کی نعمت
 یاد کرو جو اس نے تم پر کی۔ جب کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے
 روک رکھے۔﴾

۴..... ”وهو الذی کف ايديهم عنكم وايديكم عنهم ببطن مكة
 (فتح: ۲۴)“

۵..... ”الم ترا الى الذين قيل لهم كفوا ايديكم واقيموا الصلوة
 (نساء: ۷۷)“

قارئین کرام! قرآنی آیات و تراجم آپ کے سامنے ہیں۔ ان کے سیاق و سباق کو
 بغور ملاحظہ فرمائیں۔ تمام آیات ہماری مؤید و مدد ہیں اور بالاتفاق اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ
 کف کے معنی روک رکھنا ہی کے ہیں اور یہ کف کا لفظ عموماً احسانات باری تعالیٰ کے جتانے کے
 ہی موقع پر استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے موقعہ کو ہی لے لیجئے۔ جس میں بظاہر
 واقعات اس قدر طوالت پکڑ گئے تھے کہ ایک نہایت مہلک جنگ کے آثار دکھائی دیتے تھے اور نہیں
 کہا جاسکتا تھا کہ اس میں فریقین کے کتنے ہزار جوان کام آئیں گے۔ اس جنگ کے اہتمام میں
 جس کا مقصد سوائے قصاص قاصد (جناب عثمانؓ جامع القرآن) کے اور کچھ نہ تھا۔ حضور انور سرکار
 مدینہ ﷺ نے ایک عام عہد لیا جو بیعتہ الرضوان کے نام سے مشہور ہے اور جس میں بالآخر اللہ تعالیٰ
 کے فضل و حکمت سے ایک معاہدہ جو بظاہر مسلمانوں کے لئے مفید نہ تھا۔ مگر بہ باطن اسلام کے
 عروج کا پیش خیمہ تھا۔ بوساطت سہیل بن عمرو کیل قریش مرتب ہوا اور جس میں کئی ایک سفیروں
 نے قریش کی طرف سے حق سفارت ادا کیا۔ جن میں سے عروہ کا وہ خطاب جو اس نے حضور
 اکرم ﷺ سے واپسی کے موقعہ پر اپنی قوم یا اہل مکہ کو سنایا وہ قابل قدر ہے اور جسے سیرۃ النبی جلد
 اول ص ۲۳۲ پر علامہ شبلی نعمانی مرحوم نور اللہ مرقدہ نے ان الفاظ میں ادا فرمایا۔

”عروہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کی حیرت انگیز عقیدت کا جو منظر دیکھا اس
 نے اس کے دل پر ایک عجیب اثر کیا قریش سے جا کر کہا میں نے قیصر و کسریٰ و نجاشی کے دربار
 دیکھے ہیں۔ یہ عقیدت اور وارفتگی کہیں نہیں دیکھی۔ محمد ﷺ بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔

کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ وہ وضو کرتے ہیں تو پانی جو گرتا ہے اس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے۔ بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور چہرہ اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔

چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو احسان جتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”ہو الذی کف ایدیہم عنکم وایدیکم عنہم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیہم (فتح: ۲۴)“ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی وہی ہے جس نے مکہ میں ان لوگوں کا ہاتھ تم سے اور تمہارا ہاتھ ان سے روک دیا۔ بعد اس کے تم کو ان پر قابو دے دیا تھا۔“

معاملہ نہایت صاف ہے اور اس پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت ہی نہیں کہ خدائے جبار نے یہودیوں کو دو ٹوک روک رکھا اور وہ جناب کلمتہ اللہ تک قطعاً نہ پہنچ سکے۔ جن لوگوں کو خدائے واحد پر پورا یقین اور بھروسہ ہے کہ وہ واللہ علی کل شیء قدیر ہے۔ ان کے لئے یہ جناب مسیح پر خدا کا احسان فرمانا ذاتہ ایمانا ہے۔ ہاں وہ بھی ہیں جو دنیا کو مغالطہ میں ڈال کر صراط مستقیم سے دور لے جانے کو مسیحائی سمجھتے ہوئے کہتے ہیں۔

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تزیاق القلوب ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۳۴)

اور قرآن دانی کی ڈیگ مارتے ہوئے اس کے حقائق و معارف پہ لاف زنی کرتے ہیں اب ذرا ان کی تفسیر بھی سن لیجئے۔

”اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا ”اذ کففت بنی اسرائیل عنک“ یعنی یاد کروہ زمانہ جب کہ بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے میں نے تجھ سے روک دیا۔ حالانکہ تو اترا تومی سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا۔ لیکن خدا نے آخر جان بچادی۔ پس یہی معنی اس کففت کے ہیں۔“

(نزل آس ص ۱۵۱، خزائن ج ۱۸ ص ۵۲۹، غلام احمد قادیانی)

اب دجل میں ڈوبی ہوئی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمائیں۔ جو سابقہ بیانات ”انسی متوفیک“ کے تحت میں بیان ہوئی۔ اس میں اور اس پہلے بیان میں بہت سی باتیں ایسی ملیں گی جن میں تضاد و ابہام ملے گا۔ مرقی نبی نے پوری ایک کتاب (مسیح ہندوستان، خزائن ج ۱۵) میں صرف اسی دجل پر لکھی جس میں مسیح کی گرفتاری استہزاء وغیرہ سے لے کر مصلوب ہونے کے بعد

کے ہاتھ کے زخموں کی مرہم اور ان کے لگانے میں خرافات و اہیہ میں فضول وقت ضائع کرتے ہوئے اس کے آخر میں مسیح کا واقعہ صلیب کے مقام سے چوری چوری بھاگنا افغانستان، نیپال، درہ خیبر کی خاک چھانتے ہوئے پنجاب میں آنا اور قادیان میں قضائے حاجت کرنا۔ پھر کس پرسی کی حالت میں کشمیر جانا اور وہاں ۸۷ برس کی گمنامی میں رہ کر محلہ خان یار میں یوز آسف کے نام سے قبر میں دفن ہونا بیان کیا ہے۔ مگر اس کا ثبوت مانگو تو ندر اور زیادہ تنگ کرو گے تو کہہ دیں گے ہم نبی ہیں اور نبی جھوٹ تھوڑا ہی بولتے ہیں۔ رام جانے ہم تو سچے رسول ہیں اور اگر اعتبار نہ ہو تو نکانہ صاحب کے مہنت سے پوچھ لیجئے۔ اگر ہم جھوٹے ہوتے تو بے سنگھ بہادر کا خطاب واہ گور جی مہاراج کیوں دیتے اور اگر زیادہ تسلی چاہتے ہو تو گور وکل کانگری والے آریوں سے پوچھ لو کہ میرے حق میں کرشن بھگوان نے جو یہ کہا۔ آریوں کا بادشاہ ہے رودر گوپال تیری مہا گیتا میں لکھی ہے۔ یہ سب غلط تھوڑا ہی ہے۔ چنانچہ جب آپ سے بہت سی نسلوں کے ہونے کے متعلق لوگوں نے ثبوت مانگا تو آپ نے بڑے طمطراق سے جواب دیا۔ ملاحظہ ہو۔

کسی نے سوال کیا مرزا قادیانی یہ تو کہتے ہیں کہ آپ کے پاس فارسی النسل ہونے کا کیا ثبوت ہے اس کا جواب یہ دیا۔

”میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الہی کے اور کچھ بھی ثبوت نہیں۔ لیکن یہ الہام (“خذو التوحید خذو التوحید یا ابناء الفارس“ یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو) اس زمانے کا ہے کہ جب اس دعوے کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ یعنی آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔“ (تخفہ گولڈ ریو ص ۱۸، جزائن ج ۷ ص ۱۱۶)

پھر کسی نے پوچھا جی حضرت فاطمی النسل ہونے کے دلائل تو کہئے۔ جواب دیا ”اور نبی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے۔“ الحمد للہ الذی جعل لکم الصہرو النسب اشکر نعمتی رائیت خدیجتی“ یعنی تمام حمد و تعریف اس خدا کے لئے ہے۔ جس نے تمہیں فخر دامادی اور فخر علونسب جو دونوں مماثل اور مشابہ ہیں عطاء فرمایا۔ یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونے کی عزت عطاء کی اور نیز بنی فاطمہ امہات میں سے پیدا کر کے تمہارے نسب کو عزت بخشی اور میری نعمت کا شکر کر کے تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ (شاید یہ خدا کی لڑکی کا نام ہے نعوذ باللہ!) بنی اسحاق کی وجہ سے ایک تو آبائی عزت تھی اور دوسری بنی فاطمہ ہونے کی عزت اس کے ساتھ ملحق ہوئی اور سادات کی دامادی کی طرف اس عاجز کی بیوی کی طرف اشارہ ہے جو سیدہ سندی سادات دہلی میں سے ہیں۔ میر درد کے خاندان سے تعلق رکھنے والے اس فاطمی تعلق کی طرف اس کشف میں اشارہ

ہے۔ جو آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کیا گیا۔ جس میں دیکھا تھا کہ حضرات پنجتن سید الکونین، حسنین، فاطمہ الزہرا اور علیؑ عین بیداری میں آئے اور حضرت فاطمہؑ نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سراپنی ران پر رکھ لیا اور عالم خاموشی میں ایک غمگین صورت بنا کر بیٹھے رہے۔ اسی روز سے مجھ کو اس خوبی آمیزش کے تعلق پر یقین کلی ہوا۔

فالحمد لله على ذلك“ (تحفہ گوڑویہ ص ۱۹، خزائن ج ۷ ص ۱۱۸)

کوئی اور مانے نہ مانے میں تو کشف کا قائل ہوں۔ ابھی پرسوں ہی کا واقعہ ہے کہ جناب مرزا قادیانی مسیح و مثیل عین بیداری میں تشریف لے آئے اور ان کے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ان دونوں میں کچھ محبت تھی کچھ نفرت بھی معلوم ہوئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ جس مکان میں ملاقات ہوئی وہ مکان خاکروہوں کا تھا۔ مرزا قادیانی اور وہ عورت ایک تخت چوب پر بیٹھ گئے اور میں نے محمدی کے نکاح کے متعلق کچھ بات چیت شروع کر دی۔ آپ بہت دیر ناکامی کا دکھ ازار و قطار روتے رہے۔ مجھے بھی آنسوؤں کی بارش دیکھ کر خیال ہوا کہ میں بھی ساتھ روؤں مگر آنسو نہ آئے میں نے نظر بچا کر پانی کا چھینٹا منہ پدے لیا۔ وہ عورت تہقہ زن ہوئی میں نے مرزا قادیانی کو توجہ دلائی آپ اس قدر دکھی ہیں اور رورہے ہیں مگر یہ آپ کی ساتھ والی ماتم میں خوشی کر رہی ہے تو مرزا قادیانی برہم ہو کر بولے تم نہیں جانتے یہ کون ہے۔ یہ وہی (مجھے دی ماں یعنی آپ کی پہلی بیوی) ہے جس نے میرا استیانس کر دیا اور اس نکاح میں از حد مخالفت کی وہ بولی آپ نے بھی تو مجھے طلاق دی۔ میرے بچوں کو عاق کیا۔ آہ! میرا جواں مرگ بیٹا آپ کی اطاعت میں جب بیوی کو طلاق دے کر بیمار ہوا تو کوئی تیمارداری کرنے والا پاس نہ تھا۔ دوائی تو کیا پچھارے کو غذا نہ ملی اور سسک کر دم توڑا۔ آپ کی نبوت پہ تھوٹوں آپ سے یہ بھی نہ ہو سکا اور تمہارا خون اس قدر سفید ہو گیا کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھ سکے۔ اس پر معاملہ بڑھ گیا اور نبوت ہاتھ پائی تک پہنچی۔ میں نے بہتیرا بیچ بچاؤ کیا۔ مگر لا حاصل لڑتے لڑتے وہ دونوں گڑھوں میں گر گئے۔ یہ دو ایسے گڑھے تھے جن میں ایک گندگی (پاخانہ) پڑا تھا اور دوسرے میں جنگلی شہد آہ! مرزا قادیانی کی بیوی گندگی میں گر گئی اور مقام شکر ہے مرزا قادیانی شہد میں گرے۔ مگر میری حیرت کی انتہاء جاتی رہی جب یہ دیکھا کہ وہی جوڑا جوا بھی لڑ جھکڑ رہا تھا ایسا مونٹس و غمگسار ہوا کہ ایک دوسرے کو زبان سے چاٹ کر صاف کرنے لگا۔ مجھ سے جاتے جاتے مرزا قادیانی نے اتنا کہا کہ محمدی میری ہے اور میں اس کا ہوں۔ فالحمد لله على ذلك!

یہ تو ایک ضمنی بات تھی جو درمیان میں آگئی۔ اب وہ مرزائی تفسیر ”واذ کففت بنی

اسرائیل عنک“ کی تفسیر بھی سن لیجئے۔

(مسیح ہندوستان میں ص ۵۲، نثران ج ۱۵ ص ۵۲) پر چٹخارے لے کر منہ پونچھتے ہیں۔
 ”یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ مسیح کے بچانے کے لئے اندھیرا ہوا۔ بھونچال آیا، پلاطوس کی بیوی کو خواب آئی، سبت کے دن کی رات قریب آئی۔ جس میں مصلوبوں کو صلیب پر رکھنا روانہ تھا۔ حاکم کا دل بوجہ خوفناک خواب کے مسیح کے چھڑانے کے لئے متوجہ ہوا یہ تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے کہ تا مسیح کی جان بچ جائے۔ (گویا خدا بھی ظاہری اسباب کا محتاج ہے۔ ہمت تیرے کی) اس کے علاوہ مسیح کو عشی کی حالت میں کر دیا تاہر ایک کو مردہ معلوم ہو اور یہودیوں پر اس وقت ہیبت ناک نشان بھونچال وغیرہ دکھلا کر بزدی خوف اور عذاب کا اندیشہ طاری کر دیا اور یہ دھڑکہ اس کے علاوہ تھا کہ سبت کی رات میں لاشیں صلیب پر نہ رہ جائیں۔ پھر یہ بھی ہوا کہ یہودیوں نے مسیح کو صلیب پر دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا ہے۔ اندھیرے اور گھبراہٹ اور بھونچال کا وقت تھا۔ گھروں کا بھی ان کو فکر پڑا کہ شاید اس بھونچال اور اندھیرے سے بچوں پر کیا گذرتی ہوگی اور یہ دہشت بھی دلوں پر غالب ہوئی کہ اگر یہ شخص کاذب اور کافر تھا۔ جیسا کہ ہم نے دل میں سمجھا تو اس کے دکھ دینے کے وقت ایسے ہولناک عذاب کیوں ظاہر ہوئے۔ جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔“

اب مرزا قادیانی سے کوئی پوچھے اجی قادیانی ضمیمہ نبوت صاحب اس بیان کی کہیں سے تصدیق تو کر دیجئے۔ کیونکہ انجیل میں تو کہاں ملے گا اور تاریخ عالم میں تو لکھا ہی نہیں اور قرآن کریم تو اس کی دھجیاں اڑاتا ہوا صرف اتنے الفاظ پر ”وقولہم انا قتلنا المسیح ابن مریم“ کہ انہوں نے یہ ناپاک الفاظ کیوں بلکہ کہ مسیح کو ہم نے قتل کر دیا۔ اللہ نے یہود پر لعنت کی اور صرف اس قول کی وجہ سے کی۔ آپ نے اس خشک اور بے ربط مضمون پر ہزاروں صفحات سیاہ کئے اور اس بے لذت گناہ میں صرف اسی مضمون کو ہیرا پھیری کرتے ہوئے آج ازالہ اوہام میں لکھا تو کل مسیح ہندوستان میں نقل کیا اور پرسوں تحفہ گولڈویہ میں دہرایا۔ کیا آپ کی پیامبری سیاہی اور کاغذ کوردی کرنے پر ہی محدود تھی۔ یہ مسیح کو مارنے کا جن آپ کو کہاں سے چڑھا تو جواب دیں گے مابودلت رئیس قادیان، سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی، ٹل منارے کے واحد مالک، ہشتی مقبرے کے موجود، مسجد اقصیٰ کے بانی، کشتی نوح کے ملاح یعنی اپنے مکانوں کو اس نام سے اینٹھ کر وسعت دینے کو کس کا منہ ہے۔ جو پوچھے وہ نہیں جانتا کہ ہم کون ہیں۔ ہم وہ ہیں جن کے حق میں یہ الہام ہوا۔

”وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى“ مرزا قادیانی کی زبان نطق ہی نہیں کرتی۔ جب تک ہم اس کو نطق نہ کرا دیں۔ اب کسی کو طاقت ہے جو پوچھے، ایک اور بیان بھی ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ! دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(تختہ گولڈ ویس ۶۷، خزائن ج ۱ ص ۱۹۹) پر لکھتے ہیں۔ ”اب تک خدا تعالیٰ کا وہ غصہ نہیں اترتا جو اس وقت بھڑکا تھا۔ جب کہ اس وجہہ نبی کو گرفتار کرا کر مصلوب کرنے کے لئے کھوپڑی کے مقام پر لے گئے تھے اور جہاں تک بس چلا تھا ہر ایک قسم کی ذلت پہنچائی تھی۔“
 (ازالہ اوہام ص ۳۹۲، خزائن ج ۳ ص ۳۰۲) پر لکھتے ہیں کہ ”صبح پر جو مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور کیلیں اس کے اعضاء میں ٹھونکی گئیں۔ جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا۔ یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہ تھی۔“

قادیانی بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ایفاء کے مراتب تک پہنچنے سے قاصر رہا۔ گویا کہ قرآنی آیت ”واذ كلفت بنى اسرائيل عنك“ یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو تم سے روک لیا۔ جو احسان و نعمت کے طور پر یاد کرائی جا رہی تھی جھوٹی نکلی اور یہ اللہ کا پانچواں وعدہ ہے جو صبح علیہ السلام کے متعلق جھوٹا ہوا اور وہ جھوٹے وعدے جو قادیانی زعم میں معیار صداقت پر پورے نہ اترے یہ ہیں۔

۱..... ”وجعلنى مباركا أينما كنت (مریم: ۳۱)“

۲..... ”ومن المقربين (آل عمران: ۴۰)“

۳..... ”وجيهاً فى الدنيا (آل عمران: ۴۰)“

۴..... ”يا عيسى انى متوفيك ورافعك الىّ ومطهرك من الذين

كفرو (آل عمران: ۵۰)“

۵..... ”وايدناہ بروح القدس (بقرہ: ۸۷)“

۶..... ”واذ كلفت بنى اسرائيل عنك (مائدہ: ۱۱۰)“

اب ہم آپ کی خدمت میں ان جلیل القدر ہستیوں کی تفسیر پیش کرتے ہیں جو عند المرزا نہایت معتبر تھے اور جن کے قول کو رد کرنے والا فاسق و بے ایمان ہے۔

زیر آیت ”واذ كلفت بنى اسرائيل عنك“ فرماتے ہیں ”جب حضرت عیسیٰ نے یہ عجیب غریب معجزات دکھائے تو یہ ہونے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو یہود سے خلاصی دی اس طرح کہ آپ کو آسمان پراٹھا لیا۔“ (تفسیر کبیر ص ۱۲۷، امام فخر الدین رازی)

”واذ کففت بنی اسرائیل عنک“ کے تحت ”یاد کر ہماری اس نعمت کو جب کہ ہم نے روک لیا بنی اسرائیل کو تجھ سے جس وقت ارادہ کیا یہود نے تیرے قتل کا۔“ (تفسیر جلالین ص ۱۱۰) زیر آیت ”واذ کففت بنی اسرائیل عنک“ ”یعنی اے مسیح تو وہ نعمت یاد کر جو ہم نے یہود کو تم سے دور ہٹائے رکھنے سے کی۔ جب تو ان کے پاس اپنی نبوت و رسالت کے ثبوت میں یقینی دلائل اور قطعی ثبوت لے کر آیا تو انہوں نے تیری تکذیب کی اور تجھ پر تہمت لگائی کہ تو جادو گر ہے اور تیرے قتل و سولی دینے میں سعی کرنے لگے تو ہم نے تجھ کو ان میں سے نکال لیا اور اپنی طرف اٹھالیا اور تجھے ان کی میل سے پاک رکھا اور ان کی شرارت سے بچالیا۔“ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۱ ج ۳)

ناظرین کرام! آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے مسیح کو وہ احسان یاد دلا رہا ہے جب کہ یہود پلید نے جناب کلمتہ اللہ کو ہر ممکن دکھ دینے کے لئے زیر حراست کر لیا تھا اور جناب مسیح بتقاضائے بشریت از حد خائف و مایوس ہو چکے تھے۔ بظاہر اسباب رہائی مفقود تھے اور کوئی وجہ نہ نظر آتی تھی کہ اس قوم سے نجات حاصل کریں۔ جو انبیاء کا قتل شیر مادر سمجھتی تھی۔ ہاں جہاں تمام دروازے بند تھے وہاں ایک بڑا دروازہ ”احکم الحاکمین“ کا نظر آیا اور خدا کے وعدوں پر بغور نظر کی دل نے اطمینان کی ڈھارس بندھائی تو ایمان نے قلب کو سکون بخشا۔ جناب مسیح اس کی جناب میں سر بسجود ہوئے اور در میں ڈوبی ہوئی دعاء کی۔

تیری سرکار سچی ہے تیرا وعدہ بھی سچا ہے
 لے مولا میں بھی حاضر ہوں مجھے ڈر ہے نہ خدشہ ہے
 بچالے پورش اعداء سے مولا اپنے بندے کو
 بھروسہ تیری رحمت پر صدا ہے تیرے بندے کو
 بچالے مکر اعداء سے تو قادر ہے میرے مولا
 میں راضی ہوں رضا پر جس طرح چاہے تو اے مولا
 صلیبی موت گر تو دے تو اے مالک تیری مرضی
 بدن میں کیل ٹھک جائیں گر اس میں ہو تیری مرضی
 طماچے منہ پر برسیں یا بدن بیدوں سے چھد جائے
 تمنا ہے یہ لاشہ بھی تیری ہی نذر ہو جائے

مجھے رسوائیوں اور پھبتیوں کا ڈر نہیں مالک
تیری توحید پر کچھ حرف غیر آئے نہ اے مالک
بشارت تھی تیری مولا میرے حق میں وجاہت کی
کروں کیسے زبان سے شکر جو جو بھی عنایت کی

دعاء سے فارغ ہوئے تو ارشاد باری ہوا ”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی
ومطہرک من الذی کفرو“ یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنے قبضہ میں لے لوں گا اور اپنی طرف
تجھے اٹھا لوں گا اور یہود سے ہلکی تمہیں پاک کر دوں گا۔

اس وعدے کے ایفاء میں یہ نعمت ”واذ کففت بنی اسرائیل“ یاد کرانی جارہی
ہے۔ یعنی اے مسیح وہ وقت یاد کرو۔ جب تم پر مصائب کے بادل گھر آئے تھے اور نواب کی
اندھیریاں چھا رہی تھیں۔ زمین کا ذرہ ذرہ تمہارا دشمن ہو رہا تھا اور پتہ پتہ تمہیں گھیرے ہوئے تھا
اور بشریت تم پر غالب آچکی تھی۔ مگر تم آزمائش میں میزان عمل پر پورے اترے تھے۔ وہ تمہارے
امتحان کا وقت تھا اور جب تم معیار صداقت پر پورے اترے تو ہم نے تمہیں سکینت بخشی اور روح
القدس سے تمہاری مدد کی اور کفار کو تم سے روک دیا اور وعدے کے مطابق تمہیں آسمان پر اٹھالیا۔

اب اگر بفرض محال مرزائی عقائد کو مان لیا جائے تو جناب مسیح یہ کہنے میں کیا حق بجانب
نہ ہوں گے کہ مولا یہ بھی کوئی احسان ہے جو یوں جتلیا جا رہا ہے۔ کیا میرے منہ پہ طمانچہ نہیں
پڑے۔ کیا میرے بدن پر بیدوں کی مشق نہیں ہوئی۔ کیا میرے ساتھ استہزاء نہیں کیا گیا۔ کیا
صلیب پر مجھے نہیں چڑھایا گیا۔ کیا میرے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء میں کیلیں ٹھونک ٹھونک کر
چھلنی نہیں کر دیا گیا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ رات کے اندھیرے میں زلزلہ اور اندھیری کی وجہ
سے میں جب کہ مردوں سے بدتر ہو چکا تھا اور غش نے انہیں دھوکہ دیا۔ وہ مجھے مردہ سمجھے اور
صلیب سے مجھ کو اتار گئے۔ مگر میں حقیقتاً نہ مرا تھا گو مرنے سے بدتر تھا۔ چپکے چپکے رات کی تاریکی
میں خون میں لت پت زخموں سے لاچار درد سے بیقرار نہ چلنے کی ہمت نہ ٹھہرنے کا حوصلہ چوروں
کی طرح گرتا پڑتا جان کے خوف سے بھاگا مگر جاتا کہاں میرے لئے کوئی پناہ کی جگہ ہی نہ تھی۔ گرتا
پڑتا نہایت درد و کرب میں جان پر کھیل کر دھو بی گھاٹ پہنچا اور ایک حواری کے گھر پناہ لی تو یہ بھی نہ
کر سکا کہ وہ جس کے ہاتھ سے مادر زاد کوڑھی اچھے اور اندھے سو جھا کے اور مردے زندہ ہوا کرتے
تھے اس کے اپنے زخموں کو آہ جب کہ اس کی اپنی حالت قابل رحم تھی۔ رحم کھاتا اور اچھا کر دیتا مگر تو

رحیم ہی نہیں۔ اس بیکسی کے عالم میں جب کہ بھوکا و نادار تھا اور جب کہ میرے وجود میں بالکل سکت نہ تھی اور جب کہ میری جیب درہم و دینار سے خالی تھی۔ مجھے مجبور کرایا کہ اپنے زمنوں کے لئے بھیک مانگوں اور مرہم تیار کروں آہ مدتوں میرے زخم رستے رہے اور میں کراہتا رہا تو نے نہ پوچھا کہ بھوکا ہے یا پیاسا اور قصور کیا تھا کہ تیرا نام کیوں بلند کیا۔

طعن اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے

کیا تیرے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

اور نعمت کیسی یہ بھی اچھی نعمت ہوئی کہ مجھ کو دنیا کے کروڑہا یہود و نصاریٰ لعنتی خیال کرتے رہے اسی کا شکر یہ کروں وہ تیرے وعدے کیا ہوئے جب کہ تو ایفاء عہد ہی نہیں جانتا۔ اب کس چیز کا مجھے احسان جتلاتا ہے اور کون سے شکرے کا طالب ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک گو یہ الزامی جواب ہے اللہ معاف کرے۔ نہ تو یہ مسیح علیہ السلام نے کہا اور نہ ہی وہ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے رسول صاحب کتاب نبی، دنیا اور آخرت میں مرتبے والے اور خدا کے مقرب ہیں۔

دنیا کے بادشاہ جو خدا کے ادنیٰ فقیر ہیں وہ تو اپنے مقربین کو اپنے تخت کے پاس عزت کی جگہ دیں۔ ان کے لباس و طعام کا خیال رکھیں۔ مگر وہ احکم الحاکمین جو سب سے بڑا شہنشاہ ہے وہ اپنے مقربین کی یوں رسوائی و رو سیاہی کراتے ہوئے تختہ دار پر کھینچو اڈے۔ طرح طرح سے دکھ و مصیبت کے پہاڑ ان پر گر گریں اور وہ دیکھتا رہے اور کچھ نہ کر سکے۔ اچھا خدا ہے اور اچھی اس کی شہنشاہی دنیا کے بادشاہ تو مقرب لوگوں سے جدا ہونا پسند نہ کریں۔ مگر وہ ستار جہاں جس کو مقرب بناوے اس کو اپنے پاس لے جانے کو بھی قادر نہ ہو اور کھلانے کو نان جویں بھی مہیا نہ کر سکے۔ یہ عجیب خدائی ہوئی اور اچھا احکم الحاکمین ہے کہ لوگوں کی وعدہ خلافی پر سرزنش کرے اور اپنے وعدہ کا ڈکار تک نہ لے۔ اللہ معاف کرے یہ سب لغویات الزامی جواب ہیں جو بیان ہوئے اس نے مسیح علیہ السلام کو ”ومن المقربین“ کہا اور قرب دینے کے لئے اپنے قریب لے گیا۔ اب ذرا دجال قادیان کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(نزول المسح ص ۱۵۱، خزائن ج ۱۸ ص ۵۲۹) مرزا قادیانی اس آیت پر یوں اعتراض کرتا ہوا اس نعمت کو اوہام باطلہ میں چھپانا چاہتا ہے۔ یہ وعدہ اللہ نہیں چاہتا کہ کوئی وعدہ الہی سچا ہو۔ جہاں مسیح علیہ السلام پہ برس رہا تھا۔ وہاں رحمت اللعالمین پر بھی اپنی کم سمجھی اور جہالت کا ثبوت دے گیا۔

”دیکھو! آنحضرت ﷺ سے بھی عصمت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ حالانکہ احد کی لڑائی میں

آنحضرت ﷺ کو سخت زخم پہنچے تھے اور یہ حادثہ وعدہ عصمت کے بعد ظہور میں آیا تھا۔ (یعنی یہ وعدہ الہی بھی سچا نہ ہوا تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک!) اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا تھا ”واذ کففت بنی اسرائیل عنک“ یعنی یاد کرو وہ زمانہ جب بنی اسرائیل کو قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے تجھ سے دیا..... حضرت مسیح کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا۔ لیکن خدانے آخر جان بچا دی۔ پس یہی معنی اذکففت کے ہیں۔ جیسا کہ واللہ یعصمک من الناس کے ہیں۔“

مرزا قادیانی کی تیس مارخیاں دیکھو تو شیطان کی آنت سے زیادہ لمبی ہوتی ہیں اور ختم ہونے کو نہیں آتیں۔ سچ ہے جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ انگریزی میں ایک مثال ہے کہ بھوکنے والا کتا کاٹا نہیں۔ جنہیں قرآنی معارف آتے ہوں وہ تاریخ سے بے بہرہ نہیں ہوتے۔ نبوت کے دعویدار کو جھوٹ کا مرتکب ہونا ایسا ہے جیسا کہ خدا کی توحید میں اس کے ہم عصر ماننا۔ انبیاء اور جھوٹ بولیں۔ وہ کوئی پنجابی نبی ہوگا۔ توبہ! یہ تو نبوت کے نام کی تذلیل ہے اور اسی لئے لعنت اللہ علی الکاذبین کہا گیا ہے۔ اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ یتیم مکہ فداہ امی و ابی کو بھی عصمت کا وعدہ دیا گیا تھا اور وہ گویا جھوٹا ہوا۔ کیونکہ وعدہ الہی کے بعد حضور ﷺ کو جنگ احد میں سخت زخم آئے۔ سبحان اللہ! یہ ہے آپ کی قرآن دانی اور تاریخ کے تو گویا آپ حافظ ہیں۔ جنگ احد شوال سن ۳ ہجری میں ہوئی اور سورۃ المائدہ سن ۵ ہجری سے لے کر سن ۷ ہجری تک اتری۔ اب ایمان سے کہنے کہ جو وعدہ ۲ سال بعد میں ہوا اس کی ایفاء کے ۲ سال پہلے ہونے چاہئے تھی؟ تف ہے اس عقل پر اور عصم اور کف کو ہم معنی قرار دینا یہ آپ کے مبلغ علم کی روتی ہوئی مردہ تصویر ہے۔ کیوں صاحب واقعہ کو ہونے ہی نہ دینا اور ہو کر جان سے بچا لینا ایک ہی چیز ہے۔ ہرگز نہیں عصم کے معنی ہیں جان سے بچا دینا اور کف کے معنی ہیں واقعہ ہی کو ہونے نہ دینا۔ مثال کے طور پر سمجھئے۔

زید سے عصم کا وعدہ ہے وہ بکر سے لڑتا ہے۔ زخم آتے ہیں مگر جان سے مارا نہیں جاتا۔ عمر سے کف کا وعدہ ہے مرزا قادیانی عمر کا سخت دشمن ہے۔ وہ اسے قتل کرانا چاہتا ہے۔ مگر قادر ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کو موقعہ ہی نہیں ملتا۔ وہ کبھی ایک دوسرے کے مقابل ہی نہیں آتے۔

میرے خیال میں کسی مرزائی کے پیٹ میں دجل کے چوہے نہ دوڑنے لگیں۔ اس لئے جنگ احد کی تاریخ پر اسلامی اور مرزائی دستخط کرائے دیتا ہوں:

”غزوہ نبی اغار کے زمانہ میں یہ آیت واللہ یعصمک من الناس سفر میں نازل

ہوئی تھی اور اس قول کے بیان کرنے والے جناب امام جلال الدین سیوطیؒ ہیں جو عند المرزائیہ مفسر ہیں۔“ (تفسیر اتقان جزاؤں ص ۱۹)

اور دوسرا نمبر مرزا قادیانی کے روحانی بیٹے پادری محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور اپنی تفسیر بیان القرآن زیر آیت ”واللہ یعصمک من الناس“ لکھتے ہیں۔ ”ان مضامین پر جن کا ذکر اس سورہ (ماندہ) میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور یہی رائے اکثر محققین کی بھی ہے کہ اس سورہ کے اکثر حصے کا نزول پانچویں اور ساتویں سال ہجری کے درمیان ہے۔“

(بیان القرآن محمد علی)

اب بڑے مرزا قادیانی کی بھی سنئے:

”آنحضرت ﷺ چند صحابی کو برعایت ظاہر حفاظت کے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آیت واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی تو آنحضرت نے سب کو رخصت کر دیا کہ اب مجھ کو تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں۔“ (اخبار الحکم ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء ص ۲)

پنجابی نبی کے لاڈلے خلیفہ مرزا آنجنابی کے بیٹے مرزا محمود جو اس وقت قادیان کے تحت خلافت پر براجمان ہیں اور جو پچھلے دنوں سیسل ہوٹل لاہور سے مس روفا ٹاؤن حسینہ کو اپنے دانے باز موٹر میں بٹھا کر قادیان لے بھاگے تھے اور جس پر مدتوں اخباروں میں خوش گیمیاں ہوتی رہیں اور مضاحیہ مضامین نکلتے رہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے باوا کے الہام سنانے کو لائل پور جادھمکے۔ وہاں آپ نے ایک لمبی چوڑی اونچی نیچی تقریر کے دوران میں آبا کی ہمنوائی کرتے ہوئے کہا:

”رسول کریم نے دعویٰ کیا واللہ یعصمک من الناس مکہ والوں نے سارا زور لگایا کہ آپ کو قتل کریں مگر آپ بچ گئے۔“ (اخبار الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء)

یہاں ایک اور بھی مزے کی چیز پیش کر دوں تمہارے مرزا تو وہ پہلوان نبی ہیں جنہوں نے تمام انبیاء کے خطابات رحمانیہ کو دن دھاڑے ڈاکہ ڈالا اور یہ نہ دیکھا کہ مذکر ہیں یا مونث اور دیکھا کیسے جاتا ڈاکہ زنی میں بھلا تمیز کہاں رہتی ہے۔ مرزا قادیانی نے جہاں انبیاء عظام کے الہام چوری کئے وہاں جنابہ صدیقہ کے انعاموں پہ بھی ہاتھ صاف کیا۔ اب دیکھئے! چوری یوں کھلی کہ مرزا قادیانی گھر سے نکلتے ہیں تو سر پہ عمامہ منہ پہ نورانی داڑھی ہاتھ میں عصا مگر پاؤں میں زنانہ جوتی اور زنانہ شلوار پوچھا جاتا ہے۔ اجی حضرت! یہ کیا تو فرماتے ہیں میں مریم ہوں اور اب حیض نہیں رہا۔ بچہ ہے اور کیا کروں دروزہ کھجور کے تنے کو دس ماہ حاملہ رہنے کے بعد لئے جاتی ہے۔

بھلا اس کا جواب کون دے سکتا ہے اور کس کو طاقت ہے کہ نبیوں کے پہلوان کو جواب دے۔ ہاں صاحب آخر نبی جو ہوئے اب یہی الہام واللہ یعصمک من الناس آپ کہتے ہیں کہ مابدولت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی کو بھی ہوا ہے۔

رسول اکرم ﷺ پر تو اعتراض کرنے سے آپ نہ رکے۔ چاہئے وہ جہالت کی وجہ سے ہی تھا۔ یعنی الہام دو سال بعد ہوا اور واقعہ کے دو سال پہلے پر چسپاں ہو رہا ہے۔ جیسا کہ وہ آپ کی دو بکریاں (شاتان تذبحان وکل من علیہا فان الہام مرزا قادیانی) یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ کہیں عقیدہ ہو گا نہیں صاحب، ایک بکرا آسمانی خسر اور دوسرا غریب رقیب مرزا ناکح محمدی بیگم منکوحہ آسمانی جب یہ الہام یہاں ٹھیک نہ بیٹھا تو جو دو مرید کابل میں تبلیغ کو گئے تھے وہاں مرتد قرار دیتے ہوئے قتل کئے گئے۔ تو نبوت کی باسی کڑا ہی میں ابال آیا اور یہ نشانہ بھی معقول سمجھا۔ اس لئے جھٹ یہ الہام سنا دیا گیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا اجی حضرت! دوبارہ ہے ارشاد ہوا جکتے ہو جکے جاؤ۔

اب ایمان سے کہئے ٹوپی سر کی اور زبردستی پہنائی جاتی ہے پاؤں میں کیا یہ ہی قادیانی نبوت ہے۔ قبلہ مولانا ظفر علی خاں صاحب مدظلہ نے کیا خوب کہا۔

بزوری ہے نبوت قادیاں کی
برازی ہے خلافت قادیاں کی
ہیں احمق جس قدر ہندوستان میں
ہے آباد ان سے جنت قادیاں کی

اب ایمان سے کہئے کہ مرزا قادیانی کو الہام واللہ یعصمک من الناس کے بعد کس قدر مصائب برداشت کرنے پڑے۔ سارا سارا دن عدالتوں میں کھڑے رہے۔ پانی پینے کی اجازت نہ تھی۔ جہاں جاتے دنیا اینٹ پتھروں سے خوش آمدید کرتی باہر نکلتے تو ایک جم غفیر ساتھ ہوتی اور شکار کا دھوکہ ہوتا۔

پس یہ ثابت ہو گیا کہ جو وعدہ مسیح علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کیا تھا یعنی میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا وہ کما حقہ پورا ہوا۔ کیونکہ یہودنا مسعود کو خدانے روکے رکھا اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کی گرفت پر قادر نہ ہو سکے۔ سو یہ آیت ”وان کففت بنی اسرائیل عنک“ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب یہود مسیح علیہ السلام پر قادر ہی نہ ہو سکے تو وہ کس طرح صلیب دے سکتے ہیں یا طمانچے یا استہزاء کر سکتے ہیں، اور ایک نقطہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اگر

اس وعدہ الہی کا ترجمہ اے عیسیٰ میں تجھ کو موت دوں گا اور تیری روح کو اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھ کو یہود سے پاک کروں گا جیسے کہ قرآنی الفاظ ”یا عیسیٰ انسی متوفیک ورافعک الیٰ مطہرک من الذین کفروا“ کے کئے جائیں جو مرزا قادیانی کرتا ہے تو یہاں اور بھی اشکال بڑھ جاتے ہیں وہ یہ کہ اس ترجمہ کے مطابق اگر جناب مسیح مصلوب ہوں تو جہاں اور بہت سے وعدے جھوٹے ہوتے ہیں وہاں یہ آیت یہود کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تجویز میں ناکام رہا اور یہودی کامیاب ہو گئے۔ اس کے علاوہ مشکل یہ پڑتی ہے کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ خدا نے موت کا وعدہ دیا تھا۔ مگر مسیح زخموں کی وجہ سے بیہوش ہو گیا اور پھانسی پر نہ مرا گویا کہ خدا کا یہ وعدہ کہ میں تم کو موت دوں گا پورا نہ ہوا۔ وہ بیہوشی میں جہاں یہود کو دھوکہ دے گیا وہاں خدا بھی دھوکے سے نہ بچ سکا۔ وہ بھی یہ سمجھا کہ مسیح مر گیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ نہیں مرا بلکہ بیہوش ہو گیا۔ اب اس کے ساتھ دوسرا وعدہ میں تیری روح کو اٹھاؤں گا بھی جھوٹا ہوا۔ کیونکہ جب وہ مرا ہی نہیں تو روح کیسے اٹھائی جاسکتی ہے اور اس کے بعد تیسرا وعدہ یعنی میں تم کو یہود سے پاک کروں گا بھی جھوٹا ہوا۔ کیونکہ جب یہود نے من مانی باتیں حسب خواہش کر لیں اور اپنے مکر میں کامیاب ہوئے تو یہ وعدہ بھی جھوٹا ہوا، اس کے علاوہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ وہ بیچارا مارا مارا پھرتا رہا اور آخر بمشکل کشمیر پہنچا اور ۸۷ برس کی زندگی غربت و کس پرسی میں بسر کرنے کے بعد محلہ خانیاں میں دفن ہوا۔ اچھا خدا ہے جو ۸۷ برس پہلے وعدہ کر رہا ہے کہ میں تمہیں موت دوں گا اور وعدہ کر کے ۸۷ برس بھول ہی گیا اور اس مدت مدید کے بعد ایفاء یاد آئی۔ مگر افسوس اب مسیح مسیح نہ تھا نہ وہ صاحب کتاب نبی رہ گیا تھا۔ نہ اس کے پاس معجزات تھے نہ اس کے دوش گردن پر تبلیغ رسالت تھی۔ نہ ہی اس نے وہ کہولت میں وعدہ الہی کے مطابق کلام کیا۔ بلکہ وہ بیچارا تو صلیب سے اس قدر خائف ہوا کہ کشمیر میں مسیح کا نام ظاہر کرتے ہوئے بھی کانپا اور اپنا نام یوز آسف رکھ لیا اور تبلیغ رسالت شاید اس لئے نہ کی کہ کشمیری زبان کو وہ نہ جانتا تھا اور اہل کشمیر عبرانی زبان سے محض کورے تھے۔ باقی رہے معجزات تو وہ صلیب کے ڈر سے کنارہ کش ہو گئے۔ کیونکہ بقول مرزا جو صلیب پر چڑھایا جائے وہ لعنتی ہو جاتا ہے اور بھلا لعنتی کے پاس معجزات کہاں اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی جھوٹا ہو جو ”وجیہا فی الدنیا“ کا تھا۔ غرضیکہ ان خرافات و توہمات پہ اگر یقین کریں تو خدا کی خدائی باطل ہوتی ہے اور یہ جو انسی متوفیک کے معنی طبعی موت قادیانی اصطلاح میں لئے جاتے ہیں۔ لغت کی کسی کتاب سے یا عام عربی محاورہ اور بول چال سے یا اقوال الرجال سے یا شارح علیہ السلام سے قطعاً منقول نہیں اور ہر جگہ ان معانی کی تحقیر و تذلیل ہی ہوتی ہے۔ اگر کوئی قادیانی

لغت کی کسی کتاب سے یہ معنی نکال دے تو علاوہ انعام کے ایک سو روپیہ چہرے شاہی نذرانہ لے مگر کسی میں ہمت بھی ہے؟

کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی ہے کہ واقعہ کی نوعیت کو عمداً سمجھنے کی کوشش کی بجائے اس پر ایک نہایت بھونڈے اور پھسندے انداز میں دھول ڈال کر واقعات کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سچ ہے سوئے ہوئے کو تو جگایا جاسکتا ہے مگر جاتے کو بھلا کون جگائے۔ حالانکہ یہ واقعہ ہی نہایت سادہ اور سیدھا ہے۔ اس میں کوئی ایچ پیج یا بھول بھلیاں نہیں۔ یہود مسیح کے لئے قتل و صلیب کا حیلہ سوچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے وہ ان کی خفیہ تجویز کے مقابل نیک تدبیر بناتا ہے۔ وہ قتل کرنا چاہتے ہیں اور مشیت الہی سے ایک دراز زمانہ کے لئے زندہ رکھنا چاہتی ہے۔ وہ اسے قتل و صلیب کے لئے گرفتار کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے جبرائیل امین کے ذریعے مد دیتا ہے اور آسمان پر اٹھالیتا ہے اور مسیح کی شبیہ اس کے گرفتار کرنے والے سب سے زیادہ قصور وار اعدا اللہ پر جو مسیح کے لئے گڑھا کھود رہا تھا پہ ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ ”چاہ کندہ راجاہ در پیش“ کے مصداق وہ اس میں خود گرتا ہوا مصلوب ہو جاتا ہے۔ اب یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح مصلوب ہو گیا۔ عیسائی یہودیوں سے یہی چیز اپنے عقیدہ میں داخل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسیح ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے پھانسی چڑھ گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی پرزور تردید کرتے ہیں اور اصل واقعہ یوں ہے۔ جیسا کہ فرقان حمید اس پر روشنی ڈالتا ہے۔

”تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كالم الله ورفع بعضهم درجات واتينا عيسى ابن مريم البينت وايدناه بروح القدس (بقرہ: ۲۵۳)“ ﴿یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبرائیل سے۔﴾

چنانچہ مرزا قادیانی خود اقرار کرتے ہیں کہ ”یہودیوں نے حضرت مسیح کے لئے صلیب کا حیلہ سوچا تھا خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤں گا اور تیرا اپنی طرف رفع کروں گا۔“ (اربعین نمبر ص ۸، خزائن ج ۱ ص ۳۹۴)

چنانچہ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا کہ ہم نے مسیح کو روح القدس سے مد دی۔ اب اگر کوئی سر پھرا خدائی خوار اس سے انکار کرے کہ جبرائیل نے مسیح کی کوئی مدد نہیں کی تو اس بد لگام کو باری تعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان نہیں۔

شارح علیہ السلام کے وہ نیک و صاحب نصیب اصحابی جو عند المرزا نہایت معتبر اور قابل احترام ہیں اور ”جن کے حق میں قرآن کے سمجھنے اور حافظ کی دعاء سرکار مدینہ نے فرمائی۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۰۲) وہ تو یہ فرمائیں۔

”جب یہود مسیح کو قتل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ میں تجھے آسمان پر اٹھا لوں گا اور کفار یہود کی صحبت سے تمہیں پاک رکھوں گا۔“
اب اس آیت کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیں جس کے فاعل ابن عباسؓ ہیں۔

”جب وہ شخص مسیح کو پکڑنے کے لئے گیا تھا مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور اسی بد بخت یہودی کو مسیح کی شکل پر بنا دیا۔ پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا۔ تفسیر معالم!“ (نسائی وابن مرویہ ذکرہ فی السراج المنیر)
اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جناب مسیح کو بطور احسان یہ فرمائے۔ ”اذ قال اللہ

یعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدنا بروح القدس“
﴿جب کہے گا اللہ، اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی تیری میں نے روح پاک سے۔﴾

خدا تو اس مدد کا احسان جتلائے اور مرزا یہ ترجمہ کرے کہ اے عیسیٰ میں تجھے موت دوں گا اور تیری روح کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ حیف ہے اس ترجمے پر اور افسوس ہے اس نظریے پر حیران ہوں کہ مدد دینے کو جان لینے کے مترادف کیونکر سمجھا گیا؟ اور روح القدس تو انبیاء کے پاس خوشخبریاں لے کر آتے ہیں اور تذکرہ بھی ایسا ہی ہے اور مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں تیری جان لوں گا۔ گویا یہود پلید کی تجویز کو کامیاب بناؤں گا۔ اگر مدد مرزائی عقائد کے مطابق ہوتی تو اللہ تعالیٰ جان سے مارنے کو بطور احسان کے یاد نہ دلاتے اور جان لینا جبرائیل کا کام نہیں وہ تو عزرائیل کی ڈیوٹی ہے اور ایسے مقام پر وہی آتا ہے۔ یہاں تو جبرائیل سے مدد دینے کا سوال ہے اور واقعہ بھی سوائے صلیب دینے کے کوئی نہیں اور یہ مدد کا دینا کسی اہم و کٹھن موقعہ کو متلاشی ہے اور وہ قرآن کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدد واقعہ صلیب کے وقت ہی ہوئی۔ جیسا کہ اجماع امت میں چلا آتا ہے۔ ہاں شاید کوئی اور واقعہ اس جھوٹے نبی کو بتایا گیا ہو جو دو ابہ باری کو اللہ تعالیٰ کے نزول کا مقام قرار دیتا ہو باری سے استدلال لیتا ہو، اور جو غلام قادر بڑے بھائی کا غلام کاٹ کر قادر کو خدا بنا لیتا ہو اور جو بدجل پور کی تعریف کرتا ہو قاضی سے کادی اور کادی سے کدہ

اور کدہ سے کا دیان بنانے میں نہ شرمائے، اور جو بڑے انگریز سے الہام سے اور اسے قطبی میں درج کرے، اور الہاموں کا ترجمہ آریوں سے کرائے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں ص ۲۸۰ پر وہ خود اقرار کرتا ہے۔ ”ایک دفعہ کی حالت یاد آئی کہ آنگریزی میں اول یہ الہام ہوا۔ ”آئی۔ لو۔ یو“ یعنی میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ پھر یہ الہام ہوا ”آئی۔ ایم۔ ود۔ یو“ یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر الہام ہوا ”آئی۔ شیل۔ ہیپ۔ یو“ یعنی میں تمہاری مدد کروں گا۔ پھر الہام ہوا ”آئی۔ کین۔ ویٹ۔ آئی۔ ول۔ ڈو“ یعنی میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ پھر اس کے بعد بہت ہی زور سے جس سے بدن کانپ گیا یہ الہام ہوا ”وی۔ کین۔ وہٹ۔ وی۔ ول۔ ڈو“ یعنی ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے۔ ص ۲۸۲ یہ دو فقرے انگریزی میں الہام ہوئے۔ ”گاڈ۔ از۔ کمنگ۔ بائی۔ ہز۔ آرمی“ ”ہی۔ از۔ ڈو۔ یوٹو۔ کل۔ اینٹی“ یعنی خدا تعالیٰ دلائل اور براہین کا لشکر لے کر چلا آتا ہے وہ دشمن کو مغلوب اور ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے فقرات تھے جن میں سے کچھ تو یاد ہیں اور کچھ بھول گئے۔“ (براہین احمدیہ ص ۲۸۲، خزائن ج ۱ ص ۵۷۶)

یہ بھی بتا دوں کہ مرزا قادیانی کی وحی کا کون کا کون تھا اور کون مصدق ہوا کرتے تھے۔ ”ایک پنڈت کا بیٹا شام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا بطور روزنامچہ نویس (کیا نبوت کی دوکان کھول رکھی تھی) کے نوکر رکھا ہوا تھا اور بعض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے وہ ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اس پر دستخط کرائے جاتے تھے۔ چنانچہ پیش گوئی بھی بدستور اس سے لکھائی گئی اور اس وقت کئی آریوں کو بھی خبر دی گئی اور ابھی پانچ روز نہیں گزرے تھے جو پختا لیس روپیہ کا منی آرڈر جہلم سے آ گیا..... کچھ عرصہ گزرا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدر آباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اس میں کس قدر روپیہ دینے کا وعدہ لکھا ہے۔ یہ خواب بھی بدستور روزنامچہ مذکورہ بالا میں اس ہندو کے ہاتھ سے لکھائی گئی اور کئی آریوں کو اطلاع دی گئی۔ پھر تھوڑے دنوں بعد حیدر آباد سے خط آیا اور نواب صاحب موصوف نے سو روپیہ بھیجا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک!“ (براہین احمدیہ ص ۲۷۸، خزائن ج ۱ ص ۵۶۹)

یہ ہیں پنجابی نبوت کے کارنامے جن پر دجال قادیان اتر آیا کرتا ہے۔ یہاں اسرار الہی کہاں یہاں رموز سرمدی کھلیں یہ ناممکن ہے یہ تو صاحب انگریزی پودا ہے جو سرکاری بنگلوں ہی کو

زیب دیتا ہے۔ اسے اللہ والوں کی طرف سے کیا کام۔ اکبر اللہ آبادی مرحوم کو کیا ٹھیک کہہ گئے۔

حرم والوں سے کیا نسبت بھلا اس کا دیانی کو

وہاں قرآن اترا تھا یہاں انگریز اترے ہیں

اب بڑے انگریز کے لب و لہجہ کا عادی انسان، رموز الہی اور اسرار یزدانی کو کیا جانے

کہ واذا ایدناہ بروح القدس کا کیا مطلب ہے۔ ڈیڑھ انچ کی اوندھی کھوپڑی والا گندے اور

نا پاک مادے کا بنایا ہوا انسان کا رخا نہ الوہیت کو کیا سمجھے اور کس برتے پہ سمجھے؟ جب کہ سمجھنے کی

قابلیت ہی نہیں رکھتا۔ اسی لئے یہ حکم شارح علیہ السلام نہ فرمایا کہ جہاں تک تمہارے دماغ

تمہاری رفاقت کریں وہاں تک رہا کرو اور کوئی بات جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے اہل ذکر و فکر سے

استفادہ حاصل کرو۔ معارف دقیقہ کا سمجھنا قال سے نہیں حال سے ہے۔ ایمان کا مظاہرہ باتوں

سے نہیں عمل سے ہے۔ رموز الہی کا کما حقہ وہی سمجھے جو پاک لوگ تھے اور جو خواہشات و نفسیات پر

پورے پورے قابض تھے۔ اسرار یزدانی کو وہ جانے جو دنیا کے تفکر مال و املاک اولاد، بیوی، جان

کو خدا سے زیادہ عزیز نہ رکھے وہ کیا جانے جو مٹی آڈروں پر دستخط کرتا اور روپیہ سنبھالتا، زر و جواہر

کی خواہشیں دیکھتا اور مال و املاک کے کشف بیان کرتا کہیں کتابوں کے نام پہ، تو کہیں تبلیغ کے کام پہ

مانگتا اور کوڑیوں کی زمین کو کیسی بناتا ہوا بہشتی مقبرہ کہہ دے اور جو اپنی قبر چاندی کی بیان کرے اور

لنگر کے نام پر ہزاروں اینٹھ لے اور نبوت کے نام کی تذلیل کرے اور الہامات کے نام پہ بیٹہ

لگائے اور پھر الہام بھی کیسے گول مول نہ سر نہ پیر۔ الہی خیر، نمونہ ملاحظہ ہو۔

.....۱ چوہدری رستم علی (البشری ج ۲ ص ۹۴، تذکرہ ص ۵۳۲)

.....۲ بستر عیش (البشری ج ۲ ص ۸۸، تذکرہ ص ۴۹۹)

.....۳ انشاء اللہ (البشری ج ۲ حصہ اول ص ۶۵، تذکرہ ص ۴۰۱)

.....۴ آج سے یہ شرف دکھلائیں گے ہم (البشری ج ۲ ص ۶۸، تذکرہ ص ۴۰۷)

.....۵ افسوس صد افسوس (البشری ج ۲ ص ۷۱، تذکرہ ص ۴۱۹)

.....۶ ایک دانہ کس کس نے کھایا (البشری ج ۲ ص ۱۰۷، تذکرہ ص ۵۹۵)

.....۷ گورنر جنرل کی پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا

(البشری ج ۲ ص ۵۷، تذکرہ ص ۳۴۲)

.....۸ اس کتے کا آخری دم (رسالہ مکاشفات مرزا ص ۲۲، تذکرہ ص ۴۱۷)

.....۹ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا (البشری ج ۲ ص ۹۵، تذکرہ ص ۵۳۵)

۱۰..... فیء مین (ملفوظات ج ۶ ص ۱۳۰)
 ۱۱..... کیا عذاب کا معاملہ درست ہے۔ اگر درست ہے تو کس حد تک

(البشری ج ۲ ص ۲۷، ۹۷، ۹۸، ۱۰۸، ۱۰۹)

۱۲..... اس پر آفت پڑی اس پہ آفت پڑی (مکاشفات ص ۴۱، تذکرہ ص ۵۵۵)

۱۳..... زندگیوں کا خاتمہ (البشری ج ۲ ص ۱۰۳، تذکرہ ص ۵۷۷)

۱۴..... ہم نے وہ جہاں چھوڑ دیا (البشری ج ۲ ص ۹۵، تذکرہ ص ۵۳۳)

یہ الہام ہیں یا گوزشتر۔ سبحان اللہ! اس برتے پہ نبوت ہو رہی ہے اور کلام مجید کے معارف کی ڈینگیں ماری جاتی ہیں۔ سنو اور خوب غور سے سنو، نبوت تو اس پاکوں کے پاک اور خاصوں کے خاص پر ختم ہوئی اور جو بھی اس کے بعد دعویٰ کرے وہ متنبی و کاذب ہے، اور آیت ایدناہ بروح القدس کے معنی وہی ٹھیک ہیں جو حضور ﷺ نے سمجھے۔ صحابہ کبار نے بیان کئے آئمہ نے دھرائے۔ حیات مسیح ایک ایسا اہم اور یقینی اعتقادی مسئلہ ہے جس پر اجماع امت ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی تحقیر کرے اور ایمان نہ لائے اور پھر مسلمان کہلائے۔ تمام محدث، مفسر، اولیاء، اقطاب، ابدال، امام، مجدد، تابعین، تبع تابعین اس پر متفق ہیں۔ کوئی نہیں جو مسیح کو مردہ خیال کرے یا تاویلات باطلہ میں سرکار مدنی کی امت کو گمراہ کرے۔ مرزا قادیانی کا اپنا بیان ہے کہ یہ اجماعی عقیدہ ہے اور جو اس عقیدہ کو نہ مانے وہ پکا بے ایمان ہے۔ ملاحظہ ہو:

”مسیح موعود (عیسیٰ ابن مریم) کے بارے میں جو حدیث میں پیش گوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف آئمہ حدیث نے چند روایتوں کی بناء پر لکھا ہو و بس۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیش گوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آئی ہے۔ گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیش گوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں۔ کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے۔ اگر نعوذ باللہ یہ افتراء ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے اور کس مجبوری نے انہیں اس افتراء پر آمادہ کر لیا۔“ (شہادۃ القرآن ص ۸، خزائن ج ۶ ص ۳۰۴)

ان حقائق سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین سے آپ کی اعانت اور جیسا کہ معراج میں سرکار مدنی ﷺ کی فرمائی اور زندہ روح مع الجسم آسمان پر اٹھالیا۔

”سبحان الذی اسرئى بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد

الاقصی“

مرزائی یہاں اعتراض کیا کرتے ہیں کہ روح القدس کے معنی انجیل شریف ہے۔ حالانکہ اسی رکوع میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان گنوائے وہاں کتاب اور تہ کی باتیں تو ریت وانجیل سکھانے کا بھی احسان جتلا یا۔ اگر روح القدس کے معنی انجیل ہے تو پھر انجیل کا دوبارہ احسان جتلانا کیا معنی رکھتا ہے اور پھر سینہ زوری سے معصومین کے نام پر دنیا کو گمراہ کرنا کہ امام بخاری کا یہ عقیدہ ہے، فلاں بزرگ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح مر گیا۔ یہ سب مغالطے دجل کی پرورش کے لئے ہیں۔ وگرنہ کوئی بھی اللہ کا بندہ ایسا نہیں جس نے یہ گندہ اعتقاد پیش کیا ہو۔ اب پادری محمد علی اپنی تفسیر بیان القرآن زیر آیت ”وایدناہ بروح القدس“ کہتا ہے کہ امام ابن جریر کے عقیدہ میں روح القدس کے معنی انجیل ہیں۔ اس لئے ہم جناب امام موصوفؒ سے اس برے عقیدے کی تردید کراتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

ہم جناب امام ابن جریر کی مبسوط کلام کو بخوف طوالت چھوڑتے ہوئے انکا اپنا فیصلہ پیش کرتے ہیں۔ بہترین تاویلات میں سے یہاں صحیح وہی ہے جو روح القدس سے مراد جبرائیل لیتے ہیں اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تائید دی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ ”اذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس“ پس اگر روح القدس جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تائید دی تھی۔ انجیل ہو تو البتہ قول باری تعالیٰ میں جو ”اد ایدتک بروح القدس“ اور ”واذ علمتک الکتب والحکمۃ والتورۃ والانجیل“ تکرار بغیر معنی کے ہوتا ہے۔ کیونکہ تائید اور تعلیم ایک چیز ہے۔ اگر پہلے ہی انجیل مراد ہو تو پھر انجیل کا لانا بے فائدہ۔ حالانکہ باری تعالیٰ کی کلام اس تکرار بلا معنی سے منزہ ہے۔ تب صاف معلوم ہوا کہ جو روح القدس سے مراد انجیل لیتے ہیں وہ غلط ہے۔

یہ نیم یہودی اس مقام پر ایک اور اعتراض کرتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ جبرائیل کے ذریعے انہیں سوائے آسمان کے اور کسی جگہ مدد نہ دے سکتے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی انبیاء کے پاس وہ آتے رہے۔ مگر انہوں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ کی۔ یہ مسیح کو آسمان پر اٹھایا ایک انوکھا اور نرالہ مسئلہ ہے۔ جو عقل انسانی سے بالاتر ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ وعدہ الہی یونہی تھا کہ میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اب کہئے جناب کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اٹھانے پر قادر نہیں۔ دوسرا وعدہ تھا کہ میں تمہیں صحبت یہود سے پاک کروں گا اور ظاہر ہے کہ کہ زمین پر تمہارے یہ یہودی بھائی پھیلے ہوئے تھے۔ پھر ان کی صحبت سے کیسے پاک ہو سکتے تھے اور یہ ایسی نامراد قوم تھی

جس کی شانیں کرہ ارض پر پھیلی ہوئی تھیں۔ انہیں جہاں بھی پتہ چلتا کہ مسیح وہاں ہے جھٹ پہنچ جاتے اور اس طریق سے وعدہ الہی ایفاء کے مراتب سے گرجاتا۔ نیز جناب مسیح کلمتہ اللہ تھے روح اللہ تھے ان میں صفات ملکیہ زیادہ تھیں۔ کیونکہ وہ نفع جبرائیل سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے بھی کہ سنت انبیاء میں ہجرت کرنا سنت قدیم سے چلا آیا تھا۔ اس لئے ان کا آسمان پر ہی جانا مناسب تھا۔ کیونکہ ارواح اور کلمات کا مرجع وہی ہے اور ظاہر ہے کہ زمین پر یہ جنس نایاب نہیں ہے اور نہ ہی قادیان میں اس کا کوئی ادارہ کھلا ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ انہیں اپنی قدرت کا ملکہ کا ایک نمونہ بنائیں اور ایک لمبی زندگی دینے کے بعد اپنے پسندیدہ دین کی خدمت کرائیں۔ ”ان الدین عند اللہ الاسلام“ اور اپنے قادر ہونے کی عظمت تم جیسے دہریوں کو منوائیں۔ اس لئے ایک عرصہ کے لئے انہیں آسمان پر اٹھالیا نیز یہ تو فرمائیے کہ تمام انبیاء اور دنیا کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کے باہمی ملاپ کے نتیجہ پر بتائی۔ مگر جناب مسیح کو بدوں باپ پیدا کیا۔ چونکہ ان کی پیدائش ہی اعجازی بنائی۔ اس لئے ان کی ہجرت بھی ایسی ہی ہونی چاہئے تھی جو اعجازی ہو۔ اس لئے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اگر اس لمبی زندگی دینے پر ہی اعتراض ہے تو ملائکہ بھی تو لاتعداد ہزاروں برس سے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور خدا بھی موجود ہے۔ کیا اس سے اس کی توحید میں خلل نہیں آتا۔ جو ایک مسیح کے زندہ ماننے میں تمہارے تو ازن دماغ کھوئے جا رہے ہیں۔ شیطان مع اپنی ذریت کے بھی تو زندہ ہے۔ ان دونوں کو بھی تو مارنے کی کوشش کرو اور بتاؤ کہ تمام انبیاء تو ماں اور باپ سے پیدا ہوں۔ مگر مسیح بن باپ جو جواب اس کا دو گے وہی جواب آسمان پر جانے کا ہے۔ سنو اور خوب غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار مدینہ ﷺ کی عظمت و سطوت کے لئے ایک صاحب کتاب نبی کو ایک وفادار جرنیل کی حیثیت میں خدمت دین کے لئے قرب قیامت میں بھیجنا مقدر کر رکھا ہے جو محمدی امام الصلوٰۃ کی اقتداء میں نماز ادا کرے گا خود امام بننا بھی گوارا نہ کرے گا اور یہ کیوں کہ اس نے امت محمدیہ میں ہونے کی آرزو کی تھی جو دعائے رنگ میں بر بناس کی انجیل میں موجود ہے اور جو سابقہ اوراق میں بیان ہوئی، اور نیز ان کا آنا قیامت کے نشانات میں سے ایک نشان ہے جہاں تم یہ مانتے ہو کہ پہاڑ قرب قیامت میں ایسے اڑیں گے۔ جیسا کہ روئے کے گالے وہاں یہ کیا مشکل ہے کہ ایک انسان ایک لمبی زندگی گزارنے کے بعد امر مقرر کے ماتحت آسمان سے نازل ہو، اور جب کہ سرکار مدینہ کی پیش گوئی یہی ہے اور جیسا کہ صحاح ستہ میں سینکڑوں احادیث اس کی مؤید ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی عزت و وقار کو بڑھانے کی چیز ہے نہ کم کرنے کی اور خدا کا کلام یہ کہتا ہے کہ مسیح اپنی امت پر قیامت کے دن گواہ ہوگا وہ

گواہی فرقتانی الفاظ میں یوں لکھی ہے۔ ”ویوم القيامة يكون عليهم شهيدا“ اور باقی رہی موت تو اس کے متعلق بھی اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ بھی جام موت پئیں گے۔ مگر کب جب تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لے آئیں گے اور جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے ”وان من اهل الكتاب الا ليوثنن به قبل موته“

یقین ہے میرے مرزائی دوست سمجھنے اور سدھرنے کی کوشش کریں گے اور اگر بفرض مجال ابھی ان کے دل زنگار الودہی ہوں تو کلام الہی میں تریاق کا قحط نہیں۔ بیمار کو چاہئے کہ وہ مایوس و دل برداشتہ نہ ہو جائے۔ شافی مطلق نے دواؤں میں وہ وہ تاثیرات رکھے ہیں کہ سبحان اللہ اور یہ روحانی بیماریاں تو فرقتانی تریاق کے سامنے ہیچ ہیں۔ ذرا غور و فکر کی ضرورت ہے اور پرہیز صرف اس قدر ہے کہ ان دہریوں اور نیچہ رویوں کے پاس نہ بیٹھا جائے۔ اللہ بس باقی ہوس!

”وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيماً“ اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی چڑھایا و لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف انکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک، بلکہ اس کو اٹھایا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا۔ ﴿

فوائد: از حضرت شیخ الحدیث جناب مولانا قبلہ شہیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ العالی۔

”اور ان کے اس قول پر کہ فخر سے کہتے تھے۔ ہم نے مار ڈالا عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول اللہ کا تھا۔ اس وجہ سے ان پر عذاب اور مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تکذیب فرماتا ہے کہ یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا یا یہود جو مختلف باتیں اس بارہ میں کہتے ہیں اللہ نے ان کو شبہ میں ڈال دیا۔ خبر کسی کو بھی نہیں واقعی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور اللہ سب چیزوں پر قادر ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا۔ حق تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھالیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح کی صورت کے مشابہ کر دی۔ جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔ پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرہ کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔

کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں ہے۔ اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ علم کسی کو بھی نہیں، حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہرگز مقتول نہیں ہوئے۔ بلکہ آسمان پر اللہ نے اٹھالیا اور یہود کو شبہ میں ڈال دیا۔ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہاں میں تشریف لاکر اسے قتل کریں گے۔“

ناظرین کرام! آپ کے سامنے دجال قادیانی کا ترجمہ اسی آیت شریفہ کا پیش ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”انہوں نے کہا کہ لو ہم نے اس مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا۔ جو رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ درحقیقت یہودیوں نے مسیح ابن مریم کو قتل نہیں کیا اور نہ پھانسی دیا۔ بلکہ یہ خیال ان کے دلوں میں شبہ کے طور پر ہے۔ یقینی نہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کو آپ ہی شبہ میں ڈال دیا تا ان کی بیوقوفی ان پر اور نیز اپنی قادریت ان پر ظاہر کرے اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو شک میں پڑے ہیں کہ شاید مسیح پھانسی ہی مل گیا ہو ان کے پاس کوئی یقینی و قطعی دلیل اس بات پر نہیں صرف ایک ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ انہیں یقینی طور پر اس بات کا علم نہیں کہ مسیح پھانسی دیا گیا۔ بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور اپنی طبعی موت سے مراد اور خدا تعالیٰ نے اس کو راست باز بندوں کی طرح اپنی طرف اٹھالیا اور خدا عزیز ہے۔“

(ازالہ وہام ص ۳۷، خزائن ج ۳ ص ۲۹۰)

کذاب قادیان کے مخلص حواریو! ایمان سے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہو یہ ترجمہ جو تمہارے سلطان القلم یا نیبوں کے پہلوان نے کیا ہے۔ زنگی کا نام کا فور اور شب دہجور کا ترجمہ صحیح صادق کہاں تک صحیح اور درست ہے؟ کچھ تو خوف خدا کرو اور صرف اس قدر بتادو کہ یہ الفاظ بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور اپنی طبعی موت سے مرا۔

کن الفاظ کا ترجمہ ہیں اور کہاں سے لیا گیا ہے۔ آہ جو شخص کلام مجید کے تراجم میں یوں دیدہ دلیری کرے اور نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہو خدا کے کلام میں دخل دینے سے نہ شرمائے اور پھر اس قدر منہ زور ہو کہ اس غلط و بے ربط ترجمہ کی تفسیر میں ایسا بد لگام ہو جائے کہ منہ زور یہ کہتا ہو اگر پڑے کہ یہ ترجمہ جو میں نے کیا ہے خدا کے حکم پر کیا ہے۔

”اور مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی اور اسی وقت کشفی طور پر یہ صداقت مذکورہ بالا میرے پر ظاہر کی گئی اور اسی معلم حقیقی کی تعلیم سے میں نے وہ سب لکھا ہے جو ابھی لکھا ہے۔ فالحمد لله على ذلك“ (ازالہ وہام ص ۳۷، خزائن ج ۳ ص ۲۹۳)

اب ان مکاشفات والہامات کو کون روکے یہ خواجہ کے گواہ مینڈک جھٹ ٹپک پڑتے ہیں اور جہاں یہ کام نہ دیتے ہوں وہاں رو یا صادقہ ستیاناس کر جاتی ہے۔ اب میں چند ایک مثالیں ان تینوں حربوں کی پیش کرتا ہوں۔

سب سے پہلا الہام جو اس پاک نام کی تذلیل کرتا ہے وہ اس وقت سو جھاجب بڑے مرزا قادیانی کا لین کلیر ہو رہا تھا۔ سخت جانی عزرائیل کا مقابلہ کر رہی تھی۔ آپ کو الہام ہوگا والسماء والطارق اب ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبداء ہے اور قسم اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور آپ کو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی آپ کا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا۔ (حضرت مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ ص ۸۰، مصنفہ معراجین عمر قادیانی)

اور جب مرزا کے باواسر گباش ہوئے تو وہ بیچارہ روتا دھوتا قادیان پہنچا اور پہنچتا نہ کیسے جب کہ وہ مرزا قادیانی سے تھا اور مرزا قادیانی اس میں سے تھے۔ یہ خونئی تعلقات کچھ چھوٹنے والے تھوڑے ہی تھے یہ پلوٹھی کا الہام کچا کیسے نکل جاتا۔ اسی لئے تو مرزا کے ابا کی موت کے واقعہ کی قسم کھائی اور یہ پہلی قسم ہے جو مرزائی خدا نے کھائی اور یہ بھی بتا دوں کہ اس خدا کے مرزائی اصطلاح میں چار نام ہیں۔ سب سے بڑا نام مرزا، دوسرا پلاش، تیسرا عاج اور چوتھا..... انسوس یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ عزا پرسی کتنے روز تک رہی یا فوراً ہی واپس چلا گیا اور ٹیچی، شیر علی، خیر اتی اور آئیل چاروں فرشتے ساتھ تھے یا کیلا تھا۔

”کچھ عرصہ گزرا ہے کہ ایک دفعہ سخت ضرورت روپے کی پیش آئی۔ جس ضرورت کا ہمارے اس جگہ کے آریوں ہمنشیوں کو بخوبی علم تھا اور یہ بھی ان کو خوب معلوم تھا کہ بظاہر کوئی ایسی تقریب پیش نہیں ہے کہ جو جائے امید ہو سکے۔ بلکہ اس معاملے میں ان کو ذاتی طور پر واقفیت تھی۔ جس کی وہ شہادت دے سکتے ہیں۔ پس جب کہ وہ ایسے مشکل اور فقدان اسباب حل مشکل سے کامل طور پر مطلع تھے۔ اس لئے بلا اختیار دل میں اس خواہش نے جوش مارا کہ مشکل کشائی کے لئے حضرت احدیت میں دعاء کی جائے۔ تا اس دعاء کی قبولیت سے ایک تو اپنی مشکل حل ہو جائے اور دوسری مخالفین کے لئے تائید الہی کا نشان پیدا ہو۔ ایسا نشان کہ اس کی سچائی پر وہ لوگ گواہ ہو جائیں سو اس دن دعاء کی گئی اور خدا تعالیٰ سے یہ مانگا گیا کہ وہ نشان کے طور پر مالی مدد سے اطلاع بخشے تب یہ الہام ہوا۔ دس دن کے بعد میں موم دکھاتا ہوں۔“ الا ان نصر اللہ قریب فی شایل مقیاس “دن دل یوگوٹو امرتسر یعنی دس دن کے بعد رو پیہ آئے گا۔ خدا کی مددزدیک ہے

اور جیسے جب جننے کے لئے اونٹنی دم اٹھاتی ہے تب اس کا بچہ جننا قریب ہوتا ہے۔ ایسا ہی مدد الہی بھی قریب ہے اور پھر انگریزی فقرے میں یہ فرمایا کہ دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امر ترس بھی جاؤ گے۔ فالحمد لله علیٰ ذالک!“ (براہن احمدیہ ص ۴۶۹، خزائن ج ۱ ص ۵۵۹)

تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔ باڑہ ہندوراؤ دیکھو اور بارہ من کی دھو بن دیکھو۔

سبحان اللہ! یہ ہیں پنجابی نبی کی کرشمہ سازیاں اور یہ ہیں وہ آپ کے بھاری بھر کم معجزات۔ خیر اس سے تو ہمیں کچھ غرض نہیں کہ روپیہ کے لئے کیوں دعاء کی گئی۔ آخر نبوت کا کاروبار کوئی یونہی تھوڑا ہی چلتا ہے۔ ہزاروں کرائے کے مبلغ اور بھاڑے کے ٹوکڑا خریدے جاتے ہیں اور کلکرا توڑ مزدور تو قصر نبوت کے گردا گرد گدوں کی طرح منڈلاتے پھرتے ہیں۔ بخدا حیرانگی ہے اس بے تکلے گزگا جمہنی گنگوڑی الہام پر جو اوپر سے گدھا اور نیچے سے آدمی یا آدھا تیر اور آدھا بیہ اور ذائقہ بس کچھ نہ پوچھئے کریلہ اور نیم چڑھا اور نوعیت دیکھئے پہلے بے ربط اور بعد فرقانی سرقہ اس کے آگے ایسی زبان جو دنیا کے کسی حصہ پر نہ ملے۔ شاید جنات کی زبان ہو۔ اس کے آگے غلط انگریزی اور ترجمہ تو سبحان اللہ! ایسا رنگین کہ لکھنؤ والے سردھنیں اور پر لطف ایسا کہ بار بار پڑھنے کو دل چاہے اور محاورہ وہ کہ بابائیں اور گدائے لم یزل کی لغات سے تو کیا فتح پور سیکٹری کے پرانے کھنڈرات سے بھی نہ ملے اور یح تو دیکھئے ظالم نے کمال ہی کر دیا۔ آخر خدا کا کلام ہے اس میں لطف نہ آئے تو بیربل اور ملاں دو پیازہ کے سر کی قسم تریوز کھانا چھوڑ دوں اور مرزا قادیانی کا خدا تو وہ ہے جو ذیل کے خاکہ سے اپنی کمال محبت اور عطا عفو کے رنگ میں رنگین نظر آتا ہے۔

”حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوئی۔ گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔“ (اسلامی قربانی مصنفہ قاضی یار محمد صاحب!)

”بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے۔ تجھ میں حیض نہیں رہا بلکہ وہ بچہ ہو گیا۔“ (تمتہ حقیقت الوحی ص ۱۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱)

کجا شان پیغمبر اور کجا مرزا غلام احمد
یہ تلمیس حکومت کی نشانی دیکھتے جاؤ

(تفسیر جلالین ص ۹۱) زیر آیت ”وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ“ اور لعنت کی ہم نے یہود پر اس وجہ سے بھی کہ وہ فخر کے ساتھ کہتے تھے کہ یقیناً ہم

نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعوے قتل کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں نہ قتل کر سکے یہود حضرت عیسیٰ کو اور نہ پھانسی پر ہی لٹا سکے ان کو بلکہ بات یوں ہوئی۔ کہ یہود کے لئے حضرت مسیح کی شبیہ بنا دی گئی اور وہی قتل کیا گیا اور سولی دیا گیا۔ وہ یہود کا آدمی تھا۔ عیسیٰ کے ہمراہ یعنی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی صورت و شبیہ یہود کے آدمی پر ڈال دی اور یہود نے اس شبیہ عیسیٰ کو عین عیسیٰ سمجھ لیا اور تحقیق جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا وہ اس کے قتل کے متعلق شک میں مبتلا تھے۔ کیونکہ ان میں بعض نے جب مقتول کو دیکھا تو کہنے لگے اس کا منہ تو بالکل عیسیٰ کا ہے اور باقی جسم اس کا معلوم نہیں ہوتا اور باقی کہنے لگے نہیں بالکل وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت عیسیٰ کے قتل کے بارے میں کوئی یقینی علم نہیں ہے۔ بلکہ صرف اس ظن کی پیروی کرنے لگے جو خود انہوں نے گھڑ لیا اور یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اٹھا لیا اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف، اور اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہی میں بڑا زبردست اور اپنے کاموں میں بڑا ہی حکمت والا ہے۔“

چنانچہ اس کی تصدیق جناب امام فخر الدین رازیؒ کی عبارت سے یوں معلوم ہوتی ہے۔ ”اور مطلب عزیز کا قدرت میں کامل، اور مطلب حکیم کا علم میں کامل۔ پس ان الفاظ میں خدا تعالیٰ نے بتلا دیا کہ حضرت عیسیٰ کا دنیا سے آسمان کی طرف اٹھانا اگرچہ انسان کے لئے مشکل سا ہے مگر میری قدرت اور حکمت کے لحاظ سے اس میں کوئی وجہ باعث اشکال نہیں اور کسی قسم کا اس میں تقدیر نہیں ہو سکتا۔“

ناظرین! معاملہ نہایت صاف واضح اور روشن ہے۔ اس میں کوئی دقیق بات ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس قول پر لعنت کی کہ وہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا اور آج بھی جو یہ عقیدہ رکھے کہ مسیح قتل و مصلوب ہوا اس کے ہاتھ اور پاؤں میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔ وہ اس سے زیادہ اس بات کا مستحق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود اس گندے اور ناپاک عقیدہ کی تردید کر چکے کہ مسیح کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ قتل یا مصلوب کرنا تو کارے دارد چیز تھی۔ کوئی ان کی ہوا تک نہ پہنچ سکا۔ یہ ہمارا بیان ہی نہیں خدا کا اعلان ہونے کے بعد زبان فیض ترجمان نے سینکڑوں ارشادات میں اس کی تردید کی۔ تابعین نے کی، تبع تابعین نے کی، آئمہ رحمہم اللہ جمعین اس سے متفق رہے۔ کسی ایک مفسر، محدث، امام، مجدد نے انکار نہ کیا۔ تیرا سو برس سے یہ مسئلہ عقائد میں داخل چلا آتا ہے۔ جمہور امت کا اس پر اجماع ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ آسمان جو موجود ہیں اور وہ قرب قیامت میں حضور ﷺ کے ارشادات گرامی کے مطابق پیش گوئی کو چار چاند لگاتے ہوئے

نزول اجلائی فرمائیں گے اور شریعت محمدیہ پر خود عمل کریں گے اور کرائیں گے اور یہ محض دھوکہ دیا جاتا ہے کہ وہ رسول ہو کر اور صاحب کتاب ہو کر کس طرح شریعت محمدیہ کے متبع ہوں گے۔ ان کی عقول پر پتھر پڑ گئے ہیں جو وہ نہیں سمجھتے کہ ان کا زمانہ رسالت گذر چکا اور وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد امر مقرر یونہی تھا کہ وہ امتی کی حیثیت میں آویں۔ مگر عہدہ وہی ہو، اور یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ تمام انبیاء کا ایک ہی دین اور ایک ہی مقصد ہوتا ہے۔ توریت و زبور، صحائف انبیاء و انجیل سب خدا کی کتابیں ہیں اور سبھی ہدایت خلق کے لئے اپنے اپنے زمانے اور وقت کے لئے اتاری گئی تھیں۔ مگر افسوس مرزا جیسے چال باز چالاک لوگوں نے ان میں من مانی تحریف کی اور جیسا کہ ابھی آپ کے سامنے اس اندھے کی مثال میں سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کسی اندھے کو فیرونی پیش کی گئی۔ اس نے پوچھا اس کا رنگ کیا ہے۔ کہا گیا سفید، پوچھا سفید کیسا رنگ ہوتا ہے کہا گیا جیسے بگلا۔ اندھا بولا بگلا کیسا ہوتا ہے تو بتانے والے نے اندھے کا ہاتھ پکڑ کر پنجہ جھکاتے ہوئے اس کی شکل بتائی، اندھا کانوں پر ہاتھ دھرتا ہوا کہنے لگا، بابا میں فیرونی سے باز آیا یہ تو میرے حلق میں انک جائے گی اور میرا خاتمہ ہو جائے گا، تو عرض یہ ہے دین الہی تو ہمیشہ سے ایک ہی نہایت سیدھا اور فطرت انسانی کے عین مطابق چلا آیا ہے۔ ہاں زمانہ کے مطابق اس میں بعض تمدنی معاشرتی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور بالآخر ہر چیز کے آغاز کے بعد انجام کا ہونا لازمی ہے۔ ہر صبح کے بعد شام کا آنا لازم ہے۔ ہر شروع کا ختم یقینی ہے۔ چنانچہ سلسلہ انبیاء کا آغاز آدم صلی اللہ سے شروع ہوا اور انتہاء خاتم النبیین ﷺ پر ہوئی۔ نہ ان کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ شریعت، اور یہاں ایک اور مغالطہ دیا جاتا ہے وہ یہ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قبول کیا جائے تو خاتم النبیین کی مہر ٹوٹی ہے تو جواب اس کا یہ دینا چاہئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو انبیاء سابقین میں سے ہیں اور مہر ٹوٹے گی تو کیا، بلکہ اور زیادہ مستحکم و مضبوط ہوگی۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کی پیش گوئی یونہی ہے کہ عیسیٰ بن مریم قرب قیامت میں تشریف لائیں گے اور یہ کیوں آئیں گے زبان فیض ترجمان سے سنئے۔ اس لئے آئیں گے کہ ”تکرمہ اللہ هذه الامۃ“ کی (مکھلوۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام!) گواہی دیں۔

”وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ“ کی مرزائیہ تفسیر بالآخر اس معصوم کو طوعاً و کرہاً ان ظالموں کے حوالے کر دیا۔ مگر ان کم بختوں نے ان کو سخت دکھ دیئے اور کئی دن ان کو فاقے رکھ کر آخر جمعہ کے دن اپنے سب خورد و کلاں کو بلایا اور سارے شہر میں ڈھنڈورا پھرایا کہ آج ایک جانناز سولی چڑھے گا۔ پس مظلوم کے کپڑے اتروائے اور صلیب

کے بلے اسے اٹھوائے کانٹوں کے ہار پہنائے اور کشاں کشاں سارے شہر میں پھراتے مضحکے اڑاتے تالیاں لگاتے شہر کے بارہر کلوری کے میدان میں لے آئے۔ وہاں جمعہ کے دن صلیب گاڑ کر دو بجے دن کے قریب انہیں سولی پر لٹکا دیا اور اپنے خرمن اقبال کو جلا دیا۔ صلیب پر لگنا ہی تھا کہ رات بھر کی ایلی ایلی لما سبتقتنی کی دعاء اپنی قبولیت کا رنگ لائی۔ خدا کی غیرت جوش میں آئی بادلوں کے دل اس نظارہ ظلم عظیم کو دیکھ کر پھلے اور لشکرِ عدو برق اور طوفانِ باد و باراں کو لے کر فوج یہود پر یکبارگی حملہ کر کے ٹوٹ پڑے اور انہیں مہبوت و منتشر کر دیا۔ ادھر پلاطوس کو آماہہ کیا گیا کہ وہ حکمت عملی سے مسیح کو بچا دے۔ اس نے یہود سے مخفی اندر ہی اندر یوسف ارمنی کے ساتھ مل کر مسیح کو بچانے کا منصوبہ پکایا اور خدا نے بڑی توڑ کر مار ڈالنے کا خیال سب کے دل سے بھلایا۔ ایک ظالم نے پسلی میں بھالا لگایا تو خون اور پانی بہ کر زندگی کا ثبوت سامنے لایا۔ پلاطوس نے یہ موقع پا کر اسے زندہ صلیب سے اتر دیا اور یوسف ارمنی کے حوالے کیا۔ اس نے اس کو ایک معطر اور ہوادار تہ خانہ میں رکھ کر اس کے زخموں اور ضعف کا حکیمانہ علاج پوشیدہ طور سے کرایا۔ پھر جب اس طرح مسیح نے کچھ آفاقہ پایا تو وہاں رہنا مشکل سمجھ سیاحت پر دل بھرا آیا۔ وہاں سے نکل گلیل کا راستہ لیا اور حواریوں کو چپکے سے کہلا بھیجا کہ اسی طرف راہ میں آملیں اور درد دل سنائیں اور سنیں۔ ان سے ملنے اور مچھلی اور روٹی کھانے نے حیات کے ثبوت پر اور بھی جلد بڑھایا۔ نسخہ مرہم عیسیٰ کا استعمال ایک اور رنگ لایا اور خدا نے اسی ثبوت کے لئے آج تک ہزاروں کتب میں اس کو محفوظ رکھا۔ بارے افتاں خیزاں سب گلیل تک جا پہنچے۔ گلیل میں بیٹھ کر الگ الگ ملک تبلیغ کے لئے حواریوں کو سو نپ اسرائیل کی بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے خود مسیح نے پہاڑ کی راہ لی اور نصیبین سے گذر کر لوق و دوق جنگل کاٹے دریاؤں اور پہاڑوں کے سفر طے کرتے اور اسرائیلی بھیڑوں کا سراغ لگاتے لگاتے کچھ گروہ تو وسط ایشیاء اور کچھ افغانستان میں نظر آیا اور بہتوں کا پتہ کشمیر میں پایا اور ”اوینہما الی ربوۃ ذات قرارو معین“ کا راز ہاتھ آیا وہیں پہنچ اپنا گھر بنایا۔ ”ان اتخذو من الجبال بیوتا“ کا حکم بجالایا۔ آخر ۹۵ء میں دورد دنیا سے رخصت دوسری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون بنایا۔ کہیں لاک اور کہیں بدھ نام پایا اور کہیں یوز آسف او شہزادہ نبی کہلایا اور دو ہزار برس تک یہ بھید مخفی رکھ لوگوں کو خوب کھپایا۔“

(حضرت مسیح موعود کے مختصر حالات مؤلفہ معراجین عمر منظور نظر مرزا قادیانی آنجنمانی، تاریخ طبع ۱۲/۱۲ اپریل ۱۹۰۶ء)

یہ قادیانی تفسیر مرزا قادیانی کے نہایت منظور نظر صحابی کی ہے اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اسی امر سے ہو سکتا ہے کہ اس کو براہین احمدیہ کی ایک جزو بناتے ہوئے اسی کا غدا سی تقطیع

اسی سائز پر چھپوا کر براہین کے ساتھ الحاق کر دیا گیا ہے۔ نیز آج تک اس کو نہایت مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ مرزا قادیانی کی زندگی میں طبع ہوئی اور ضروری ہے کہ ان کی نظر سے گزری اور میرا ایمان ہے کہ مرزا قادیانی کی ایماء سے کراہیہ پر لکھوائی گئی۔ مگر آج تک اس کے ایک لفظ کی تردید نہیں ہوئی۔ اس لئے اس کتاب کو مرزا قادیانی کے الہامی تھیلے (براہین احمدیہ) کا دیباچہ تصور کریں۔ کیونکہ اس میں مرزا قادیانی کے تمام حال احوال چال ڈھال رنگ ڈھنگ الہام رویا چھوٹی بڑی سب باتیں لکھی ہوئی ہیں اور یہی صاحب براہین احمدیہ کے ناظم ناشر اور پبلشر بھی ہیں۔ اب جن خرافات کو آپ نے پیش کیا ہے وہ فسانہ آزاد ہیں تو کہاں الف لیلیٰ میں بھی شاید نہ ملے گی۔ ایسا طوفان بے تمیزی نہ سنا اور نہ دیکھا۔ اجی حضرت! یہ تو فرمائیے کہ ان واقعات کی سند کیا ہے۔ کہاں سے آپ نے اس کو اخذ کیا۔ تمام کتب سادی میں تو اس کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ فرقان مجید اس کی پرزور تردید کرتا ہوا اعلان کرتا ہے۔ ”واذ کففت بنی اسرائیل عنک“ یعنی یہود ناسعدو تو جناب کلمتہ اللہ کو چھو بھی نہ سکے اور صلیب کے بلے اٹھوانا تو کیا قرآن کریم بیاگ دہل اعلان کرتا ہے۔ ”وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه“ یعنی یہود پلید کے اس قول پر فعل پر نہیں بلکہ صرف قول پر اس لئے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی کہ وہ یہ کیوں ناپاک کلمہ زبان پہ لاتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو جو اللہ کے رسول تھے قتل یا صلیب دے دیا۔ اب آپ ہی ایمان سے کہئے آپ بلے اٹھوا رہے ہیں اور ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں کہ کل ایک مظلوم صلیب دیا جائے گا اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ صلیب دیا گیا۔ تمہاری عقل کو کبھی گھاس چرنے سے فرصت بھی ملتی ہے اور اگر کبھی اتفاق سے وہ فارغ ہو تو خالد وزیر آبادی کا پیغام اس کو دینا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ کوئی مردود، مسیح کو نہ چھوسکا اور مصلوب کرنا تو کارے دار دہے کوئی اس کی ہوا کو بھی نہ پہنچ سکا۔

جیسا کہ قرآن شاہد ہے ”ومطہرک من الذین کفروا“ اب تم یہ کہتے ہو کہ ہاتھوں اور پاؤں میں کیل لگائے گئے۔ تم سچے ہو یا خدا؟ یقیناً خدا سچا ہے۔ پھر یہ تم نے گمراہی کی ٹھیکیداری کیوں لے رکھی ہے۔ عقل کی بات کرو ایک بے بنیاد واقعہ جس کی تاریخ گواہی نہ دے کتب سماوی منہ توڑیں اقوال الرجال مخالفت کریں۔ ساڑھے تیراں سو برس سے وہ جزو ایمانیات میں رگ جان کی طرح چلا آئے۔ اب یہ تم کون جو خواہ مخواہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان بنیں۔ آخر یہ لچر اور بیہودہ قصہ یادہ گوئی نہیں تو اور کیا ہے۔ کتنا ظلم ہے کہ خدا تعالیٰ کو تم بودا سمجھتے ہوئے خواہ مخواہ اندھیری اور بارش میں الجھ رہے ہو اور تمہارا قادیانی بھونچال اور

ظلمت کا سہارا لے رہا ہے۔ سنو اور غور سے سنو نہ اس کو کسی بودے سہارے کی تلاش، نہ اسباب کی ضرورت وہ تو وہ ذات پاک ایسی ہے جو ایک لفظ کن سے جو چاہے سو کرے۔ شرم کرو کیا نظریہ پیش کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تو یہ چاہتی تھی کہ مسیح کو بچا وے۔ مگر آہ ارادہ ازلی یہودیوں سے مرعوب و خائف موقعہ کا متلاشی رہا۔ پہلے اندھیری کی منت کی بعد میں بادل کی خوشامد ہوئی اور جب یہ سامان پیدا ہوئے تو بیچارہ ڈرتے ڈرتے پلاطوس کی اعانت کا طالب ہوا اور اس طرح سے مسیح کو جو مرنے سے بدتر ہو چکا تھا جس کا بدن موٹے موٹے کیلوں سے چھلنی ہو چکا تھا اور کئی دن کا بھوکا اور پیاسا بے ہوشی کے عالم میں مردہ ہو چکا تھا۔ ایک زبردست بھالے کا کچھو کہ لگواتے ہوئے صلیب سے اتر وادیا اور یوسف آرمینی کی منت گذاری کی کہ خوشبودار تہ خانہ میں رکھیو اور کستوری نہ ہو تو کیا، قادیان سے منگالینا۔ مرہم عیسیٰ کا نسخہ تیار کرو اور چپکے چپکے زخموں پہ لگاتے جاؤ۔ مگر دیکھنا کہیں یہودی نہ دیکھ لیں۔ ورنہ پھر تم کو میری مجبوری اور معذوری کا تو علم ہی ہے نہ بچا سکوں گا۔ استغفر اللہ! آخر یہ کیا سمجھ کر ایمان کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہو۔ کچھ تو خوف خدا کرو یہ مرہم عیسیٰ کا چکر کہیں نمک سلیمانی اور طلا و پتی صاحب ہیں نہ لے جائے۔ یہ تو بازاری حکیموں کے چر بے ہیں۔ وہ وسط ایشیاء میں مسیح کی بھیڑیں موسیٰ خیل اور عیسیٰ خیل یعنی ڈوبتے ہوئے کو تنکوں کا سہارا تلاش کرنا ساحل مراد ہیں اور وسط ایشیاء میں کتنی بھیڑیں رہتی ہیں تمہاری جہالت کی بھی کوئی حد ہے کہ اس معصوم مسیح کو ایک مشرک بے نماز و بے زکوٰۃ شخص سے مسیح دے رہو۔ جو بدھ کے نام سے مشہور ہے۔ گویا کہ بدھ مسیح تھا۔ جیسا کہ تمہارے قادیانی نے مسیح ہندوستان کے نام سے جو کتاب لکھی ہے۔ اس میں بدھ اور مسیح کو ایک ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور مارا ہے۔ اگر بدھ ہی مسیح تھا تو گویا مرہم عیسیٰ اور الہی مدد سے وہ ایسا برگشتہ ہوا کہ خدا کی توحید کا وہ قائل نہ رہا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے اس الہامی نام کو جو بطور انعام جناب مریم کو ملائکہ کی بشارت سے ملا تھا۔ چھوڑ دیا اور بدھ کے نام کو پسند کیا۔ آپ کے اس نظریے سے تو یہ معلوم ہوا کہ جینی اور عیسائی دراصل بھائی بھائی ہیں جو نہیں جانتے کہ ان کا ریفارم ایک ہی ہے۔ واقعی یہ آپ نے بڑا احسان کیا۔ کوئی مانے نہ مانے آپ نے تو کہہ دیا اور یوز آسف اور شہزادہ نبی کی بھی خوب کہی۔ گویا نعوذ باللہ خاک بدہن نقل کفر کفر نباشد کے مصداق، مسیح نے جہاں توحید الہی سے منہ موڑا وہاں نصاریٰ سے بھی بے وفائی کی۔ مسیح سے لایمک بنا اور لایمک سے بدھ ہو اور بدھ سے پھر یہودی بنا اور یوز آسف نام رکھا اور یہاں بھی قرار نہ آیا تو آخر شہزادہ نبی کے نام سے مر گیا۔ سبحان اللہ! قربان جاؤں آپ

کی اس نرالی منطق اور بے پیندے کی رسالت پر، ہے کوئی مسیح کالال یا تمام سو گئے۔ جو یہ بتانے کی زحمت گوارا کرے کہ یہ خرافات کی پوٹ کس معیار صداقت پر پوری اتر سکتی ہے۔ اگر کوئی مرزائی ان چاروں ناموں کو ایک نام میں مدغم کر دے اور تاریخ سے اس کی تصدیق کر اے تو علاوہ انعام موعودہ کے یکصد روپیہ بطور انعام پیش کیا جائے گا اور اس کی معیاد تاقیام زمانہ ہے۔ اگر کوئی جیتا جاگتا مرزائی ہے تو دامن رسالت کا ذبہ سے اس دھبے کو دھونے کی کوشش کرے ورنہ سمجھا جائے گا کہ نواب کلومر گئے جو فاختہ اڑایا کرتے تھے۔ مگر

سنجھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

”وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ“ اس آیت کریمہ نے قادیانی جھونپڑے کو گویا آگ ہی دکھلا دی اور گویا اب اس میں وہ طاقت ہی نہ رہی کہ جس سے دجل کی مشینری چل سکے۔ میرے خیال میں تو اب اس کے پرزے ہی اس قابل نہیں کہ کچھ بھی کذب بن سکیں۔ کیونکہ ان کے زبردست دلائل ہی کچھ ایسے ہیں جو مرزائی تانے بانے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔ پس غور سے سنئے ہجرت سنت انبیاء ہے اور سبھی پیامبر اس سنت کریمہ پر عمل پیرا ہوتے آئے ہیں اور یہ مسلمہ اور مصدقہ مرزا قادیانی ہے کہ جناب مسیح واقعہ صلیب سے قبل ساڑھے تینتیس سالہ مدت العمر میں اس اہم فرض سے سبکدوش نہ ہو سکے۔ اب وعدہ الہی عیسیٰ انسی متوفیک ورافعک الی جلد وفا کا تمنی ہے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ ۸۷ برس کشمیر میں رہے۔ اگر ترجمہ بقول مرزا ہوتا کہ اے عیسیٰ ہم تمہیں موت دیں گے اور تیری روح کو اپنی طرف اٹھائیں گے پھر بھی موت دینے کے فوراً بعد اٹھانے کا وعدہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ۸۷ برس والا معاملہ کشمیر محض من گھڑت اور تراشیدہ ہے اور اگر ترجمہ تو اند تونی کے تحت میں کیا جائے۔ جیسا کہ صحیح ہے کہ تونی کے معنی سوائے پورا لینے کے اور کچھ ہے ہی نہیں اور جہاں بھی اس کے معنی موت کے لئے گئے ہیں وہ مجازی ہیں اور کوئی قرینہ ساتھ ہے۔ اب معاملہ یوں ہے کہ مسیح علیہ السلام یہود کے محاصرے میں گرفتار ہیں۔ اس گرفتاری میں وہ خدا سے اعانت کی دعاء کرتے ہیں۔ اللہ وعدہ دیتا ہے کہ اے عیسیٰ میں تمہیں اپنے قبضے میں لینے والا ہوں یا پورا پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ بس یہاں دو ہی باتیں ہیں یا تو یہ مان لیا جائے کہ یہود کی تجویز کامیاب ہوگئی اور خدا کی تدبیر ناکام ہوئی۔ یہود خدا پر غالب آئے اور اس کے رسول کو مصلوب کر دیا اور اگر یہ نہیں اور یقیناً نہیں تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو جو مرکب تھا روح معہ جسد کے

پورے طور پر اپنی طرف اٹھالیا اور یہی مسیح کی ہجرت ہے اور اگر مقام ہجرت کی وجہ سے رگ الحاد پھڑکے، تو اتنا اور عرض کردوں کہ چونکہ جناب مسیح کی ولادت نوحہ جبرائیل سے تھی اور ان میں صفات ملکیہ زیادہ تھے۔ اس لئے ان کی ہجرت بھی ایسے ہی مقام پر موزوں تھی اور نیز جناب مسیح علیہ السلام سے چند وعدہ ربانی بھی کچھ ایسے ہی تھے کہ جن کی وجہ سے ان کا زمین پر رہنا قطعاً موزوں نہ تھا۔ مثلاً سن کہولت میں کلام کرنا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک لمبی عمر زمین پر گزارنا تو اے انسانی پر تاثرات زمانہ کی وجہ سے بے حد مضراثر ڈالتا ہوا پیر فروت بنا دیتا ہے اور نیز اس لئے بھی کہ اگر وہ زمین پر ایک دو از عرصہ بسر فرماتے تو تم جیسے لاکھوں انسان ان کے گردا گرد حلقہ کھینچ، ناک میں دم کر دیتے اور نیز عہد رسالت نبوی میں رخنہ اندازی ہوتی اور سب سے بڑی بات یہ ہوتی کی سن کہولت نہ رہتی اور وعدہ الہی یہ تھا کہ وہ ادھیڑ عمر میں کلام کریں گے اور اگر زمین پر ہوتے تم جیسے دھریہ لوگ صبح سے شام تک دماغ چاٹتے رہتے اور دنیا جس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے وہ جاتا رہتا وہ یہ کہ امتحان کا موقعہ اور ایمانی مظاہرہ مفقود ہو جاتا اور سب سے اہم بات یہ ہوتی کہ دنیا خدا کی قادریت پر حرف لاتی اور کہتی کہ اگر مسیح کو اتنی لمبی عمر دینا ہی مقصود تھا تو انہیں دنیا کے مذاق کے لئے کیوں چھوڑ دیا گیا۔ خدا میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنے بندے کو آسمان پر لے جاتا اور اس کے علاوہ یہود کی صحبت سے پاک کرنے کا وعدہ تھا اور اگر وہ زمین پر کہیں بھی ہجرت کرتے تو یہود پلید کی صحبت سے قطعاً پاک نہ رہ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ امر مقرر یونہی تھا۔ جیسا کہ وکان امرأ مقضیاً سے عیاں ہے۔ یہ تھا دیباچہ اس آیت کریمہ کا اب سنئے۔

مرزائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح کو ہر ممکن تکلیف جسمانی اور روحانی دی گئی۔ طمانچے لگائے گئے منہ پر تھوکا گیا۔ بدن پر تازیانی ہوئی۔ طرح طرح سے استہزاء کیا گیا اور بالآخر صلیب پر چڑھایا گیا۔ مگر چونکہ خدا خفیہ تجویز فرما چکا تھا۔ اس لئے چاہئے اس کو بھوک پیاس درد و کرب میں طرح طرح کے مصائب جھیلنے پڑے۔ مگر وہ ایسا سخت جان واقع ہوا کہ جان نہ نکلی اور یہی خدا کا مکر تھا اور یہی بہترین تجویز الہی ہو سکتی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ خیال ہی مردود ہے۔ خدا نے ان کے فعل پر لعنت نہیں کی۔ بلکہ قول پر کی ہے کہ وہ ایسا کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ فعل پر کی ہے اگر فعل پر لعنت کی ہوتی تو پھر عبارت یوں نہ ہوتی۔ بلکہ مثل سابق انبیائے سابقین کی طرح جو یقیناً معصوم و بے گناہ رسول تھے اور جن کا ذکر ایک عام انداز میں قرآن حکیم نے کیا ہے جیسا کہ فرمایا ”ویقتلون النبیین بغیر حق“

”و قتلہم الانبیاء بغیر حق“ یہاں لعنت یہود کے فعل پر ہوئی۔ مگر آیت مذکورہ

بالا میں لعنت یہود کے قول پر کی۔ اب غور کیجئے کہ یہ جو معصوم انبیاء یہود کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ظاہر ہے اور مرزا قادیانی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہود کا طریق کار یہی تھا کہ وہ پہلے مصلوب کرتے بعد میں ہڈیاں توڑتے تھے اور اسی کو قتل و مصلوب کہتے تھے۔ انصاف سے کہئے اور ایمان کی روشنی میں جواب دیجئے کہ کیا یہ سب نعوذ باللہ لعنتی موت مرے اور ان کی روح آسمان پر نہ اٹھائی گئی۔ قرآن شاہد ہے کہ وہ معصوم بے گناہ پاک نبی تھے۔ مگر کسی ایک کی روح کے اٹھانے کو قرآن نہیں کہتا ہے۔ کیوں نہیں کہتا صرف اس لئے کہ وہ اعلان کر چکا۔

”الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه (فاطر: ۱۰)“ یعنی تمام روحمیں اسی کی طرف صعود کرتی ہیں۔ نیک عمل اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ پھر دوبارہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے خاموشی اختیار کی اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت تھی۔ مگر اس آیت میں فعل قتلہم یا صلبہم پر لعنت نہیں کی۔ بلکہ وقولہم یہ لعنت کی۔ اگر یہود پلید نے قتل کر دیا ہوتا تو اس کے تذکرہ کی یوں تردید درتو دید کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جس طرح سابقہ معصومین تختہ دار کی نظر ہوئے یونہی غریب مسیح بھی وقتلہم الانبیاء میں آجاتے۔

اب قرآن کریم کے اعجاز کو ملاحظہ کیجئے۔ اللہ اللہ ایسی فصیح و بلیغ کلام ہے اور اس کے لفظ لفظ میں وہ وہ معارف بھرے ہیں کہ سبحان اللہ! مگر آنکھیں چائیں ظاہر کی نہیں باطن کی، ارشاد ہوتا ہے۔ وما قتلوه دراصل یہ یہود کے باطل عقیدے کا رد ہے۔ ان کے زعم باطل میں تھا کہ ہم نے مسیح کو قتل باصلیب کیا ہے۔ جیسا کہ ان کا رواج مذکور ہو چکا۔ اللہ فرماتے ہیں یہود مسیح کو قتل نہ کر سکے اور پھر دوبارہ فرمایا یقیناً یہود پلید مسیح کو قتل نہ کر سکے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا۔ ”وما صلبوه“ یعنی نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ مسیح پھانسی چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس ردی عقیدے کی تردید فرماتے ہیں کہ یہود مسیح کو مصلوب بھی نہ کر سکے۔ ان دونوں مدعیوں کے دعویٰ کو باطل قرار دینے کے بعد اب سوال ہوتا ہے کہ وہ قیدی جس کو مصلوب و قتل کے لئے چننا گیا تھا اور قتل و مصلوب ہونے سے بچ گیا۔ وہ کون تھا اور پھر وہ کہاں گیا۔

قبل اس کے کہ میں اس سوال کا جواب دوں۔ یہاں ایک اور اشکال پڑتا ہے۔ مناسب ہے کہ پہلے وہی حل کروں وہ یہ کہ یہود کو کیا ضرورت تھی کہ وہ مسیح کو بلاصلیب دیئے۔ یہ چیز اپنے اعتقاد میں داخل کر لیں۔ ان کا خیال صحیح ہے کہ انہوں نے کسی کو پھانسی ضرور دیا اور کلام مجید بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ کوئی پھانسی ضرور ہوا۔ مگر وہ مسیح نہ تھا۔ اسی لئے یہ الفاظ اس کے آگے فرمائے۔ ولکن شبہ لہم!

اب نحو کے قائدہ کی رو سے عبارت یوں ہوگی۔ ”ولکن قتلوا وصلبو شبہ لہم“ لیکن قتل ہوا اور صلیب دیا گیا وہ شخص جو مسیح کے مشابہ تھا اور واضح طور پر یوں سمجھے جیسے ”ما قام زید ولكن عمر“ اب یہ عبارت نحو کی رو سے یوں سمجھی جائے گی۔ ”ما قام زید ولكن قام عمر“ یعنی نہیں کھڑا ہوا زید لیکن کھڑا ہوا عمر۔ یہ قائدہ کلیہ ہے کہ لیکن کا ماقبل مضمون مابعد کے مخالف ہو۔ یعنی جس چیز کی پہلے نفی کی گئی ہے لیکن کے مابعد کے مضمون میں اسی چیز کا اثبات ہو۔ مثلاً ”ما مات زید ولكن عمر“ اب نحو کی رو سے یہ فقرہ یوں ہوگا۔ ”ما مات زید ولكن مات عمر“ یعنی پہلے فقرے میں زید کے مرنے کی نفی کی جا رہی ہے لیکن دوسرے میں عمر کی موت کا اقرار ہو رہا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وما قتلوه وما صلبوه“ یعنی نہیں کیا کسی نے اس کو قتل اور نہیں صلیب دیا کسی نے اس کو یہ دونوں کی ضمیریں مسیح علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں۔ یعنی مسیح قتل و صلیب نہیں ہوا ان دونوں الفاظ میں مسیح کے قتل و صلیب کی نفی کی جا رہی ہے۔ اب نحو کے قاعدے کی رو سے ساری عبارت یوں ہوگی۔ ”وما قتلوه وما صلبوه ولكن صلبوا وقتلوا شبہ لہم“ یعنی نہیں قتل ہوا وہ اور نہیں صلیب دیا گیا وہ، لیکن قتل ہوا اور صلیب دیا گیا وہ شخص جو اس کی مشابہت رکھتا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کا وہ مربی چچا ابوطالب جس نے محصوری کو رفاقت پر ترجیح دی فاتحہ کاٹے۔ مگر رفاقت کو نہ چھوڑا اپنے منہ میں نوالہ یتیم مکہ کے کھلانے کے بعد ڈالا۔ جب اس دنیا سے عالم بقاء کو جا رہا تھا تو حضور ﷺ اس کے سرہانے بیٹھے یہ فرماتے تھے کہ اے چچا ایک دفعہ اور صرف ایک دفعہ تو کلمہ شہادت میرے کان میں کہہ دے۔ تاکہ دن قیامت کے میں تمہاری سفارش کر سکوں۔

”انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء“

اب دیکھئے لیکن سے پہلے ہدایت دینے کی نفی ہو رہی ہے کہ تمہاری دلی محبت کسی کو ہدایت نہیں دے سکتی۔ لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔ جس چیز کی پہلے فقرے میں نفی کی گئی دوسرے میں اس کا اثبات ہوا۔

ایک اور نقطہ بھی حل کر دوں مرزا قادیانی چونکہ مراقی تھا۔ اس لئے اس کے دماغ میں یہ وہم بس گیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور یہ ان کا مار دینا ہی میری صداقت کی دلیل ہے۔ چنانچہ ہر فرقانی آیت میں اسے مسیح ہی موت ہی موت نظر آتی تھی۔ سچ ہے ساون کے اندھے کو ہریا دل ہی ہریا دل نظر آتی ہے۔

اب دیکھئے وما قتلوه وما صلبوه کا صحیح ترجمہ لغت عرب کے مطابق صحیح یہ ہے کہ نہ قتل کیا یہود نے اس کو نہ صلیب دیا یہود نے اس کو، مرزا قادیانی تو وہم باطلہ کی رو سے صلیب کا ترجمہ سولی پہ مارنا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ لغت عرب اور عام محاورے کے قطعاً خلاف ہے۔ کیونکہ اگر صلبوہ کے معنی صلیب پر موت دیا ہوا قبول کئے جائیں تو یہود کا تو یہی عقیدہ تھا کہ ہم نے مسیح کو جو اللہ کا رسول تھا صلیب کے ذریعے مار دیا۔ یہ تو صریحاً یہود پلید کی تائید ہوئی۔ اگر ایسا ہوا تو پھر خدائے حکیم کو صرف آیت یوں نازل کرنی چاہئے تھی۔ ”وقولہم انا صلبنا المسیح ابن مریم رسول اللہ“ مگر آیت یوں اتاری گئی۔ ”وقولہم انا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللہ“ اب قادیانی ترجمے کی رو سے معنی اس کے یوں ہو جائیں گے۔

یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے قتل کر دیا مسیح ابن مریم کو جو صلیب پر مرا ہوا تھا اور یہ ترجمہ بلاغت قرآنی پر ایک بدنامدہبہ ہے۔ نیز صلیب اور اس کا اسم مفصول اگر مصلوب کے معنی سولی پر مارنا کے صحیح تسلیم کئے بھی جائیں تو مرزا قادیانی کی عبارت کے پلے کیا خاک رہ جاتا ہے۔ سنئے:

”صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھونکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب کو بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے۔ پھر بعد میں اس کی ہڈیاں توڑی جاتی تھیں۔ پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب ہو گیا۔“ (ازالہ اوہام ص ۳۸۱، خزائن ج ۳ ص ۲۹۶)

اب غور کیجئے کہ جو مصلوب ہو گیا۔ یعنی بقول مرزا مر گیا اس کو بھوک و پیاس کیسی اور مرزا قادیانی کی عبارت کے معنی کیا ہوئے کہ پھانسی پر مرا ہوا مر گیا۔ سبحان اللہ! اس برتے پہ اترا نا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ سنو یہاں پھانسی دینے اور قتل کرنے کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ یہاں کسی فعل کی نفی نہیں فرماتے بلکہ قول کی فرماتے ہیں۔ یعنی یہود مسیح کو صلیب پر چڑھا ہی نہیں سکے۔ کیوں اس لئے کہ اگر یہود نے مسیح کو سولی پر کھینچ دیا ہوتا۔ جیسا مرزا قادیانی کہتا ہے تو قرآنی الفاظ و قولہم نہ ہوتے بلکہ ویکذبہم ہوتے۔ یعنی وہ جھوٹ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو قتل کر دیا ہے اور سولی پر کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدثؒ واصلوہ کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں کہ ”بردار نہ کر دند اور“ یعنی جناب مسیح کو سولی پر یہود نے نہ چڑھایا اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ بھی اس الفاظ قرآنی کا ترجمہ یہ فرماتے ہیں کہ ”نہ سولی پر چڑھایا اس کو“ اور لغت عرب بھی متفقہ طور سے صلب کے معنی سولی پر چڑھانا لیتی ہے اور یہاں مصلوبہ کا ترجمہ سوائے اس کے اور ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ سولی پر چڑھایا مسیح کو کسی نے۔

اب حیرانگی ہے کہ جب مسیح سولی پر چڑھائے ہی نہ گئے ہوں اور مرزا قادیانی خود کہہ چکا ہو۔ ”خدا نے مسیح سے وعدہ دیا کہ میں تمہیں صلیب سے بچاؤں گا۔“

(ضمیمہ تحفہ گوڑویہ ص ۵، خزائن ج ۷ ص ۴۴)

اب سولی پر ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونکنے گئے۔ ہڈیاں توڑی گئیں۔ کہاں سے لے لیا گیا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ یہ گندہ و ناپاک عقیدہ ان لوگوں کا ہے۔ جو خدا کے نافرمان اور رائدہ درگاہ ہیں۔ اگر کسی قادیانی کی رگ الحاد پھڑکنے سے نہ رکے تو وہ کوئی ایسا لفظ لغت عرب سے پیش کرے۔ جس کا معنی صلیب پر مرنے کے ہوں اور وہ تلاش کرتا کرتا مر ہی کیوں نہ جائے۔ مگر سوائے صلیب کے اس کو اور دوسرا کوئی نہ ملے گا اور اس کے معنی صلیب پر مارنے کے نہیں ہوتے بلکہ صلیب پر چڑھانے کے ہوتے ہیں۔ اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے۔ ”وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منه ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن“ اور جو لوگ یعنی نصاریٰ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف قیاس و اٹکل پر چل رہے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں عیسائیوں کے ان مختلف الخیال فرقوں کا ابطال ہے جو جناب مسیح کے بارے میں جدا جدا رائے خیال کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ تین دن تک مرے رہے اور اس کے بعد جی اٹھے بعض کہتے ہیں کہ وہ تین گھنٹے تک مرے رہے۔ ایسا ہی مختلف اٹکل بچو خیالات رکھتے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے خیال اور مختلف باتیں کسی یقینی امر کی متبع نہیں۔ یہ قیاس آرائیاں اور توہمات تو صرف ظن کی پیروی میں کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انہیں حقیقت سے روشناسی ہی نہیں اور جیسا کہ انجیل کہتی ہے کہ اس واقعہ کے وقت تمام حواریوں نے راہ فرار اختیار کی اور باقی وہاں کون تھا جو صحیح واقعات کی اطلاع دیتا۔ اس لئے وہ ظنات میں پڑ گئے اور مختلف عقیدے بنا لئے۔ اللہ فرماتے ہیں ”وما قتلوه یقیناً“ یعنی اصل واقعہ یہ ہے کہ جناب کلمۃ اللہ کو یقیناً یہود نے قتل نہیں کیا۔ گویا یہ واقعہ ہی غلط ہے جو بیان کیا جاتا ہے کہ مسیح کو سولی دیا گیا۔ یا قتل کیا گیا۔ یہ ایک مغالطہ ہے۔ جس میں یہود نے خواہ مخواہ خدا کے عتاب کو مول لیا اور نصاریٰ نے ان کی اس جھوٹی بات کو یقین کے مراتب پر سمجھتے ہوئے اپنے عقائد میں نقل کر لیا۔ اصل میں دونوں قوموں نے دھوکہ کھایا۔ واقعہ میں مسیح کو کوئی قتل نہ کر سکا نہ ہی کوئی صلیب پر چڑھا سکا۔ اب پھر وہ یہاں سوال ہوتا ہے کہ وہ یعنی مسیح کیا ہوا اور کہاں گیا تو اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ بل رفعہ اللہ الیہ اللہ فرماتے ہیں بلکہ ہم نے تو اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ یعنی آسمان پر اٹھالیا اور

کیوں اٹھالیا اس کا جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”وكان الله عزيزاً حكيماً“ اللہ اپنی بادشاہی میں بڑا زبردست اور بڑا ہی حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں دو چیزیں بیان ہوئیں۔ بڑا زبردست اور بڑا حکمت والا، کون نہیں جانتا اور کس کو انکار ہے کہ وہ بڑا ہی زبردست ہے۔ کس کو طاقت ہے کہ اس کے سامنے آئے یا مقابلہ کرے۔ کس کو جرأت ہے کہ اس کے کسی فعل کی کچھ بھی باز پرس کرے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی کارکردگی پر سوال ہی کرے۔ وہ اپنی طاقت و سطوت کا یوں اظہار کرتا ہے۔

”ولله جنود السموات والارض وكان الله عزيزاً حكيماً“
ارشاد ہوتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بڑا ہی زبردست اور بڑا ہی حکمت والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے متعلق اتنا اور عرص کر دوں کہ کیوں اس نے جناب مسیح کو آسمان پر اٹھایا اور کیوں سرکار مدیہ ﷺ نے مسیح کی آمد کی قسمیں کھائیں اور کیوں ستاروں سے زیادہ اقوال الرجال نے اس پر لکھا اور ایمان کا جزو قرار دیا اور کیوں اجماع امت ہے۔ سنو اور دل کے کانوں سے سنو۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی پیامبر اور رسول اس دنیا پر مبعوث فرمائے اور ان کے ساتھ ساتھ آسمانی روشنیاں یعنی شریعتیں یا کتب سماوی نازل کیں۔ ان کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ میری مخلوق گمراہی سے نکل کر راہ راست پر آجائے۔ اندھیروں میں بھٹکنے کی بجائے فضائے نور میں رہے۔ میرے احکام دیکھے اور میری خوشنودی کو حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت اور برکت بھیج کر خوش ہوتا ہے۔ وہ نیک عمل کرتے ہیں تو اس کے صلہ میں ان کے درجات بڑھاتا ہے اور طرح طرح سے جنت کے وعدے دیتا ہوا خوش ہوتا ہے۔ برائیوں سے روکتا اور بھلائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ اس لئے کہ میرے بندے عذاب جہنم سے بچ جائیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ ہم اپنی جانوں پہ ظلم کریں اور جہنم کا ایندھن بنیں۔

ایک بزرگ کہیں باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کے عقیدت کیش ان کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک کہہا برتن بنانے والے کے مکان سے گذرے۔ دیکھا کہ وہ مٹی کے طرح طرح کے برتن بنا رہا ہے۔ کسی پہ پھول، کسی پہ پتیل، کسی کو روغن اور کسی کو سنوار رہا ہے۔ وہ بزرگ بولے اسی طرح اللہ اپنے بندوں کو طرح طرح سے سنوارتا اور بناتا ہے۔ بزرگ نے کہا جاؤ اس کو کہو کہ وہ پیر جی کہتے ہیں کہ یہ تمام برتن توڑ دو ایک عقیدت کیش سرپاؤں پہ رکھ کر دوڑا اور کہا بابا ہمارے بزرگ پیر صاحب کہتے ہیں کہ تم اپنے یہ تمام برتن توڑ دو۔ وہ ہنسا اور جواب دیا کہ اچھا

بزرگ ہے اور اچھی رائے دیتا ہے میں بناتا ہوں وہ توڑا تا ہے۔ جا اس کو کہہ دے کہ میں توڑنے کو تیار نہیں۔ جو کہنا ہے کہہ لے اور جو کرنا ہے کر لے۔ جب پیر جی نے سنا، تبسم کیا اور فرمایا جب یہ ادنیٰ کمہار چند پیسوں کے برتن توڑنے کو تیار نہیں تو وہ احسن الحائقین اپنی مخلوق کو کس طرح جہنم میں دھکیل دے گا۔

تو غرض یہ ہے کہ اس وقت کرہ زمین پر اس قدر یہود و نصاریٰ آباد ہیں جن کی تعداد اربوں تک پہنچتی ہے۔ کیا وہ سب کے سب جہنم میں ڈال دے۔ نہیں ضرور ان کے سنوارنے اور نوازنے کے لئے کوئی ایسا عظیم الشان معجزہ ہونا چاہئے۔ جس سے یہ راہ حق سے ہٹتی ہوئی مخلوق راہ راست پر آجائے۔ اور یہی ایک نکتہ ہے جس کے لئے یتیم مکہ نے قسمیں کھائیں اور طرح طرح سے یقین دلایا۔ چنانچہ بشارات محمدی کے مطابق وہ قرب قیامت میں ضرور تشریف لائیں گے اور ان کا تشریف لانا چپکے نہ ہوگا۔ بلکہ دنیا جس طرح اور آفتاب و مہتاب کو طلوع ہوتے دیکھی ہے اسی طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل ہوتے دیکھے گی۔ جیسا کہ قرآن ناطق کے ارشادات گرامی جو آئندہ پیش ہونے والے ہیں بتائیں گے اور جیسا کہ انجیل اور مرزا قادیانی کے بیان ہیں جو ابھی بیان ہوں گے۔ جب اس طریق سے دنیا کے چھوٹے بڑے آسمان سے مسیح کو نازل ہوتے دیکھیں گے تو کون بد بخت و نامراد ہوگا جو مسیح پر ایمان نہ لائے گا۔

انجیل متی، مرقس، لوقا، متفقہ طور سے مندرجہ ذیل بیان دیتی ہیں ”اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آ کر بولے ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کر دے۔ کیونکہ بہترے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔ اس وقت لوگ تمہیں تکلیف دینے کے لئے پکڑوائیں گے اور تمہیں قتل کریں گے اور میرے نام کے سب ساری قومیں تم سے عداوت رکھیں گی اور اس وقت بہترے ٹھوکر کھائیں گے اور ایک دوسرے کو پکڑوائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتروں کی محنت ٹھنڈی پڑ جائیں گی۔ مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی

منادی تمام دنیا میں ہوگی۔ تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو اور اس وقت خاتمہ ہوگا۔ پس جب تم اس اجارے والی مکروہ چیز کو (دابۃ الارض اور دجال) جس کا ذکر انیال نبی کی معرفت ہوا۔ مقدس مقام پر کھڑا..... ہوا دیکھو۔ پڑھنے والا سمجھ لے تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں اور جو کھٹے پر ہو وہ اپنا اسباب لینے کے نیچے نہ اترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔ مگر ان پر افسوس ہے جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دودھ پلاتی ہوں۔ پس دعاء مانگو کہ تمہیں جاڑوں میں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے ناب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی۔ اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔ پس وہ اگر تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا۔ دیکھو وہ کوشٹریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جیسے بجلی پورپ سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے۔ ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قوتیں چھاتی پٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمانوں کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ زسنگھے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سہرے سے اس سہرے تک جمع کریں گے۔“

انجیل شریف نے ہماری تائید کرتے ہوئے چند باتیں ایسی بھی پیش کیں جو بطور پیش گوئی کے ہیں۔ مثلاً:

۱..... بہترے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

۲..... بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتروں کو گمراہ کریں گے۔

۳..... جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔

مندرجہ بالا تینوں باتیں کذاب قادیان کے متعلق جناب مسیح نے بطور پیش گوئی ارشاد

فرمائیں۔

.....۱ مرزا قادیانی نے خواہ مخواہ گرگٹ کی طرح سینکڑوں رنگ بدلتے ہوئے
 آخر مسیح کے نام پر ناکام قبضہ کیا اور سارا زور اسی چیز پر خرچ کیا کہ میں ہی مسیح ابن مریم ہوں۔

.....۲ مرزا کے مسیح بنتے ہی امت کو نبوت کا ہیضہ ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا ان
 ہٹو گنگڑوں نے ادھم مچا دیا کوئی تیما پور سے انا ولا غیر می کا نعرہ لگا رہا ہے، تو کوئی خاص قادیان میں
 احمد نور کا بی بی رسول بنا بیٹھا ہے۔ کسی کو اروپ میں درد نبوت بے چین کر رہا ہے، تو کوئی چنگا بن گیا
 میں والدین کو رو رہا ہے۔ غرضیکہ دو درجن کے قریب مرزا قادیانی کے امتی اس وقت دھما چوڑی
 مچا رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کا نبوت کا درپچہ جب سے کبخت کھل گیا ہے امت کو اور کوئی وہم ہی
 نہیں ہوتا۔ بس جب بخار ہوتا ہے تو رسالت کا اور جب زکام ہوتا ہے تو نبوت کا۔

.....۳ یہ بھی صحیح ہے کہ اس نبوت کے مرکز پر ٹکڑا توڑ ٹل منارہ سے مشرق کی طرف
 سکول کے سامنے گدوں کی طرح دیگ پر روز منڈلاتے نظر آتے ہیں۔ بخدا اگر آج یہاں سے
 کھانا نہ ملے تو توندیں ڈھیلی ہو جائیں اور عافیت یاد آ جائے۔

اب آپ کی خدمت میں وہ بات پیش کی جاتی ہے جو بظاہر ناممکن تھی۔ مگر خدائے
 رحمان نے کذاب قادیان کو ملزم گرداننے کے لئے آپ ہی اس کے منہ سے نکلوا دی اور پھر یہ ایسی
 ویسی کتاب کا حوالہ نہیں یہ اس کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ جس کی رجسٹری سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم
 مرزا قادیانی کے کروائی تھی اور قطب ستارہ سے کہیں زیادہ محکم گردانتے ہوئے اس کو قطبی کا خطاب
 دیا تھا اور یہ خدا کی مرضی اور القاء کے ماتحت لکھی گئی۔ یہ صرف الہامی کتاب ہی نہیں بلکہ اس کی تفسیر
 بھی اللہ تعالیٰ نے بقول مرزا خود کر دی۔ اس کا نام ہے (براہین احمدیہ ص ۳۹۸ حاشیہ در حاشیہ) میں
 جناب مرزا غلام احمد قادیانی خاکسار و رئیس قادیان قرآنی استدلال پیش کرتے ہیں۔ سنئے: ”ہو
 الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ یہ آیت جسمانی
 اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کا ملہ دین اسلام کا وعدہ
 دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس
 دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔“

(براہین احمدیہ ص ۳۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

مرزا قادیانی نے قرآن کریم سے مسیح کے نزول من السماء کا اقرار کیا اور کہا کہ وہ دوبارہ
 (یعنی آمد ثانی) اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یعنی پہلی بار واقعہ قتل صلیب کے موقع پر جب وہ
 اس دنیا سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اب دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یعنی موجودہ

وقت میں زمین پر نہیں۔ کیونکہ زمین کی ضد آسمان ہے تو معلوم ہوا وہ سب قصہ غلط و یاوا گوئی تھانہ مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا نہ کیلیں ٹھوکی گئیں نہ مرہم پٹی نہ لگائی گئی۔ نہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے سیاحت کی گئی، نہ بدھ بنے نہ شہزادہ نبی ہوئے اور نہ یوز آسف کے نام کو اختیار کر کے محلہ خانیاں میں قبر کو زینت دی۔ یہ کوئی قصہ ہی نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے آسمان پر اٹھالیا۔ یہاں مرزائیوں سے ایک چیز میں بھی پوچھ لوں کیوں حضرت یہ تو بتاؤ کہ دوبارہ آنے کا جناب مسیح کے لئے تمہارے مرزا قادیانی وعدہ کر رہے ہیں۔ اب جناب مسیح آئیں گے یا جناب مسیح کی روح آئے گی۔ اب فرمان رسالت سے اس کی تصدیق حدیث نبوی (مشکوٰۃ باب النزول عیسیٰ بن مریم)

”عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عیسیٰ بیٹے مریم کے زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ پس وہ نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی اور پینتالیس برس تک زمین پر رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ پھر میں اور عیسیٰ بیٹا مریم کا ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔“

اس حدیث کی عظمت صحت اور بزرگی مرزا قادیانی کو ایسی تھی کہ جس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے بار بار اس کو اپنی کتابوں میں شائع کیا۔ (ضمیمہ انجام آختم ص ۵۲ طبع دوم، نزول المسیح ص ۴۷، کشتی نوح ص ۱۵ طبع ششم، حقیقت الوحی ص ۳۹۷، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۰، ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۵۱، خزائن ج ۲۲ ص ۶۷، غسل مصفی ص ۴۱) اس حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی کے بیٹے خلیفہ بشیر الدین محمود نے بھی دستخط کر دیئے۔ (دیکھو انور خلافت ص ۵۰)

یہاں جب مرزائی پہنچتے ہیں تو انہیں اور تو کوئی چیز سہارا نہیں دیتی نہ قرآن نہ انجیل نہ حدیث نہ خود مرزا تو وہ جھنجھلا کر اچھے ہتھیاروں پر آجاتے ہیں اور کہتے ہیں بل رفعہ اللہ الیہ میں لفظ بل ابطالیہ ہے۔ کیونکہ نحو یوں کے نزدیک یہ لفظ قرآن میں نہیں آ سکتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کفار کا قول نقل کرے تو بغرض تردید آ سکتا ہے۔ جیسا کہ مرزائیوں نے بھی خود تسلیم کیا ہے۔ (دیکھو احمدیہ پاکٹ بک ص ۳۳۴) اور اس کے علاوہ مرزا قادیانی کے دستخط کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر ہیں۔ ادھار کرنے کی یہاں عادت ہی نہیں سنئے:

(ازالہ اوہام ص ۵۹۹، خزائن ج ۳ ص ۴۲۳، طبع اول) ”مسیح مصلوب مقتول ہو کر نہیں مرا بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔“

کہنے صاحب بل کا لفظ مرزا قادیانی نے بھی قبول کرتے ہوئے مصلوب کے قتل کی تردید کے بعد بلکہ کہا یا نہیں اور آگے چل کر رفع کے معنی موت کئے حالانکہ تمام لغت عرب کے خلاف ایسے مردود معنی لینا جو کلام مجید کی بلاغت پر دھبہ لائیں اور اسے ادبی معیار سے گرائیں۔ کچھ مرزا جیسے شیخ چلی ہی کو زیب دیتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز ایک بات سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں تکرار کرنا نشان بلاغت کے منافی ہے۔ اگر رفع کے معنی موت ہوتے تو تونی کے معنی بھی آپ نے موت ہی کئے تھے۔ اب عبارت ذیل کا ترجمہ مہربانی کر کے ذرا دیکھیں کہ کیسا بھونڈا اور پھسدا ہو گیا۔ ”یا عیسیٰ انسی متوفیک ورافعک الی“ تو بقول شہنا ترجمہ یہ ہوا ”عسیٰ میں تجھ کو موت دوں گا اور تجھ کو موت دوں گا۔ یہ ڈبل موت قادیان والوں کو ہی مبارک ہو اور یہ تو یہود پلید کی ڈبل تائید ہوئی وہ بھی تو موت ہی دینا چاہتے تھے۔ مگر وہ ایک موت دینے سے ناکام رہے اور تم چھوٹے بھائیوں نے بیچارے مسیح کو ڈبل موت دے دی۔ کہنے وہ خدا کے وعدے کیا ہوئے۔“ ”ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین“ کا مفہوم بقول شہنا یہ لیا جائے گا کہ یہود نے متفقہ تجویز کی کہ مسیح کو مصلوب کریں اور خدا نے مسیح سے وعدہ کیا کہ میں تمہیں بچاؤں گا مگر بجائے بچانے کے موت دی اور یہی موت دینا خدا کی بہترین تجویز ہے۔ شرم کرو!

اب یہود اس آیت میں کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو مار دیا اور تم یہ جواب دیتے ہو کہ ہاں مار تو دیا مگر وہ عزت کی موت مرا۔ یہ ہے تمہاری دیانت یہود کی تائید بھی کرتے ہو اور ساتھ عزت عزت بھی ہانکے جاتے ہو۔ یہ تو کہو کہ وہ پہلے انبیاء جو یہود نے قتل کئے۔ عزت کی موت نہ مرے تھے یا ان کی روح عزت کے ساتھ نہ اٹھائی گئی تھی اور اگر اٹھائی گئی تو ان کا ذکر کلام مجید نے کیوں نہیں کیا۔ ایک اور بھی اعتراض ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ ماقلوہ میں ہ کی ضمیر مسیح کی طرف نہیں پھرتی۔ روح کی طرف پھرتی ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں آپ کی اس زالی منطق کے دیکھئے۔ اس آیت میں ”وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم“ میں تین دفعہ یہی لفظہ کا آیا ہے۔ یہ تینوں ضمیریں مسیح کی طرف پھرتی ہیں۔ یا روح مسیح کی طرف یہ کہنے کہ قتل روح کی جاتی ہے یا روح مع الجسم کے مرکب سے یہ کاروبار کیا جاتا ہے۔ کچھ تو خوف خدا کرو آخر یہ بودے سہارے تمہیں ساحل مراد پر کبھی نہ لے جائیں گے۔ بلکہ بری طرح ڈبو کر ہی چھوڑیں گے۔ یہ کون سی دیانت ہے کہ پہلی تینوں ضمیریں تو جناب مسیح کی طرف پھریں مگر چوتھی روح کی طرف راجع ہو۔

غرضیکہ بل لفظ ابطالیہ ہے اور نحو کی رو سے جہاں بھی یہ لفظ بولا جائے گا۔ اس کے

مضمون ماقبل میں فعل کو پہلے تسلیم کیا جائے گا۔ فعل مابعد میں اس کی تردید ہوگی اور ایسا ہی فعل ماقبل سے فعل مابعد میں ضرورتاً تضاد ہوگا۔

مثلاً وہ کہتے ہیں مولوی صاحب ملتان گئے تھے۔ نہیں بلکہ وہ تو دہلی گئے تھے۔ غور فرمائیں مولوی صاحب کا ملتان جانا پہلے وقوع میں آیا تھا اس کے بعد لوگوں نے کہا تھا کہ وہ دہلی گئے تھے۔ عمر آدمی نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔ زید حیوان نہیں بلکہ انسان ہے۔

ان مثالوں سے یہ معلوم ہوا کہ بل کے قبل اور مابعد والے مضمون میں تضاد و مخالفت ہے۔ اب غور سے سنئے کہ قتل ہونے اور روح کے اٹھانے جانے میں تو کوئی مخالفت نہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد روح کا جدا ہونا لازم ملزوم ہے اور مرزا قادیانی کو اس بات کا اقرار ہے کہ مسیح رسول اللہ معصوم و بے گناہ تھا۔ اب اگر وہ مصلوب کئے جاتے تو کوئی وجہ نہ تھی۔ جو ان کی روح آسمان پر نہ اٹھائی جاتی۔ مگر لفظ بل یہ روز روشن کی طرح ثابت کرتا ہے کہ یہ وہاں ہی آتا ہے جہاں ضد اور مخالفت ہو۔ کیونکہ یہ ابطالیہ ہے اور یہاں بقول مرزا کوئی مخالفت ہی نہیں۔ پھر سوال ہوگا کہ یہ لفظ بل یہاں کیوں آ گیا۔ اب قرآن کریم کی اس آیت کے سیاق و سباق کو ملاحظہ کیجئے۔

”وقولہم انا قتلنا السمیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذین اختلفو لفی شک منه ما لهم به من علم الا اتباع اظن وما قتلوه یقیناً بل رفعه اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً“ (نساء: ۱۵۷)

دیکھئے یہود کے قول قتل و صلیب کی نفی کیسے ارفع و اعلیٰ پیمانہ پر کی گئی ہے۔ پہلے قتل مسیح کی نفی کی، بعد میں صلیب پر چڑھانے کا انکار ہوا۔ اس کے بعد اس کے شبہ کی حقیقت بیان کی، بعد میں ان کی کم علمی اور جہالت کا تذکرہ کرتے ہوئے ظن کا ان کا روبرو ٹھہرایا۔ اس کے بعد بڑے وثوق سے کہا و ما قتلوه یقیناً یعنی یہود نے صحیح بات یہ ہے کہ یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے اس کو اٹھالیا اپنی طرف۔

اب سوال یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح کو نہیں روح کو اٹھالیا ہے۔ کیسا بودا اور مصححہ خیز ہے۔ مسیح تو قتل ہی نہیں ہوئے۔ وہ تو صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ پھر کس طرح ان کی روح اٹھائی گئی۔ جب کہ روح جناب مسیح سے نکلی ہی نہیں۔ نیز قرآنی خطاب عیسیٰ سے ہے جو مرکب ہے۔ روح مع الجسد کے، اب اللہ تعالیٰ جو اپنی بادشاہی میں بڑا ہی زبردست و حکمت والا ہے۔ وہ تو یہ فرمائے کہ میں نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو اٹھالیا ہے اور مرزا یہ کہے کہ روح اٹھائی گئی ہے

یہ تو ہوا سلیس سادہ ترجمہ۔ اب نحو کی رو سے دیکھئے لفظ بل اضرابہ چاہتا ہے کہ جس مضمون کے مابعد میں آ رہا ہوں اس کا ماقبل مضمون مجھ سے اختلاف کرے۔ یعنی میرے سیاق و سباق میں ضد و اختلاف ہو اور مضمون ماقبل کا ظہور پہلے ہو اس کی میں تردید مابعد میں کروں۔

اب دیکھئے بل کے ماقبل مضمون میں یہود و نصاریٰ قتل و صلیب مسیح کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعوے کو واقعات سے غلط ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یقیناً یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے مسیح کو اپنی طرف اٹھالیا۔ رفع کے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ جب رفع یا اس کے مشتقات سے کوئی لفظ بولا جائے اور خدا اس کا فاعل ہو اور مفعول جو ہر ہو عرض نہ ہو اور اس کا صلہ الیٰ مذکور ہو مجرور اس کا ضمیر ہو۔ اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف لوٹے وہاں سوائے آسمان پر اٹھانے کے اور کوئی معنی ہی نہیں ہوتے۔ اس اصول کے خلاف اگر کوئی مرزائی قرآن و حدیث سے ثبوت بہم پہنچادے تو منہ مانگا انعام پاوے۔

اب کہئے یہاں اشکال کیا ہے۔ یقیناً یہی صحیح ترجمہ و تفسیر ہے اور اسی پر اجماع امت اسی کی قرآن شہادت دیتا ہے۔ اسی کو انجیل پسند کرتی ہے۔ نہ مسیح کو کسی نے قتل کیا، نہ کوئی بد بخت اس کو سولی پہ کھینچ سکا، نہ اس کے ساتھ استہزاء ہوئی، نہ اس کے منہ پر تھوکا گیا، نہ اعضاء میں کیل ٹھونکے، نہ وہ بھوکا پیاسا رہا، نہ کسی نامراد نے اس کی پسلی میں بھالا مار کر توڑنے کا قصد کیا، نہ مرہم عیسیٰ کسی نے بنائی، نہ تہ خانہ میں پوشیدہ رکھا، نہ بھیڑیں تلاش کرنے کو وہ وسط ایشیاء میں آیا، نہ افغانستان گیا، نہ نیپال کے چکر کاٹے، نہ کشمیر میں ۸۷ برس گمنامی میں بسر کر کے محلہ خان یار میں مرانہ وہ لایمیک بنا، نہ بدھ مت اس نے جاری کیا، نہ اس نے یوز آسف کے روپ کو پسند کیا، نہ وہ شہزادہ نبی کہلایا۔

یہ قصہ ہی لغو لچر فضول و بکواس ہے۔ کیونکہ فرقان حمید اس آیت کے آخر میں ایک ایسی چیز بیان کرتا ہے جو یقیناً مرزا کی من گھڑت رسالت کے لئے ایک زبردست توپ خانہ ہے۔ جو یقیناً ایک مرزا تو کیا اگر بیک وقت کروڑوں منتہی آجائیں تو تباہ و برباد ہو جائیں۔ کیونکہ اس آیت شریفہ کو مولا کریم نے ان الفاظ پر ختم فرمایا:

”وان من اهل الكُتُب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً (نساء: ۱۵۹)“ اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لائیں گے۔ اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ۔

یہ آیت کریمہ نصوص قطعیہ سے دلالت کرتی ہے۔ اس بات پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر۔ جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہاں میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے اور یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے۔ بے شک عیسیٰ زندہ ہیں مرنے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حالات و اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب و مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔

اللہ جل شانہ نے اس آیت کریمہ میں متنبی قادیان کو بے موت ماردیا۔ کیونکہ قبل موتہ صاف و بین طور سے یہ دلالت کرتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لا کر اسلام میں مدغم ہو جائیں گے۔ روئے زمین پر صرف ایک ہی قوم رہ جائے گی جو توحید و سنت کی علمبردار اور اسلام کی شیدائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی عاجز و بے کس مخلوق پر احسان عظیم فرماتے ہوئے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مسیح علیہ السلام کو آسمان سے نازل فرمائیں گے اور جس طرح سورج کے طلوع سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس کی تمازت اندھوں کو بھی یہ یقین دلادیتی ہے کہ آفتاب طلوع ہو چکا بعینہ ابن مریم کا آسمان سے آنا ہوگا جو دنیا اپنی آنکھ سے ان کے نزول کا مشاہدہ کرے گی تو کون بد بخت ہوگا جو اپنے خسران و خذلان کا سامان مہیا کرے۔ سبھی ایمان لائیں گے اور ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو جائیں گے۔ باقی رہا عقائد کا سوال تو وہ خود بخود درست ہو جائیں گے۔ کیونکہ مسیح کے آسمانی نزول کا معجزہ کچھ ایسا شاندار ہوگا کہ اس کی عظمت و ہیبت دلوں پر چھا جائے گی اور جب کہ وہ خود اپنے بندہ ہونے کا اعلان کریں گے تو کون ہے جو انہیں خدا کا بیٹا کہے اور ان کی معصومیت کا کون ہے جو انکار کرے۔ جب کہ وہ ایک لمبی عمر بسر کریں گے۔ بعد سن کہولت یعنی ادھیڑ عمر میں ہی ہوں گے۔ یہ کوئی چھوٹا سا معجزہ ہے کہ ایک دراز عمر گزارنے کے بعد ان کے قوائہایت مضبوط ہوں۔ ان کی آواز میں کوئی فرق نہ آئے۔ ان کے چہرے کے خط وخال دیکھنے والے کو یہ یقین دلائیں کہ ان کی عمر پچاس سال سے متجاوز نہیں۔ حالانکہ وہ ایک دراز عمر بسر کرنے کے بعد تشریف فرما ہوں۔ یہ ہی سن کہولت ہے۔ جس کا وعدہ فرقان حمید نے دیا ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور سوائے اس کے کسی کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ وہ کیا کیا معارف ہوں گے جو آپ بیان فرمائیں گے۔ وہ حکمت سے لبریز باتیں اور گوہرے بہا علمی نکات جن کا ذکر قرآن حکیم نے کیا ہے۔ ”تکلم الناس فی المهد وکھلا“ وہ ایسے ہی ہوں گے جو یہود و نصاریٰ کو موم بنادیں اور ان کے شکوک و شبہات کو حرف غلط کی طرح کا لحدم کر دیں۔ اللہ اللہ کیا شان ربی ہے کہ نزول مسیح کے وقت لاکھوں یہود اور کروڑوں نصاریٰ ”ید خلون فی دین اللہ

افواجاً“ کا نظارہ دکھلائیں گے اور روئے زمین پر ایک یہودی اور نہ کوئی نصاریٰ ایسا باقی رہے گا جو دولت ایمان سے بہرہ ور نہ ہو اور اسلام کا شیدائی اور محمد کا گدائی نہ بنیں۔ کیا یہ اسلام کی جنک ہے کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی بڑائی اور شہنشاہی نہیں کہ تمام قومیں لو ائے محمدی کو اپنا ملجا اور ماویٰ قرار دیتے ہوئے شفاعت محمدی میں پناہ گزین ہو جائیں۔ نار جنہم سے بچیں اور خدا کے جنت کو آباد کریں۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز یتیم مکہ ﷺ اکثریت امت پر ناز فرمائیں گے۔ قرآن کریم شاہد ہے ”یوم ندعو کل اناس بامامہم“ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں بعض انبیاء عظام ایسے بھی ہوں گے جن کے ساتھ چند گنتی کے آدمی ہوں گے۔ بعض کی امتیں سینکڑوں تک پہنچیں گی اور بعض ہزاروں سے تجاوز نہ کریں گے۔ مگر سرکار مدینہ ﷺ کی امت کا اندازہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کون کر سکتا ہے۔

ناظرین کرام! اب آپ کی خدمت میں بزرگان سلف کی تقاسیر پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوگا کہ آیت کریمہ مذکور بالا کے متعلق ان کے کیا پانچہ خیال تھے۔ پس غور سے سنئے۔

سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حضور اکرم سرکار مدینہ ﷺ کا ترجمہ صرف اس لئے پیش کرتا ہوں کہ قرآن صامت کو سب سے زیادہ سمجھنے کا حق قرآن ناطق کا ہے۔ کیونکہ مہم اپنے الہام سے مکاتفہ واقف ہوتا ہے اور پھر یتیم مکہ ﷺ جن کا سینہ رحمت کردگار کا خزینہ تھا۔ آپ ﷺ وہ عرب کا چاند جو صداقت کا منبع سچائی کی تصویر عدل کا پیکر اور حیا کا پتلا تھا۔ وہ جس نے کفر کی تاریکیوں کو چاک کیا اور جس کی نورانیت سے کفر کی اندھیریاں توحید کی فضاؤں میں بدلیں اور جس نے سب سے پہلے ان جاہل و بے تربیت بدوؤں کو جن کا پیشہ ذکیتی و راہزنی اور چلن و حشیانہ تھا جو شراب کے دلدادہ اور جوئے کے عادی تھے جن کا دامن توحید سے کوسوں دور جن کا عجز و نیاز بتوں کے حضور میں ہوتا تھا۔ وہ ظلم و بربریت کے پتلے جو تمدن سے محض نا آشنا اور تہذیب سے کورے تھے اور جن کے لباس غربت کی غمازی کرتے تھے اور جنہیں پیٹ بھرنے کو نان جوین اور پہننے کو چھتھرا بھی نہ ملتا تھا اور جو ننھی اور معصوم بچوں کو فخریہ زندہ درگور کرتے اور اتراتے تھے اور جو رحم و کرم عفو و بخشش کو گویا جانتے ہی نہ تھے۔ اس کملی پوش آقا اس بے یار و مددگار یتیم نے جسے وطن عزیز سے نکال دیا گیا تھا اور جس کے سر کی قیمت فاحشہ عورت کی خوشی کو حاصل کرنے کے لئے کئی مردوں نے حاصل کرتے ہوئے سعی نام کام کی اس آقائے نامدار نے جسے قرآن یلین والضحیٰ ط کے خطابات سے یاد کرتا ہے نے بس اک آن میں وہ کایا پلٹ کی کہ عرب کے ان خانہ بدوش بدوؤں سے زیادہ

کہہ زمین پر کوئی نیک و پاکباز نہ تھا۔ ان سے زیادہ کوئی متقی و پرہیزگار نہ تھا۔ اس آیت کریمہ کے متعلق ان سے ایک حدیث اس بزرگ و محترم کی روایت سے نقل کی جاتی ہے جو ثقہ راوی ہیں اور جنہیں سینکڑوں فرمان رسالت از بر تھے اور جو بھوکے رہتے مگر حضور ﷺ کی مجلس سے ایک منٹ جدا نہ ہوتے تھے۔ اکثر حضور ﷺ نے ان کے اس فعل پر فہمائش کی کہ جب ایسا موقع آئے اور کھانے کو نہ ملے تو بھوکے نہ رہا کرو۔ بلکہ عبدالرحمن بن عوف ابو بکر و علی رضوان علیہم اجمعین کو مطلع کر دیا کرو۔ وہ اور ان کے علاوہ سبھی تمہاری مدد کیا کریں گے۔ مگر عاشق کی خوراک دیدار محبوب ﷺ ہی رہی اور دست سوال کبھی بلند نہ ہوا۔ حضور اکرم کے پاس ایک دن کوئی صحابی ﷺ خرے لایا۔ حضور ﷺ نے ابو ہریرہ کے گلے میں چادر کی گلٹی باندھ کر وہ خرے اس میں رکھ دیئے اور فرمایا کہ جب بھوک لگے اس میں سے جتنے ضرورت ہوں نکال کر کھا لیا کرو۔ آہ خلافت عمر تک ان خرموں نے وفا کی اور انہوں نے بیان کیا کہ واللہ میں نے روز سیر ہو کر خرے کھائے مگر جب بھی دیکھا وہ خرے ویسی ہی مقدار میں موجود رہے۔ جو آقائے دنیائے تھے۔ آپ گورنر ہوئے تو کھانتے ہوئے خوش ہو کر فخر یہ فرماتے تھے۔ دنوں بھوکا رہنے والا آج آقا کی مہربانیوں سے حاکم بنا بیٹھا ہے۔ اٹلس کے رومالوں سے ناک صاف کرتا ہے۔ وہ اس آیت کریمہ کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد سناتے ہیں۔ ”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل الیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تكون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیہا ثم تقول ابوہریرۃ فاقروا ان شتتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمن بہ قبل موتہ (مشکوٰۃ ص ۶۷۹، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)“ ﴿ حضرت ابو ہریرہؓ سرور دو عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تحقیق اتریں گے تم میں ابن مریم حاکم عادل ہو کر پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر قتل کریں گے اور جزیرہ اٹھادیں گے۔

ان کے زمانہ میں مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ عبادت الہی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اس حدیث کی تائید قرآن سے ہو تو پڑھو آیت ”وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ یعنی خدا فرماتا ہے آخری زمانہ میں کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہ ہوگا جو مسیح پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہ لائے گا۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جناب فخر دو عالم ﷺ نے آیت مذکورہ کے ضمن میں قسم اٹھاتے ہوئے امت کو یقین دلانے کے لئے انتہائی کوشش فرمائی۔ حضور اکرم ﷺ کوئی بات کہہ دیں اور وہ پوری نہ ہو یہ ناممکن ہے اور پھر بات بھی وہ جس کے لئے حلف اٹھائیں اور ایک دودفعہ نہیں بیسیوں دفعہ تاکیداً صفات بیان فرمائیں۔ جیسا کہ ہم آئندہ صفحات پر بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ اب کہئے جو فرمان رسالت کو نہ مانے وہ نبی ہے یا مجدد، محدث یا امام۔ چنانچہ قرآن شاہد ہے کہ جو بد بخت سر موسر تابی کرے وہ پکا بے ایمان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

”فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم (نساء: ۶۵)“
 اے محمد قسم ہے مجھے آپ کے رب کی یعنی اپنی ذات کی کہ کوئی انسان مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے اختلاف اور جھگڑوں میں آپ کو ثالث نہ مانا کریں اور پھر آپ کے فیصلہ کے خلاف ان کے دلوں میں کوئی اقتباس بھی پیدا نہ ہو اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔
 اس حدیث کی صحت پر کسی مرزائی کو کوئی حق نہیں کہ چون و چراں کرے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اس کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے مندرجہ ذیل کتابوں میں درج کیا ہے۔ مگر دھوکہ یہ دیا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ مسیح ابن مریم سے مراد مثیل مسیح ہے کیا ہوا۔ اگر میرا نام عیسیٰ نہیں میری ماں کا نام مریم نہیں میرا نام جب خدا عیسیٰ رکھے تو تم کون ہو۔ جیسا کہ ایک الہام انگریزی بھی یونہی کہتا ہے اور بہت سے اردو فارسی عربی کے الہام بھی اس کی ہموائی کرتے ہیں۔ الہام:

(براہین احمدیہ ص)

”آئی ایم بابائی عیسیٰ“

گو میرا نام غلام احمد بن چراغ نبی بی ہے۔ مگر یہ نام کا فرق بھی کوئی چیز ہے۔ وہ بھی آخر انسان تھے میں بھی ہوں۔

وہ تو صرف عیسیٰ تھے میں عیسیٰ بھی ہوں اور مریم بھی ہوں۔ بلکہ تم بیوقوف ہو جو نہیں سمجھتے اب دیکھو دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور میکائیل کا ترجمہ ہے خدا کی مانند۔ اب یہ میرا قصور تھوڑا ہی ہے دانیال کو پوچھو۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے مندرجہ ذیل کتابوں میں حدیث کی صحت و عظمت کا اقرار کیا ہے۔

(ایام صلح ص ۹۱، تحفہ گولڑویہ ص ۴۱، شہادت القرآن ص ۹، نزاہت ج ۶ ص ۳۰۷)

اور چونکہ یہ حدیث قسم سے بیان ہوئی اس لئے اس میں قطعاً تاویل جائز نہیں اور اگر کوئی گھاس خور منہ مارنے کی کوشش کرے تو اس کا کان پکڑ کر کہہ دینا چاہئے کہ حلیفہ بیان میں تاویل کی۔ اس لئے گنجائش نہیں ہو سکتی کہ قسم کا فائدہ ساقط ہو جاتا ہے اور اس طرح سے دنیا کی

سچائی کا کوئی معیار باقی نہیں رہتا۔ اس لئے قسم میں استثناء جائز نہیں اور یہ مسلمہ چیز ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی ہمارے اس نظریے کی تائید کرتے ہیں۔

”نبی کا کسی بات کو قسم کھا کر بیان کرنا اس بات پر گواہ ہے کہ اس میں کوئی تاویل نہ کی جائے نہ استثناء بلکہ اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے۔“ (حاشیہ جلد ۱۲، خزائن ج ۷ ص ۱۹۴)

اب ذیل میں ان بزرگ و محترم ہستیوں کی تفاسیر پیش کی جاتی ہیں۔ جو عند المرزا مجدد دین تھے اور جن کی رائے سے سرفورق کرنا کفر والحاد کو دعوت دینا ہے۔ (عل مصطفیٰ ج ۱ ص ۱۶۵) زیر آیت ”وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

”اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ یقیناً ایمان لائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے اور حضرت عیسیٰ قیامت کے دن ان اہل کتاب پر اس کی گواہی دیں گے۔“

(البیواقیۃ والجبواہر ج ۲ ص ۱۳۶) امام عبدالوہاب شعرائی زیر آیت ”وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ فرماتے ہیں ”حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی موت کے وقت کے یہودی حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لے آئیں گے۔ معتزلہ، فلسفیوں، یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر بمعہ جسم اٹھائے جانے سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دوبارہ رفع جسمانی حضرت مسیح کے ”وانه لعلم للساعة“ اور ضمیر ”انه“ کی حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے اور سچ یہ ہے کہ وہ بمعہ جسم کے آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ان کے رفع جسمی پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”بل رفع الله اليه“ بلکہ اٹھا لیا اللہ نے ان کو اپنی طرف اور اللہ ہے غالب حکمت والا۔“

”اس عموم کا لحاظ زیادہ مناسب ہے۔ اس دعویٰ سے کہ موت سے مراد کتابی کی موت کیونکہ اس سے ہر ایک یہودی و نصرانی کا ایمان لانا ثابت ہوتا ہے اور یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے تو ثابت ہوا کہ اس عموم سے مراد عموم اور لوگوں کا جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے کوئی بھی ایمان لانے سے اختلاف نہیں کرے گا۔ جو اہل کتاب فوت ہو چکے ہوں گے وہ اس عموم میں شامل نہیں ہو سکتے۔ جیسے یہ کہا جاتا ہے۔“ لا یبقی الا دخلہ الدجال الامکة والمدینة“ پس یہاں مدائن سے مراد وہی

مدائن یعنی شہر ہو سکتے ہیں جو اس وقت موجود ہوں گے اور اس پر ہر ایک یہودی اور نصرانی کے ایمان کا سبب ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ مسیح رسول اللہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے۔ نہ وہ کذاب ہیں نہ وہ خدا ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ایمان کا ذکر فرمایا ہے جو حضرت مسیح کے تشریف لانے کے وقت ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کا رفع اس آیت میں ذکر فرمایا۔ ”انسی متوفیک ورافعک الی“ اور مسیح علیہ السلام قیامت سے پیشتر زمین پر اتریں گے اور فوت ہوں گے اور اس وقت کی خبر دی کہ سب اہل کتاب مسیح کی موت سے پیشتر ایمان لائیں گے۔“ (الیواقیت والجوہر ج ۲ ص ۲۸۱)

(الساری شرح صحیح بخاری) ابن جریر اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے باسناد صحیح روایت کرتے ہیں کہ آیت ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ“ میں وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اس زمانہ میں ہوں گے۔ پس وہ ایک ہی مذہب اسلام پر آجائیں گے۔“ ناظرین یہ دونوں حضرات جناب ابن عباسؓ و ابن جریر عند المرزا نہایت معتبر ہیں اور ان کے سامنے چون و چراں کرنا گویا کفر کو دعوت دینا ہے۔

الجواب الصحيح لمن بدل دین المسیح میں احمد بن عبد الحلیم تقی الدین ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ“ اس آیت کی تفسیر اکثر علماء نے یہی کی ہے کہ مراد قبل موتہ سے حضرت مسیح کی وفات سے پہلے ہے اور یہودی کی موت کے معنی بھی کسی نے کئے ہیں اور یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اگر موت سے پہلے ایمان لایا جائے تو نفع دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو بہ قبول کرتا ہے۔ جب غرغره تک نہ پہنچے اور اگر یہ کہا جائے کہ ایمان سے مراد غرغره کے بعد کا ایمان ہے تو اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے غرغره کے بعد ہر ایک امر جس کا وہ منکر ہے اس پر ایمان لاتا ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں اور یہاں ایمان سے مراد نفع ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں اس ایمان کے متعلق قبل موتہ فرمایا ہے۔ اس آیت میں ”لیؤمنن به“ مقسم علیہ ہے۔ یعنی قسمیہ خبر دی گئی ہے اور یہ مستقبل میں ہی ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ایمان لانا اس خبر کے بعد ہوگا اور اگر موت سے مراد یہودی کی موت ہوتی تو پاک اللہ اپنی کتاب میں یوں فرماتے۔ ”وان من اهل الكتاب الا من یؤمن به“ اور لیؤمنن به ہرگز نہ فرماتے اور نیز ”وان من اهل الكتاب“ یہ لفظ عام ہے۔ ہر ایک یہودی و نصرانی کو شامل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام اہل کتاب یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے نزول

کے وقت ان کی موت سے پہلے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے۔ تمام یہودی و نصاریٰ ایمان لائیں گے کہ مسیح ابن مریم اللہ کا رسول ہے۔ کذاب نہیں جیسے یہودی کہتے ہیں اور نہ وہ خدا ہیں۔ جیسے نصاریٰ کہتے ہیں۔

ناظرین کرام! آپ کی خدمت میں خدا کا کلام معہ سلیس لفظی ترجمہ کے زاوۃ ایمانا ہوا اصل میں یہ ایک زبردست پیش گوئی ہے۔ جو نص صریحہ سے نزول مسیح و حیات مسیح پر مہر صداقت ثبت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام یہود و نصاریٰ مسیح علیہ السلام پر اس بات کا ایمان لائیں گے کہ وہ خدا کے سچے رسول ہیں اور یقیناً خدا کے بیٹے نہیں۔ بلکہ بندے ہیں اور وہ قتل و مصلوب نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور یہود و نصاریٰ کے اس ایمان لانے کی گواہی جناب مسیح دن قیامت کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دیں گے۔ فقیر کے خیال میں اس مبارک وقت میں وہ وعدہ الہی پورا ہوگا۔ جس کا تذکرہ قبل گذر چکا۔ یعنی ”وجیہاً فی الدنیا“ یہ تو ظاہر ہے کہ مسیح کی پہلی زندگی میں یہ وجاہت نصیب نہیں ہوئی۔ وعدہ الہی یہ ہے کہ میں تمہیں دنیا و آخرت دونوں میں عزت دوں گا۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ ان کی سخت تذلیل ہوئی منہ پہ تھوکا گیا۔ طمانچے لگائے گئے۔ ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔ بھوکا پیاسا صلیب پر جان توڑتا رہا۔ گالیاں سنتا اور استہزاء ہوتا دیکھا گیا۔ مگر بے بس ولاچار کچھ جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد بیچارے مسیح چھپتا چھپتا افغانستان ہوتا ہوا نیپال کے راستے سے ہندوستان پہنچا۔ مسیح کے نام کو خیر باد کہی۔ کہیں مشرک بنا اور لایمک کے نام کو پسند کیا۔ یہ نام بھی کچھ بھلا معلوم نہ ہوا تو بدھ کے لقب کو اختیار کر کے مدتوں جنگلوں میں فاقہ مستی و راہبانہ زندگی سے دوچار رہا۔ یہ مشرب بھی پسند نہ ہوا تو پنجاب کی خاک چھانتا شہزادہ نبی کہلاتا رہا۔ اس بے مزہ زندگی کو بھی خیر باد کہی تو جموں کے راستے کشمیر پہنچا۔ وہاں یوز آسف کے نام سے درویشی میں چندے گذران کی اور آخر محلہ خان یار میں مدفون ہوا۔

مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مسیح تو وہ ہے جو ”وجعلنی مبارکاً اینما کننت“ یعنی وہ نہایت مبارک ہے۔ جس کو برکت دی گئی ہے۔ جہاں بھی وہ ہو پھر فرمایا ”وایدناہ بروح القدس“ یعنی مسیح تو وہ ہے جسے روح القدس یعنی جبرائیل مدد دینے کو خادم بنا رہتا ہے اور تعریفیں یہ کی کہ اس کی نگاہ لطف اندھوں کو آنکھیں اور کوڑھوں کو صحت بخشتی ہے اور اس کے دم سے مرد سے زندہ ہوتے ہیں اور وہ دنیا میں نہایت عزت اور مرتبے والا ہے۔ پھر یہ کیا افتاد پڑی کہ شفاء کا نام بیماری رکھ لیا گیا اور کانور کو زندگی قرار دیا جا رہا ہے۔ خدا تو عزت اور وجاہت کہے اور تم ہنک اور بے

عزتی ثابت کئے جاؤ۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو اقرار ہے کہ مسیح نے پہلی زندگی میں یعنی اوائل وقت میں عزت نہیں پائی۔ ہاں ایک سکہ اور صرف ایک ہی سکہ ان کو کہیں سے ایسا ملا ہے جس سے وہ وجہائی الدنیا کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر یہ سکہ سوائے مرزا آنجھانی کے کسی دوسری کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا اور نہ ہی تاریخ اس کی گواہی دیتی ہے۔ شاید قادیان نکل سال کا ہوگا۔

قرآن کریم کے بعد حدیث شریف نے تصدیق کی اور حدیث کے صحیح ہونے کی مرزا قادیانی نے تصدیق کی۔ اس کے بعد مجددین زمان نے نہایت شرح و بسط سے تائید کی اور اس وقت کے علمائے کرام تائید کرتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ مبارک وقت آجائے گا۔ جب مسیح علیہ السلام نزول اجلال فرمائیں گے اور یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لا کر دولت اسلام سے بہرہ ور ہوں گے۔ مگر مرزائی ان کا حشر اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا ہوگا۔ کیونکہ کلام پاک تو ایمان اہل کتاب کا بیان کرتی ہے اور یہ نہ اہل کتاب ہیں نہ مسلمان، فقیر کے خیال میں یہ اس مبارک وقت سے پہلے پہلے ختم ہو جائیں گے اور اگر کوئی باقی ہوگا تو وہ جناب مسیح کا انکار ہی کرے گا۔ کیونکہ وہ ایک دفعہ مسیح کا ذب کو مسیح صادق سمجھ کر مصدق ہو چکا اور یہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود یعنی وہ مسیح جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ صرف ایک ہی ہوگا۔ اب مرزا قادیانی کا ترجمہ اس آیت کے متعلق ملاحظہ ہو۔

(الحق دہلی ص ۳۲، خزائن ج ۳ ص ۱۶۲) ”کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے۔ کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانے کی خبر دیتی ہے۔ بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریح ہے۔“

صاحبان غور فرمائیں کہ موتہ کی ضمیر مرزا قادیانی نے کتابی کی طرف پھیری۔ حالانکہ لیوفن بہ اور اس سے قبل کی تمام ضمیریں جناب مسیح ہی کی طرف پھرتی ہیں۔ ذیل میں پوری آیت ملاحظہ فرمائیں۔

”وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شكٍ منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موتہ (نساء)“

یہ کیا ظلم ہے کہ تمام ضمیریں تو مسیح کی طرف پھریں۔ مگر قبل موتہ اہل کتاب کی طرف حالانکہ یہ جمہور امت کے خلاف ہے اور اگر یہ ضمیر کتابی کی طرف پھرنی مقصود ہوتی تو قرآنی

عبارت یوں ہوتی۔ مگر ان گھاس خوروں کو تو دجل دینا ہی مقصود ہے۔ ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمن بہ“

مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ آیت ”الا لیؤمن بہ“ پکار کر کہہ رہی کہ قبل موت سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے۔ کتابی نہیں اس لئے مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ موت کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے۔ قطعاً غلط اور دجالانہ دھوکہ ہے۔ جب کہ مرزا قادیانی خود یہ مقرر کر چکے ہیں۔ (برکات الدعاس ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۱۸) پر لکھتے ہیں۔ ”اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن شریف کے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت رسول کریم ﷺ ہی تھے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے۔ نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔“

حب یہ اصول مرزائیوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو ان کی رگ الحاد کٹنے کی بجائے اور زیادہ ابھرتی ہے۔ وہ اس کے مقابل میں ایک حدیث قبل موتہم والی قرأت جو ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ جھٹ پیش کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ دیکھئے صاحب یہ بھی تو ابن عباسؓ ہی کی حدیث ہے۔ حالانکہ یہ صریح دھوکہ ہے صحیح حدیث کا معیار کیا ہے۔ جس کے راوی نہایت معتبر اور کذب سے پاک ہوں۔ آئمہ نے ایک ایک راوی کی پوری پوری جانچ پڑتال کی اور جس کسی کو بھی خامی پایا صاف لکھ گئے کہ یہ راوی جھوٹا ہے اور اس کی بات قابل اعتبار نہیں اور پھر اسی پر ہی اکتفاء نہیں کیا۔ ان کی گھریلو زندگی سے اس کی تصدیق کراتے ہوئے بے اعتبار ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو نور سے بھر دے۔ جنہوں نے اتنی سخت وجہ نشانی کی اور یہ بھی حضور ﷺ کا کرم ہے کہ امت خیر الانام میں ایسے ایسے شیدائی بہت چلے آتے ہیں۔ جنہیں اپنی جان سے بڑھ کر دین پیارا رہا ہے اور رہے گا۔ اب سنئے کہ مندرجہ بالا قرأت جو ابن عباسؓ سے مروی پیش کی جاتی ہے۔ اس کے دوران مرزا قادیانی کے بھائی ہیں۔ جو کذاب ہونے کے علاوہ چور بھی ہیں۔ جہاں حدیث کو دیکھا تھا وہاں راویوں کی صحت بھی دیکھتے تو یہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔ یہ سچ ہے کہ کلام مجید میں ”لا تقربوا الصلوٰۃ“ ہے۔ یعنی نہ نزدیک جاؤ نماز کے مگر یہ بھی تو لکھا ہے ”وانتم سکاری“ یعنی جب حالت سکر میں ہو۔ ایسا ہی اس کے دوران مجروح ہیں۔ اول حسیف دوسرا عتاب ابن بشیر۔ اول الذکر کے لئے میزان الاعتدال میں ہے۔ ضعیف الحدیث اور سنی الحافظ اور مرجع ہونے کے علاوہ چور بھی تھا۔ بیت المال سے چادر اڑا کر امیرانہ ٹھاٹھ بنانے کے لئے کندھوں پر ڈال لی۔ مؤآخر الذکر عتاب وہ بھی ضعیف ہے اور کتاب المیزان میں ہے۔ (ترجمہ ص ۳۹۳)

”امام نسائی نے اس کی تضحیک کی ہے۔ اسی طرح ابن مدینی وغیرہ نے بھی اس کو ضعیف کہا۔ زیادہ بڑے میزان الاعتدال حافظ ٹمبس الدین زہبی کی کتاب میں ہے۔“
یہ تو تھی مرزا قادیانی کی وہ حدیث جو عمداً جھوٹی سمجھتے ہوئے مغالطہ دہی کے لئے پیش کی گئی۔ مگر ہم کس کس کی روک تھام کریں۔ یہاں تو نبوت ہی بے پندے کا لوٹا بن رہی ہے۔ سابقہ حوالے میں مرزا قادیانی نے موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری اور اب ایک اور نیا گل کھلا رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

اپنی مایہ ناز کتاب (ازالہ اوہام ص ۳۸۴، خزائن ج ۳ ص ۲۹۸) پر بیان کرتے ہیں کہ:
”وان من اهل الكتب الا ليو منن به قبل موته“ پیش گوئی کی صورت پر نہیں جیسا کہ ہمارے بھائی مولوی صاحبان جو بڑے علم کا دم مارتے ہیں۔ خیال کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ تو اس واقعہ کا بیان ہے جو آنحضرت ﷺ کے وقت موجود تھا۔ یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے خیالوں کی جو اس وقت حالت تھی خدا تعالیٰ اتماماً اللہجہ انہیں سنارہا ہے اور ان کے دلوں کی حقیقت ان پر ظاہر کر رہا ہے اور ان کو طرم کر کے انہیں یہ سمجھا رہا ہے کہ اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں تو مقابلہ پر آ کر صاف طور پر دعویٰ کرو کہ یہ خبر غلط بتائی گئی ہے اور ہم لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا نہیں بلکہ یقینی طور پر سمجھ بیٹھے ہیں کہ سچ مسیح مصلوب ہو گیا۔ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ آخر آیت میں جو یہ واقعہ ہے کہ قبل موتہ اس کلام سے اللہ جل شانہ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص مسیح کی عدم مصلوبیت سے یہ نتیجہ نہ نکال لیوے کہ چونکہ مسیح صلیب کے ذریعے سے مارا نہیں گیا۔ اس لئے وہ مرا بھی نہیں سو بیان فرمایا کہ یہ تمام حال تو قبل از موت طبعی ہے۔ اس سے اس کی موت کی نفی نہ نکال لینا۔ جو بعد اس کے طبعی طور پر مسیح کو پیش آگئی۔ گویا اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ ہمارے اس بیان پر بالاتفاق ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح یقینی طور پر صلیب کی موت سے نہیں مرا۔ صرف شکوک و شبہات ہیں سو قبل اس کے جو وہ لوگ مسیح کی موت طبعی پر ایمان لائیں جو درحقیقت واقعہ ہوگئی ہے۔ اس موت کے مقدمہ پر ایمان ہے۔ کیونکہ جب مسیح صلیب کی موت سے نہیں مراجس سے یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے اعتراض کی وجہ سے خاص خاص نتیجے نکالنا چاہتے ہیں۔ تو پھر اس کی طبعی موت پر بھی ایمان لانا ان کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ پیدائش کے لئے موت لازمی ہے۔ سو قبل موتہ کی تفسیر یہ ہے کہ قبل ایمانہ موتہ اور دوسرے طور پر آیت کے یہ بھی معنی ہیں کہ مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شک و شبہ کے یہود نصاریٰ کے دلوں میں چلے آتے ہیں۔ پس ان معنوں کی رو سے بھی قرآن کریم بطور اشارۃ النص مسیح کے فوت ہو جانے کی شہادت دے رہا ہے۔“

کذاب قادیان کے مخلص حواریوں یہ تو کہو کہ مخبر صادق ﷺ کے ارشاد گرامی کے بعد کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کوئی متضاد سرکلر جاری کرے اور پھر مسلمانی کا دعویٰ بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ تو پیش خبری فرمائیں کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت تمام یہود و نصاریٰ یدخلون فی دین اللہ افواجاً ہو جائیں گے۔

مخبر صادق تو آمد ثانی کی حلف اٹھائیں کہ مسیح ابن مریم آئے گا اور تم خواہ مخواہ مان نہ مان میں تیرا مہمان بنتے ہوئے پھر لگائیں کہ نہیں ابن مریم نہیں بلکہ ابن چراغ بی بی ہے۔ مسیح نہیں بلکہ مثیل مسیح آئے گا اور ماٹکٹ کا ثبوت معجزات ہیں۔ وہ آپ کے پلے ہی نہیں بلکہ ان آیات اللہ کی یعنی معجزات مسیح کی جو تحقیر آپ نے کی وہ ایک مسلمان کی شان سے اتنا ہی بعید ہے جیسا توحید میں شرک۔ اتنی لمبی عبارت اور یوں ہیرا پھیری کر کے بات وہی کہی جو دجل آ میر تھی۔ اس مغالطہ آرائی سے آپ کا یہ مطلب ہے کہ مسیح صلیب پر تو نہیں بلکہ اس کے بعد طبعی موت مر گیا۔ بہر حال قبل موت کی ضمیر مسیح کی طرف ہی پھیری گئی ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے حوالے میں ”دروغ گورا حافظ نباشد“ نے موت کی ضمیر کتابی کی طرف پھیری تھی۔ تو حاصل مطلب یہ ہوا کہ یہود پلید کا یہ عقیدہ کہ مسیح قتل و صلیب کے ذریعے فوت ہوئے غلط ہے اور ساتھ ہی قادیانی کا مسیح کو صلیب پر کھینچنا اور کشمیر میں مارنا باطل و دروغ بے فروغ ہے۔ دونوں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ابھی یہود مسیح پر ایمان نہیں لائے اور جب وہ قرب قیامت میں وعدہ الہی کے مطابق آویں گے تو تمام یہودی ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔ اگر مرزا مسیح ہوتا تو یہودی ضرور ایمان لاتے۔ چونکہ فرقان حمید کا یہ نشان ابھی ایفاء کا متمنی ہے۔ اس لئے جناب مسیح کا آنا بھی لازمی ہے اور مرزا قادیانی بس یونہی گھاس خور ہیں۔

اب آپ کی خدمت میں قادیانی مفسر یا مرزائی روح القدس حکیم نور دین صاحب خلیفہ اول کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

(فصل الخطاب حصہ دوم ص ۲۷ حاشیہ) زیر آیت ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر اس کے گواہ۔“

”وشہد شہاد امن اہلہا“ نے مرزا قادیانی کی رہی سہی کمر ہمت توڑ دی۔ کیونکہ مندرجہ بالا ترجمہ اسلامی نظریے اور فطرت انسانی کی تائید کرتا ہے۔ یعنی حکیم جی آخر حکیم تھے۔ اس لئے یہاں صحیح الدماغی کا ثبوت دیتے ہوئے قبل موت کی ضمیر مسیح کی طرف ہی پھیری ہے۔

ناظرین! غور فرمائیں یہ آیت کریمہ مسیح کی زندگی پر قطعی درخشاں دلیل ہے اور واضح الفاظ میں یہ اعلان کرتی ہے کہ تمام اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے ایماندار ہو جائیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ ابھی تک یہود جناب مسیح کو نعوذ باللہ کاذب لعنتی ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ابھی وہ سعید وقت نہیں آیا اور جب آئے گا یہودی یہودی نہیں رہیں گے۔ بلکہ تمام وکمال مسلمان ہو جائیں گے اور ابھی نصاریٰ کا وہ ہم بھی بدستور وہی ہے کہ مسیح ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے پھانسی چڑھ گیا۔ جب جناب مسیح کا نزول اجلال ہوگا اور وعدہ الہی کے مطابق وہ زمانہ کھل میں حکمت کے موتی لٹائیں گے تو یہ فاسد عقیدہ بھی نہ رہے گا۔ بلکہ نصاریٰ اس بات پر ایمان لائیں گے کہ مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ”انسی متوفیک ورافعک“ کے وعدے کے مطابق بلا صلیب کے دکھ و تکلیف دیئے زندہ اٹھالیا تھا اور یہود کا ایمان یہ ہوگا کہ ”وما قتلوه وما صلبوه ولكن قتلوا وصلبوا شبه لهم“، یعنی نہیں قتل کیا تھا کسی نے مسیح کو اور نہ ہی سولی دیا گیا تھا وہ مگر جو مشابہ کیا گیا تھا مسیح کے اور مسیح، اللہ کے سچے رسول ہیں اور وہ وعدہ الہی کے مطابق جسدِ عنصری سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ یہ ہے اہل کتاب کا ایمان جو قرب قیامت میں نزول مسیح کے وقت وہ لائیں گے اور جناب مسیح یہود و نصاریٰ کے ان باطل عقائد کے چھوڑنے کی گواہی قیامت کے روز بارگاہ رب العزت میں دیں گے۔

مرزا آنجمانی اپنے زعم میں نبی تھے اور معارف قرآن میں یدِ طولیٰ رکھنے کی ہمیشہ لاف زنی کرتے تھے۔ مگر بخدا ان کی نبوت صرف اس بات پر مبنی تھی کہ کسی طرح تقدس کے جامہ کی نمائش کرتے ہوئے دنیا کو آلو بناتے ہوئے ”روٹی تو کسی طور کما کھائے قلندر“ کے مصداق شکم پوری کا سامان مہیا کیا جائے۔ ورنہ قرآن کریم کو سمجھنا اور معارف کی ڈیگ مارنا تو ایسا ہے جیسا کوئے کو گلیل، بیسوں آیات تو انہوں نے غلط لکھیں اور لطف یہ ہے آگاہ ہونے پر بھی صحیح نہ کر سکے۔ اس کی ظاہر وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہیں ایک الہام نے تنگ کر رکھا تھا۔

”قرآن شریف خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔“ (تذکرہ ص ۶۳۱)

اور غلط آیات کا نمونہ بھی ملاحظہ کریں۔

(ازالہ اوہام ص ۶۲۹، خزائن ج ۳ ص ۴۳۹) میں لکھتے ہیں کہ ”اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے۔“ وما ارسلنا من رسول ولا نبی اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ “ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔“

نہ انجیل میں نہ قرآن میں وہ مرزا قادیانی کی زبان میں، ہے کوئی جیتا جاگتا مرزائی یا تمام سو گئے۔ جو قرآن کریم سے یہ آیت جو قادیانی نے لکھی ہے دکھلاوے یا انجیل مقدس سے عبارت بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے ہی دکھلاوے اور اس کا کردگی کے عوض مبلغ پانچ صد روپے چہرے شاہی انعام پاوے۔ انجیل مذکور میں عبارت میں اور فرقان حمید میں یہ آیت شریف یوں ہے۔ ”وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذ تمنیٰ“ اور لطف یہ (آئینہ کلمات اسلام ص ۳۵۲) میں پھر اس آیت کو غلط ہی لکھا۔ حالانکہ اس میں روح القدس کی آمد کا ہر دم و ہر لحظ دعویٰ بھی جڑ دیا۔ جو شخص قرآن کریم کو اپنے منہ کی باتیں قرار دے اور قرآنی الفاظ میں تغیر و تبدل کرنے سے نہ شرمائے ایمان سے کہنے وہ تراجم و تفاسیر میں کب جھجکے گا۔ مرزائی قرآنی تحریف کے متعلق کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کتابت کی غلطیاں ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ”لعنت اللہ علیٰ الکاذبین“ اگر کتاب کی سہو ہونی تو ترجمہ تو صحیح ہوتا۔ یہ ترجمہ بھی کا تب کھا گیا اور امت کو کیا سانپ سونگھ گیا۔ جو اغلاط درست نہیں کرتی۔ اب نفس مضمون کو سمجھئے کہ جو شخص اتنا دلیر ہو۔ قرآنی الفاظ کھا جائے ترجمہ ہضم کرتے اور ہزار نیوں کے بنڈل ہونے کا دعویٰ کرے اور لطف یہ کہ آیات اللہ سے محض کورا و نابلد ہو وہ کس طرح ان چھوٹے چھوٹے نبیوں کے معجزات تسلیم کر لے۔ ذیل کا مضمون چشم بصیرت سے دیکھئے اور ایمان سے کہنے کہ مرزا قادیانی کا مرکب و جل کس میدان میں کسی ایک متنبی سے پیچھے رہا ہے۔

دوسری غلط آیت ملاحظہ فرمائیں۔

(حقیقت الوحی ص ۱۵۴) پر لکھتے ہیں کہ: ”یوم یأتی ربك فی ظلل من الغمام“

یعنی اس دن بادلوں میں میرا خدا آئے گا۔“

حالانکہ آیت غلط ہے قرآن حکیم میں ارشاد بانی یوں ہے۔ (پارہ ۲، رکوع ۹): ”هل

ینظرون الا ان یتاہبہم اللہ فی ظلل من الغمام“

اگر کوئی مسیح بھیڑ حقیقت الوحی کی مندرجہ بالا آیت کلام مجید میں دکھلا دے تو مبلغ پانچ

صد روپیہ نقد چہرے شاہی انعام پاوے۔ مگر یہ یاد رہے۔

سنہیل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

تیسری غلط آیت ملاحظہ فرمائیں۔

(نور الحق ص ۴۶ حصہ اول، تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۱۹۴) ”وقال جادلہم (ای جادل

النصارى) بالحكمة والموعظة الحسنة“ اور ”وجادلهم بالتى هي احسن“ اس نے یہ تو کہا کہ عیسائیوں سے حکمت اور نیک نصیحت کے طور پر بحث کرو۔“

حالانکہ آیت قطعاً غلط ہے اور فرقان حمید میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔ ”ادع الی سبیل

ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هي احسن (نمل: ۱۲۰)“

کیا میں اندلی اور دمشق کسی گھاس خور کو فراغت نہیں سب پیٹ کے دھندے کے پھندے میں غلطان و پچپان ہیں۔ جس کسی کو فرصت ہو وہ مندرجہ بالا دونوں کتابوں کی آیت مذکورہ کو کلام مجید سے نکال کر پیش کرے تو مبلغ پانچ صد روپیہ نقد چہرے شاہی انعام پاوے۔ چوتھی غلط آیت ملاحظہ فرمائیں۔

(حقیقت الوحی ص ۱۳۰) ”الم يعلموا انه من يحادد الله ورسوله يدخله ناراً

خالداً فيها ذلك الخزي العظيم“

حالانکہ آیت قطعی غلط ہے فرقان حمید یوں ارشاد کرتا ہے۔ ”الم يعلموا انه من

يحاد الله ورسوله فان له نار جهنم خالدًا فيها ذلك الخزي العظيم (توبہ: ۶۳)“

کہاں ہیں وہ مرزا کو رسول و مجدد ماننے والے اور اسے کیا سے کیا بنانے والے۔ کیا یہی سلطان القلمی ہے کہ قرآنی آیات بھی غلط ہی لکھنے اور ترجمہ الٹا کرنے پر شیخ چلی کے باپ سے زیادہ لاف و گداز کے بلند بانگ دعاوی کئے جاتے ہیں۔

انیا گرچہ بودہ اند بے

من برفان نہ کمتر زکے

آنچه داده است ہر نبی راجام

داداں جام را مرا تمام

(درتین ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۲۷۷)

مرزا نیو! مرد میدان بنو اور مندرجہ بالا آیت کو کلام مجید سے نکال کر پیش کرو۔

پانچویں غلط آیت ملاحظہ فرمائیں۔

(نور الحق ج ۱ ص ۱۰۹، سرمہ چشم آریہ ص ۱۰۰ حاشیہ، حقیقت الوحی ص ۲۳۸) ”وان لم تفعلوا

ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة“

حالانکہ یہ آیت غلط ہے فرقان حمید میں یہ آیت یوں مرقوم ہے۔ ”فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة (بقرہ: ۴۷)“
 مسیح قادیانی کی چاہتی بھیڑ و خدا لگتی کہو کہ یہ تمہارے مسیح کو کیا ہو گیا۔ میری نظر سے پانچ جگہوں سے یہ آیت آپ کی کتابوں میں گذری جس کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ پانچوں جگہ غلط، گویا صحیح لکھنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی اور پھر امت کو بھی ایسا سانپ سونگھا کہ بارہا ڈیٹیشن چھپے مگر تصحیح نہ کی۔ مگر کلام مرزا کو دیکھتا کون ہے۔ ہے کوئی مسیح کالال جو یہ آیت صحیح ثابت کر دکھلائے اور اس کی کارکردگی میں پانچ صدروپیہ انعام پاوے۔
 چھٹی غلط آیت ملاحظہ کریں۔

(براہین احمدیہ ص ۴۸۸، حاشیہ نمبر ۱۱ شروع سطر) پر لکھتے ہیں کہ ”مقا صد قرآنیہ کا ایک ایجاز لطیف ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔“ انا اتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم، یعنی ہم نے تجھے اے رسول سات آیتیں سورۃ فاتحہ کی عطاء کی ہیں۔ جو مجمل طور پر تمام مقاصد قرآنیہ پر مشتمل ہیں۔“

حالانکہ آیت فرقان حمید میں یوں ہے۔ ”ولقد آتینک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم (حج: ۸۷)“ ہے کوئی رو در گوپال قادیانی کا روحانی فرزند جو پنجابی نبی کی پیشانی سے یہ داغ دھوے اور اس کے عوض مبلغ پانچ صدروپیہ نقد انعام پاوے۔
 ساتویں غلط آیت ملاحظہ کریں۔

(براہین احمدیہ ص ۵۰۲، ۵۰۵، آخری سطر حاشیہ نمبر ۳) ”عسی ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکفرین حصیرا“
 حالانکہ کلام مجید یوں مرقوم و مسطور ہے۔ ”عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکفرین حصیرا (اسری: ۸)“

مسیح قادیانی کی چاہتی بھیڑ و یہ کیا اندھیر نگری ہے۔ جو بھی آیت دیکھو غلط ہے۔ کوئی جیتا جاگتا مرزائی جو مندرجہ بالا آیت قرآن حکیم سے دکھلاوے اور اس کے عوض مبلغ پانچ صدروپیہ انعام میں پاوے۔

ناظرین! ایسی ایسی اور بیسیوں آیات ہیں جو غلط ہیں۔ میں نے شتہ نمونہ از خروارے ضیافت طبع میں پیش کر دی ہیں۔ یہ تو قرآن کریم کا حال تھا۔ اب ذرا حدیث شریف کی طرف آئیے اور دیکھئے مرزا قادیانی کا اس میں کتنا دسترس ہے اور مرزا قادیانی کے زاویہ نگاہ میں رسول

کریم ﷺ کے ارشادات کی کیا وقعت ہے۔ یہ بھی مختصر الفاظ میں سنئے۔
 فلعنة ربنا اعداد رمل
 على من رد قول نبينا
 هل النقل شئى بعد احياء ربنا
 فإى حديث بعده نتخير
 اخذنا من الحى الذى ليس مثله
 وانتم عن الموتى رويتم ففكروا
 رأينا وانتم تذكرون روايتكم

(اعجاز احمدی ص ۵۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۸)

خدا کی وحی کے بعد حدیث کی حقیقت ہی کیا ہے۔ پس ہم خدا کی حدیث کے بعد کس حدیث کو مان لیں۔ ہم نے اس سے لیا کہ وہ وحی قیوم اور وحدہ لا شریک ہے اور تم لوگ مردوں سے روایت کرتے ہو۔ ہم نے دیکھ لیا اور تم اپنے راویوں کا ذکر کرتے ہو۔

(ضمیمہ تفسیر گولڈ ویس ۱۰، خزائن ج ۱۷ ص ۵۱) ”جو شخص حکم ہو کر آتا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرے میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔“

(اعجاز احمدی ص ۳۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۰) ”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے۔ جو میرے اوپر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔“

(اربعین نمبر ۴ ص ۱۹، خزائن ج ۱۷ ص ۴۵۴) ”جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایمان ہے۔ جیسے تورات انجیل و قرآن پر تو کیا انہیں مجھ سے توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی غلطیاں بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں۔“

مرزا یوں! گئے گذرے ایمان سے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ کس منہ سے تم ایسے شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہو۔ جو ایسے فاسد خیالات کا مالک ہو۔ فرمان رسالت کو اپنے اوہام پر ترجیح دے اور امتی کہلائے اور نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور ظل و بروز کے ڈھکونسلے ایجاد کرے۔ یہ تو بتاؤ کہ حدیث کو چھوڑ کر تم اسوہ حسنہ پہ کیونکر چل سکتے ہو۔ تمہارا تمدن قائم رہ سکتا ہے نہ تمہاری معاشرت۔

آہ تم نے قرآن صامت کو تمیز ہی نہیں کیا۔ تمہاری کم نصیبی کا جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ تمہیں قرآن کا صحیح علم بجز قرآن ناطق کے ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن کریم مجمل ہے اور حدیث ان احکام ازلیہ کی عملی تصویر۔ مگر چونکہ ہر متنبی کے تانے بانے کو اس سے آگ لگ جاتی ہے۔ اس لئے ہر دور میں تمام متنبی حدیث سے خائف رہتے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو مرزا قادیانی نے اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے فرمان رسالت کو راستے کا روڑا سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا۔ کیونکہ حدیث کی موجودگی میں مرزا قادیانی کا کاروبار چلنا ناممکن تھا۔ آہ اسلامی سیزدہ سی سالہ روایات کو جس پر ریت کے ذروں اور آسمان کے ستاروں سے زیادہ شواہد موجود ہیں اور جس پر دنیاۓ اسلام جن کی تعداد ۶۰ کروڑ سے زیادہ ہے کا انحصار و دار و مدار ہے۔ پر یوں چند سنہری مصلحتوں کے لئے پانی پھیرنا بے ایمانی اور کفر عظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ صرف منہ سے مسلم مسلم کہہ دینا اور اسلام اسلام کی رٹ لگانا مسلمانی نہیں۔ جب تک اس کے ہر حکم کے سامنے بلا چون و چرا سر تسلیم خم نہ ہو اور اگر مسلمانوں کا نام رکھ لینے اور زبانی طور سے قرآن صامت و قرآن ناطق کی تصدیق کر دینے سے مومن ہو سکتا ہے تو ذیل کے ضد متنبی کیوں نہ مسلمان شمار کئے جائیں۔ مرزا نیو! فراخ دلی سے انہیں مرزائیت کے پہلے پیغمبر تسلیم کر لو۔ کیونکہ تمہارے مرزا قادیانی انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہیں کی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کے علاوہ انہیں کے دسترخوان کے ٹکرے توڑنے والے تھے۔ جیسا کہ ہم ذیل کی چند مثالوں میں پیش کریں گے۔

(اصول الدین ص ۱۶۳) پر امام ابو منصور عبدالقادر بغدادی تمہیں متونی ۴۲۹ھ فرماتے ہیں۔

یزید بن ابیہ خارجی

”یزید بن ابیہ خارجی نے اجماع امت اسلامیہ کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ خدا تعالیٰ آئندہ ایک پیغمبر عجم میں مبعوث فرمائے گا۔ اس کو کتاب و شریعت جدیدہ عطاء ہوگی۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی شریعت کلا یا بعضاً منسوخ کر دی جائے گی۔ اس کے متبعین صابی ہوں گے۔ جن کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔“ جناب بغدادی اس کی تردید میں لکھتے ہیں۔

”سرور عالم ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کی چند شرائط ہیں۔ جن کے بغیر ایمان منظور

نہیں۔

..... ۱ اس کے خاتم انبیاء و رسل ہونے کا اقرار۔

..... ۲ آپ کی شریعت کے دوام کا اعتقاد۔

۳..... شریعت اسلامیہ کے عدم نسخ کلا یا بعضاً کا عقیدہ۔

۴..... اس بات کا اعتراف کہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور شریعت اسلامیہ کی نشر و اشاعت کریں گے۔ قرآن مجید کے احکام کو جاری اور خلاف قرآن کو مردود قرار دیں گے۔ قرآن صاف اعلان کر رہا ہے کہ حضور خاتم النبیین ہیں پھر حضور سے بہ تو اتر مروی ہے کہ میرے بعد کسی قسم نبی نہیں آسکتا۔ ان حالات میں جو شخص قرآن و حدیث متواتر کا انکار کرے وہ کٹر کافر ہے۔“

بابک خرمی

بابک مقام خرم کا باشندہ ہے۔ اس نابکار کو بھی نبوت کی سوجھی۔ اس نے اپنی دعوت علاقہ آذربائیجان میں شروع کی اور خالص عجمی نبوت کا اعلان کیا۔ تمام محرمات طیب قرار دی گئیں اور جماعت کا نام خرمیہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس کے متعلق جناب امام ابو منصور بغدادی فرماتے ہیں۔

(اصول الدین ص ۱۵۸) ”خرمیہ کا عقیدہ ہے کہ نبوت ہمیشہ جاری رہے گی۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تحریک خرمیہ کا اصل بانی شروین نامی شخص ہے جو دور جاہلیت میں گزرا ہے۔ وہ اس کے متعلق یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں کہ:

شروین تمام انبیاء حتیٰ کہ ختم الرسل سے بھی افضل ہے۔“
اس فتنہ بابکی کے متعلق بغدادی صاحب لکھتے ہیں۔

(الفرق ص ۲۶۸) ”مورخین کا بیان ہے کہ تحریک باطنیہ ابتداء زمانہ مامون میں شروع ہوئی اور زمانہ معتصم میں پھولی پھولی بقول مورخین خلیفہ معتصم کا سپہ سالار افشین حاجب بھی تحریک باطنی کا معتقد تھا اور بابک کے ساتھ اس کے بعض خفیہ معاہدے تھے۔ خرمی نے علاقہ بدین میں بغاوت شروع کی اور بابک کے کوہ سیام کے باشندے خرمی مذہب اور مزدک کے تبع تھے۔ پس خرمی اور باطنی باہم متحد ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کو ڈٹ گئے۔ علاقہ بدین اور ویلم سے ملا کر بابک کی جمعیت تقریباً تین لاکھ تھی۔ خلیفہ معتصم نے ان کے مقابلے کے لئے افشین حاجب کو روانہ کیا۔ مگر وہ دل سے بابک کے ساتھ تھا۔ اس لئے اس نے مقابلہ میں سستی دکھائی۔ بلکہ مسلم فوج کے رازوں پر اس کو مطلع کر دیا۔ جس سے بابکیوں نے بہت سے مسلمان قتل کر دیئے۔ بعد ازاں افشین کو کمک پہنچی اور محمد بن یوسف ثفری، ابودلف قاسم بن عیسیٰ عجمی جیسے نامور سپہ سالار میدان میں جا پہنچے۔ ادھر

عبداللہ بن طاہر مشہور سپہ سالار کے فوجی افسر بھی میدان میں آ گئے۔ لیکن باایں ہمہ با بکیہ اور کرامطہ کی جمعیت مسلمان کی عسکری طاقت پر غالب رہی۔ یہ جنگ سا لہا سال تک جاری رہی۔ تا آنکہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو با بکیہ پر فتح و نصرت عطا کی۔ بابک ۲۲۳ھ میں گرفتار ہو کر سرمن رائی میں سولی پر لٹا دیا گیا۔ بعد ازاں اس کے بھائی اسحاق کو مازیار کے ساتھ گرفتار کر کے بغداد میں دار پر چڑھا دیا گیا۔ بابک کے قتل کے بعد خلیفہ کو معلوم ہوا کہ افسین حاجب با بکی غدار ہے۔ اس کی خیانت اور غدر سے جنگ نے طول کھینچا۔ اس پر خلیفہ نے اس کو بھی پھانسی دے دیا۔“

اہل سنت نے بالاتفاق ہر ایک منتہی کی تکفیر کی خواہ اسلام سے پیشتر گذرا ہو۔ جیسے زرتشت، یوز آسف، مانی، مزوک یا بعد از اسلام ہو۔ جیسے مسیلمہ کذاب، سجاج، اسود غنسی اور تمام وہ منتہی جو آج تک ہوتے چلے آئیں۔

چنانچہ بغدادی صاحب فرماتے ہیں۔ ”ایسا ہی فرقہ سپائیہ نے مختیار کو دھوکہ دے کر کہا کہ تو اس زمانے کا مہدی ہے اور اس کو ادعائے نبوت کی ترغیب دی۔ جس پر وہ نبی بن بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔“

چنانچہ امام ابو منصور عبدالقاہر بغدادی فرماتے ہیں کہ ”سبائیہ کس طرح مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ جب کہ ان کا عقیدہ ہے کہ علی مرتضیٰ خدا تھے یا نبی۔ اگر سبائیہ اسلامی فرقوں میں داخل ہیں۔ تو مسیلمہ کے اتباع بھی مسلمان شمار ہونے چاہئیں۔ عیاذ باللہ!“ (الفرق ص ۲۲۶)

چنانچہ امام ابو منصور عبدالقاہر بغدادی نے ان مسلم نما یہودیوں پر یعنی جو بظاہر مسلمان معلوم ہوتے ہیں۔ ایک سیر حاصل بحث کی ہے۔ مگر چونکہ ہمارا مضمون کچھ اور ہے۔ اس لئے نام ہی درج کرنے پر اکتفاء کی جاتی ہے۔ کتاب (الفرق بین الفرق ص ۲۲۰) پر لکھتے ہیں۔ یعنی ان فرقوں کا بیان جو بظاہر مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔ مگر درحقیقت کافر ہیں۔ پھر ان کی تعداد اکیس بتلائی جو ذیل میں درج ہے۔

”سبعائیہ، بیانیہ، حربیہ، مفیریہ، منصوریہ، جناحیہ، خطابیہ، عرابیہ، مفوضیہ، حلویہ، اصحاب التاسخ، حاطیہ، حمادیہ، مقنصیہ، رذافیہ، یزیدیہ، میمونہ، باطنیہ، حلاجیہ، غداقریہ، اصحاب اباحد“

اس کے علاوہ امام موصوف کے بعد چند ایک سر پھرے اور ہوئے جن میں سے زمانہ حال میں احمدیہ ہیں۔

ذیل میں ایک خط اور اس کا جواب پیش کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔ یہ وہ بد بخت رئیس اکتھی تھا۔ جس کے ستر ہزار جان نثار صرف ایک میدان میں اس کی جھوٹی نبوت کے زعم میں جناب خالد بن ولید کے ہاتھوں جہنم کی زینت ہوئے اور جناب وحشیؒ کے ہاتھوں یہ بدنصیب المقلب بہ مسیلمہ کذاب و فی نار جہنم خالدین فیہا ہوا۔

شیخ الاسلام ابن قیم (زاد المعاد ج ۲ ص ۲۶) میں لکھتے ہیں۔

”جب وفد بنی حنیفہ یمامہ واپس آیا تو دشمن خدا مسیلمہ مرتد ہو کر نبی بن بیٹھا اور کہنے لگا میں حضور کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ اس نے قرآن کے رنگ میں کچھ مسجع عبارتیں بھی کہیں اور اپنے متبعین سے نماز کی فرضیت ساقط قرار دی اور زنا اور شراب حلال کر دی۔ مگر بائیں ہمہ حضور ﷺ کی نبوت کا معترف تھا۔“

چنانچہ طبری و کامل و بلاذری میں لکھا ہے کہ سرکار مدینہ کو ذیل کی دعوت لکھی۔

”مسیلمہ پیغمبر بسوئے محمد رسول اللہ واقع رہے کہ عرب کی نصف مملکت ہماری ہے اور نصف قریش کی۔ لیکن قریشی بڑے بے انصاف ہیں۔ آخر میں تحفہ سلام قبول کیجئے۔“

سرکار مدینہ ﷺ نے اس کے جواب میں حسب ذیل لکھا اور فقیر کے خیال میں یہی مرزائے قادیان کے لئے مفید ہے۔ بشرطیکہ امت غور کرے۔

”از محمد رسول اللہ بسوئے مسیلمہ کذاب۔“

واضح ہو کہ مملکت درحقیقت خدا تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مگر آخری کامیابی صرف نیکوں کے لئے ہے۔ آخر میں تمام راہ راست پر چلنے والوں کو سلام۔“

لطیفہ!

مسیلمہ کذاب کا مؤذن عبداللہ بن نواحہ اذان یوں دیتا تھا۔ ”اشھد ان محمداً
ومسلیمة رسول اللہ“

مگر مرزا قادیانی تو اس کی بھی قبر پہ لات مارتا ہوا کہہ گیا۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد واحد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۳۴)

بہاؤ اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے
فرق اس قدر ہے کہ مرزا قادیانی بہائی زندگہ کے خوان کرم کے ریزہ چمین ہیں۔

بہائی!

(کتاب الفرائد ص 286) ”اگر کوئی خدا پر افتراء باندھے کسی اپنی کلام کو اس کی طرف منسوب کرے تو خدا تعالیٰ اس کو جلد پکڑتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ مبارکہ حاقہ میں فرماتا ہے۔ اگر یہ پیغمبر ہماری طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اسکی رگ جان کاٹ ڈالتے۔“

(مقالہ سیاح ص 132) ”حضرت بہاؤ اللہ نے علمائے اسلام کے متعلق فرمایا ہے۔ ”شَرَّ تحت اديم السماء“ یعنی علماء آسمان کے نیچے سب سے برے لوگ ہیں۔ انہیں سے فتنے اٹھے اور انہیں کی طرف عود کر گئے۔“

(مقدمہ لفظ اکاف) ”خدا کے مظہر برابر آتے رہیں گے۔ کیونکہ فیض الہی کبھی معطل نہیں رہا اور نہ رہے گا۔“

(کتاب الفرائد ص 312) ”یا بنی آدم اما یا تینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی میں صراحتاً مستقبل کی خبر دی ہے۔ کیونکہ لفظ یا تینکم کو نون تاکید سے خاص کر لیا ہے اور فرمایا تمہارے پاس ضرور رسول آتے رہیں گے۔“

(بجراقران ص 131) ”وبالآخرة هم یوقنون یعنی اس وحی پر بھی یقین رکھتے ہیں جو آخر زمانہ میں نازل ہوگی۔“

(عمدۃ النسخ ص 88) ”صحیح بخاری کی حدیث ہے ”ویضع الحرب“ یعنی مسیح آ کر جہاد کو برطرف کرے گا۔ چنانچہ بہاؤ اللہ کے مرید جہاد کے قائل نہیں اور نہ کسی غازی مہدی پر ایمان رکھتے ہیں۔“

بہاؤ اللہ نے قتل کر حرام لکھا ہے اور نیز لکھا ہے ”اے اہل توحید کمر ہمت مضبوط باندھ کر کوشش کرو کہ مذہبی لڑائی (جہاد) دنیا سے محو ہو جائے۔ جب اللہ اور بندگان خدا پر رحم کر کے اس امیر خطیہ پر قیام کرو اور اس نار عالم سوز سے خلق خدا کو نجات دو۔“ (مقالہ سیاح ص 92)

(کوکب ہند) ”لوکان الایمان معلقاً بالثریا والی حدیث صاف طور پر حضرت بہاؤ اللہ کے متعلق ہے۔ کیونکہ وہ ایران کے دارالسلطنت طہران کے قریب ایک موضع میں جس کا نام نور ہے پیدا ہوئے۔ موضع نور میں ایران کے کیانی بادشاہوں کی نسل میں

ایک خاندان آباد تھا۔ بہاؤ اللہ اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔“
مرزائی!

(اربعین نمبر ۳ ص ۱۱، خزائن ج ۷ ص ۴۴۰) ”میرے دعوے الہام پر تیس سال گذر گئے اور مفتری کو اس قدر مہلت نہیں دی جاتی۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔
اگر یہ پیغمبر ہماری طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر کہا یہی خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذاب بے باک مفتری کو جلد نہ پکڑے۔ یہاں تک کہ اس افتراء پر تیس سال سے زیادہ عرصہ گزار جائے تو ریت اور قرآن دونوں گواہی دے رہے ہیں کہ خدا پر افتراء کرنے والا جلد تباہ ہو جاتا ہے۔“
(تبلیغ رسالت نمبر ۲ ص ۱۳۱، ضمیمہ انجام آتھم) مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ ”حدیث میں ہے اس زمانہ کے مولوی اور محدث ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔“

”اے بدذات فرقہ مولویاں“ (سیرۃ المہدی ص ۸۲ ج ۲) سورۃ اعراف میں فرمایا ہے۔
”یا بنی ادم اما یا تینکم رسول منکم یقصون علیکم ایاتی“ اے نبی آدم تمہارے پاس ضرور رسول آتے رہیں گے۔ یہ آیت آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس میں تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہاں یہ نہیں لکھا کہ ہم نے گذشتہ زمانے میں یہ کہا تھا۔ سب جگہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں۔ غرض یا تینکم کا لفظ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ ”و بالآخرۃ ہم یوقنون“ اس وحی پر بھی یقین رکھتے ہیں جو آخری زمانہ میں مسیح موعود (مرزا) پر نازل ہوگی۔“

اب چھوڑ دو دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ وجدال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم تم شمع یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

(ضمیمہ تحفہ گلڑویہ ص ۲۷، خزائن ج ۱ ص ۷۸)

(تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۱۱۹) ”میں کسی خوبی اور مسیح کے آنے کا منتظر نہیں۔“

(کتاب البریہ ص ۱۳۳، خزائن ج ۱۳ ص ۱۶۲) ”میرا ایک الہام ہے۔“ خذ والتوحید

التوحید یا ابناء الفارس“ توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔“

”دوسرا الہام“ لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من

فارس“ اگر ایمان ثریا سے بھی معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے (مرزا قادیانی) اس کو
وہیں جا کر لے آتا۔“

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے ہم مشرب بہائی سید محمد جو نپوری ایک ہی

تھیلی کے چٹے بٹے تھے، جو نپوری استاد تھے اور قادیانی شاگرد

یابیوں سمجھے کہ جو نپوری خدا تھا اور قادیانی رسول۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے کتب مہدویہ
سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا اور اسی خرمین الہاد سے بہت کچھ خوشہ چینی کی۔

مہدویہ یعنی جو نپوری!

(ہدیہ مہدویہ ص ۲۸) ”مہدوی کہتے ہیں خاتم النبیین سے یہ مراد ہے کہ کوئی پیغمبر صاحب

شریعت جدیدہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیدا نہ ہوگا اور نبی متبع شریعت محمدیہ تو منافی آیت ”ماکان
محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین“ کا نہیں ہے اور سید
محمد جو نپوری پیغمبر متبع ہیں۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۳۳) ”بچ فضائل وغیرہ کتب مہدویہ میں مذکور ہے کہ سید محمد جو نپوری کا

نواسہ سید محمود مقلب بہ حسین ولایت شہید کر بلا امام حسینؑ کے برابر ہے یا بہتر ہے۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۲۹) ”شواہد الولاہیت میں لکھا ہے کہ سید محمد جو نپوری نے فرمایا کہ حق

تعالیٰ نے بندہ کو جملہ موجودات کے احوال اس طرح معلوم کروادئے ہیں۔ جیسے کوئی رائی کا دانہ
ہاتھ میں رکھتا ہو اور ہر طرف پھرا کر کما حقہ پہنچائے۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۱۶) ”مہدویہ کا اعتقاد ہے کہ سید محمد جو نپوری وہی مہدی ہیں جن کے

ظہور کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۱۸) ”ایک دن میاں خرنڈیر (امام و خلیفہ مہدی جو پنپوری) نے ایک سنگریزہ ہاتھ میں لے کر مہاجرین و خلفائے مہدی کے مجمع میں کہا دیکھو یہ کیا ہے۔ سب نے جواب دیا سنگریزہ ہے۔ کہا اس کو مہدی موعود علیہ السلام نے جو ہر بے بہا کہا ہے تمام مہاجرین اور خلفاء نے کہا آ منا و صدقنا ہمارے دیکھنے کا کیا اعتبار ہے کہ جو کوئی فرمان مہدی میں شک کرے یا تاویل کرے وہ ان مہدی میں سے نہیں ہے۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۱۲۳) ”قرآن شریف سورۃ جمعہ میں ”واخرین منہم لما یلحقوا بہم وهو العزیز الحکیم“ میں اشارہ میرے زمانے کی نسبت ہے۔ یعنی ایک نوع انسانی اور ہے جو آخری زمانہ میں ہوگا۔ لوگ ظلمت و گمراہی میں پڑے ہوں گے۔ تب خدا ان کو صحابہ کے رنگ میں لائے گا اور یہ مسیح موعود کا زمانہ اور گروہ ہوگا۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۲۰۸) ”مہدی جو پنپوری لوگوں کو حج بیت اللہ سے باوجود فرضیت اور استطاعت کے منع کیا کرتے تھے اور اپنے خلیفہ میاں دلاور کے حجرہ کو بمنزلہ کعبہ کے ٹھہرایا تھا کہ اس کے تین طواف کعبۃ اللہ کے سات طواف بلکہ تمام ارکان حج کے قائم مقام قرار دیتا تھا۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۱۳۹) ”سید محمد جو پنپوری اس بات کے مدعی تھے کہ وہ دار دنیا میں حق تعالیٰ کو عیا ناسر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۲۷۹) ”سید محمد جو پنپوری کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ محمد ﷺ اور حضرت مہدی موعود ایک ذات ہیں۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۱۷) ”جو احادیث رسول اگرچہ کیسی روایات صحیحہ سے مروی ہوں۔ لیکن مہدی جو پنپوری کے بیان و احوال سے مطابق کر کے دیکھیں۔ اگر مطابق ہوں تو صحیح ورنہ غلط جانیں۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۲۳) ”مطلع الولاہیت میں لکھا ہے کہ اول بارہ برس تک امر الہی ہوتا رہا اور مہدی جو پنپوری و سوسہ نفس و شیطان سمجھ کر حکم خدا نالتے رہے۔ آخر خطاب باعتاب ہوا کہ ہم روبرو سے فرماتے ہیں تو اس کو غیر اللہ سمجھتا ہے۔ اس کے بعد بھی شیخ موصوف اپنی عدم لیاقت وغیرہ کا عذر پیش کر کے آٹھ برس اور نالتے رہے۔ بیس برس کے بعد خطاب باعتاب ہوا کہ قضا الہی جاری ہو چکی۔ اگر قبول کرے ما جور ہوگا ورنہ مجبور ہوگا۔“

(ہدیہ مہدویہ ص ۲۳۹) ”پنج فضائل میں ہے کہ سید محمود نے اپنے والد سید محمد جو پنپوری سے روایت کی کہ میرا جی نے فرمایا کہ نہ میں کسی سے جنا گیا اور نہ میں نے کسی کو جنا اور ایک روز ان

کے خلیفہ دلاور کے سامنے یوسف نام ایک شخص نے بوقت وعظ سورہ اخلاص پڑھی۔ جب وہ لم یلد ولم یولد پر پہنچا تو دلاور نے کہا نہیں یلد ویولد یوسف نے کہا نہیں لم یلد ولم یولد۔ دلاور نے کہا یلد ویولد عبدالملک نے یوسف سے کہا بھائی خاموش رہو۔ میاں جی ولایت کا شرف بیان کرتے ہیں جو کہتے ہیں سو حق ہے۔“

احمد ویہ یعنی قادیانی!

(ریو آف ریلیز ج ۲۱) ”خاتم النبیین سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی پیدا نہیں ہوگا اور کوئی غیر تشریحی نبی ظاہر ہو تو آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی غیر تشریحی نبی تھے۔“

مرزا قادیانی بڑا حریص واقع ہوا تھا۔ وہ یہ خطاب نواسہ رسول اللہ ﷺ کو نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اپنی ہی شکم پر یایپیٹ پوجا کا سامان یوں کیا۔

کر بلا نیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۷۷)

(ضرورت امام ص ۱۳، خزائن ج ۳ ص ۲۸۳) مرزا قادیانی کہتا ہے کہ ”مجھے علم غیب پر اس طرح قابو ہے جس طرح چابک سوار کو گھوڑے پر ہوتا ہے۔“

(ایام صلح ص ۹۱، خزائن ج ۱۳ ص ۳۲۸) مسیح قادیان نے لکھا ”اگر خدا کا پاک نبی اپنی پیش گوئیوں کے ذریعہ سے میری گواہی دیتا ہے تو تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔“

(سیرۃ المہدی ج ۱ ص ۸۱) ”مولوی نور دین خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو صرف نبوت کی بات ہے۔ میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآن شریف کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور من جانب اللہ پایا تو اب جو بھی آپ فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے۔“

(ایام صلح ص ۷۰، خزائن ج ۱۳ ص ۳۰۴) ”قرآن شریف میں یہ پیش گوئی بڑی وضاحت سے آنے والے مسیح کی خبر دیتی ہے۔“ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم ”یعنی ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ وہ بھی اول تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم اور حکمت اور یقین سے دور ہوں گے۔ تب خدا ان کو بھی صحابہ کے رنگ میں لائے

گا۔ یعنی جو کچھ صحابہ نے دیکھا وہ ان کو بھی دکھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا صدق اور یقین بھی صحابہ کے صدق کے اور یقین کی مانند ہو جائے گا اور یہ مسیح موعود کا گروہ ہے۔“
 (تذکرۃ الشہادتین ص ۴۷، خزائن ج ۲۰ ص ۴۹) مرزا قادیانی نے لکھا ”ایک حج کا ارادہ کرنے والے کے لئے اگر یہ بات پیش آجائے کہ وہ مسیح موعود کو دیکھ لے۔ جس کا تیرہ سو برس سے انتظار ہے تو بموجب صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جاسکتا۔“

زمین قادیان اب محترم ہے
 ہجوم خلق سے ارض حرم ہے (درشن)
 ”ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ خدا نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔“
 (برکات خلافت ص ۵)

ایسا ہی مرزا قادیانی نے (ضرورت الامام ص ۱۳، خزائن ج ۱۳ ص ۴۸۳) میں لکھا ہے کہ
 ”خدا تعالیٰ مجھ سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرے سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے۔“

(خطبہ الہامیہ ص ۲۵۹، خزائن ج ۱۸ ص ۲۵۹) ”جس شخص نے مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں کچھ فرق سمجھا نہ تو اس نے مجھے پہچانا اور نہ مجھے دیکھا۔ میرا وجود عین رسول اللہ کا وجود ہو گیا۔“
 (ضمیمہ تحفہ گولڈویہ ص ۱۰، خزائن ج ۱۷ ص ۵۱) ”جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔“

(اعجاز احمدی ص ۸، خزائن ج ۱۹ ص ۸۱۵) مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ”قریباً بارہ برس جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑے شہود سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا۔“

(سیرۃ المہدی ج اول ص ۳۱) ”وہ الہام جس میں مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے صریح طور پر مامور کیا گیا۔ مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا۔ لیکن باوجود (امر الہی) کے سلسلہ بیعت شروع نہیں فرمایا۔ بلکہ حکم الہی کو ٹالتے رہے۔ چنانچہ جب فرمان الہی نازل ہوا تو آپ نے بیعت کے لئے ۱۸۸۸ء میں یعنی پہلے حکم کے چھ سال بعد بیعت لینے شروع کی۔“

”انت منی وانا منك یعنی اے مرزا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“ یعنی تو میرا لڑکا ہے میں تیرا لڑکا ہوں۔ (دفع البلاء ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷)

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۳، خزائن ج ۵ ص ایضاً) ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اللہ ہوں۔ اس حال میں جب کہ میں خدا تھا میں نے کہا کہ ہم دنیا کا نظام قائم کریں۔ یعنی نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں۔ پس میں نے زمین آسمان اجمالی شکل میں بنائے۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پڑھ میں نے ان میں تفریق کر دی۔ جو ترتیب درست ہو سکتی تھی اس وقت میں اپنے تئیں ایسا پاتا تھا کہ گویا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا ”انا زینا السماء الدنيا بمصابیح“ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصے سے بناتے ہیں۔“

زندیق اور مرتد، کافر اور مشرک میں فرق

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں۔

”کافر اگر بظاہر اسلام کا اقرار کرے تو وہ منافق ہے اور اگر کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے تو مرتد ہے اور اگر تعدد معبود کا قائل ہو تو مشرک ہے اور اگر حضور ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے شعائر اسلام کی پابندی بھی دکھلاوے۔ لیکن ضروریات دین کے خلاف عقائد رکھتا ہو تو یہ زندیق ہے۔“ جناب شیخ الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (شرح مؤطا ص ۱۰۹) میں زندیق کی حقیقت حسب ذیل فرماتے ہیں۔

”دین حق کا مخالف اگر سرے سے اس کا معتقد اور مقرر ہی نہیں۔ نہ ظاہر نہ باطناً تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے اعتراف کرے۔ مگر دل میں کفر بھرا ہوا ہو تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے اعتراف کرے۔ مگر بعض ضروریات دین کی ایسی من مانی تاویل کرے۔ جو صحابہ تابعین اجماع امت کے سراسر خلاف ہو تو ایسا شخص شریعت میں زندیق ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ قرآن حق، جنت و جہنم حق لیکن جنت کے معنی فقط اس قدر ہیں کہ انسان کو اچھے اخلاق سے اس عالم میں گو نہ سرور حاصل ہوگا اور جہنم سے مراد یہ ہے کہ بد اخلاق کو وہاں گو نہ ندامت ہوگی۔ فی الواقعہ کوئی جنت جہنم نہیں ایسا شخص زندیق ہے۔ غرضیکہ زندیق سب کچھ مان کر سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ ہے زندقہ اس میں دین کی صورت بہر حال رہتی ہے اور حقیقت مسخ ہو جاتی ہے۔ یہ مرتد سے کئی گنا بدتر ہے۔ واضح رہے کہ تاویل کی دو قسمیں ہیں۔

اؤل جو کسی نص قطعی اور حدیث صحیح اور اجماع امت کے مخالف نہ ہو۔

دوم..... جس کسی نص سے ٹکرائے ثانی الذکر زندقہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ بے شک آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد نبی کہلانا منع ہے۔ رہا نبوت کا مفہوم یعنی ایسا انسان جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خلق خدا کو ہدایت کرنے آئے۔ واجب الاطاعت ہو گناہوں سے معصوم غلطیوں سے مبرا ہو سوسیہ آپ کے بعد آئمہ دین میں موجود ہے۔ پس ایسا شخص زندیق ہے۔ جمہور فقہاء، حنفیہ اور شافعیہ کا اتفاق ہے کہ زندیق واجب القتل ہے۔“

زندیق کی توبہ

(امام ابو بکر ص ۱۳۱ احکام القرآن میں اور حافظ امام بدرالدین یعنی عمدة القاری ص ۲۱۳) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ زندیق کو جس طرح بن پڑے قتل کر دو۔ اس لئے کہ اس کی توبہ کا پتہ لگانا دشوار ہے۔

جناب امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان جادوگر بن جائے تو اس کو قتل کر دو توبہ پیش کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ باطنی مرتد کی توبہ اظہار اسلام سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ نیز آپ نے فرمایا کہ زندیق کو بلا استتابت قتل کر دو۔

(خطیب ابو بکر تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۵۳) میں بہ سند خود ذیل کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔“

عثمان بن حکیم کہتے ہیں کہ مجھے وثوق ہے کہ خدا تعالیٰ امام ابو یوسف کو مسئلہ ذیل میں اجر عظیم دے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ ہارون رشید کے سامنے ایک زندیق پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے امام ابو یوسف کو اس سے مناظرہ کرنے کے لئے دربار میں طلب کیا اور حکم دیا کہ آپ اس سے مکالمہ و مناظرہ کریں۔ امام ابو یوسف نے خلیفہ سے فرمایا کہ دیر نہ کیجئے۔ شمشیر اور ادھوڑی منگوائے اور اس کا سر قلم کیجئے۔ یہ زندیق ہے مرتد نہیں کہ اس کو مناظرہ سے سمجھایا جائے۔ یہ تو لحد ہے اس کا گھڑی بھر زندہ رہنا خلافت مصلحت اسلامیہ ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۰۲، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴) ”اب جاننا چاہئے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ (یعنی کسی تھا عطائی نہ تھا) تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبہ بازی کی قسم میں سے تھے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے۔ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے

اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو۔ (یعنی شعبہ بازی سکھلا دی ہو) جو ایک مٹی کا کھلونہ کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک کے مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ (اب دجال اکبر کی دلیل بھی سنئے اور بن باپ کے ہونے کا انکار بھی دیکھئے) کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے اور جیسے انسان میں تو موجود ہوں۔ ان کے موافق اعجاز کے طور پر مدد ملی ہے۔ (معلوم ہوا کہ معجزات سیکھنے اور فہم و ادراک سے آتے ہیں) جیسے ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کے روحانی تواجد دقائق و معارف تک پہنچنے میں نہایت تیز تھے۔ سو انہیں کے موافق قرآن شریف کا معجزہ دیا گیا۔ جو جامع جمیع دقائق و معارف الہیہ ہے۔ پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ اکثر صنّاع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلاتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بکثرت ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں اور چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی کر سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد امی اور نادان لوگ ہیں۔ جن کو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا۔ گویا اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی روح ان میں پھونک دی۔ جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیونکہ علم الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔ انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر بالکل

بے جان ہے ڈال سکتی ہے۔ تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتی ہیں۔ جو زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں۔ راقم رسالہ ہذا نے اس علم کے بعض مشق کرنے والوں کو دیکھا جو انہوں نے ایک لکڑی کی تپائی پر ہاتھ رکھ کر ایسا اپنی حیوانی روح سے گرم کیا کہ اس نے چار پاپوں کی طرح حرکت کرنا شروع کر دیا اور کتنے آدمی گھوڑے کی طرح اس پر سوار ہو گئے۔ (اور قادیان چانچے) اور اس کی تیزی اور حرکت میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ سو یعنی طور پر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مشق رکھنے والا مٹی کا ایک پرند بنا کر اس کو پرواز کرتا ہوا بھی دکھا دے تو کچھ بعید نہیں۔ (معلوم ہوا قادیانی کے زعم میں مسیح نعوذ باللہ ایک مشاق شعبہ ہے باز تھا) کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا گیا کہ اس فن کی کمال کی کہاں تک انتہاء ہے اور جب ہم بقلم خود چشم خود دیکھتے ہیں کہ اس فن کے ذریعہ سے ایک جماد میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جانداروں کی طرح چلنے لگتا ہے تو پھر اگر اس میں پرواز بھی ہو تو بعید کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جائے اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی جائے وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بدستور بے جان اور جماد ہوتا ہے۔ صرف عامل کی روح کی گرمی بارود کی طرح اس کو جنبش میں لاتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا جنبش کرنا اور بلنا بھی پیا یہ ثبوت نہیں پہنچتا۔“ (یعنی یہ کہ مسیح شعبہ بازی میں بھی ناکام رہا اور قرآن کریم میں جو یہ آیا ہے ”انسی اخلق لكم من الطین کھئیتہ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ“ یہ ایک محض دھوکہ اور فریب ہے)

اور نہ درحقیقت ان کا زندہ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ ”و ابری الاکمه والابرص واحیی الموتی باذن اللہ وانبتکم بما تاکلون وما تد خرون فی بیوتکم ان فی ذالک لآیت لکم ان کنتم مؤمنین“

اللہ اللہ اس آیت کریمہ کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی فیصلہ کن بات بیان فرمائی جو لائق حمد و قابل تعریف ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ”ان فی ذالک لآیة لکم ان کنتم مؤمنین“ یعنی ان آیات اللہ میں یعنی معجزات مسیح میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی نشانیاں ہیں۔ مگر ان پر ایمان لانا ان لوگوں کا کام ہے جو مومن ہیں۔ ورنہ کافر تو اس سے انکار ہی کرتے ہیں ایک دوسرے مقام پر ایمانداروں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ”والذین ہم بآیات ربهم یؤمنون“ یعنی مومن تو وہ ہیں جو خدا کے نشانات پر ایمان لائیں۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا۔ ”والذین کفروا وکذبوا بآیات ربهم اولئک اصحاب النار ہم

فیہا خالدون“ یعنی وہ لوگ جو ہمارے معجزات کا انکار و تکذیب کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ غرضیکہ قرآن عزیز میں بیسوں آیات ایسی ہی اور آتی ہیں جن کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انبیاء کے معجزات پہ ایمان لانا گویا کہ میری قدرت و طاقت کا اقرار کرنا ہے۔ حضرات! اب دیکھئے کہ رئیس قادیان ایک ایک معجزے کی گن گن کر کس طرح تکذیب کرتا ہوا بال کی کھال اتارتا ہے۔ لہذا از روئے قرآن وہ مومن نہیں بلکہ کافر ہے۔ (گویا وہ تمام معجزات باتیں ہی باتیں تھیں ورنہ کوئی کوڑھی اچھا نہ ہو اور نہ کسی اندھے کو آنکھیں نصیب ہوئیں اور نہ ہی کوئی مردہ زندہ ہوا۔ یہ سب کہانیاں ہیں۔ کیونکہ عقل انسانی سے بالاتر ہیں۔ نعوذ باللہ!) ”اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈال دینا درحقیقت یہ سب عمل الترب یعنی شعبدہ بازی کی شاخیں ہیں۔ ہر ایک زمانہ میں ایسے لوگ (مسح) ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعے سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج و مبروص مدقوق وغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے رہے ہیں۔“

(آپ نے اچھا کیا تھا تفت ہے اس منحوس خیال پر) جیسے ملاوٹ کھتری آریہ قادیانی جو آپ کا پٹینٹ گواہ ہے کو دق سے۔

(اب سجادہ نشین و صوفیائے کرام کی باری آئی وہ بھی سنئے) ”جن لوگوں کے معلومات وسیع ہیں وہ میرے اس بیان کی شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض فقراء نقشبندی و سہروردی وغیرہ نے بھی ان مشقوں کی طرف بہت توجہ کی تھی اور بعض ان میں یہاں تک مشاق گذرے ہیں کہ صدا ہا بیماریوں کو اپنے بیمین و یسار میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا کر دیتے تھے اور محی الدین ابن عربی صاحب کو بھی اس میں خاص درجہ کی مشق تھی اور اہل سلوک کی تاریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کالمین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں۔“ (گدھا کہیں کا گویا تمام اولیاء اللہ جو کرامات دیکھتے ہیں سب شعبدہ بازی کرتے ہیں اور کامل مرزائی اصلاح میں وہ ہے جو گدھے کی طرح گھاس کھائے اور بے عقلی و جہالت دکھاتے ہوئے صرف ڈھینچو ڈھینچو ہم چوں مادگیرے نیست کرے۔)

”مگر بعض لوگ اپنی ولایت کا ثبوت بنانے کی غرض سے یا کسی اور نیت سے ان شغلوں میں مبتلا ہو گئے تھے اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسح ابن مریم باذن و حکم الہی المسح نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ گواہ المسح کے درجہ کاملہ سے کم رہے۔“

(یہ بھی خوب کہی بیچار مسیح تو تمہارے پلے کا بھی نہ ہوا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے)

”کیونکہ مسیح کی لاش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔ (غریب مسیح کا زندہ بھی مردہ رہا۔ مگر مسیح کی لاش کا زندہ زندہ ہو گیا۔ سبحان اللہ!) مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے ساتھ لگنے سے ہرگز زندہ نہ ہو سکیں۔ یعنی وہ دو چور جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے۔ بہر حال مسیح کی یہ تری کارروائیاں زمانے کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل اس قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ (تف ہے تیری بودی عقل پر) تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمایوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی ﷺ نے قدم مارا ہے۔ (گویا حضور اکرم ﷺ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا) اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے۔ باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا اور نہ دراصل مسیح کو بھی یہ فعل پسند نہ تھا۔ (جھوٹا کہیں کیا تمہارے کان میں شیطان نے کہہ دیا تھا کہ مسیح معجزات کو پسند نہیں کرتا۔ حالانکہ آیات اللہ، نبوت کے لئے لازم ملزوم چیز ہے) واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع کرنے کے لئے اپنی دلی اور دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفس کا جو اصل مقصد ہے۔ اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعے سے اچھا کرتے رہے۔ مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۱۰، خزائن ج ۳ ص ۲۵۸)

الہام: ”هذا هو الترب الذی لا يعلمون“ غرض یہ اعتقادات بالکل غلط اور

فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا۔ جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں تھا اور مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی تھی۔ جیسے سامنی کا گوسالہ قندبر۔ ”فانہ نکتہ جلیۃ ما یلقھا الا ذوحظ عظیم“

(ازالہ اوہام ص ۳۲۲، خزائن ج ۳ ص ۲۶۳)

ناظرین کرام! یہ بھی بتا دوں کہ مرزا قادیانی سے قبل ایک اور بھی ایسی ہستی گذر چکی ہے جیسے دنیا سرسید احمد نیچری کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مرزا قادیانی نے جو کچھ لیا وہ اسی ذات شریف کا پس خورد لیا۔ اس کے علاوہ سید محمد جونپوری کے خوان کرم سے ریزہ چینی کی اور ایسا ہی بھاء اللہ ایرانی کے دسترخوان کے پس خورد وہاں کھلائے۔ چنانچہ دلی نعمت اللہ کیا خوب کہہ گئے۔

دو کس بنام احمد گمراہ کند بے حد

سازند ازوے خود تفسیر در قرآنہ

ایک تو مرزا قادیانی کی ذات شریف ہے اور دوسرے یہی سرسید احمد نیچری ہیں۔ بہر حال مرزا قادیانی کا تو پتکھا ہی پتکھا تھا۔ دیکھئے مرزا قادیانی نے اپنے استاد کی کیسی شاندار پیروی کی۔ بلکہ جو کچھ وہ نہ کر سکتے تھے وہ آپ نے کر دکھلایا۔

(تفسیر احمدی ج ۲ ص ۱۶۰، ۱۶۱) ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیماروں پر دم ڈالتے اور برکت دیتے تھے۔ لوگ ان کے ہاتھوں کو برکت لینے کے لئے چومتے تھے۔ یہ خیال غلط ہے کہ اس طرح کرنے سے اندھے آنکھوں والے اور کوڑھے اچھے ہو جاتے تھے۔ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے۔ اس لئے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ اسی قوت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوتی ہے جو مسریزم اور اسپرینچوایزم کے نام سے مشہور ہے۔ مگر جب کہ وہ ایک قوت ہے تو اے انسانی میں ہے اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے تو اس کا انسان سے ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو فطرت انسان میں سے انسان کی ایک فطرت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام لوگوں کو کوڑھے ہوں یا اندھے خدا کی بادشاہت میں داخل

ہونے کی منادی کی تھی۔ یہی ان کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا تھا۔“

(تفسیر احمدی ص ۱۵۲، ۱۵۶) ”یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھونکنے کے بعد درحقیقت وہ پرندوں کی صورتیں جوٹی سے بناتے تھے جاندار ہو جاتی تھیں اور اڑنے بھی لگتی تھیں۔ یہ کوئی امر وقوعی نہ تھا۔ بلکہ صرف حضرت مسیح کا خیال زمانہ طفولیت میں بچوں کے ساتھ کھیلنے میں تھا۔ سورتیں بنا کر پوچھنے والے سے کہتے تھے کہ میری پھونک سے وہ پرند ہو جائیں گے۔ پس حضرت عیسیٰ کا یہ کہنا ایسا ہی تھا۔ جیسے کہ بچے اپنے کھیلنے میں بمقتضائے عمر اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں۔“

ناظرین! یہ ہیں سلطان القلم مننتی قادیان کی ملاخیاں اور ایمانداریاں۔ ایسا شخص جو بھی کرے اور کہے آج کل کی تہذیب اسے اجازت دیتی ہے۔ کیونکہ یہاں آزادی کا زمانہ ہے اور فقیر کے خیال میں تو جب انسان حیا کو چھوڑ دے تو جو چاہے سو کرے۔ اس کو کون روک سکتا ہے۔ اب انصاف کیجئے معجزات اور کرامات کے پلے کیا خاک رہا۔ جب کہ ان کے حامل ہی شعبہ باز قرار دیئے جائیں۔ اصل میں واقعہ یوں ہے کسی نے مرزا قادیانی سے سوال کیا اجی! حضرت یہ تو کہتے کہ مسیح کی مماثلت تامہ کے دعویدار تو آپ بن گئے اور الہام بھی آپ کو روز ستاتے ہیں اور صفات بھی تنگ کرتی ہیں۔ مگر مسیح تو مادر زاد کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرتا اور مردے جلاتا اور طرح طرح کے آیات اللہ دکھاتا تھا۔ اگر آپ مثیل مسیح ہیں تو کوئی ثبوت تو آپ بھی پیش کریں۔ کیونکہ دعویٰ بلا دلیل ہمیشہ باطل ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ چراغ جلے اور روشنی نہ دے۔ آفتاب طلوع کرے مگر دنیا جالے سے بے نصیب رہے۔ اگر آپ مسیح ہیں تو مسیحائی کیجئے۔ دنیا خود بخود آپ کو مان لے گی۔ تو آپ نے یہ بیان دھر رگڑا اور لگے ہاتھ صوفیائے کرام کے فیوض کو بھی فعل مکروہ و قابل نفرین قرار دے دیا۔ وہ کیوں صرف اس لئے کہ مابدولت رئیس قادیان ان عنایات ربی سے محض کورے تھے۔ مگر ساتھ ہی دوسرے مقام پر اپنے الہام گناتے گناتے آیات اللہ پر بھی اتر آئے اور کہہ دیا گیا کہ یہ بھونچال اور زلزلے یہ بیماریاں اور مصیبتیں یہ کالہ اور پلگ یہ قحط اور وبائیں محض میرے لئے نمودار ہوئیں اور یہی میری صداقت کے دلائل ہیں۔ میرے لئے تو میرے مولا نے وہ وہ کرم کئے جو آج تک کسی دوسرے کو نصیب ہی نہیں ہوتے۔ چوروں کی طرح چھپ چھپ کر وہ میرے پاس آیا۔ پلگ کے کیڑے میری خاطر اس بے چارے نے پورورس کئے۔ تیز تلوار

لئے وہ میری چوکیداری میں کھڑا رہا۔ پچاس ہزار! الہام منی آڈروں بیوں کے اس نے مجھے کئے۔ سائل نے عرض کیا بس بس جناب تسلی ہوگئی۔ ہاں یہ فرمائیے مسیح موعود کے نشانات میں صحیح مسلم میں ایک حدیث آئی ہے کہ مسیح موعود آسمان سے نازل ہوگا۔ وہ بیوی کرے گا اولاد ہوگی حج کرے گا اور آخر روضہ رسول اکرم ﷺ میں دفن ہوگا۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز میں اور مسیح علیہ السلام اکٹھے ایک ہی روضہ سے اٹھیں گے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ کے درمیان رئیسِ قادیان جواب دیتے ہیں کہ نازل ہونے والا عیسیٰ میں ہی ہوں۔ اعتبار نہ آئے تو خدا کا کلام (براہین احمدیہ ص ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳) میں دیکھ لو۔

الہام: ”انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل وکان وعداً مفعولاً“

اگر تسلی نہ ہوئی ہو تو مبلغ ایک دوسرا الہام بھی حاضر ہے۔ الہام ”انا انزلناہ قریباً من القادیان بطرف شرقی منارة البیضاء“ (ازالہ اوہام ص ۵۷ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹) اور بیوی کے متعلق تو دنیا جانتی ہے کہ خود اللہ میاں نے میرا نکاح آسمان پر کیا۔ اس کے متعلق آسمان کے ستاروں سے زیادہ پیش گوئیاں موجود ہیں۔ یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی صورت نہیں ٹل سکتی۔ ہو کے رہے گی اور جو اس میں مخالفت کرے گا روسیہ ہوگا اور ناک صفائی سے کٹ جائے گی۔ خدا اس کو ضرور میرے پاس لائے گا۔ باکرہ ہونے کی صورت میں یار انڈ ہو کر۔ بہر حال محمدی کامیرے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے۔ جو کسی طور سے نہیں ٹل سکتی اور اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل اور میری نبوت پر تین حرف اور اولاد بھی اسی میں سے ہوگی۔ خدا کی قدرت کہ مرزا قادیانی کا انتقال ہو گیا اور سائل بھی چل بسا۔ مگر ایسا ضدی تھا کہ عالم برزخ میں بھی پوچھنے سے نہ رہا تو

۱۔ (حقیقت الوحی ص ۳۳۳، خزائن ج ۲۲ ص ۳۳۶) ”یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحائف کے طور پر ہوں۔ ان کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۱۲، خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۱) ”اگر میرے اس بیان کا اعتبار نہ ہو تو پنشن برمن کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو تا کہ معلوم ہو کہ کس قدر آمدنی کا دروازہ اس مدت میں کھولا گیا ہے۔ حالانکہ یہ آمدنی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ لوگ خود قادیان میں آ کر دیتے ہیں اور نیز ایسی آمدنی جو لفافوں میں نوٹ بھیجے جاتے ہیں۔“

جواب دیا کیا ہوا اگر میرے ساتھ نکاح نہیں ہوا۔ بعض دفعہ پیش گوئیوں میں استعارے ہوتے ہیں جو نبیوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر خاکسار نبی ناکام رہے تو میری اولاد در اولاد سے اس کی اولاد در اولاد میں کسی لڑکے کا نکاح ضرور اس کی لڑکی سے ہو جائے گا۔

خیر یہ تو تھے مرزا قادیانی اور ان کے مسائل کے تعلقات۔ اب فقیر کی بھی سنئے۔ سچ ہے گیڈر کی جو موت آتی ہے تو سیدھا شہر کا رخ کرتا ہے۔ یہی حال مرزائی امت کا ہے۔ حال ہی میں خلیفہ قادیان کے خلاف وہی معمولی سی شکایت جو بارہا قبل ہو چکی ہے پیدا ہوئی۔ تو شیخ عبدالرحمن مصری اور فخر الدین ملتانی بھی سیخ پا ہوئے اور خلیفہ کے خلاف کم از کم ۳۰ اشتہارات نکالے۔ جن میں خلیفہ جی کی مخصوص کام آنا گوندھتی ہلتی کیوں ہے کے مصداق لکھے اور انہیں خلافت سے علیحدہ کر دیا۔ اب خیر سے قادیان میں دو خلافتیں بغیر فوج خزانہ اور تخت کے ہیں۔ جن میں وہ جنگ ہو رہی ہے کہ لکھنؤ کی بھٹیاریاں اور دہلی کی ڈونیاں سبق سیکھنے آتی ہیں اس سے پہلے عمر دین شمولوی بھی ایسی ہی بیماری کے شکار ہو کر قادیانی سے لاہوری ہوئے تھے۔ اس کے بعد مستزی مشین سوئیاں اور سرگودھا کے عقیدت کیش اور عبدالکریم مہا پلے والوں کو بھی یہی شکایت محسوس ہوئی۔ خیر یہ تو ان کے گھر کی باتیں ہیں۔ وہ جو چاہیں سو کریں اور ان کے مرید جو چاہیں سو لکھیں۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ آخر خاندان نبوت جو ٹھہرا وہ جو بھی کریں تھوڑا ہے وہ کریں بھی تو بیچارے کیا کریں۔ انہیں بھی الہام روز ستاتے ہیں اور رویا صادقہ تنگ کرتی ہیں۔ ہاں زکام نبوت ابھی تک نہیں ہوا۔ البتہ خلافت کا ہیضہ زوروں پر ہے۔ اللہ رحم کرے۔

مرزا قادیانی نے جس شادی کے متعلق سرکارِ دو عالم کی یہ حدیث پیش کی تھی یتزوج ویولدہ وہ مشہور رسوائے عالم ”آسمانی نکاح“ محمدی بیگم کے متعلق تھی اور اولاد کیا تو کیا، ذکر کردہ شادی کے غم میں دیوانے ہو کر مرے۔ مگر اس کا دامن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ جب شادی ہی نہیں ہوئی تو اولاد موعودہ کیسی حیرانگی ہے؟ امت کے عقلمندوں پر جو خواہ مخواہ محمود کی تعریف میں غلط واقعہ پیش کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ بندہ خدا عقل کرو جب موعودہ بیوی ہی نہ ملی وہ بھی کوئی اور لیتا راہ ہوا تو اولاد موعودہ کیسی ذیل کل مضمون ملاحظہ فرماتے ہوئے قادیانیت کی شرمکاریاں ملاحظہ کریں۔

”حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت حصہ کا ایک اور عظیم الشان پہلو یہ ہے۔ جس کو نظر انداز کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کفر کرنا ہے۔ حضور پر نور اسلامی طریق انتخاب کے لحاظ سے نہ صرف خلیفہ ہیں۔ بلکہ حضرت رسول کریم ﷺ آئمہ و اولیائے امت محمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کشف، الہامات اور مصفی وحی ربانی کے اعتبار سے موعود

خلیفہ ہیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ ”یتزوج ویولد له“ یعنی مسیح محمدی شادی کرے گا اور اس کے اولاد ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ اگر اس شادی اور اولاد میں کسی غیر معمولی فضیلت کا اشارہ نہیں تھا۔ تو ایسی عام بات کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کیا دنیا میں ہزاروں آدمی شادیاں نہیں کرتے اور کیا ہزاروں کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص اپنے ہم نشین سے کہے کہ آج میں نے ایک آدمی دیکھا جس کی دونوں انگلیں دو آنکھیں اور دو کان تھے۔ تو سننے والے کو اس کی سنجیدگی اور دماغی توازن کے متعلق ضرور شبہ پیدا ہو جائے گا۔ لہذا افضل الرسل حضرت رسول کریم ﷺ کا مسیح موعود کے متعلق شادی کرنے اور صاحب اولاد ہونے کی پیش گوئی کرنا بالبداہت بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ اور حضور کی اولاد میں روحانی لحاظ سے ایک ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ جس کا ظہور اسلام کے لئے بطور نشان کے ہے۔ حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا قلعہ بننا حضرت رسول کریم ﷺ کی پیش گوئی کو چار چاند لگانا ہے اور حضور کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے اس طرح اقطاب اور اولیائے امت نے بھی بکثرت حضور کی خلافت کی خوشخبریاں دی ہیں۔ مثلاً حضرت نعمت اللہ ولی کا قصیدہ کسی صاحب علم سے مخفی نہیں۔ جس میں لکھا ہے پسرش یادگار مے پنم کہ حضرت مسیح موعود کا فرزند ارجمند حضور سرکار مدینہ علیہ السلام کے کمالات کی یادگار ہوگا۔ اس سے بڑھ کر واضح اشارہ خلافت کے متعلق اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کثرت سے الہامات روئے صادقہ اور کشف ظاہر ہوئے کہ ان کے بعد حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی خلافت سے انکار کرنا صداقت اور انصاف کا منہ چڑانا ہے۔“ (اخبار الفضل ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء، محمد اسلم بی۔ اے، رکن مجلس انصار سلطان القلم)

اس کے بعد سائل نے پوچھا حضرت یہ تو کہتے آپ نے حج کیوں نہیں کیا۔ رئیس قادیان فرمانے لگے میرے لئے وہاں امن نہ تھا۔ سائل نے کہا حضور آپ کو الہام واللہ یحصمک من الناس ہوا تھا۔ جواب دیا ہاں ہوا تھا۔ مگر سب الہاموں پر عمل تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ جان عزیز ہے تم جانتے ہو کہ یہ مولویت کے شتر مرغ کس طرح کمر باندھے میرے پیچھے لگے تھے۔ اگر وہ امیر عرب کو لکھ دیتے تو کیا حشر ہوتا۔ اس لئے مابدولت نے نسب یہی سمجھا کہ نہ جاؤں سائل نے عرض کی حضور آپ کا مزار کہاں ہوگا۔ فرمانے لگے تم نہیں جانتے کہ اردو الہام کیا کہتا ہے۔ الہام:

”ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔“ (تذکرہ ص ۵۹۱)

اور نیز ایک خواب سنایا۔ ”اس عاجز (مرزا قادیانی) نے خواب میں دیکھا جو آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارکہ پر میں کھڑا ہوں اور کوئی لوگ مر گئے ہیں یا مقتول ہیں۔ ان کو لوگ دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اسی عرصہ میں روضہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا اور اس کے ہاتھ میں ایک سر کندہ تھا اور وہ اس سر کندے کو زمین پر مارتا تھا اور ہر ایک کو کہتا تھا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔ تب وہ یہ کام کرتا کرتا میرے نزدیک آیا اور مجھ کو دکھلا کر اور میرے سامنے کھڑا ہو کر روضہ شریف کے پاس کی زمین پر اس نے اپنا سر کندہ مارا اور کہا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔“

(تذکرہ ص ۱۸۲، ازالہ اوہام ص ۴۷۱، خزائن ج ۳ ص ۳۵۲)

خیر یہ تو تھے مرزا قادیانی کے الہام اور روایا صادقہ کے نمونے۔ دنیا جانتی ہے کہ ان کا حشر کیا ہوا۔ اب دیکھئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”وان من اهل الكتاب الا ليوث منن به قبل موته“ یعنی جب تک تمام وکمال اہل کتاب حضرت مسیح کو سچا رسول اور زندہ بحسدہ العصری تسلیم نہ کر لیں گے۔ تب تک حضرت مسیح پر موت ہی نہیں آئے گی اور ان کے اس طریق پر ایمان لانے کی شہادت حضرت مسیح قیامت کو دیں گے کہ یہ سب اہل کتاب مجھ پر ایمان لائے تھے۔ اس آیت کریمہ پر مرزا قادیانی بہت سٹ پٹائے اور طرح طرح سے اس کے معانی کئے۔ اس لئے مرزا قادیانی کا وہ بیان بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(ازالہ اوہام ص ۳۶۷، خزائن ج ۳ ص ۲۸۸) ”پس واضح ہو کہ سائل کو یہ دھوکا لگا ہے کہ اس

نے اپنے دل میں یہ خیال کر لیا ہے کہ آیت فرقانی کا یہ منشاء ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب کے فرقوں کا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ ہم اگر فرض کے طور پر یہ یقین کر لیں کہ آیت موصوفہ بالا کے یہی معنی ہیں۔ جیسا کہ سائل سمجھا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح سے اس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو۔ جس قدر اہل کتاب دنیا میں گزرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں۔ حالانکہ یہ خیال بہ بد اہت باطل ہے۔ ہر ایک شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں اور خدا جانے آئندہ بھی کس قدر کفران کی وجہ سے اس آتش تنور میں پڑیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ کا یہ منشا ہوتا کہ وہ تمام اہل کتاب فوت شدہ مسیح کے نازل ہونے کے وقت اس پر ایمان لا دیں گے تو وہ ان سب کو اس وقت تک زندہ رکھتا۔ جب تک کہ مسیح آسمان سے نازل ہوتا۔ لیکن اب مرنے کے بعد ان کا ایمان لانا کیونکر ممکن ہے۔“

فقیر اس سے پہلے عرض کر چکا ہے کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ لیا وہ دوسروں کا پس خوردہ لیا۔ اس لئے یہ الہام اسی نیچری کی طرف سے ہیں اور یہ سرسید ہی کی جدت و مہربانی ہے جس سے مرزا قادیانی کو نبوت کا زکام اور رسالت کا ہیضہ ہو رہا ہے۔ غور سے سنئے:

(تفسیر احمدی ص ۳۹۳) ”وان من اهل الكذب الا ليوثنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا“ اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر یہ یقین کرے ساتھ اس کے۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر مارے جانے کے) قبل اپنی موت کے وہ جان لے گا کہ صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ یعنی اہل کتاب کو اپنی زندگی میں جو عقیدہ تھا اس کے برخلاف گواہی دیں گے۔“

تمنا ہے کہ اک اک بال کی سو سو بلائیں لے
دل صد چاک شانہ بن کے گیسوئے محمدؐ کا

سرکارِ مدینہ ﷺ کا فیض عام ہر زمانہ پر محیط ہے اور رہے گا۔ اسی لئے خلاق کائنات نے انہیں خاتم النبیین ﷺ کے القاب سے نوازا کافیۃ للناس کے لئے بشیراً و نذیراً کے خطاب سے یاد کیا۔ حضور اکرم ﷺ کے دور رسالت میں کسی نبی یا رسول کی قطعاً ضرورت اس لئے نہیں کہ ان کا فیض عام عملی طور پر زمانہ بھر کے لئے جاری و ساری ہے اور رہے گا۔ مثال کے طور پر اصلاح امت کے لئے فیوض نبوی ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے ”لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون كذابون دجالون كلهم يزعم انه نبي الله وانا خاتم النبيين لا نبي بعدى“

اللہ اللہ ایک ایک لفظ حکمت سے بھر پور معارف میں ڈوبا ہوا۔ ہر زمانے کی راہبری کر رہا ہے۔ اب دیکھئے مرزا خواہ خود بخود دجل بناتے ہوئے گڑھے مردے اکھاڑے جاتا ہے کہ اس سے وہ تمام اہل کتاب مقصود ہیں جو مرچکے ہیں یا مسیح کی آمد تک مریں گے یا ان کے زمانہ میں یا زمانہ مابعد میں مریں گے۔ اس دجل وہی سے یہ مدعا ہے کہ لوگ مغالطہ میں آجائیں گے۔ مگر کون نہیں جانتا کہ اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو مسیح کے وقت ہوں گے اور ایمان بھی وہی لاسکتے ہیں۔ جو جناب مسیح کا نزول من السماء مشاہدہ کریں گے اور گواہی بھی انہیں لوگوں پر ہوگی جو مسیح پر ایمان لائیں گے۔ مگر مرزا قادیانی کو کون سمجھائے وہ تو ٹھہرے کرشن اور رودر گوپال اور بے سنگھ بہادر قادیانی مثال کے طور پر اگر کہا جائے کہ بہشتی مقبرے کے تمام شیدائی یا موصی جلسہ سالانہ پر حاضر ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ وہ جو قبروں میں گل سڑ رہے ہیں یا جو ابھی منصفہ شہود پر نہیں آئے۔ وہ بھی حاضر ہوں نہیں نہیں وہی آئیں گے جو اس

وقت جیتے ہوں۔ بعینہ یہ معاملہ یہاں ہے کہ جو بھی اہل کتاب زمانہ مسیح میں موجود ہوں وہ مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے اور جب سب ہی مسلمان ہو گئے تو مستقبل میں باقی کون رہا۔
(ازالہ اوہام ص ۳۶۸، خزائن ج ۳ ص ۲۸۹) ”بعض لوگ نہایت تکلف اختیار کر کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت خدا تعالیٰ ان سب اہل کتاب کو پھر زندہ کرے۔ جو مسیح کے وقت بعثت سے مسیح کے دوبارہ نزول تک کفر کی حالت میں مر گئے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو کوئی کام خدا تعالیٰ سے غیر ممکن نہیں۔ لیکن زیر بحث تو یہ امر ہے کہ کیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ان خیالات کا کچھ نشان پایا جاتا ہے تو کیوں وہ پیش نہیں کیا جاتا۔“

ناظرین! ہم مثلاً کہہ چکے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے مصداق وہی اشخاص ہیں جو مسیح کے وقت ہوں گے اور قرآن کریم اور حدیث صحیحہ کے علاوہ آئمہ امت یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ اہل کتاب سے مراد زمانہ حال کے اہل کتاب ہوں گے نہ اس کا ماضی سے تعلق نہ مستقبل سے کوئی واسطہ۔ مرزا قادیانی کی خواہش ہے کہ اندھوں کو روشنی دکھائی جائے۔ اس لئے ایک اصول مرزا قادیانی کا اپنا ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ پس غور سے ملاحظہ فرمائیں:

(برکات الدعاء ص ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۱۸) پر جناب رئیس قادیان و خاکسار نبی تحریر فرماتے ہیں۔ ”اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہؓ حضرت ﷺ کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الہی ان کی قوت مدد کے ساتھ تھی۔ کیونکہ ان کا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔“

حدیث نبوی ﷺ

جناب ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں ایسا معلوم کر رہی ہوں کہ آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ لہذا مجھے اجازت فرمائیے کہ میں آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا میرا اس جگہ پر کوئی اختیار نہیں کیونکہ وہاں چار قبروں میری ابو بکرؓ، عمرؓ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا اور کوئی جگہ ہی نہیں۔“

(کنز العمال بر حاشیہ و مسند احمد ج ۶ ص ۵۷)

یہ حدیث مؤمنین کی ماں کی روایت سے بیان ہوئی اور مؤمنین کے باپ نے جواب دیا۔ جس سے صاف طور پر یہ معلوم کہ عیسیٰ ابن مریم ابھی زندہ ہیں۔ نہیں مرے اور روضہ رسول میں ابھی تین قبریں موجود ہیں۔ چوتھی نہیں وہ جناب مسیح کے لئے ہے۔ جب وہ آسمان سے نزول

فرمائیں گے اور ۲۵ سال زمین پر رہ کر فوت ہوں گے۔ تو ان کی چوتھی قبر روضہ اطہر میں ہوگی۔ فقیر کے خیال میں یہ ایک ہی حوالہ مؤمنین کے لئے کافی ہے۔

دھیان نامہ سالار دو عالم کی اڑا

اے کہ تجھ کو نہ رہا یاد مآل پرویز

(اربعین نمبر ۳ ص ۲۵ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۴۱۳) ”صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور

دانیال اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں جہاں بھی میرا ذکر خیر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آ گیا ہے اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عربی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں۔ یعنی خدا کی مانند“

”هو الذی ارسل رسوله بالهدی جری اللہ فی حلال الانبیاء اس الہام میں میرا نام رسول بھی رکھا گیا اور نبی بھی۔ پس جس شخص کے خود خدا نے یہ نام رکھے ہوں۔ یعنی نبی اور رسول اس کو عوام میں سمجھنا کمال درجہ کی شوقی ہے۔“

(اخبار الحکم قادیان ۲ نومبر ۱۹۰۱ء) ”ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں نہ نیا نبی نہ پرانا۔ بلکہ خود محمد ﷺ کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں۔“

(نزول المسح ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۱) ”اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں نیا رسول اور نبی نہیں ہوں۔ یعنی باعتبار غلطیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶) ”مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس لحاظ سے میرا نام محمد و احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام“

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۴، خزائن ج ۱۶ ص ۲۷۵) ”اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آ خر زمانہ میں بدر ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی شکل اختیار کرے۔ (یعنی میرے زمانہ میں) جو شمار کی رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو۔ (یعنی چودھویں صدی مرزا کے دور رسالت کا زمانہ) پس انہیں معنوں کی طرف

اشارہ ہے جو خدا تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ تقدیر حکم اللہ بہدر۔“

له خسف القمر المنير وان لي غسا
القمران المشرقان اتنكر

(قصیدہ اعجازیہ ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳، مرزا غلام احمد قادیانی)

”مسح موعود (مرزا قادیانی) کو احمد نبی اللہ تسلیم نہ کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی ہی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت ﷺ کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ایسا ہے جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے اور آنحضرت ﷺ کی بعثت اول میں آپ کے منکروں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا۔ لیکن آپ کی بعثت ثانی میں آپ کے منکروں کو داخل اسلام سمجھنا یہ آنحضرت ﷺ کی جنگ اور آیات اللہ سے استہزاء ہے۔ حالانکہ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود نے آنحضرت ﷺ کی بعثت اول و ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کے کافر میں بعثت اول کے کافر سے بڑھ کر ہیں۔ مسیح موعود کی جماعت و آخرین منہم کی مصداق ہونے سے آنحضرت ﷺ کے اصحابہ میں داخل ہے۔“ (افضل کہہ دو کون روکتا ہے)

(اخبار افضل ج ۲ نمبر ۴۳، ۲۵، اکتوبر ۱۹۰۶ء)

(ایک غلطی کا ازالہ) ”میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹی ہے۔ کیونکہ بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یلقوا بہم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور کیونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہا نہ کوئی اور یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہے تو پھر کون سا الگ انسان ہوا۔ جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

مرزا نہیں و خاکسار قادیان کا ایک خاص مرید مرزا کے حضور میں ایک قصیدہ مداحیہ سناتا ہے اور عاجز و خاکسار نبی سن کر سر دھننا اور خوش ہوتا ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور پہلے سے بھی بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار بدرج ۲ نمبر ۴۳، ۲۵، اکتوبر ۱۹۰۶ء، قاضی یار محمد وکیل)

(ازالہ اوہام ص ۶۷۳، خزائن ج ۳ ص ۴۶۳) آیت ”و مبشراً برسول یاتی من بعد اسمہ احمد ہمارے رسول اللہ ﷺ صرف احمد نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جمال اور جلال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں بر طبق پیش گوئی محمد و احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا ہے۔ رسول اللہ تو محمد اور احمد دونوں تھے۔ لیکن بر طبق پیش گوئی صرف احمد مبشر خود (مرزا قادیانی) ہے نہ رسول اللہ۔“

”یہ بھی کہہ دوں معراج (نبی کریم ﷺ) اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔“

(ازالہ اوہام ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)

الہامی گزٹ کی منادی

”خدا کا وعدہ ہے ”انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون“ قرآن شریف کی گم شدہ عظمت اور عزت کو پھر بحال کرنے کے لئے غلام احمد کی صورت میں یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ آیا اور خدا نے آسمان سے قرآن کی حفاظت اور اس کی عظمت و جلال کے اظہار کا ذریعہ پیدا کیا اور ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا نزول دوبارہ ہو اور پھر دنیا کو اس کی عظمت پر اطلاع دی جائے اور اس غرض کے لئے اس نے پھر محمد کی ﷺ کے بروزی رنگ میں غلام احمد قادیانی کی صورت میں نازل کیا۔“

(تذکرۃ الشہادتین ص ۳۸، خزائن ج ۲ ص ۴۰) ”کوئی نرا بے حیاء نہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو اسی طرح مان لے۔ جیسا اس نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کو مانا ہے۔“

یہ کس کتاب میں ہے کہ خیر البشر کے بعد
ہر گز کسی کو دعویٰ پیغمبری نہ ہو

کیا مصطفیٰ کے بعد نہ آیا میلہ
پھر قادیان میں کس لئے مجھ سانجی نہ ہو

ظفر علی خان!

ناظرین! آپ نے مرزا قادیانی کی اطاعت کیشیاں اور تابعداریاں ملاحظہ کیں۔ یہ تھے وہ انکساری اور خاکساری کے فوٹو اور یہی ہیں وہ وفاداریاں اور منت گذاریوں کی عملی تصویریں۔ حیران ہوں اس بے تکی رسالت پر، پریشان ہوں اس بے پیندے کی لوٹ پوٹ نبوت پر۔ یہی ہے وہ ظلی نبوت اور امتی رسالت۔

مثل مشہور ہے کیا پدی اور کیا پدی کا شور با۔ باتونی مرزا کے پاس سوائے باتوں اور وہ بھی بے لذت کے اور رکھا ہی کیا ہے۔ دنیا خواہ مخواہ راجپال کو کوتی ہے اور شردہ ہاند کو برا کہتی ہے۔ بخدا جس قدر تو ہیں اس منہ پھٹ نے کی اور کوئی کیا کرے گا۔ مرزا آنجمانی اور مرزے آنجمانی سب اسلام کے لئے کاربند ہیں۔ یہ وہ ناسور ہیں جن کے گھاؤ اندر ہی اندر نشوونما پاتے ہیں۔ بظاہر بڑے پاک باز بڑے نیک اطوار ان کی لمبی لمبی نمازیں اور تقدس کی فرنج داڑھیاں۔ سب شکار کی ٹٹیاں ہیں۔ جن کی آڑ میں امت خیر الانام کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ آہ سبز و سہ میں آج بے چینی ہے۔ معصوم مکہ آج بخدا بے آرام ہیں۔ وہ شان محمدی کو کیا جانے جو دین حقہ کا شناور ہی نہیں۔ وہ سرقہ باز الہامی ڈاکو کا شچشم بصیرت کے ساتھ ساتھ بصارت بھی رکھتا تو وہ ان مقامات کو ضرور دیکھتا۔ جہاں آداب محمدی سکھلائے گئے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی جی ٹھیرے جے سنگھ بہادر و رئیس قادیان وہ کیا جانیں ادب کیا ہے اور کیسے بجالایا جاتا ہے۔ ان سے پوچھئے کستوری کیا بھاؤ آتی ہے اور انیون کن مرکبات سے کھائی جاتی ہے اور ٹانگ و این اور کچلے قوت باہ کے لئے کتنے مفید ہیں۔

قرآن کریم نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ چنانچہ چند ایک

ارشاد باری ملاحظہ ہوں:

۱..... ”یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا له بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون“
اے لوگو! جو ایمان لائے ہونہ اونچی کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا اور نہ زور سے پکارو جیسا کہ آپس میں پکارا کرتے ہو ایک دوسرے کو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال تمہاری اس حرکت سے ضائع ہو جائیں اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ لگے۔

۲..... ”لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً قد

یعلم الله الذين يتسألون منكم لو اذا فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم ﴿﴾ مت مقرر کرو پکارنا پیغمبر کا درمیان اپنے جیسا پکارنا۔ بعضے تمہارے کا ہے بعضوں کو تحقیق جانتا ہے۔ اللہ ان لوگوں کو کہ چھپ کر نکل جاتے ہیں تم میں سے نظر بچا کر۔ پس چاہئے کہ ڈریں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں حکم اس کے سے اس سے کہ پہنچ جائے ان کو فتنہ یا پہنچ جائے ان کو عذاب درد دینے والا۔ ﴿﴾

۳..... ”لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة“ ﴿﴾ البتہ تحقیق واسطے تمہارے پیچ رسول خدا کے پیروی اچھی واسطے اس شخص کے کہ امید رکھتا ہے۔ خدا کی اور دن پچھلے کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت۔ ﴿﴾

۴..... ”الذين يتبعون الرسول النبى الامى الذين يجدونه مكتوباً“ ﴿﴾ وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی جو نبی ہے ان پڑھا وہ جو پاتے ہیں۔ اس کو لکھا ہوا نزدیک اپنے پیچ تو رات کے اور انجیل کے حکم کرتا ہے۔ ان کو ساتھ بھلائی کے اور منع کرتا ہے۔ ان کو نامعقول سے اور حلال کرتا ہے۔ واسطے ان کے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے۔ اوپر ان کے ناپاک چیزیں اور اوتار رکھتا ہے۔ ان سے پوچھو! ﴿﴾

مگر مرزا قادیانی بیچارے کریں بھی تو کیا کریں۔ جب کہ قادیانی خدا دم ہی نہ لینے دے اور ان تھک فرشتے الہام باری کر کے قصر ایمان کو بیخ و بن سے ملیا میٹ کر دیں۔ جب کہ مرزا قادیانی کو وہ یوں کہتا ہے۔

۱..... ”انت منى بمنزلة توحيدى وتفريدى اے مرزا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید۔“ (تذکرۃ الشہادتین ص ۵، خزائن ج ۲۰ ص ۷)

۲..... ”انت منى بمنزلة اولادى اے مرزا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔“ (اربعین حاشیہ نمبر ص ۱۹ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۱۷۲)

۳..... ”انما امرک اذا اردت شيئاً ان تقول له کن فيكون“ یعنی اے مرزا قادیانی آپ کی تو وہ شان ہے کہ تو جس بھی چیز کے لئے کن کا حکم دے دے۔ یعنی ہو جا بس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۸)

۴..... ”اعطيت صفت الافناء والاحياء من رب الفعال“ مجھے خدا کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی یعنی میں اس بات پر قادر ہوں کہ ماروں اور زندہ کروں۔ (خطبہ الہامیہ ص ۵۵، ۵۶، خزائن ج ۱۶ ص ایضاً)

۵..... ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں میں نے یقین کر لیا کہ وہی ہوں۔“
(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۳، خزائن ج ۵ ص ۵۶۳)

۶..... ”یوم یاتی ربك فی ظلل من الغمام اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا۔ یعنی انسانی مظہر (رئیس قادیان) کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کرے گا۔“
(حقیقت الوحی ص ۵۴)

اور مرزا قادیانی کا ادب و احترام کرنا کوئی مرزائی خدا سے سیکھے۔ یہ قادیانی اور لاہوری بھلا کیا جانیں کہ وہ کس بلا کا مرزا تھا۔ وہ انسان نہ تھا فرشتہ، نہیں نہیں خود خدا تھا۔ کیونکہ وہ خدا کے بروز میں آیا تھا اور اس کا نام خدا کا سب سے بڑا نام تھا۔ جیسے کہ وہ خود کہتا ہے۔
”انت اسمی الاعلیٰ“ اے مرزا تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔

(اربعین نمبر ص ۳۳، ۳۴، خزائن ج ۷ ص ۴۲۳)
”انت منی بمنزلة بروزی“ اے مرزا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میں ہی ہوں۔

(مجلیات الہیہ ص ۱۲، خزائن ج ۲۰ ص ۴۰۴)
”انت منی وانا منک“ اے مرزا تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

(حقیقت الوحی ص ۷۴، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷)
”انت من مائنا وهم من فئیل“ اے مرزا تو ہمارے نطفہ سے ہے اور باقی لوگ خشکی سے۔
(انجام آتھم ص ۵۵، ۵۶، خزائن ج ۱۱ ص ۵۵، ۵۶)

”ظهورک ظہوری“ اے مرزا تیرا ظاہر ہونا گویا کہ میرا ظاہر ہونا ہے۔
(البشری ج ۲ ص ۱۲۶)

اے میرے اہلبیت خدا تمہیں شر سے محفوظ رکھے۔
(البشری ج ۲ ص ۱۲۵)
”اینما تولو فثم وجه اللہ“ اے مرزا جس طرف تیرا منہ ہوگا اس طرف میں بھی منہ کروں گا۔
(برایین احمدیہ ص ۲۴۱، حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۲۶۷)

”انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق“ اے مرزا تیری منزلت میرے نزدیک بہت ہے جو دنیا نہیں جانتی۔
(حقیقت الوحی ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

”انت منی بمنزلة عرشی“ اے مرزا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا میرا عرش۔
(حقیقت الوحی ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

”یا قمر یا شمس انت منی وانا منك“ اے مرزا میرے چاند اے مرزا میرے سورج میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔ (تجلیات الہیہ ص ۲۰ ج ۲۰ ص ۳۹۷) کان۔

”انت منی بمنزلة سمعی“ اے مرزا قادیانی تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میرے (تذکرہ ص ۷۵۰)

”انت منی بمنزلة النجم الثاقب“ اے مرزا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا ثاقب ستارہ۔ (ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۶۰، خزائن ج ۲۳ ص ۲۲۷ حاشیہ)

الوکی دم فاخنتہ

”پہلا تعجب! یہ کہ کیسے بڑے ادب سے خدا نے مجھ کو پکارا ہے کہ مرزا نہیں کہا۔ بلکہ مرزا صاحب کہا ہے۔ چاہئے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے ادب سیکھیں۔ دوسرا تعجب! یہ کہ باوجود اس کے میری طرف سے درخواست تھی کہ الہام میں میرا نام ظاہر کیا جائے۔ مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے روک دیا کیا میرا نام مرزا صاحب ہے۔ کیا دنیا میں اور مرزا صاحب کے نام سے پکارا نہیں جاتا۔“

(حقیقت الوحی ص ۳۵۶، خزائن ج ۲۲ ص ۳۶۹)

ناظرین! اب جناب کی خدمت میں ایک ایسی مزیدار چیز پیش کی جاتی ہے۔ جو یقیناً خوش ذائقہ ہونے کے علاوہ، بونس میں نرالی ہے۔ یقیناً یہ کذاب قادیان کے لئے ایک زبردست توپخانہ ثابت ہوگی اور اس کے ایک ہی حربے سے وجالیت کا گدھا ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا بھاگتا نظر آئے گا۔ اس کے بعد قادیانی صدائے نبوت ”ان انکرالا صوات لصوت الحمیر“ ثابت ہوگی۔

..... (کتاب البریہ ص ۲۰۰ حاشیہ، خزائن ج ۱۳ ص ۲۱۸) ”آ نخصرت ﷺ نے فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لانی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعاً ہے۔ اپنی آیت ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی۔“

۲..... (ازالہ اوہام ص ۵۷۷، خزائن ج ۳ ص ۴۱۲) ”ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل علیہ السلام کو بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت

لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ ہیں اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔“

۳ (ازالہ اوہام ص ۴۴۱، خزائن ج ۳ ص ۵۱۱) ”قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین توسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول بہ پراسیہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔“

۴ (ازالہ اوہام ص ۶۱۴، خزائن ج ۳ ص ۴۳۲) ”رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔“

۵ (ازالہ اوہام ص ۵۳۴، خزائن ج ۳ ص ۳۸۷) ”حسب تصریح قرآن کریم رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام اور عقائد دینی بذریعہ جبرائیل کے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیراں سو برس سے مہر لگ چکی۔“

۶ (ایام صلح ص ۱۴۶، خزائن ج ۱۴ ص ۳۹۲، ۳۹۳) ”قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔ لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث ”لا نبی بعدی“ میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیال رکیکہ کی پیروی کر کے منصوص صریح قرآن عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔“

۷ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۷۷، خزائن ج ۵ ص ۵۱۵) ”اللہ کو شایاں نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے اور نہیں شایاں کہ سلسلہ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا اور بعض احکام قرآن کریم کے منسوخ کر دے یا اور ان پر بڑھاوے۔“

۸ (ازالہ اوہام ص ۵۸۳، خزائن ج ۳ ص ۴۱۴) ”اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔“

۹ (حماۃ البشری ص ۴۹، خزائن ج ۷ ص ۲۴۴) ”اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ میں بھی اشارہ ہے۔ پس اگر ہمارے نبی ﷺ اللہ

کی کتاب قرآن کریم کو تمام آنے والے زمانوں اور زمانوں کے لوگوں کے علاج اور دوا کی رو سے مناسبت نہ ہوتی تو اس عظیم الشان نبی کریم کو ان کے علاج کے واسطے قیامت تک ہمیشہ کے واسطے نہ بھیجتا اور ہمیں محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں۔ کیونکہ آپ کے برکات ہر زمانہ پر محیط اور آپ کے فیض اولیاء اور اقطاب اور محدثین کے قلوب پر بلکہ کل مخلوقات پر وارد ہیں۔ خواہ ان کو اس کا علم بھی نہ ہو کہ انہیں آنحضرت ﷺ کی ذات پاک سے فیض پہنچ رہا ہے۔ پس اس کا احسان تمام لوگوں پر ہے۔“

۱۰..... (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، خزائن ج ۵ ص ۲۱) ”میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے اور میں ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔“

۱۱..... (تبلغ رسالت ج ۲ ص ۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱) ”میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت اہل جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوئی۔“

۱۲..... (تبلغ رسالت ج ۲ ص ۲۴، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۵۵) ”ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے..... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا یعنی جامع مسجد دہلی میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“

۱۳..... (انجام آہتم ص ۲۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۷ حاشیہ) ”کیا ایسا بد بخت و مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے اور آیت و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں۔“

۱۴..... (حلمۃ البشری ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷) ”مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے جا ملوں۔“

۱۵..... (حمۃ البشری ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷) ”مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں اذعاء نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا ملوں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں مسلمان ہو کر نبوت کا دعویٰ کروں۔“

۱۶..... (فیصلہ آسانی ص ۲۵، خزائن ج ۴ ص ۳۳۵) ”اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو۔ جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔“

۱۷..... (تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۲، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷) ”ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔“

۱۸..... (انجام آقہم ص ۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸) ”مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا بھائی، کافر، خبیث ہے۔“

ناظرین کرام! آپ کی خدمت میں مندرجہ بالا اٹھاراں ایسے حوالے رئیس قادیان کے پیش کئے گئے ہیں۔ جن میں صاف طور پر دعویٰ نبوت سے انکار کیا گیا ہے اور جبرائیل علیہ السلام کی آمد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نبوت کے ساتھ ساتھ منقطع کرتے ہوئے انتہائی ذمہ داری کے الفاظ کہے گئے ہیں۔ اب اگر جناب جبرائیل علیہ السلام کی آمد کو مانا جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت کاذب ٹھہرتی ہے۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی کے پلے کچھ نہیں رہتا۔

مقام شکر ہے کہ یہ تمام حوالے اسلامی تعلیم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ گو یہ بھی کسی سنہری مصلحت اور مقصد کے لئے لکھے گئے تھے۔ مگر افسوس ”جاء الحق وزهق الباطل“ مرزا قادیانی کے سر چڑھ کر ہمیشہ بولتا ہے اور باوجودیکہ انتہائی کوشش و چھان بین سارا اینڈ کو کرتا رہا۔ مگر لغزشیں ہوتی ہی رہیں۔ گو ایک عرصہ دراز کے بعد اس کی بہت کچھ تصحیح کی گئی۔ مگر اصلاح خام ہی رہی۔ اب مرزا قادیانی کا کلام ایک عیار عطار کی بوتل بن گیا۔ جس میں سبھی قسم کے شربت دستیاب ہوتے ہیں۔ سائل مرزا قادیانی کے کلام میں ایک سلسلہ وار ترتیب دیکھتا ہے اور جس طرح ایک پودا نشوونما پاتا ہے بعینہ مرزا قادیانی نے ترقی کی سب سے پہلے وہ بے کس و غریب اس کے بعد خاکسار ہوئے۔ ازاں بعد مصنف و مؤلف ہوئے۔ پھر انہوں نے مناظر اسلام کا بھیس بدلا۔ اس کے بعد انہیں محدث ہونے کی سوچھی۔ اس کے بعد مفسر کا خیال آیا۔ ازاں بعد امام ہونے کا دعویٰ کیا بعدہ مجد دبنے۔ یہاں سے چھلانگ لگائی تو امتی رسول بعدہ امتی نبی اس کے

بعد ظلی نبی بعدہ بروزی نبی۔ جب دبے لفظوں میں نبی کہہ لیا اور امت کے چند سعید لوگوں کے علاوہ کوئی شس سے مس نہ ہوا تو مرزا قادیانی کو حقیقی نبوت کا بخار ہوا اور اس کے جراثیم کتاب تریاق القلوب مصنفہ مرزا جو ۱۸۹۹ء میں زیر تالیف تھی سے ترقی کرنے شروع ہوئے اور آخر ۱۹۰۲ء میں مرزا قادیانی کو نبوت کا ہیضہ ہی ہو گیا۔ جس کے حوالے آپ نے سابقہ اوراق میں ملاحظہ کئے ہیں۔ بس یہاں سے مرزا قادیانی نے نبوت کا گھاس کھانا شروع کیا اور برابر چھ سال کے بعد مرض ایلاؤس میں مر گئے۔

۱..... (مواہب الرحمن ص ۶۳، خزائن ج ۱۹ ص ۲۸۶) ”آمدن ذمّن جبرائیل علیہ السلام و مرابز گرد و گردش داد انگشت خود را و اشاره کرد خدا اتا از دشمنان نگه خواهد دشت۔“

۲..... (حقیقت الوحی ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۶) ”جاءنی آئیل و اختارنی و اذا ارفع اصعبه اشارہ ان وعدالك فطوبی لمن وجد وراثی آیا میرے پاس آئیل اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ پس مبارک وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے۔“

نہ ڈر خدا سے اور اس کے عتاب سے لیکن
نبی کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

دین قیم پر خدا کی رحمت ہو۔ لاریب یہ اس کا پسندیدہ دین ہے اور اس کی حفاظت کا مسبب بھی وہ خود ہے۔ جس بیڑے کا ناخدا حی و قوم ہو اور جس کو نیند آئے نہ اونگھ اسے حوادث اور تھپیڑوں کا کیا ڈر۔ وہ ہر زمانہ میں اپنے بیڑے کا خود رکھوالا ہے اور رہے گا۔ کوئی نہیں جو وہاں نقب زنی کرے اور پکڑا نہ جائے۔ کس کو طاقت ہے کہ وہاں ڈاکہ ڈالے اور سلامت روی سے عیش کرے۔ ہرگز نہیں ضرور گرفتار ہو کر روسیہ کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر رئیس قادیان کو ہی دیکھ لیجئے۔ آپ کو نبوت کا بخار کہوں یا ہیضہ ہو گیا۔ آپ شدت بخار میں توازن و دماغ کھو بیٹھے اور اوایلا شروع کر دیا۔ ہم نبیوں کے پہلوان ہیں۔ ہم جسے سنگھ بہادر ہیں، میں کرشن رودر گوپال ہوں، میں مسیح ہوں، میں مریم ہوں، میں مثیل ہوں، میں آدم ہوں، نوح ہوں، ابراہیم ہوں، موسیٰ ہوں، محمد ہوں، احمد ہوں، میں خدا ہوں، خدا کا بیٹا ہوں، خدا کا باپ ہوں۔ ایسے ایسے خرافات واہیہ کی رٹ لگاتے رہے۔ بالآخر کسی خدا کے بندے نے ڈانٹ پلائی اور کہا اچی حضرت ہوش کی دوالو۔ آپ نبی ہیں تو بہ کرو نبوت تو اس پاکوں کے پاک اور خاصوں کے خاص پر ختم ہو چکی اور جو بھی آپ کے بعد اس پاک نام کی تذلیل کرے یا داگو اور لعنتی ہے۔ کیوں

غیرت سردی کو جوش میں لاتے ہو تو جواب ملا اگر اعتبار نہ ہو تو مجھے منہاج النبوۃ پر پرکھ لو۔ یقیناً میں معیار صداقت پر پورا اتروں گا۔

سائل! قرآن کریم میں آتا ہے۔ ”وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن اللہ“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے کوئی رسول ایسا بھیجا ہی نہیں مگر مطاع اور امام یعنی تمام رسول ہمارے احکام کے فرمانبردار اور اطاعت گزار ہوتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ میں امتی نبی ہوں جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے وہ رسول عربی سے لیا ہے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ اقرار فرماتے ہیں۔ ”ان اتبع الاما یوحی الی“ یعنی میں صرف اپنی وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ حالانکہ آپ سابقہ الہام چوری کرنے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں۔

رئیس قادیان! جواب دیتے ہیں کہ ہم کب کہتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا تبع ہوتا ہے ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ ”خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع و محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ صرف مطاع اور اپنی وحی کا تبع ہوتا ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۵۷۶، خزائن ج ۳ ص ۴۱۱) تو یہ ہماری سعادت اور نیک بختی کی دلیل ہے کہ ہم اس قرآن حکیم کے ہوتے ہوئے بھی امتی ظلی بروزی نبی بننے پر اکتفاء کرتے ہیں ورنہ ہمارے معجزات تو دس لاکھ تک پہنچتے ہیں اور جس رسول کی اطاعت کا ہم دعویٰ کر رہے ہیں۔ اس کے تو تین ہزار سے زیادہ نہیں۔

سائل! نے دوبارہ عرض کیا حضرت حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث“ کہ ہم انبیاء کا گروہ نہ کسی کا وارث ہوتا ہے نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ اس صحیح حدیث کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء نہ کسی جدی ترکہ کو لیتے ہیں اور نہ ان سے کوئی لیتا ہے۔ مگر اس کے خلاف اپنے جدی وراثت کو لیا اور اس کو ہزار گنا زیادہ فروغ دے کر اولاد کے لئے چھوڑا۔ اس لئے آپ اس اصول سے بھی گریز کر گئے اور منہاج النبوۃ پر پورے نہ اترے۔

رئیس قادیان! جواب دیتے ہیں کہ کلام مجید میں آتا ہے۔ ”فہب لی من لدنک ولیاً یرثنی ویرث من ال یعقوب“ اور ایسا ہی دوسری جگہ ”ورث سلیمان داود“ آیا ہے۔ اس لئے انبیاء ترکہ لیتے اور دیتے بھی آئے ہیں۔

سائل! نے عرض کیا حضور یہ آپ کی بھول ہے وہ ورثہ نبوی نہیں دینی ہے۔ ظاہری نہیں باطنی ہے۔ مال و املاک نہیں علم و عرفان ہے۔

اس کے بعد سائل نے عرض کیا ہجرت کرنا سنت انبیاء میں قدیم سے چلا آیا ہے۔ مگر آپ کو یہ سنت نصیب نہیں ہوئی۔

رئیس قادیانی! جواب دیتے ہیں ہم کب اس سنت کو نہیں مانتے ایسا معلوم ہوتا ہے تم جاہل ہو۔ تمہاری نظر سے (ضمیمہ نصرت الحق ص ۶۷ طبع دوئم) نہیں گذرا جس میں صاف لکھا ہے کہ:

”انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔“

یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم نے ابھی ہجرت نہیں کی۔ مگر ایک کشف میں ہم نے ایسا موقعہ دیکھا ہے سو کبھی وقت آنے پر ہو ہی جائے گی۔ اس کے بعد سائل نے کہا حضرت یہ تو کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کو الہام ان کی مادری زبان میں ہوئے۔ مگر آپ کو ایسی زبانوں میں بھی الہام ہوئے۔ جن کو آپ مطلق نہ جانتے تھے اور یہ منہاج النبوة کے خلاف ہے۔ جیسا کہ فرقان حمید اسی پر روشنی ڈالتا ہے۔

۱..... ”وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لهم“

۲..... ”ولو جعلنہ قراناً اعجمیاً لقالو الو فصلت آیتہ ء اعجمی وعربی“ یعنی اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں اتارتے تو کفار معترض ہوتے کہ اس کی آیات واضح کیوں نہ کی گئیں۔ یہ کیا ہے کہ غیر زبان میں الہام اور عربی مخاطب۔

رئیس قادیان! جواب دیتے ہیں عذر تو معقول ہے۔ مگر جب ہم خود اس کو تسلیم کرتے ہیں اور سائل خواہ مخواہ جہالت کی وجہ سے ہماری کتب سے اندھا ہے تو ہم کیا کریں۔ یہ ہمارا تھوڑا قصور ہے۔ اسے چاہئے کہ پہلے ہماری تمام کتابوں کا مطالعہ کرے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ:

”یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔ جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۱۹، خزائن ج ۲۳ ص ۲۱۸)

اور ہم تو خود مانتے ہیں کہ ہمیں الہام ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن کو ہم جانتے بھی نہیں اور یہ شاید اس لئے ہیں کہ ہم تمام جہان کی طرف مبعوث ہو کر آئے ہیں۔ دیکھو کلام مجید میں بھی تو آیا ہے۔ ”علمنا منطق الطیر“ یعنی حضرت سلمان علیہ السلام کہتے ہیں ہمیں جانوروں کی بولی سکھائی گئی۔

(نزول المسح ص ۵۷، خزائن ج ۱۸ ص ۴۳۵) ”بعض الہام مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔“

سائل! نے عرض کیا صرف ایک اور جواب دے دیں اس کے بعد چلا جاؤں گا۔ سمح
 خراشی کی معافی چاہتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ آپ کے قیمتی نکات کچھ اور سن لوں یہ تو فرمائیے کہ
 آپ کے ہزاروں الہام ایسے ہیں جن کا کچھ مطلب نہیں اور آپ خود اقرار کرتے ہیں کہ مجھے ان
 کی تفہیم نہیں ہوئی اور یہ بھی مانتے ہیں کہ کچھ حصہ یاد رہا ہے اور باقی بھول گیا ہے اور یہ بھی اقرار کیا
 ہے کہ بھول گیا ہوں۔ یعنی یہ یاد نہیں رہا کہ عمر اپلاطوس تھا۔ یا پراطوس تھا اور شاید پریشن تھا اور ایسا
 ہی کئی الہاموں میں یہ کہا کہ کچھ عربی کے لفظ تھے یاد نہیں رہے اور اگر فقیر یاد ہے۔ ”مکذوبوں“
 کا نشان دکھایا جائے گا۔ حالانکہ کلام مجید یتیم مکہ ﷺ کو یوں خطاب فرماتا ہے۔

”لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه فاذا قرانه فاتبع
 قرانه ثم ان علينا بيانہ“ ﴿اے یتیم مکہ نہ حرکت دے اس وحی کے پڑھنے پر اپنی زبان کو کہ
 جلدی سیکھ لے لاریب اس وحی کو تیرے دل میں بٹھانا اور تجھ کو یاد کرانا ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب یہ
 جبرائیل پڑھے تو اس کے ساتھ پڑھ لیا کر۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کرنا۔﴾

یہ آیت کریمہ واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ رحمانی الہام کی وضاحت تام رحمان ہی
 کے ذمہ ہے اور یہ غیر ممکن ہے کہ الہام ربانی ملہم کی یاد سے اتر پائیں۔ یا غیر زبان میں ہوں اور غلط
 فقرے ہوں اور ایسے سربریدہ فقرات ہوں جو مفہوم کو مبہم الفاظ میں مطلب واضح کرنے سے عاجز
 ہوں۔ مثلاً ”ایک دانہ کس کس نے کھانا۔“ کہنے کو تو یہ الہام ہے۔ مگر مطلب گنگے کی ماں سے
 پوچھیں۔ ”بستر عیش“ اب کیا مطلب تصور کریں۔

رئیس قادیان! جواب دیتے ہیں احمق کہیں کا ہم کب اس کے خلاف کہتے ہیں۔ کیا
 ہماری وحی انبیاء ماسلف سے نزالی ہے ہرگز نہیں۔ تم بیوقوف ہو جو نہیں سمجھتے۔ لوسنو:

آنچه من بشنوم ز وحی خدا
 بخدا پاک دالمش زخطا
 بچوں قرآن منزہ اش دائم
 از خطاء ہمیں است ایمانم
 آں یقین کہ بود عیسیٰ را
 برکلامے کہ شد براد القاء
 وآں یقین کلیم بر تورات
 وآں یقین ہائے سید السادات

کم نیم زائا ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(نزل المسح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷)

(البشری ج ۲ ص ۱۱۹) ”میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں اور قریب ہے میرے ہاتھ پر

ظاہر ہوگا جو کچھ فرقان سے ظاہر ہوا۔“

”یہ مکالمہ الیہ جو مجھ سے ہوتا ہے اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا۔ یقینی اور قطعی ہے اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتا ہے اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔“

(تجلیات الہیہ ص ۳۰، خزائن ج ۲۰ ص ۴۱۲)

یہ علیحدہ بات ہے کہ کثرت و بہتات کے وقت تمیز نہیں رہتی اور ذرا انتظام میں خلل

آ جاتا ہے۔ کیونکہ ہم عموماً بیمار رہتے ہیں۔

دل اور دماغ سخت کمزور، ذیابیطس، درد سر، مع دوران سر قدیم سے شامل حال ہیں۔ تشیع قلب بھی ہے دن میں سوسو مرتبہ پیشاب دق (نزل المسح ص ۲۰۹، سل سیرۃ المہدی) دوران سر (تریاق القلوب ص ۷۵، خزائن ج ۱۵ ص ۲۰۳) قونج زہری، جسم نجس (حقیقت الوحی ص ۲۳۴) درد گردہ (حقیقت الوحی ص ۳۴۵) امراض دماغ (فتح الاسلام ص ۲۶) ذہول (اعجاز احمدی ص ۷) حافظ خراب (نسیم دعوت ص ۷۱) کمی خواب، بد مضی، اسہال (ریویو اگست ۲۶ء ص ۶) لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا۔ حالت مردی کا لحد تمہی (تریاق القلوب ص ۷۵، خزائن ج ۱۵ ص ۲۰۳) اور ان کے علاوہ اور بہت سے عوارض ہیں۔ اگر کسی وجہ سے الہام یاد سے اتر جائیں تو میرا قصور تھوڑا ہے۔ سائل یہ سن کر چپ ہو گیا اور مرزا قادیانی کی مجبور یوں کا دل ہی دل میں خیال کرتا ہوا چلا گیا۔ فقیر کو بھی افسوس ہوا کہ باتوں باتوں میں ہم کہاں سے کہاں چلے آئے۔ غرضیکہ آیت ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جناب مسیح نے اب تک موت کا ذائقہ نہیں چکھا۔ کیونکہ ابھی اہل کتاب تو ہمت باطلہ پر متیقن ہیں۔ مومن نہیں ہوئے اور جب وہ مبارک وقت آئے گا۔ یعنی نزول مسیح ہوتا تمام یہودی و نصاریٰ لوائے محمدی میں آ جائیں گے۔ چنانچہ رئیس قادیان ہمارے اس خیال کی پوری پوری تائید کرتے ہیں۔

(ایام صلح ص ۱۳۶، خزائن ج ۱۳ ص ۳۸۱) ”اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں پھیل جائے گا اور مل باطلہ ہلاک ہو جائیں گے اور راست بازی ترقی کرے گی۔“

(شہادت القرآن ص ۱۶، خزائن ج ۶ ص ۳۱۲) ”مسیح موعود کے زمانے میں صور پھونک کر تمام قوموں کو دین اسلام پر جمع کیا جائے گا۔“

مرزا یو! ایمان سے خدا لگتی کہو اگر مسیح موعود تمہارے رئیس قادیان کو مان لیا جائے تو ان کے اپنے بیان کی رو سے تمام دنیا کے نفوس مسلمان ہو گئے۔ تم میں اندھے بھی ہیں اور اکثر سوہانے بھی۔ کیا کرہ زمین پر تمہیں اور کوئی قوم سوائے اسلام کے دکھائی نہیں دیتی۔ کیا یہود مسلمان ہیں۔ نصاریٰ توحید پرست ہیں۔ ہندو تمہیں نظر نہیں آتے۔ سکھ مرزائی ہیں۔ یہ کیا بکواس ہے کہ مسیح تو آجائے مگر اسلام بجائے ترقی کے تنزل میں چلا جائے۔ روئے زمین پر اس وقت خدا ہی جانے کتنی آبادی ہے۔ ان میں دو بڑی قومیں عیسائی اور مسلمان ہیں۔ جس کی تعداد ڈیڑھ ارب کے قریب ہے۔ ایمان سے کہو تم انہیں مسلمان سمجھتے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں تم مسلمان کے بچے کو بھی کافر سمجھتے ہو اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا حرام قرار دیتے ہو۔ رہ سہ کہ مسیح ناکام کی آمد کے ثمر ۵۰ ہزار نفوس مرزائی ہیں جو غلبہ تو کیا آٹے میں نمک بھی نہیں اور ان میں بھی دو جماعتیں ہیں۔ جن میں روز جوت پبزار ہوتی ہے۔ کیا یہی صور پھونک کر قوموں کو اسلام پر جمع کیا گیا۔ شرم کرو اور سوچو۔ اب آپ کے سامنے ایک اور تریاق جدید پیش کیا جاتا ہے جو یقیناً تمہاری رہی سہی موہوم امید کو بھی توڑ دے اور شاید تمہیں سعید بنا دے۔

”ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه يصدون . وقالوا الهتنا خیرام هو ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون . ان هو الا عبد انعمنا عليه وجعلناه مثلاً لبنی اسرآئیل . ولو نشاء لجعلنا منكم ملئكة فی الارض یخلفون . وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون هذا صراط مستقیم . ولا یصدنکم الشیطن انه لکم عدو مبین (الزخرف: ۵)“ ﴿اور جب بیان کیا گیا بیٹا مریم کا مثال ناگہاں قوم تیری اس سے تالیاں بجاتے ہیں اور کہتے ہیں معبود ہمارے بہتر یا وہ نہیں بیان کرتے اس کو واسطے تیرے یہ بات مگر جھگڑنے کو بلکہ وہ قوم ہیں جھگڑالو نہیں وہ مگر ایک بندہ کہ انعام کیا ہے ہم نے اوپر اس کے اور کیا ہم نے اس کو نمونہ واسطے بنی اسرآئیل کے اور اگر چاہتے ہم البتہ کرتے ہم تم سے فرشتے کہ بیچ زمین کے جائے نشین ہوتے اور تحقیق البتہ وہ علامت قیامت کی

ہے۔ پس مت شک لاؤ ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری، یہ ہے راہ سیدھی اور نہ بند کرے تم کو شیطان تحقیق وہ واسطے تمہارے دشمن ہے ظاہر۔ ﴿﴾
خیر القرون یعنی زمانہ خیر الانام ﷺ میں تین قومیں عرب میں آباد تھیں۔ عیسائی، موسائی اور بت پرست، نصاریٰ نے تو مسیح علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتے ہوئے اس کی پرستش شروع کر رکھی تھی اور یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دے چکے تھے اور انبیاء کے پے در پے قتل و تکذیب کے باعث خدا کے زیر عتاب تھے اور باقی رہے بت پرست۔ سوان کی بات ہی نہ پوچھئے۔ ہر روز پتھر تراشتے اور ان کے سامنے جبین نیا ز کو جھکاتے۔ یہی ان کے خدا تھے اور یہی معبود۔

ایسا ہی تمام جہاں کفر کی تاریکیوں سے گھرا پڑا تھا۔ کہیں چاند اور سورج معبود تھے تو کہیں آتش مسجد تھی کوئی سانپوں کی پرستش کرتا تو کوئی درختوں کو پوجتا تھا۔ غرضیکہ خالص توحید کا نام لیوا، ساری خدائی میں کوئی ڈھونڈے سے بھی نہ ملتا تھا۔ چچا حالی کیا خوب کہہ گئے۔

کہیں آگ پجرتی تھی واں بے محابا
کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا
بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

اللہ اللہ! وہ خیر و برکت کا بہترین زمانہ جب خدائے رحمان اپنی عاجز مخلوق پر رحمانیت کے گوہر برسا رہا تھا اور اس کا فیض عام زمانہ بھر کے لئے جاری اور ساری تھا۔ آہ عرب کا وہ یتیم بچہ جو افق عالم پر چاند سے زیادہ منور ہو کر چمکا اور اپنی بے پناہ کرنوں سے کفر کی سیاہ تاریکیوں کو مار مار کر بھگا رہا تھا۔ جہاں ہم بد نصیبوں کی قسمت چمک رہی تھی۔ وہاں انبیائے سابقین کی عصمت و عفت بھی جگمگا رہی تھی اور یوں سمجھئے کہ عرب کا چاند دولہا تھا اور مرسلین ستاروں کی طرح ساتھ ساتھ براتی تھے۔ جہاں اس کی تابانی منور و مسحور کر رہی تھی۔ وہاں ستاروں کی ضوفشانی بھی نگاہوں کو خیرہ و سرور بخشتی تھی۔ انبیائے سابقین پہ جو جواہر نام و الزام امتوں کی کم بختی و نامرادی کی وجہ سے عائد کئے گئے تھے۔ ان ایک ایک کی تردید قرآن صامت نے کی اور قرآن ناطق نے مشالیں دے دے کر کھول کھول کر بیان فرمائی۔ مثال کے طور پر یہود و نصاریٰ میں باہمی نزاع یہ

تھی۔ یہود کہتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل بالصلیب کر دیا۔ اس لئے کہ وہ جھوٹا نبی تھا اور موسیٰ کلیم اللہ کے بعد کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے۔ اس لئے ہم نے اس کو ذلت کی موت مار دیا اور نصاریٰ کا یہ ایمان تھا کہ بے شک یہود نے مسیح کو مصلوب کیا اور ہڈیاں توڑ کر بھوکا پیاسا مارا۔ مگر وہ تین دن تک مر رہنے کے بعد قبر میں سے پھر جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا اور یہ صرف اس لئے ہوا کہ وہ ہم گناہگاروں کے لئے کفارہ ہوا اور ہماری معصیت دھونے کے لئے پھانسی چڑھا اور وہ خدا کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس لئے ہم اس کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی کہ مسیح کو نہ کسی نے قتل کیا نہ ہی صلیب دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ آسمان پر ایک وقت معین کے لئے اٹھالیا۔ اس لئے کہ وہ اپنی بادشاہی میں بڑا ہی حکمت والا ہے۔ اور نیز وہ خدا کا بیٹا نہیں بلکہ اس کی مخلوق میں ایک چنا ہوا مرتبے والا بندہ ہے۔ اب اس آیت کریمہ میں مولا کریم مسیح، کے نزول کی خوشخبری دے رہے ہیں کہ او یہود یو اور مرزا نیو! کیوں تمہاری شامتیں آئی ہیں۔ جو زبان طعن دراز کرتے ہوئے طرح طرح سے جناب مسیح کی توہین داہنت کرتے ہو۔ لاریب وہ تو ہمارا ایک نیک بندہ ہے جو ہماری نوازشات سے نوازا گیا ہے اور طرح طرح کے اس پر انعام و اکرام کئے گئے ہیں اور وہ تو قیامت کی علامات میں سے ایک نشانی ہے اور اس میں قطعاً شک لانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ یعنی یقیناً وہ قیامت کے آنے کا ایک نشان ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا اس پر ایمان ہے اور تم بھی میری پیروی کرتے ہوئے مسیح کے نزول پر ایمان لاؤ۔ بے شک یہی سیدھا راستہ ہے اور خبردار شیطان تمہیں اس صحیح لائن سے نہ پھیروے اور تمہارے دل میں کوئی وسوسہ یا خیال فاسد نہ ڈال دے۔ ہوشیار رہو کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور مفسرین نے شان نزول اس آیت کریمہ کا اکثر یہ بیان کیا ہے کہ زبان فیض ترجمان نے جب اس آیت کریمہ ”ان انتم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم“ کا اعلان فرمایا یعنی تم اور تمہارے معبود باطل جن کے بودے سہارے پراتر رہے ہو۔ جہنم کا ایندھن ہیں تو کفار عرب اسے بتوں کی توہین کے ساتھ ساتھ مسیح کی توہین بھی سمجھے۔ کیونکہ نصاریٰ مسیح کی پرستش یا جانا بے صدیقہ کی پرستش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مردود خیال کی تردید فرماتے ہوئے یہ آیت کریمہ جو زیر بحث ہے اتاری۔ اصل میں یہ آیت بطور فیصلہ کے ہے۔ یعنی اس سے قبل تمام بہتانات کی سلسلہ وار تردید ہو چکی اور اسی تردید کی وجہ سے کفار عرب بغلیں جھانکتے ہیں۔ مشرکین عرب اپنے ان تراشیدہ معبودوں سے اس قدر عقیدت رکھتے تھے کہ وہ کوئی کام ان کی بلا اجازت کرنا گویا کہ معبودوں کی غیرت کو غضب میں لانے کے مترادف سمجھتے

تھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ چوری وراہزنی کرنے سے پیشتر وہ بتوں کے سامنے جاتے اور سجدہ عجز گزارنے کے بعد اس ترکش کو جو بت کے پہلو میں رکھا ہوتا زمین پر اس کے سامنے ڈال دیتے تھے۔ جس میں سے دو تیر نکلتے اور تیروں پر لفظ فعل یا لا تفعل یعنی کر یا نہ کر جو پہلے سے کندہ تھا کو دیکھتے۔ یعنی اگر وہ تیر جس پر کرنے کا حکم ہوتا تو وہ یہ سمجھ لیتے کہ ہمارا خدا ہمارے اس فعل پہ خوش ہے اور وہ ہمیں جانے کی اجازت دیتا ہے اور اگر دوسرا تیر جس پر نہ کر لکھا ہوتا سیدھا پڑتا تو وہ یہ سمجھتے کہ بت ناراض ہے۔ اس لئے وہ فوراً واپس لوٹ جاتے۔ ان کے دلوں میں جس قدر بتوں کی عزت اور بڑائی موجود تھی اس سے زیادہ اور کسی کو وہ قابل قدر و منزلت نہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو بتوں کی عظمت کا رہ کر خیال آتا اور وہ بار بار ان کا جناب مسج سے موازنہ کرتے ہوئے یہ قرآنی الفاظ کا اعادہ کرتے۔ ”وقالوا الہتنا خیر ام هو ما ضربوہ لک الابدلا“ یعنی یہ کہ معبود ہمارے بہتر یا مسیح نہیں بیان کرتے اس کو واسطے تیرے مگر جھگڑنے کو۔ ﴿

اس سوال کا جواب عقیدت یہ دیتی کہ یقیناً ہمارے بت بہتر ہیں۔ کیونکہ وہ اکثریت میں ہیں۔ کوئی مینہ برساتا ہے کوئی تجارت میں زیادہ منافع دیتا ہے کوئی ہمارے نخلستان کو خشک ہونے سے بچاتا ہے کوئی اولاد دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ! مگر مسیح جو اقلیت میں ہے بھلا وہ اکیلا ہمارے معبودوں کا کس طرح مقابلہ کر سکتا ہے۔ بس یہ خیال یقین کے مراتب تک پہنچتے ہی ان کے قلوب مطمئن کر دیتا تھا اور وہ جوش میں خوش ہو کر تالیاں بجاتے اور طرح طرح کے بے معنی فضول سوالات کرتے۔ مگر جو یائے حق ہو کر نہیں صرف جھگڑا بڑھانے کو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے محمد ﷺ یہ حقیقت حق کے لئے نہیں محض فضول سردردی اور جہالت کرتے ہیں اور اصل میں یہ قوم مرزائی یا یہودی جھگڑا الہی واقع ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی بات ہی نہیں بلاشبہ وہ ہمارا نیک اور پیارا بندہ ہے۔ جس پر ہم نے انعام رکھے ہیں۔ یعنی معجزات عطاء کئے ہیں اور جبرائیل سے اس کو تائید دے رکھی ہے اور بلاشبہ وہ خود ہی ایک آیت اللہ ہے۔ یعنی معجزہ ہے اور یہ اس قوم کے لئے معجزہ ہے جو آئے دن قتل انبیاء میں مشاق و دلیر ہے اور فی الحقیقت جناب مسیح کا وجود ہی بنی اسرائیل کے لئے قدرت کردگار کا ایک نمونہ ہے۔ یعنی بدوں مس بشر نفع جبرائیل سے آپ کی پیدائش کا وقوع پذیر ہونا یہ تو تھا۔ اولین کے لئے اور نزول من السماء یہ ہے۔ آخرین کے لئے بہر حال مسیح کی ذات یہود کے لئے ایک قدرت خداوندی کا ایک کامل نمونہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہود مرزائیوں کی طرح مسیح کے صعود من السماء پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ انسان کا اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا محال ہی نہیں غیر ممکن ہے اور اگر بفرض محال وہ آسمان پر چلے بھی

جائیں تو وہ وہاں کیا کھاتے اور کیا پیتے ہوں گے۔ کیونکہ وہ کوئی فرشتے تو تھوڑے ہی تھے۔ جیسا کہ کذاب قادیان کی تصریحات ہیں تو اس کے جواب میں ارشاد باری ہوتا ہے۔ اوبدگو ہر واور نادانو کیوں تمہاری کم سختی آئی ہے۔ جو ہماری قدرت و طاقت کو محدود سمجھتے ہو۔ مسیح کا آسمان پر لے جانا اور کھلانا پلانا تو کیا اگر ہم چاہتے تو تم میں سے ہی فرشتے بنا دیتے۔ جو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے بے نیاز ہوتے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ فتنہ دجال کے وقت مؤمنین کی غذا اور دو وظائف ہوگی اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ یہی انہیں کفایت کرے گی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا مسیح کا آسمان پر لے جانا اور قرب قیامت میں زمین پر بھیجنا قیامت کے نشانات میں سے ایک نشان ہے اور یہ اس لئے کہ بنی اسرائیل کا ایک بیشتر حصہ قیامت کے وجود سے منکر ہے۔ اس کے بعد زبان فیض ترجمان سے تاکید کرائی کہ اے غیب پر ایمان لانے والو بن دیکھے خدا کو ماننے والو نزول مسیح پر ایمان رکھو اور قطعاً شک نہ لاؤ۔ میرا بھی اس پر ایمان ہے۔ یعنی وہ ضرور نازل کئے جائیں گے سو تم بھی ایمان رکھو اور میری پیروی کئے جاؤ۔ کیونکہ یہ ہی سیدھی راہ ہے اور یہ ہی حق ہے۔ ہاں خبردار ہوشیار رہو اور شیطان کے فریب سے بچتے رہو اور خدا سے پناہ مانگتے رہو۔ کہیں وہ قادیانی و سوسہ تمہارے دل میں نہ ڈال دے۔ کیونکہ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

ناظرین کرام اب آپ کی خدمت میں اس آیت کریمہ ”وانہ لعلم للساعة“ کا صحیح مفہوم سرکار مدینہ کے ارشادات گرامی سے پیش کرتے ہیں۔ پس غور سے سنئے:

(مسند احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم و بیہقی، بحوالہ درمنثور) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے (سنن ابن ماجہ ص ۲۹۹، باب خروج المہدی) میں موقوفاً اور مسند امام حمد میں مرفوعاً مروی ہے کہ جس رات رسول کریم ﷺ کو معراج ہوئی۔ اس رات آپ کی حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو قیامت کے متعلق تذکرہ ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے لاعلمی فرمائی۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو وہ بھی نہ جانتے تھے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے کہ قیامت کا صحیح علم تو سوائے ذات باری کے کسی کو نہیں۔ لیکن قرب قیامت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کر رکھا ہے۔ اس کے بعد دجال کا ذکر ہوا تو آپ نے کہا کہ میں زمین پر اتروں گا اور اس کو قتل کروں گا۔

(درمنثور ج ۶ ص ۲۰) حضرت ابن عباسؓ ”وانہ لعلم للساعة“ کی تحت میں ارشاد فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے تشریف لانا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ”وانہ لعلم للساعة“ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے وہ زمین پر ۴۰ سال رہیں گے حج کریں گے اور عمرہ بھی کریں گے۔
 حضرت مجاہدؒ ”وانہ لعلم للساعة“ کی تحت میں ارشاد کرتے ہیں۔ اس آیت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیامت سے پہلے کی آمد کا ہے۔ (درمنثور ج ۶ ص ۲۰)
 حضرت امام حسنؒ فرماتے ہیں ”وانہ لعلم للساعة“ سے مراد نزول عیسیٰ ہے۔

(درمنثور ج ۶ ص ۲۰)

(تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۲۱۷) اللہ تعالیٰ کے قول ”وانہ لعلم للساعة“ کے متعلق ابن اسحاق کی تفسیر گزر چکی کہ مراد اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات مثل مردوں کے زندہ کرنا۔ کوڑھوں اور برص والوں کو تندرست کرنا اور علاوہ اس کے دیگر امراض سے شفا دینا ہے۔ اس میں اعتراض ہے اور اس سے زیادہ ناقابل قبول وہ ہے جو قادیانہ نے حسن بصریؒ، سعید ابن جبیرؒ سے بیان کیا ہے کہ انہی کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہی کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ سیاق و سباق انہی کے ذکر میں ہے۔ پس مراد اس سے ان کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ فرمایا ہے۔ یعنی عیسیٰ کی موت سے پہلے اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا، اور ان معنوں کی دوسری قرأت تائید کرتی ہے جو یہ ہے۔ ”وانہ لعلم للساعة“ یعنی عیسیٰ نشانی ہے اور دلیل ہے قیامت کے واقع ہونے پر۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قیامت کی نشانی ہے۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابو عالیہؓ، ابو مالکؓ، عکرمہؓ، حسنؓ، قتادہؓ، ضحاکؓ وغیر ہم بزرگان دین سے روایت ہے۔ حدیثیں رسول کریم ﷺ سے حد تو اترا تک پہنچ چکی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امام، عادل، حاکم اور منصف کی حالت میں نازل ہونے کی خبر دی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۲۲) ”وانہ لعلم للساعة“ کے زیر تحت ارشاد ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت معلوم کرنے کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ اب عباسؓ نے اس کو علم الساعۃ پڑھا ہے۔ جس کے معنی نشانی کے ہیں اور حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ ارض مقدس میں ایفقی کے مقام پر نازل ہوں گے۔ ان کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا اور اس سے دجال کو قتل کریں گے۔ پس وہ بیت المقدس میں آئیں گے۔ دریاں حالیکہ لوگ صبح کو نماز میں ہوں گے اور امام ان کو نماز پڑھا رہا ہوگا۔ پس وہ پیچھے ہٹیں گے۔ پس عیسیٰ ان کو آگے کر دیں گے اور ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ اسلامی طریقہ سے۔

(لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۱۴) قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت میں آیا ہے۔ ”انه لعلم للساعة“ اور یہ اکثر قاریوں کی قرأت ہے اور ان میں سے بعض نے اس کو لعلم للساعة بھی پڑھا ہے جس کے معنی ہیں عیسیٰ کا ظہور اور ان کا نازل ہونا۔ زمین کی طرف یہ ایسا نشان ہے جو قیامت کے نزدیک ہونے پر دلالت کرے گا۔

(روح المعانی جز ۲۵ ص ۸۸، زیر آیت وانه لعلم للساعة) ناظرین کرام! اب آپ کی خدمت میں ہم صاحب روح المعانی علامہ آلوسی خاتم المفسرین المتوفی ۱۲۷۰ھ کا ناطق فیصلہ جو انہوں نے انہ کی ضمیر کے متعلق فرمایا پیش کرتے ہیں۔ گویہ اختصاراً ہوگا۔ مگر پھر بھی اپنے موضوع میں جامع ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”انه کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس مرجع کے ذکر کرنے کے بعد صاحب روح المعانی نے نہایت بسط و شرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ثابت کیا ہے جو اس کتاب میں انفراداً مذکور ہے۔“

آخر میں صاحب موصوف نے جن لوگوں نے ہ کا مرجع قرآن یا نبی کریم ﷺ بیان کیا ہے ان کا بدیں الفاظ ذکر کیا ہے۔ ”وضعف بانہ لم یجر للقرآن ذکر ہننا مع عدم مناسبتہ ذلک للسیاق“ یعنی جن لوگوں نے ہ کا مرجع قرآن بیان کیا ہے دو وجہ سے ضعیف ہے ایک تو پہلے قرآن کا ذکر نہیں دوسرے سیاق کی مناسبت نہیں۔

اسی طرح آگے لکھتے ہیں۔ ”وقال فرقة يعود علی النبی ﷺ وفيہ من البعد مافیہ“ یعنی بعض فرقہ نے ہ کا مرجع نبی کریم ﷺ بیان کیا ہے۔ مگر اس میں بھی وہی اشکال ہے جو قرآن میں ہے۔

اور ایسا ہی دجال قادیان اور اس کی ذریت مغالطے دیتی ہے۔ مثلاً پادری محمد علی لاہوری جو مرزا آنجنمانی کا روحانی بیٹا ہے۔ اپنی بیان القرآن میں لکھتا ہے کہ ہ کی ضمیر قرآن کی طرف پھرتی ہے اور مثلاً یہ آیت پیش کرتا ہے۔ ”انا انزلناہ“

فقیر کے خیال میں تو آسان جواب یہ ہے کہ یہاں انزلنا کا لفظ سیاق میں یہ ثابت کر رہا ہے کہ کوئی چیز آسمان سے نازل ہو رہی ہے اور سباق فی لیلۃ القدر بتا رہا ہے کہ وہ چیز قدر کی رات کو آئی تو اس سے اندھا بھی سمجھ سکتا ہے کہ وہ یقیناً قرآن ہے۔ مگر آیت زیر بحث میں سیاق و سباق میں مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس لئے ”وانہ لعلم للساعة“ کی ضمیر یقیناً اسی طرف پھرے گی۔ جس کی طرف سیاق و سباق کا مضمون پھرتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ سیاق کی ضمیریں مسیح کی طرف پھریں اور ما نحن فیہ کی ضمیر کسی اور طرف لوٹے اور سیاق پھر مسیح کی طرف راجع ہو یہ عجیب

بی تکی منطق ہے جو سراسر جہالت پڑنی ہے۔ ”فافہم وتدبر ولا تکن من الفافلین“ ناظرین! اب آپ کی خدمت میں دجال اکبر کی تفسیر پیش کی جاتی ہے غور سے سنے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۲۳، خزائن ج ۳ ص ۳۲۱) پر لکھتے ہیں کہ:

”سوال! سورۃ زخرف میں یہ آیت موجود ہے ”وانہ لعلم للساعة فلا تمترن بها“ یعنی وہ قیامت کے وجود پر نشان ہے۔ سو تم باوجود موجود ہونے نشان کے قیامت کے بارے میں شک مت کرو۔ نشان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو قیامت کے قریب نازل ہوں گے اور اس آیت سے ان کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اما الجواب! ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ اس آیت کو پیش کر کے قیامت کے منکرین کو ملزم کرنا چاہتا ہے کہ تم اس نشان کو دیکھ کر پھر مردوں کے جی اٹھنے میں کیوں شک میں پڑے ہو۔ سو آیت پر غور کر کے ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ آیت تو یہ بتلا رہی ہے کہ وہ نشان مردوں کے جی اٹھنے کا اب موجود ہے اور منکرین کو ملزم کر رہی ہے کہ اب بھی تم کیوں شک کرتے ہو۔ اب ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا اس آیت میں یہ مطلب ہے کہ جب حضرت مسیح آسمان سے آسمان سے نازل ہوں گے تب ان کا آسمان سے نازل ہونا مردوں کے جی اٹھنے کے لئے بطور دلیل یا علامت کے ہوگا۔ تو پھر اس دلیل کے ظہور سے پہلے خدا تعالیٰ لوگوں کو کیوں ملزم کر سکتا ہے۔ کیا اس طرح اتمام حجت ہو سکتا ہے کہ دلیل تو ابھی ظاہر نہیں ہوئی اور کوئی نام و نشان اس کا پیدا نہیں ہوا اور پہلے ہی سے منکرین کو کہا جاتا ہے کہ اب بھی تم کیوں یقین نہیں کرتے۔ کیا ان کی طرف سے یہ عذر صحیح طور پر نہیں ہو سکتا کہ یہ الہی ابھی دلیل یا نشان قیامت کا کہاں ظہور میں آیا۔ جس کی وجہ سے فلا تمترن بہا کی دھمکی ہمیں دی جاتی ہے۔ کیا یہ اتمام حجت کا طریق ہے کہ دلیل تو ابھی پردہ غیب میں ہو اور سمجھا جائے کہ الزام پورا ہو گیا ہے۔ ایسے معنی قرآن شریف کی طرف منسوب کرنا گویا اس کی بلاغت اور پر حکمت بیان پر دھبہ لگانا ہے۔ سچ ہے کہ بعض نے یہی معنی لئے ہیں۔ مگر انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ انہ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف پھرتا ہے اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اٹھنے کے لئے نشان ہے۔ کیونکہ اس سے مردہ دل زندہ ہو رہے ہیں۔ قبروں میں گلے سڑے ہوئے باہر نکلتے آتے ہیں اور خشک ہڈیوں میں جان پڑتی جاتی ہے۔“

صاحبان! قبل اس کے کہ میں اس عبارت کا جواب دوں۔ میں یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کی نگاہ میں قرآن کریم کی کیا وقعت تھی اور وہ کس طرح شوخ چشمی اور دیدہ دلیری سے

چہ دلا دراست زدے کہ بکف چراغ دارد بن جایا کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل مضمون کو غور سے پڑھیں اور خدا را سوچیں کہ آج سے چوداں سو برس پیشتر جب اس سورۃ کا نزول ہوا تھا تو سرکارِ مدینہ ﷺ نے اس کا کیا مطلب سمجھا اور آج دجال قادیان کیا کہہ رہا ہے۔

”اذا نزلت الارض زلزالها ، واخرجت الارض اثقالها ، وقال الانسان مالها ، يومئذٍ تحدث اخبارها ، بان ربك اوحى لها ، يومئذٍ يصدر الناس اشتاتا ، ليروا اعمالهم ، فمن يعمل مثقال ذرۃ خيرا يره ، ومن يعمل مثقال ذرۃ شرا يره“

حق تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلے سے ہلا ڈالے گا۔ جس کے صدمے سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہے گا۔ سب نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے۔ تاکہ میدانِ محشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے اور یہ معاملہ قیامت میں نفع ثانی کے وقت ہوگا۔ یعنی اس وقت زمین جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے مثلاً مردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اگل ڈالے گی۔ لیکن مال کا کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ سب دیکھ لیں گے کہ آج یہ چیز جس میں ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہیں۔ یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا ان کی روحیں عین زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہیں گی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا۔ جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں۔ یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اس کے اوپر کئے تھے۔ سب ظاہر کر دے گی۔ مثلاً کہے گی فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی۔ فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خون ناحق کیا تھا وغیرہ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کئے جاتے ہیں زمین میں ان سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ قیامت کو وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائیں گے۔ یعنی اس روز آدمی اپنی قبروں سے میدانِ حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہوں گے۔ ایک گروہ شرایہوں کا ہوگا۔ ایک زانیوں کا ایک ظالموں اور ایک چوروں کا علیٰ ہذا القیاس یا یہ مطلب ہے کہ لوگ حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی۔ یعنی میدانِ حشر میں ان کے عمل دکھلائے جائیں گے۔ تابداروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے اعمال کے دکھلانے سے ان کے ثمرات و نتائج کا دکھلانا مراد ہو۔ یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اس کے سامنے ہوگا اور حق تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائیں گے وہ بھی آنکھوں

سے نظر آئے گا۔ یعنی جو پتھر یا پتھرلی زمین پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو۔ صبح کو دفعۃً جا پڑیں اور رات کو حملہ نہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے۔

مندرجہ بالا تفسیر جناب مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ الحدیث و التفسیر دیوبندی کی بیان ہوئی جو جمہور امت کے مطابق ہے۔ اب دجال قادیان کی بھی سنئے:

(ازالہ اوہام ص ۱۱۲، خزائن ج ۳ ص ۱۶۱) ”آنے والے زمانہ کے لئے (یعنی میرے زمانے کے لئے) خدا تعالیٰ سورہ الزلزال میں بشارت دیتا ہے اور اذا زلزلت کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام تر زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدا تعالیٰ کی طرف سے مع ہدایت پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: ”اذا زلزلت الارض زلزالها، واخرجت الارض اثقالها، وقال الانسان مالها، يومئذٍ تحدث اخبارها، بان ربك اوحى لہا، يومئذٍ يصدر الناس اشتاتا، ليروا اعمالهم، فمن يعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن يعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ“ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئے گا اور فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ نشان ہے کہ زمین جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی۔ یعنی طلبیعتوں، دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ پر حیش دی جائے گی اور خیالات عقلی اور فکری اور سمعی اور بھیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دے گی۔ یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات مخفیہ کو بمنصہ ظہور لائیں گے اور جو کچھ ان کے اندر علوم و فنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی اور دماغی طاقتیں اور لیاقتیں ان میں مخفی ہیں۔ سب کی سب ظاہر ہو جائیں گی اور انسانی قوتوں کا آخری نچوڑ نکل آئے گا اور جو ملکات انسانی کے اندر ہیں یا جو جذبات اس کی فطرت میں مودع ہیں وہ تمام قوت سے میز فصل میں آجائیں گی اور انسانی حواس کی ہر ایک نوح کی تیزیاں اور بشری عقل کی ہر قسم کی باریکیاں نمودار ہو جائیں گی اور تمام دفاعیں اور خزائین علوم مخفیہ و فنون مستودہ کے جو چھپے ہوئے چلے آتے تھے ان پر انسان فتح یاب ہو جائے گا اور اپنی فکری اور عقلی تدبیروں کو ہر ایک باب میں انتہا تک پہنچا دے گا اور انسان کی تمام قوتیں جو نشا انسانی میں خمر ہیں۔ صدہا طرح کی تحریکوں کی وجہ سے حرکت میں آجائیں گی اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اترے ہوں گے۔ ہر ایک شخص پر اس کی استعداد موافق خارق

عادت اثر ڈالیں گے۔ یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کریں گے اور جن کی نگاہیں دنیا تک محدود ہیں۔ وہ ان فرشتوں کی تحریک سے دنیوی عقول اور معاشرت کی تدبیروں میں وہ بید بیضا دکھائیں گے کہ ایک مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحسب اس کی حالت کے اتر رہی ہے۔ یعنی صاف نظر آئے گا کہ جو کچھ انسانوں کے دل اور دماغ کام کر رہے ہیں یہ ان کی طرف سے نہیں بلکہ ایک نبی تحریک ہے کہ ان سے یہ کام کر رہی ہے۔ سو اس دن ہر ایک قسم کی قوتیں جوش میں دکھائی دیں گی۔ دنیا پرستوں کی قوتیں فرشتوں کی تحریک سے جوش آ کر اگرچہ باعث نقصان استعداد کے سچائی کی طرف رخ نہیں کریں گی۔ لیکن ایک قسم کا ابال ان میں پیدا ہو کر اور انجام دافردگی دور ہو کر اپنی معاشرت کے طریقوں میں عجیب قسم کی تدبیریں اور صنعتیں اور کلیں ایجاد کر لیں گے اور نیکیوں کی قوتیں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات کا چشمہ صاف صاف طور پر بہتا نظر آئے گا اور یہ بات شاذ و نادر ہوگی کہ مومن کی مخدب جھوٹی نکلے تب انسانی قوا کے ظہور بروز کا دائرہ پورا ہو جائے گا اور جو کچھ انسان کے نوع میں پوشیدہ طور پر ودیعت رکھا گیا تھا وہ سب خارج میں جلوہ گر ہو جائے گا۔ تب خدا تعالیٰ کے فرشتے ان تمام راست بازوں کو جو زمین کی چاروں طرف میں پوشیدہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دیں گے اور دنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئے گا۔ تاہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لیں۔ تب آخر ہو جائے گی اور یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے۔ جس کی بناء ابھی سے ڈالی گئی ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ ”انت اشد مناسبة بعیسیٰ بن مریم واشبه الناس به خلقاً وخلقاً و زماناً“ مگر یہ تاثیرات اس لیلۃ القدر کی اب بعد اس کے کم نہیں ہوں گی۔ بلکہ بالاتصال کام کرتی رہیں گی۔ جب تک وہ سب کچھ پورا نہ ہو لے۔ جو خدا تعالیٰ آسمان پر مقرر کر چکا۔“

ناظرین! دل چاہتا ہے کہ لگے ہاتھ اس یہودی کی قرآنی معارف کی ڈیگ مارنا کی ایک اور مثال دیتا جاؤں جس سے ثابت ہوگا کہ قرآن کی عظمت و قدر منزلت اس کے دل میں کس قدر تھی اور وہ کن کن الفاظ سے کیا کیا مطلب لے لیا کرتا تھا۔ پس غور سے سنئے:

(ازالہ اوہام ص ۵۷، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹) ”یہ فقرہ جو اللہ جل شانہ نے الہام کے طور پر اس

عاجز کے دل پر القاء کیا ہے کہ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ اس کی تفسیر یہ ہے کہ ”انا انزلنا قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارة البيضاء“ کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے۔ منارہ کے پاس پس یہ فقرہ الہام الہی کا کہ ”کان وعدہ اللہ مفعولاً“ اس تاویل سے پوری پوری تطبیق کھا کر یہ پیش گوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔ اس عبارت تک یہ عاجز پہنچا تھا کہ یہ الہام ہوا۔ ”قل لو کان الامر من عند غیر اللہ لوجد تم فیہ اختلافاً کثیراً قل لواتبع اللہ اھواء کم لفسدت السموات والارض ومن فیھن ولبطلت حکمتہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً۔ قل لو کان البحر مدد الکلما ت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وکان اللہ غفوراً رحیماً“

ترجمہ: کہہ دے اے مرزا اگر یہ بات غیر اللہ سے ہوتی تو اس میں بہت اختلاف پائے جاتے۔ کہہ دے اگر اللہ تعالیٰ تمہاری خواہشوں کی تابعداری کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور ان کے رہنے والے فاسد ہو جاتے اور خدا کی حکمت باطل ہو جاتی اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے کہ اے مرزا اگر تم.....

اردو الہام

پھر اس کے بعد یہ الہام کیا گیا کہ ان علمائے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔ ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی پیالیاں ہیں جن کو ہندوستان میں سکوریاں کہتے ہیں۔ عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں۔ جو دنیا سے بھرے ہوئے ہیں۔ (شکر ہے تمہاری طرح دین سے پھرے ہوئے تو نہیں) اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا ہوا تھا اسی روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ (افسوس اس وقت براہین احمقہ نہ چھپی ہوگی) اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ (اجی حضرت غضب کرتے ہو فقرے نہیں مرزائی قرآن ہے قرآن) ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ (اور بدبختی سے ضلع گورداسپور میں دو قادیان ہیں) تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے کہ تب انہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں

حصہ میں شاید نصف کے موقع پر یہ الہامی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ (ان الشیطان کان لانسان عدوا مبینا) تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔ (ولیکن بطور استعارہ شیطان لکھا ہے) اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام بطور اعزاز کے قرآن شریف میں درج ہے۔ مکہ، مدینہ اور قادیان۔ یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھایا گیا تھا اور کشف میں جو میں نے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں۔ قرآن شریف پڑھتے دیکھا۔ (زندگی میں تو بیچارے کو ایک لفظ پڑھنا نصیب نہ ہوا اب مرنے کے بعد کیا پڑھیں گے) اور اس الہامی آیت کو ان کی زبان سے قرآن شریف میں پڑھتے سنا تو اس میں یہ بھید مخفی ہے۔ جو کہ خدا تعالیٰ نے میرے پرکھول دیا کہ ان کے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے۔ یعنی ان کے نام میں جو قادر کا لفظ آتا ہے اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے۔ (یعنی خدا غلام قادر کی شکل میں قرآن شریف میں قادیان پڑھ رہا ہے۔ معاذ اللہ!) اس لئے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے اس کے عجائبات قدرت اس طرح پر ہمیشہ ظہور فرما ہوتے ہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۶۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰) ”میرے روحانی بھائی مسیح کا قول مجھے یاد آتا ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں سچ کہتا ہوں کہ اگرچہ لوگ امام حسین کا وقت پاتے تو میرے خیال میں ہے کہ یزید اور شمر سے پہلے ان کا قدم ہوتا اور اگر مسیح کے زمانے کو دیکھتے تو اپنی مکاریوں میں یہ ہودا اسکر یوٹی کو پیچھے ڈال دیتے۔ خدا تعالیٰ نے جو ان کو یزیدیوں سے مناسبت دی ہے تو بے وجہ انہیں نہیں دی۔ اس نے ان کے دلوں کو دیکھا کہ سیدھے نہیں ان کے چلن پر نظر ڈال کہ درست نہیں تب اس نے مجھے کہا کہ لوگ یزیدی الطبع ہیں اور یہ قصبہ دمشق سے مشابہ ہے۔ (سو خدا تعالیٰ نے ایک برے کام کے لئے اس دمشق میں رئیس قادیان کو اتارا۔) ”بطرف شرقی عند المارة البيضاء من المسجد الذی من دخله کان امننا فتبارک الذی انزلنی فی هذا المقام“

صرف اتنا عرض کر دوں کہ منارہ ۵۰ سال بعد بنا اور علیٰ ہذا القیاس مسجد اور مرزا قادیانی پچاس سال پہلے چراگاں بی بی کے پیٹ سے نکلے۔ کہوں یا ترے۔

یہ ہیں مرزا قادیانی کی ایمانداریاں۔ جن پر قرآنی معارف کی ڈیگ ماری جاتی ہے۔ اب آئیے مرزا قادیانی کی تفسیر پر تنقید کریں۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ آیت وانہ لعلم للساعة میں ہ کی ضمیر مسیح علیہ السلام کی طرف نہیں بلکہ قرآن کریم کی طرف پھرتی ہے اور کلام مجید مردوں کے جی

اٹھنے یعنی قیامت کی نشانی ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ آیت فلا تمترن بہا یعنی دلیل تو پروردہ غیب میں ہے اور پہلے ہی سے کہا جاتا ہے کہ تم اس میں شک نہ کرو۔ یعنی مسیح علیہ السلام کا نزول تو ابھی ہوا ہی نہیں پھر نزول سے پہلے شک کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس لئے ان دو باتوں کا جواب ہم نے دینا ہے۔ ایک یہ کہ وہ کی ضمیر مسیح علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور دوسرا قبل از نزول مسیح کیوں کہا گیا ہے کہ شک نہ کرو۔ فقیر کے خیال میں ان نیم یہودیوں کو باہر کی مثالیں یا ثبوت کارگر ثابت نہ ہوں گی اور یہ جھگڑا قوم کبھی نہ مانے گی۔ اس لئے مرزا قادیانی کے بیاض خاص سے ان دونوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس لئے کسی طرح یہ اپنے آپ کو پہچان لیں اور ہدایت پاویں۔

..... (اعجاز احمدی ص ۲۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۰) ”قرآن شریف میں ہے ”انہ لعلم

للساعة“ یعنی اے یہودیو عیسیٰ کے ساتھ تمہیں قیامت کا پتہ لگ جائے گا۔“

کیوں صاحب یہ وہ کی ضمیر مسیح کی طرف پھرتی ہے یا قرآن کی طرف تسلی نہ ہو تو اور سن لو۔ (حماۃ البشری ص ۹۰، خزائن ج ۷ ص ۳۱۶) ”یعنی ایک فرقہ یہود کا قیامت کے وجود سے منکر تھا۔ خدا نے بعض انبیاء کی زبانی ان کو خبر دی کہ تمہاری قوم میں ایک لڑکا بلا باپ پیدا ہوگا۔ یہ قیامت کے وجود پر ایک نشانی ہے۔“

مرزائیو! جھنجلا کر جلدی سے کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ اس کے مصداق مرزا قادیانی ہیں۔ کیونکہ ان کا بھی کوئی باپ نہ تھا۔ (یعنی روحانی باپ) جیسا کہ انہوں نے اس کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ بہر حال صاف طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ وہ کی ضمیر مسیح موعود کی طرف ہے قرآن کی طرف نہیں اور یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن قیامت کی نشانی ہو اور نشانی ہزاروں برس پیشتر آوے اور وقوع کا نام و نشان نہ ہو۔ نشان تو اس کو کہا جاتا ہے جہاں سے وقوع نظر آنے لگے۔ مثلاً جناب مسیح کا آسمان سے اترنا یہود و نصاریٰ اور مسلمان تینوں قوموں کے لئے ایک ایسا نمونہ ہے جس کی نظیر ہی نہیں۔ کیونکہ سطحی طور پر ان تینوں قوموں کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ یہود سمجھتے ہیں کہ مسیح قتل و مصلوب ہوا۔ نصاریٰ اور اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ وہ قرب قیامت میں آسمان سے اتریں گے۔ اب کہئے کہ یہ تینوں قومیں جن میں سے دو تو قبل ہی یہ ایمان رکھتی ہیں کہ مسیح قیامت کی ایک نشانی ہے۔ ان پر ایمان لائیں گی یا نہیں۔ یقیناً نزول مسیح کے وقت جب ویکلم الناس فی المہد وکھلا یعنی ادھیڑ عمر میں جب جناب مسیح وہ وعدہ ربانی کے مطابق جب کلام فرمائیں گے تو تمام قادیانی وسوسے اور زنگ دور ہو جائیں گے۔ اس وقت تمام قومیں یتیم مکہ کے دامن شفقت میں آجائیں گی۔ بخدا جس کے سوا اور کہیں پناہ نہ ملے گی۔

اب دوسرے اعتراض کا جواب بھی سنئے۔ پچارے مرزا قادیانی کی شامت جو آئی تو بڑھاپے میں عشق کا بھوت سر پر چڑھ بیٹھا۔ چھوٹے بیٹے فضل احمد کے سدھیال میں ایک لڑکی محمدی بیگم نام اپنے عزیزوں میں تھی۔ مرزا قادیانی اس پر حواس کھو بیٹھے۔ اس کے والد اللہ غریق رحمت کرے مرزا احمد بیگم کے مسلمان تھے۔ گو غریب تھے مگر ایماندار تھے۔ مرزا قادیانی نے طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے انہیں رام کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ ہزاروں کی زمین کا لالچ دیا۔ ان کے بیٹھے محمد بیگ کو پولیس میں اعلیٰ عہدہ دلوانے کی ترغیب دیتے ہوئے پکا پکا وعدہ دیا۔ مٹیں کیس۔ خوشامد میں ہوں۔ قاصد بھیجے، عرضیاں گزاریں۔ الہام سنائے، پیش گوئی کی، اللہ میاں نے رئیس قادیان کا نکاح خود اپنے ہاتھ سے آسمان پر باندھ دیا۔ اب کوئی اس کو کسی صورت نہ روک سکے گا۔ اس الہام پر سرکار مدینہ کی ایک حدیث یتزوج ویولد لہ سے دستخط کراتے ہوئے کہا کہ دیکھو سرکار دو عالم نے پہلے ہی میری متعلق اس شادی کی پیش گوئی کر دی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک بیان اس کے متعلق دیا جو نقل کیا جاتا ہے۔

(ازالہ ابام ص ۳۹۸، خزائن ج ۳ ص ۳۰۵) ”اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء ہے۔ پوری نہیں ہوئی تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا یہ پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ (آتی کیوں نہ عشق نہ شد چہی شد) اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا۔ ”الحق من ربك فلا تکونن من الممتدین“ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔“

کیوں جناب یہ کیا بات ہے کہ نکاح تو ابھی ہوا ہی نہیں اور شک پہلے ہی کیا جاتا ہے اور اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو سنو۔

”ان الساعة آتية أكاد أخفيها لتجزى كل نفس بما تسعه . فلا يصدنك عنها من لا يؤمن بها (سورہ طہ)“ ﴿یعنی اے موسیٰ قیامت بلاشک و شبہ آنے والی ہے۔ خبردار کوئی بے ایمان تجھے اس کے ماننے سے نہ روک دے۔﴾

مرزا نیو! ایمان سے کہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو قیامت پر ایمان نہ تھا؟ پھر کس لئے یہ آیت اتری۔ صرف اس لئے کہ ایک ہونے والی سچی چیز تائید ہے۔ جس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔

مرزا اینڈ کولمیٹڈ کی شہادتیں

(اخبار الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۹ء) ”دوستو! یہ آیت ”وانه لعلم للساعة“ سورہ زخرف میں ہے اور بالاتفاق تمام مفسرین کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے واسطے ہے۔“
سید محمد احسن امر وہی قادیانی!

(اخبار البدردیان ۶ اپریل ۱۹۱۱ء) ”وانه لعلم للساعة کے ہمارے نزدیک تو آسان معنی یہ ہیں کہ وہ مثیل مسیح ساعت کا علم ہے۔“
سید سرور شاہ قادیانی!
گو مثیل کی دم گھاس خور ہوئی۔ مگر ضمیر مسیح کی طرف ہی پھری۔ ”فهو المطلوب“

واذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللہ قال سبحنک ما یكون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب • ما قلت لهم الا ما امرتني به ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علمہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئی شہید • ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم“

جب کہے گا اللہ تعالیٰ (دن قیامت) کے اے عیسیٰ کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو۔ جواب دیں گے پاک ہے تو اے معبود برحق کیسے لائق تھا۔ مجھ کو وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہے تو تجھے علم ہوگا تو جانتا ہے میرے دلی بھید کو اور میں نہیں جانتا تیرے دل کی بات کو لاریب تو ہی بھیدوں کا جاننے والا ہے نہیں کہا ہے میں نے ان کو مگر وہی جو تو نے مجھے ارشاد کیا تھا کہ عبادت کرو اس ذات پاک کی جو میرا تمہارا سب کا پالنے والا ہے اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک تو توفی سے پہلے ان میں رہا۔ جب تو نے مجھے بمعہ روح و جسم اپنی طرف اٹھالیا پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے غلام ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو غالب و حکیم ہے۔

فوائد از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ العالی

”پچھلا رکوع حقیقت میں اس رکوع کی تمہید تھی۔ پچھلے رکوع کے ابتداء میں یوم صحیح الرسل فرما کر آگاہ کیا گیا تھا کہ قیامت کے دن تمام مرسلین سے ان کی امتوں کے مواجہہ میں علی روس الشہادہ سوال و جواب ہوں گے۔ پھر ان میں سے خاص حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ جن کو کروڑوں آدمیوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے کہ ان سے بالخصوص اس عقیدہ باطلہ کی

نسبت دریافت کیا جائے گا۔ لیکن اوّل وہ عظیم الشان احسانات اور ممتاز انعامات یاد دلائیں گے۔ جوان پروران کی والدہ ماجدہ پر فائز ہوئے۔ بعدہ ارشاد ہوگا۔ ”أنت قلت للناس اتخذوني“ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے سوا معبود مانو۔ حضرت مسیح علیہ السلام اس سوال پر کانپ اٹھیں گے اور وہ عرض کریں گے جو آگے آتا ہے۔ آخر میں ارشاد ہوگا۔ هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم هذا اشارة اسی یوم کی طرف ہے جو يوم يجمع الله الرسل میں مذکور تھا۔ بہر حال یہ سب واقعہ روز قیامت کا ہے۔ جسے متیقن الوقوع ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث میں بصیغہ ماضی قال تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی میں ایسی گندی بات کیسے کہہ سکتا تھا۔ آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ الوہیت وغیرہ میں کسی کو اس کا شریک کیا جائے اور جس کو آپ پیغمبر کا منصب جلیل عطاء فرمائیں اس کی یہ شان نہیں کہ کوئی ناحق بات منہ سے نکالے۔ پس آپ کی سبوحیت اور میری عصمت دونوں کا اقتضاء یہ ہے کہ میں ایسی ناپاک بات کبھی نہیں کہہ سکتا اور سب دلائل کو چھوڑ کر آخری بات یہ ہے کہ آپ کے علم محیط سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اگر فی الواقعہ میں ایسا کہتا تو آپ کے علم میں ضرور موجود ہوتا۔ آپ خود جانتے ہیں کہ میں نے خفیہ یا علانیہ کوئی ایسا حرف منہ سے نہیں نکالا۔ بلکہ میرے دل میں اس طرح کے گندے خیال کا فطور بھی نہیں ہوا۔ آپ سے میرے یا کسی کے دل کے چھپے ہوئے ہوں۔ حس و خواطر بھی پوشیدہ نہیں۔ میں نے آپ کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کیا۔ اپنی الوہیت کی تعلیم تو کیسے دے سکتا تھا۔ اس کے بالمقابل میں نے ان کو صرف تیری بندگی کی طرف بلایا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا سب کا پروردگار وہی ایک خدا ہے۔ جو تمہا عبادت کے لائق ہے۔ چنانچہ آج بھی بائبل میں صریح نصوص اسی مضمون کی بکثرت موجود ہیں۔ نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی۔ بلکہ جب تک ان کے اندر قیام پذیر رہا ہر ابران کے اموال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا کہ کوئی عقیدہ یا بے موقعہ خیال قائم نہ کر لیں۔ البتہ ان میں قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی جب وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو ان میں سے اٹھالیا۔ ”كما يظهر من مادة التوفى ومقابلة مادمت فيهم“ تو پھر صرف آپ ہی ان کے اموال کے نگران اور خبر دار ہو سکتے تھے۔ میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت یاربفع الی السماء وغیرہ کی بحث ال عمران میں زیر فائدہ انسی متوفیک ورافعک الی ملاحظہ کیجئے۔ مترجم یعنی حضرت مولانا قبلہ محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہاں فلما توفیتنی کا جو ترجمہ تو نے مجھ کو اٹھالیا سے کیا یہ باعتبار محاورات موت اور رفع الی

السماء دونوں پر صادق آ سکتا ہے۔ گویا متنبہ کر دیا کہ نہ لفظ تونی کے لئے موت لازم ہے اور نہ خاص تونی بصورت موت کو مضمون زیر بحث میں کسی قسم کا مدخل ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح بندہ صالح۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: ”وکننت علیہم شہداً مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم“ اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا کہ حضور کی اور حضرت مسیح کی تونی بھی بہمہ وجوہ یکساں اور ہم رنگ ہونی چاہئے۔ عربیتہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ مشرکین مکہ ایک درخت جس کا نام ذات انماط تھا پر تھیاری لٹکایا کرتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ذات انماط مقرر کر دیجئے۔ جیسا کہ ان کے یہاں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ہذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لنا الہا کما الہم آلہة“ تو ایسا ہوا جیسے موسیٰ کی قوم نے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے بھی ایسا معبود تجویز کرو۔ جیسا ان بت پرستوں کا ہے۔ کیا کوئی مسلمان اس تشبیہ کو سن کر یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ نے معاذ اللہ بت پرستی کی درخواست کی تھی۔ اس طرح کی تشبیہات سے نصوص محکمہ اور اجماع امت کے مخالف عقائد پر تمسک کرنا صرف قادیانی جماعت کا حصہ ہو سکتا ہے۔ جن کی نسبت یہ ارشاد ہوا۔ ”فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويلہ“ اس کے بعد مسیح علیہ السلام عرض کریں گے۔ مولا آپ اپنے بندوں پر ظلم اور بیچاختی نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اگر ان کو سزا دیں گے تو عین عدل و حکمت پر مبنی ہوگی اور فرض کیجئے معاف کر دیں تو یہ معافی بھی ازراہ عجزہ و سفندہ ہوگی۔ چونکہ آپ عزیز زبردست اور غالب ہیں۔ اس لئے کوئی مجرم آپ کے قبضہ قدرت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا کہ آپ اس پر قابو نہ پا سکیں اور چونکہ حکمت والے ہیں۔ اس لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی مجرم کو یونہی بے موقع چھوڑ دیں۔ بہر حال جو فیصلہ آپ ان مجرمین کے حق میں کریں گے۔ وہ بالکل حکیمانہ اور قادرانہ ہوگا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ کلام چونکہ محشر میں ہوگا۔ جہاں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعا رحم وغیرہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حضرت مسیح نے عزیز حکیم کی جگہ غفور رحیم وغیرہ صفات کو اختیار نہیں فرمایا۔ برخلاف اس کے ابراہیم خلیل علیہ السلام نے دنیا میں اپنے پروردگار سے عرض کیا تھا۔ ”رب انہن اضللن کثیراً من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم“ اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جوان میں سے میرا تابع ہو وہ میرا آدمی ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو غفور الرحیم ہے۔ یعنی ابھی موقع ہے کہ تو اپنی رحمت سے آئندہ ان کو توبہ اور رجوع الی الحق کی

توفیق دے کر پچھلے گناہوں کو معاف فرمادے۔ آمد اُسر مطلب جو لوگ اعتقاداً قولاً و عملاً سچے رہے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام ان کی سچائی کا پھل آج ملے گا۔ بڑی کامیابی حق تعالیٰ کی رضا ہے اور جنت بھی اس لئے مطلوب ہے کہ وہ محل رضا الہی ہے۔ یعنی ہر وفادار اور مجرم کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو ایک شہنشاہ مطلق کی عظمت و جلال کے مناسب ہے۔

ناظرین! اس آیت کریمہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح کی توفی کے بعد ان کی امت نے غلط عقائد اختیار کئے۔ انہیں خدائی کا جزو قرار دیا اور تثلیث میں خدا کو بانٹ لیا۔ باپ بیٹا اور روح القدس چنانچہ اللہ تعالیٰ جہاں تمام انبیاء سے مختلف سوال کریں گے وہاں جناب عیسیٰ علیہ السلام سے یہ پوچھا جائے گا کہ اے عیسیٰ ”أنت قلت للناس“ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا لو۔ وہ عرض کریں گے مولا! میں ایسی بات کس طرح کہہ سکتا تھا۔ جس کا کہ مجھے حق ہی نہیں اور تو جانتا ہے کہ میں بناوٹ سے نہیں کہتا۔ کیونکہ تو علام الغیوب ہے اور میرے دل کی چھپی باتوں سے آگاہ ہے اور میں تو قاصر ہوں اس بات سے کہ آپ کے سوال کی نوعیت کو بھی سمجھوں۔ میں جب تک ان میں رہا وہی تعلیم دیتا رہا۔ جس کی کہ تو نے مجھے تعلیم فرمائی تھی۔ یعنی بندگی کرو اللہ کی جو میر اور سب کا معبود ہے۔

”وکننت علمہم شہیداً مادمت فیہم“ یعنی میں ان پر گواہ و نگہبان تھا۔ جب تک ان میں رہا یہ مادمت فہم صاف الفاظ میں دوزمانے بیان کرتا ہے۔ یعنی جب تک ان میں رہا تب تک تو ان کے خیالات وہی تھے جو تیری تعلیم کے مطابق تھے اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا اس کے بعد تو ہی ان کا محافظ اور نگہبان ہے۔ ہاں میں دیکھ آیا ہوں جب تو نے مجھے دوبارہ نازل کیا کہ ان کے خیالات ایسے ہی تھے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو بھی وہ تیرے غلام ہیں تو ہر طرح سے مالک و مختار ہے اور اگر معاف کر دے تو بھی تو ہر طرح سے زبردست اور حکمت والا ہے۔

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر مسیح کا نزول نہ مانا جائے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مولا کریم ان سے امت کے بگڑنے کی گواہی لیں اور یہ تو مسلمہ بات ہے کہ توفی کے بعد امت بگڑی توفی سے پہلے ان کے خیالات وہی تھے جو مسیح کی تعلیم تھی۔ یہ سارا جھگڑا تو آسمان پر چلے جانے کے بعد پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مسیح کو اس کا قطعاً علم نہیں۔ پھر وہ مسیح سے ایسا سوال کہ بتاؤ تم نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا لو کس طرح کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ضرور کوئی موقعہ گواہی کے لئے دے گا اور گواہی تب ہی قابل قبول ہے جو یعنی شہادت ہو۔ اس آیت سے اور تو اترومی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ضرور نزول فرمائیں گے۔ جیسا کہ ہم پچھلے باب میں

مفصل کہہ آئے ہیں اور جیسا کہ اس کے بعد احادیث صحیحہ سے انشاء اللہ ابھی پیش کیا جائے گا۔
 قادیانی یہاں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسیح کو امت کے بگڑنے کا علم آسمان پر دیا جائے
 گا اور اس دیئے ہوئے علم کی وہ گواہی دیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ اگر انہیں علم دیا جاتا تو
 وہ یوں نہ کہتے۔ بلکہ جواب الجواب میں وہ عرض کرتے مولا تیرے عطائی علم کے مطابق جیسا کہ تو
 نے مجھ سے تذکرہ فرمایا تھا یہ درست ہے کہ انہوں نے معبود بنائے۔ مگر آیت زیر بحث میں انہوں
 نے یہ نہیں کہا بلکہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک کہا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس
 واقعہ کا علم ان کو پہلے دیا جائے گا اور وہ نزول مسیح کا ہی زمانہ ہو سکتا ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ یہ علم
 آسمان پر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مرزائی تعلیم ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴، خزائن ج ۵ ص ۲۵۴) ”میرے پر یہ کشفاً ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ
 زہر ناک ہوا جو عیسائی قوم میں پھیل گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دی گئی ہے۔“
 ”خدا تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا گیا۔ یعنی اس کو
 آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دی گئی۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴)

مندرجہ بالا دونوں عبارتیں ہماری ممد و معاون ہیں۔ کیونکہ بہر حال اس شہادت
 روز حشر کا علم مسیح کو پیشتر دیا جانا چاہئے۔ اب مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مسیح کو آسمان پر خبر دی گئی
 اور اس کی سند اپنا کشف بتاتے ہیں جو ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ نہ ہم کو آپ کے کسی کشف پر
 اعتبار ہے اور نہ ہی کوئی کشف آپ کا سچا ہوا۔ اگر قادیانی امت ۵ روپے فی کشف انعام رکھے
 تو یہ فقیر مرزا قادیانی کا سو کشف انشاء اللہ جھوٹا ثابت کر سکتا ہے اور مرزا قادیانی کے کشف کی
 بھی خوب کبی ذیل کا کشف امت کی چند ہیائی ہوئی آنکھوں میں سرمہ ثابت ہوگا۔ دیکھیں کون
 کون شفا پاتا ہے۔

(سرمہ چشم آریہ ص ۱۳۱ حاشیہ، خزائن ج ۲ ص ۱۷۸) ”ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم
 کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے کہ آئندہ زمانوں میں ایسا
 ایسا ہوگا اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا اور یاد
 رکھنا چاہئے کہ مکاشفات اور رویا صالح میں ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الہیہ انسان
 کی شکل میں متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آجاتے ہیں اور مجازی طور پر وہ یہی خیال کرتا ہے کہ
 وہی خداوند قادر مطلق ہے اور یہ امر ارباب کشف و شائع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے۔ جس سے
 کوئی صاحب کشف انکار نہیں کر سکتا۔ غرض وہی صفت جمالی جو بعالم کشف قوت متخلیہ کے آگے

ایسی دکھائی دی تھی جو خداوند قادر مطلق ہے۔ اس ذات بیچوں و بے چگون کے آگے وہ کتاب قضاء و قدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل میں متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو رئیس قادیان مابدولت کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ پر رہ گیا۔ اس سے اس کتاب پر دستخط کر دیئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرے سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اس وقت اس عاجز کے نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے ان کی ٹوپی پر پڑے۔ پس وہ سرخی جو ایک امر کشفی تھا جو دخارجی پکڑ کر نظر آ گئی۔“

دروغ گورا حافظہ بنا شد..... ایک ہی مضمون کے دو متضاد بیان

(حقیقت الومی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۷) ”ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی ایک پیش گوئیاں لکھیں۔ جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئے تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تاویل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کئے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑکا۔ جیسا کہ جب قلم پر زیادہ سیاہی آ جاتی ہے تو اس طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیئے اور میرے پر اس وقت نہایت رقت کا عالم تھا۔ اسی خیال سے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کا میرے پر فضل و کرم ہے کہ جو کچھ بھی میں نے چاہا۔ بلا توقف اللہ نے اس پر دستخط کر دیئے اور اس وقت میری آنکھ کھل گئی اور اس وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پاؤں دبار ہاتھا کہ اس کے اوپر غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر گرے اور عجیب بات یہ ہے کہ سرخی کے قطرے گرنے اور قلم جھاڑنے کا ایک وقت تھا ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تھا۔ ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کہ کیونکر ہوا۔ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ معلوم ہوگا مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا۔ اس طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ میاں عبداللہ کو سنایا اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عبداللہ ایک روایت کا گواہ ہے۔ اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا جو اب تک اس کے پاس موجود ہے۔“

یہ تو تھے آپ کے مکاشفات اور روایا صادقہ کے نمونہ حیرت آتی ہے۔ آپ کے اس کاروبار نبوت پر کہ آپ جو چاہیں لکھیں اور حکم دیں کہ اس نمونہ کے واقعات ہوں اور فلاں فلاں وقت تک پورے ہوں اور تمہیل کرے۔ اللہ میاں، تف ہے اس بودی عقل پر اور تین حرف ہیں۔

تمہاری پیش گوئیوں پر اور خدا کو تو دیکھو جو سرشتہ دار کے ہر حکم کی بلاچون و چرا تعمیل کرے اور یہ نہ پوچھے کہ تم مجھے حکم دینے والے کون اور نہ دیکھے کہ مرزا قادیانی کی نگاہ غضب کس کس بدنصیب کے خرمین حیات پر بجلی گرائے گی اور کم عقل ایسا کہ قلم کو دوات میں غرق کرے اور جہالت تو ملاحظہ ہو کہ پہلے قلم کو مرزا پر چھڑکے جو ایک میں کرتہ اور دوسرے میں کرتہ اور ٹوپی دونوں کا ستیاناس کرے اور لطف یہ کہ مرزا قادیانی حجرے میں لیٹے ہوں اور چھت بھی محفوظ ہو پھر کشفی سیاہی کے قطرے اور وہ بھی تازہ بتازہ گرتے نظر آئیں اور آنکھ کھلنے پر موجود ہوں اور رنگ سرخ ہو۔ پھر وہ تبر کا رکھے جائیں اور امت اس کو مجزہ سمجھے بتاؤ ایسی کرامات شیخ چلی کے بیاض میں بھی ملے گی؟

عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا کرہ زہریر و آتشین کے مخالف ہے۔ یہ قطرات کا ستیاناس کرنا تو جائز ہے۔ شرم کرو اور مرزا قادیانی کو سمجھاؤ کہ وہ اب بھی اس کی تردید کان اللہ نزل من السماء جن کو اب الہام ستاتے ہیں کی معرفت کر دے۔

مرزا قادیانی مرگئے اور عبد اللہ چل بسا۔ مگر وہ کرتہ اور ٹوپی تو موجود ہوگی۔ ہے کوئی مسیح کا جیتا جاگتا لال یا تمام سو گئے۔ جو ہمیں وہ اللہ میاں کی سرخ سیاہی دکھلا دے اور کیمیاوی ترکیب سے اس کے اجزاء آسمانی ثابت کرے تو اس کے عوض مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد چہرے شاہی انعام میں پاوے۔ یہ تو تھے راستے کے کانٹے۔ انہیں چھوڑ دیجئے اور اصل مضمون کو ملاحظہ کیجئے۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اس زہرناک ہوا کی خبر جو نصاریٰ میں پھیل گئی ہے یعنی تثلیث پرستی وغیرہ کی خبر۔ مسیح کو آسمان پر دی گئی ہے، فقیر کے خیال میں ان الفاظ میں بھی حیات مسیح مضمر ہے۔ کیوں اس لئے کہ اخبار زندوں کے لئے ہوتے ہیں اور مرزا قادیانی کے الفاظ مسیح کو مخاطب کرتے ہیں۔ روح مسیح کو نہیں بتلاتے اور مرزا قادیانی تو یہاں تک قائل ہیں کہ مسیح کو یہ فتنہ مشاہدہ کرایا گیا اور یہ تو ناممکن ہے کہ سات ہزار سال کی مسافت سے کوئی دیکھے لازم ہے کہ ایسی دور دراز جگہ سے ناظر خود آئے اور اگر یہ کہا جائے کہ کیا اللہ کو طاقت نہیں کہ وہ مسیح کو آسمان پر ہی فتنہ دکھا دے تو جواب یہ دینا چاہئے کیا اسے یہ طاقت نہیں کہ مسیح کو زمین پر بھیج کر قصہ زمین بر سر زمین کرادے۔ بہر حال مرزا قادیانی کو یہ مسلم ہے کہ جس چیز کی گواہی مطلوب ہے اس کا علم شہادت سے پہلے دیا جانا لازمی ہے اور یہ علم وہی ہے جسے اسلامی دنیا نزول مسیح سے تعبیر کرتی ہے اور جس کے لئے صد ہا احادیث اور تواریخ ترقی چلا آتا ہے اور مرزا قادیانی کا اس پر بھی ایمان ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد عیسائیوں نے مسیح کی پرستش کو شروع کیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

(چشمہ معرفت ص ۲۵۴، خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۶) ”انجیل پر ابھی تیس برس پورے نہیں گذرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی۔“

اب اگر اس بیان کو سچا قرار دیا جائے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ تو وہ مسیح کا ۱۲۰ برس عمر پانا، ایران، افغانستان، نیپال، ہندوستان میں مارے مارے پھرنا۔ لائک، بدھ، شہزادہ نبی یوسف آسف نام اختیار کرنا کشمیر میں ۸۷ برس گم نامی میں بسر کرنا اور محلہ خان یار میں مرنا سب غلط و بکواس ہے۔ کیوں اس لئے کہ اگر وہ ساڑھے تینتیس سالہ زندگی واقعہ قتل و صلیب سے بھاگ کر ان ممالک کی سیاحت کرتے تو لازم ہے۔ اس دراز عرصہ میں انہیں امت کے بگڑنے کا پورا پورا علم ہوتا اور وہ تو بقول مرزا مسیح بھڑیوں کی تلاش میں ہی نکلے تھے۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو نیدہ یا بیدہ نہ ہو اور پھر ایک مستقل نبی اور صاحب کتاب رسول کامل ۸۷ برس بھڑوں کی تلاش کرے اور ایک چھوٹی سے چھوٹی امت نہ پیدا کرے۔ یہ ناممکن ہے اور مرزا قادیانی کا یہ سرکلر یعنی ابھی انجیل پر تیس برس نہ گذرے تھے کہ بجائے اللہ کے ایک انسان کی پرستش شروع کی گئی۔ صاف ظاہر کرتا ہے کہ ان کی زندگی میں ہی تثلیث پرستی شروع ہو گئی تھی۔ جس کا پورا پورا علم مسیح کو مسیح کی زندگی میں تھا۔ پھر آسمان پر مسیح کو اطلاع دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ ظاہر ہے یہ دونوں عقائد ہی باطل اور بودے ہیں۔ نہ مسیح ۸۷ برس مارے مارے پھرے اور نہ کشمیر میں دفن ہوئے نہ انہوں نے بھیڑیں اکٹھی کیں اور نہ ہی ان کی ارضی زندگی میں کسی نے ان کو پوجا اور نہ ہی انہیں اس کا کچھ علم ہے۔ نہ ہی مسیح کو آسمان پر یہ خبر دی گئی اور نہ کوئی تماشہ دکھایا گیا کہ وہ دیکھو تمہاری امت قادیانی منارہ کے پاس پاس روز افزوں ترقی کرتی کرتی سینکڑوں سے لاکھوں تک پہنچ گئی ہے اور وہ تمہیں خدا کا بیٹا کہہ کر تم کو پوجتی ہے۔ یہ خیال ہی لغو ہے اللہ فرماتے ہیں مسیح یہی جواب دیں گے۔ فلما توفیتہ۔ یعنی جب تو نے مجھے پورا پورا الیا کنت انت الرقیب علیہم پھر تو تو ہی ان کا نگہبان و محافظ تھا۔ لفظ تونی و رفع جو یقیناً ایک الہی وعدہ ہے۔ پر زور تقاضہ کرتا ہے کہ اس کا ایفاء جلد و بلا توقف ہو۔ اس لئے اس کے معنی سوائے اس کے اور ہو ہی نہیں سکتے کہ جناب مسیح کو اس جسمِ عنصری کے ساتھ اللہ بلند و برتر نے ایک معین وقت تک زندہ آسمان پر اٹھالیا اور وہ قرب قیامت میں دوبارہ نزول فرمائیں گے۔ عادل حاکم ہو کر وہ بیوی کریں گے۔ ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ وہ حج کریں گے اور روضہ نبوی میں دفن کئے جائیں گے اور قیامت کو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھیں گے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ کے درمیان۔ کما قال!

اکثر مرزائی کھسانے ہو کر یہاں ایک اور اعتراض کرتے ہیں اور جبلاء کو جوش دلا دیا کرتے ہیں کہ دیکھو مولوی جی کی مسلمانی صحیح حدیث بخاری شریف میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح بندہ صالح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ”وکننت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم“ اس چکے میں عموماً عام لوگ جو عربی سے نابلد ہیں۔ آجایا کرتے ہیں کہ مرزائی مولوی آیت تو وہی پیش کرتا ہے جو مسیح کے متعلق ہے۔ اس لئے جھٹ یہ نتیجہ نکال لیا کرتے ہیں کہ یا تو مسیح آسمان پر نہیں گیا یا حضور ﷺ کا وصال بھی نہیں ہوا۔

ناظرین! الفاظ پر غور کرو اور سمجھنے کی کوشش کرو سرکار مدینہ ﷺ اپنا ایک قول بیان فرماتے ہیں کہ میں ایسا کہوں گا وہ بھی بعض لوگوں کی نسبت جن بد بختوں نے شرک کیا ہوگا۔ حضور ﷺ نے اپنا عقیدہ بیان نہیں کیا اور عقائد ہی ایمانیات میں داخل ہیں اور اگر لفظوں کی وجہ سے رگ الحاد پھڑکتی ہو تو اسی آیت کریمہ میں تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک اب کیا مسیح کا نفس اور خدا کا نفس ایک سا ہے۔ بعض محاورات ہوتے ہیں۔ جیسے زید اسد یعنی زید شیر ہے اب کیا کوئی بیوقوف زید کی چارٹا لگیں اور دم کا مطالبہ کرے گا۔ نہیں یہ محاورات ہیں ویسے ہی رسول کریم ﷺ مشرکین کے لئے یہ کہہ دیں گے مولا جب تک میں ان میں رہا میں نے انہیں وہی قرآنی تعلیم دی اور شرک کی مذمت کی جہاں یہ حدیث دیکھی وہاں آپ ﷺ کی اور بھی صدہا احادیث ایسی لکھیں تھی جن میں حلف اٹھاتے ہوئے مسیح کے آنے کا وعدہ دیا ہے اور کھول کھول کر صفات بیان کی ہیں اور یہ تو وہ پیش گوئی ہے جس پر آسمان کے ستاروں سے زیادہ شہادتیں موجود ہیں۔ اب حاصل کلام یہ ہے کہ وہاں نصوص قطعیہ و صریحہ کا بھی خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے تو فی کے معنی وہی صحیح ہیں۔ اخذ الشئی وافیاً!

یہاں ایک اور اعتراض بھی حل کرتا جاؤں وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو حیات مسیح قبول کرنا صرف اس لئے ناگوار و محال نظر آتا ہے کہ آسمان پر مسیح کے کھانے پینے بیٹھنے اٹھنے اور ان کے لوازمات کا سامان نہیں۔ جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں۔

(ازالہ اوہام ص ۷۴۱، ۷۴۲، خزائن ج ۳ ص ۴۹۹، ۵۰۰) ”سوال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح مرے نہیں اور اسی دنیوی زندگی کے ساتھ کسی آسمان پر بیٹھے ہیں تو کیا تمام لوازم جسم خاکی کے ان میں خصوصیت کے ساتھ موجود ہیں۔ جو دوسروں میں نہیں پائے جاتے۔ کیا وہ کبھی سوتے اور کبھی جاگتے ہیں اور کبھی اٹھتے اور کبھی بیٹھے ہیں اور کبھی دنیوی شراب اور طعام کو کھاتے پیتے ہیں اور کیا وہ

اوقات ضروریہ میں پاخانہ پھرتے اور پیشاب بھی کرتے ہیں اور کیا وہ ضرورتوں کے وقت ناخنوں کو کٹواتے اور بالوں کو منڈواتے یا قصر شعر کرواتے ہیں۔ کیا ان کے لیٹنے کے لئے چارپائی اور کوئی بستر بھی ہے۔ کیا وہ ہوا کے ساتھ دم لیتے اور ہوا کے ذریعے سے سونگتے اور ہوا ہی کے ذریعے سے سنتے اور روشنی کے ذریعے سے دیکھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!“

ناظرین! خدا گواہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پکے پکے دہریہ خیال واقع ہوئے ہیں اور طرح طرح سے دجل بنائے اور مخالفہ دینے میں مشاق ہیں۔ ہم نے سابقہ اوراق میں مبلغ دو کشف آپ کے ناظرین کی ضیافت میں پیش کئے ہیں جن سے جناب مسیح کی زندگی کے یہ لوازمات جو مرزا قادیانی کو مطلوب ہیں صاف ہویدا ہیں۔ گو یہ میرا ایمان نہیں اور نہ ہی کسی مسلمان کو یہ خیال پیدا ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ایسے معمولی سامان پیدا کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ مگر الزامی رنگ میں جو بآب یہ پوچھنے کا حق ہم کو ہر طرح سے حاصل ہے۔ اس لئے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آسمان پر گلاس دیر کے کارخانے لگے ہیں جن میں ریت پستی اور کالج ڈھلتا ہے اور ایسے سچے لگے ہیں جن میں دو اتیں بنتی ہیں اور کیا رنگ کے کارخانے کھلے ہیں جن میں سرخ سیاہی بنتی ہے اور کیا نب سازی کے لئے کاریگر بیٹھے ہیں اور ان کے پاس آئرن اور ہتھوڑے موجود ہیں جن سے نہیں بنائی جاتی ہیں اور ہولڈر بنانے کے لئے ترکھان بیٹھے ہیں جو آسمان کے درختوں کو کاٹتے اور ہولڈر بناتے ہیں اور کیا آسمان پر کرسیاں اور میز پڑے ہیں جن پر خدا بیٹھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر مسیح کے لوازمات نہیں ہیں تو یہ کہاں سے ٹپک پڑے اور مسیح کے لوازمات کا جواب وہی ہے جہاں یہ کاریگر اور مزدور سوتے ہیں جو نہیں رنگ اور دو اتیں وغیرہ بناتے ہیں وہاں وہ اللہ کا مقرب بھی گزارہ کر لیتا ہے۔ امید ہے کہ یہ جواب فبہت الذی کفروا للہ لایہدی لقوم الظالمین!

خیر یہ تو تھا الزامی جواب جو اللہ معاف کرے طوعاً و کرہاً دیا گیا۔ آیت زیر بحث اُنت قلت للناس صاف بتا رہی ہے جیسا کہ اس کا سیاق و سباق پتہ دیتا ہے کہ یہ واقعات قیامت کو ہوں گے جبکہ خدائے جبار تحت عدالت پہ جلوہ فگن ہوں گے اور مجرمین عرق ندامت میں شرابور سامنے ہاتھ باندھے نیچی نگاہیں کئے کھڑے ہوں گے۔ اللہ اللہ! اس دن پیغمبر بھی یارب نفسی یارب نفسی پکاریں گے۔ ماں بیٹے کو اور بیٹا باپ کو بھول جائے گا۔ گودی کے بچے کو دودھ دینا چاہو لے گی۔ آوہ ایسا سخت دن ہوگا۔ جبکہ نفع دے گا مال اور نہ کام آئے گی اولاد۔ اور لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ باولے ہو رہے ہیں زمین تانبہ کی طرح سرخ ہوگی اور آسمان آگ برسا رہا ہوگا۔ پانی کا کہیں نام

اور سایہ کے نشان نہ ملے گا۔ تمام مخلوق عالم میں صرف ایک ہستی ہوگی جس کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اور اس کا سایہ حامل لوگوں کو سپر کا کام دے گا۔ جہاں دنیا نفسی نفسی پکارے گی وہاں وہ امتی امتی بولے گا اور اسے اپنی جان کا نہیں امت کا فکّر دامن گیر ہوگا۔ تمام مرسلین من اللہ کو ایک خاص دعا کی قبولیت دنیا میں دی گئی تھی جو تمام نے اس دنیا میں متفرق طور پر مانگ لی۔ مگر یتیم مکہ ﷺ نے اللہ کی امانت میں دے دی۔ سرکار مدینہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں وہی امانت دعا اس روز مانگوں گا اور سجدہ عجز سے سر نہ اٹھاؤں گا۔ جب تک امت کو نہ بخشوا لوں گا۔ فرماتے ہیں یوم نذعوا کل اناس بامامہم یعنی اس دن اللہ بادشاہ تمام پیغمبروں کو معان کی امت کے طلب کرے گا اور ان سے طرح طرح سے سوال و جواب ہوں گے۔ جیسا کہ آیت زیر بحث کا سیاق کہتا ہے قال اللہ تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم! یعنی جس دن اکٹھا کرے گا اللہ پیغمبروں کو پس کہے گا کیا جواب دیئے گئے تھے تم ایسا ہی ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ: ”یوم یحشرہم وما یعبدون من دون اللہ فیقول أنتم اضللتم عبادی ہؤلاء ام ہم ضلوا السبیل (فرقان)“

یعنی روز محشر خدائے واحد ان مشرکین کو مع ان کے معبودوں کے جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود ہی تمہاری پرستش کرنے لگے تھے۔

غرضیکہ وہ بڑا سخت دن ہوگا۔ اس دن بڑے بڑے نبی اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔ ہاں! ہاں! وہ صاحب کتاب و اولوالعزم نبی جن کے خوف کھانے کی فرقان حمید شہادت دیتا ہے اور دعائے رنگ میں ان کے کلمات پیش کرتا ہے ”ولا تحزنی یوم یبعثون یوم لا ینفع مالاً ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم“ یعنی وہ جدا مسجد سرور عالم جناب ابراہیم خلیل اللہ عرض کرتے ہیں مولا مجھے اس دن رسوا نہ کیجیو۔ وہ دن جب نہ فائدہ دے مال اور نہ اولاد۔ مگر سو مند ہو وہ دل جو نیکی سے لبریز ہو۔ وہاں مرزا قادیانی جیسے نقالی بروزی برازی ظلی چیلوں کا کیا کام اور کیا حوصلہ کیا پدی اور کیا پدی کا شور با۔ بنی اسرائیل مجرمانہ حیثیت سے سامنے کھڑے ہوں گے۔ دوسری طرف عیسائی گردن جھکائے جلا لیت پروردگار سے کانپ رہے ہوں گے۔ ذرے ذرے اور دانے دانے کا حساب ہوگا۔ زجر و توبخ کے طور پہ رب العالمین پوچھیں گے ”أانت قلت للناس“ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے ساتھ شریک بنا لو۔

غرضیکہ یہ واقعات قیامت کے دن پیش ہوں گے مگر یہ اوندھی کھوپڑی والے مرزائی یہ

کہتے ہیں کہ یہ سوال و جواب عالم برزخ میں ہو چکے ہیں۔ تو بہ یہ صرف مغالطہ دہی کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ برزخ کیا ہے اور محشر کسے کہتے ہیں۔ جو لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سلام درود بھیجنے کے وقت کذاب قادیان کو برابر کا سا جھی گیر بنا سکتے ہیں اور حضور ﷺ کے تین ہزار معجزات اور قادیانی کے دس لاکھ معجزات شمار کر لیتے ہیں اور سرکار مدینہ ﷺ کے زمانہ کو پہلی رات کا نا کام چاند اور مرزا قادیانی کو چودھویں رات کا ماہ کامل بتاتے ہوئے نہیں شرماتے انہیں اس دن پتہ لگے گا جس دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر جواب دہی کے لئے بلائے جائیں گے۔ نہ وہاں مرزا قادیانی ہوگا اور نہ دس لاکھ معجزے نہ وہاں براہین ملے گی نہ ازالہ اوہام۔ ملائکتہ اللہ گردن مارتے ہوئے وہاں لے جائیں گے جہاں ان کی مخصوص جگہ ہے اور یتیم مکہ ﷺ صاف کہہ دیں گے ”وقال الرسول یارب ان قومى اتخذوا هذا القرآن مهجورا“ آہ! اس دن یہ لوگ بلند آواز سے چلاتے ہوئے بصد حسرت و افسوس یہ کہتے جائیں گے ”یا ویلتنا لیتنى لم اتخذ فلان خلیلا“ اے کاش! کہ ہم نے مرزا قادیانی کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ غضب ہے کہ دنیا میں مرزائی یہ درود پڑھیں:

اللهم صلی علی محمد وعلی عبدك المسیح الوعود (الفضل اخبار قادیان
۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء ص ۲۵۸) یعنی اے اللہ محمد ﷺ اور مرزے پر درود و سلام بھیج۔
اور پھر قیامت کے روز شافع محشر سے سفارش کی توقع رکھیں۔ اس خیال است محال
است و جنون!

چنانچہ آیت کریمہ مذکورہ ”أنت قلت للناس“ پر مرزا قادیانی اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

(ازالہ اوہام ص ۶۰۲، خزائن ج ۳ ص ۴۲۵) ”بعض لوگ یہ دوسری تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ آیت فلما تو فیتنی میں جس توفی کا ذکر ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد واقع ہوگی۔ لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرا نہیں شرمائے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلما تو فیتنی سے پہلے یہ آیت ہے۔ واذ قال اللہ اور ظاہر ہے کہ قال ماضی کا صیغہ ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبالی کا۔“

حضرت بعض اوقات اذ ماضی پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے معنوں میں بھی تبدیل کر دیا کرتا ہے۔ اگر اعتبار نہ ہو تو شرح جامی و کافیہ اور کتب نحو میں قانون ملاحظہ کر لو اور مرزا قادیانی

آپ کا حافظہ چونکہ خراب ہے۔ اس لئے آپ کو شاید یاد نہیں رہتا کہ آپ خود آیت متذکرہ بالا کا ترجمہ تو اترومی کے مطابق کر چکے ہیں اور اس مایہ ناز کتاب میں جسے قطبی کہتے ہو اب کس چیز کا اعتبار کریں۔ آپ کی مثال تو شتر مرغ کی ہے کہ پرندوں میں جانور اور حیوانوں میں مرزا قادیانی! مندرجہ ذیل چشم بصیرت سے پڑھو اور شرمائو۔

(کشتی نوح ص ۶۹ طبع ششم، خزائن ج ۱۹ ص ۷۶) یہ وہ کشتی ہے جو بغیر چبڑوں کے خشکی پر چلتی ہے۔ کل کے ذریعہ سے نہیں دجال کے حکم سے۔ ”اور یاد رکھو اب عیسیٰ تو ہرگز نازل نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو اقرار اس نے آیت فلما توفیتنی کی رو سے قیامت کے دن کرنا ہے۔“

مرزائیو! کیا قیامت سے مراد تمہارے ہاں عالم برزخ ہے۔ تسلی نہ ہوئی ہو تو اور سنو۔ (حقیقت الوحی ص ۳۱، خزائن ج ۲۲ ص ۳۳) رئیس قادیان بروزی رسول ظلی نبی چلی محدث فرماتے ہیں ”فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اس جگہ اگر تونی کے معنی معہ جسم آسمان پر اٹھانا تجویز کیا جائے تو یہ معنی تو بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کی انہیں آیات سے ظاہر ہے کہ یہ سوال حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن ہوگا۔“

فرقہ عالیہ احمدیہ کے نونہالو! اب تو تمہاری سمجھ میں آ گیا کہ کبھی کبھی اذماضی میں داخل ہو کر مستقبل کے معنوں میں آ جایا کرتا ہے۔ اگر اب بھی تسلی نہ ہو تو سنو۔

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۶۶۵) پر ارشاد ہوتا ہے:

”پس تحقیق عیسیٰ یہ جواب دے گا قیامت کے دن یعنی کہے گا فلما توفیتنی کا جملہ دن قیامت کے جس طرح سے اے عظیمندو تم قرآن میں پڑھتے ہو۔“

اب ایمان سے کہو یہ کتابیں اور اقوال سچے ہیں یا زوالہ اوہام والہ بیان۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دونوں سچے نہیں ہو سکتے۔ دونوں میں سے ایک سچا ہونا چاہئے اور یہ کیا بات ہے کہ مرزا قادیانی نیم دروں نیم بروں رہتے ہیں۔ کیا یہی مرزا قادیانی کی صحیح الدماغی کی دلیل ہے:

”یا ایہا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فآمنوا خیرالکم وان تکفروا فان لله مافی السموات والارض وکان الله علیما حکیمان یا اهل الكتاب لاتغلو فی دینکم ولا تقولوا علی الله الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله وکلمته القا الی مریم وروح منه فآمنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلاثة انتهو خیرا لکم انما الله واحد سبحانہ ان یكون له ولد له مافی السموات ومافی الارض وکفی بالله

وکیلا لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللہ ولا الملائکة المقربون ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرهم الیہ جمیعاً فاما الذین آمنوا وعملوا الصالحات فیوفیہم اجرهم ویزیدہم من فضلہ . واما الذین استنکفوا واستکبروا فیعذبہم عذا با الیما . ولا یجدون لهم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا یا ایہا الناس قد جاءکم برهان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً . فاما الذین آمنوا باللہ واعتصموا بہ فسیدخلہم فی رحمة منه وفضل ویہدیہم الیہ صراطاً مستقیماً (النساء: ۱۷۰ تا ۱۷۵)“

”اے لوگو تمہارے پاس آپ کا رسول ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سومان لو تاکہ بھلا ہو تمہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا۔ اے کتاب والومت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر یہی بات بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی، سومانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو خدا تین ہیں۔ اس بات کو چھوڑ دو بہتر ہوگا تمہارے واسطے بے شک اللہ معبود ہے اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کا رسا مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا، اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا دے گا ان کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے عار کی اور تکبر کیا سوان کو عذاب دے گا۔ عذاب دردناک اور نہ پائیں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔ اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سند اور اتاری ہم نے تم پر روشنی واضح۔ سو جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی رحمت میں اور فضل میں اور پہنچائے گا ان کو اپنی طرف سیدھے راستے پر۔“

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں وحی ہر پیغمبر کو بلاشبہ آتی رہی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں سب کو معلوم ہے۔ لیکن اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص علم اتارا اور اللہ اس حق کو ظاہر کرے گا۔ چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ جو علوم اور حقائق قرآن مجید سے حاصل ہوئے اور برابر حاصل ہوتے رہیں گے وہ کسی کتاب سے نہیں ہوئے اور جس قدر ہدایت لوگوں کو حضرت محمد ﷺ سے

ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی۔ قرآن مجید اور حضرت پیغمبر ﷺ کی تصدیق اور توثیق کے بعد فرماتے ہیں کہ اب جو لوگ آپ کے منکر ہوئے اور توریت میں جو آپ ﷺ کے اوصاف اور حالات موجود تھے ان کو چھپالیا اور لوگوں پر کچھ کا کچھ ظاہر کر کے ان کو بھی دین حق سے باز رکھا۔ سو ایسوں کو نہ مغفرت نصیب ہو۔ نہ ہدایت۔ جس سے خوب واضح ہو گیا کہ ہدایت آپ کی متابعت میں منحصر ہے اور گمراہی آپ کی مخالفت کا نام ہے۔ جس سے یہود کو پوری سرزنش ہوگی اور ان کے خیالات کی تغلیط واضح ہوگئی۔ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی کتاب کی تصدیق اور آپ کے مخالفین یعنی اہل کتاب کی تغلیط اور تفصیل بیان فرما کر اب عام سب لوگوں کو منادی کی جانی ہے کہ اے لوگو! ہمارا رسول سچی کتاب اور سچا دین لے کر تمہارے پاس پہنچ چکا۔ اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بات مانو اور نہ مانو گے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ وہ تمہارے تمام افعال و احوال سے خبردار ہے۔ تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اس بدلہ ملے گا۔

اس ارشاد سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہو اس کا ماننا فرض اور اس کا انکار کفر ہے۔ اہل کتاب اپنے انبیاء کی تعریف میں غلو سے کام لیتے اور حد سے نکل جاتے۔ خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگتے۔ سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کی بات میں مبالغہ مت کر اور جس سے اعتقاد ہو اس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھنا چاہئے۔ جتنی بات تحقیق ہو اس سے زیادہ نہ کہے اور حق تعالیٰ کی شان مقدس میں بھی وہی بات کہو جو سچی اور محقق ہو۔ اپنی طرف سے کچھ مت کہو۔ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ حضرت مسیح کو جو رسول اللہ ہیں اور اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے ان کو وحی کے خلاف خدا کا بیٹا کہنے لگے اور تین خدا کے معتقد ہو گئے۔ ایک خدا دوسرے حضرت عیسیٰ تیسرے حضرت مریم۔ ان باتوں سے باز آؤ۔ اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہو سکے۔ اس کی ذات پاک اور اس سے منزہ اور مقدس ہے۔ یہ تمام خرابی اس کی ہے کہ تم نے وحی کی اطاعت اور پابندی نہ کی۔ وحی کی متابعت کرتے تو خدا کے لئے بیٹا نہ مانتے اور تین خدا کے قائل ہو کر صریح مشرک نہ ہوتے اور محمد رسول اللہ سید المرسل اور قرآن مجید افضل الکتب کی تکذیب کر کے آج ڈبل کافر نہ بنتے۔ اہل کتاب کے ایک فریق نے تو حضرت عیسیٰ کو رسول بھی نہ مانا اور قتل کرنا پسند کیا۔ جن کا ذکر پہلے گزرا اور دوسرے فریق نے ان کو خدا کا بیٹا کہا۔ دونوں کافر ہو گئے۔ دونوں فریق کی گمراہی کا سبب یہ ہوا کہ وحی کا خلاف کیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ نجات وحی کی متابعت میں منحصر ہے اور نیز آسمانوں اور زمینوں میں نیچے سے اوپر تک جو کچھ ہے

سب اس کی مخلوق اور اس کی مملوک اور اس کے بندے ہیں۔ پھر کیسے اس کا شریک یا اس کا بیٹا کون اور کیونکر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کا بنانے والا اور سب کی کار سازی کے لئے وحی کافی اور بس ہے۔ کسی دوسرے کی حاجت نہیں۔ پھر بتلائیے اس کو شریک یا بیٹی کی حاجت کیسے ہو سکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ نہ کسی مخلوق میں اس کے شریک بننے کی قابلیت اور لیاقت اور نہ اس کی ذات پاک میں گنجائش اور نہ اس کو اس کی حاجت۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مخلوق میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک یا بیٹا کہنا اس کا کام ہے جو ایمان اور عقل دونوں سے محروم ہو۔ مضمون بالا سے یہ سمجھ میں آ گیا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے لئے بیٹا یا کسی کو اس کا شریک مانتا ہے وہ حقیقت میں جمیع موجودات کو مخلوق باری اور باری تعالیٰ کو خالق جملہ موجودات نہیں مانتا اور نیز اللہ تعالیٰ کو سب کی حاجت براری اور کار سازی کے لئے کافی نہیں جانتا۔ گویا خدا کو خدائی سے نکال کر مخلوقات اور ممکنات میں داخل کر دیا تو اب ارشاد سبحانہ ان یکون له ولد میں جس ناپاکی کی طرف اشارہ خفی تھا اس کا پتہ چل گیا اور فرزند حقیقی اور فرزند مجازی اور ظاہری دونوں میں وہ ناپاکی چونکہ برابر موجود ہے تو خوب سمجھ میں آ گیا کہ اس ذات مقدس جیسے اس سے پاک ہے کہ اس کے بیٹا پیدا ہوا ایسا ہی اس سے بھی پاک اور برتر ہے کہ اپنی مخلوق میں کسی کو بیٹا بنا دے۔ یعنی اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ مقررین سے اس نعمت کی قدر اور ضرورت پوچھئے۔ ان کو اس سے کیسے تنگ اور عار آ سکتا ہے۔ البتہ ذلت تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی میں ہے۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ اور معبود مان لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کی عبادت کرنے لگے اور بتوں کی عبادت کرنے لگے۔ سوان کے لئے ہمیشہ کو عذاب اور ذلت ہے۔

اللہ جل شانہ نے اس آیت کریمہ میں موجود یہودیت کی صحیح تفسیر کو ایک ایسے انداز میں پیش فرمایا ہے جسے فقیر کے خیال میں قادیانیت کے تابوت میں آخری میخ سمجھنا چاہئے۔ اہل علم حضرات مجھے معاف فرمائیں۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات کہہ رہا ہوں۔ مگر مجھے بھی حق حاصل ہے کہ فریق مخالف کی آنکھیں کھول دوں کہ جس طریق کار کو تمہارے مرزا قادیانی اختیار کر کے فرقان حمید کو اپنے مفید مطلب بنا لیا کرتے تھے اس سے ہزار گنا زیادہ فقیر فرقان حمید سے استدلال کرتا ہوا انشاء اللہ بفضل ایزد مرزا قادیانی کا صریح کفر اور بطلان ثابت کر سکتا ہے اور یہ بھی کہہ دوں کہ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے کہ کوئی ایسی بات کہوں جو تو اتر قومی کے خلاف ہو یا ایسی جدت اختیار کروں جیسے مفسرین نے نہیں چھووا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے قوی امید رکھتا ہوں کہ

آیت اور لفظ لفظ سے مرزا قادیانی کی کذابیت اور دجالیت آشکارا کر دوں۔ آیت زیر بحث میں ارشاد ہوتا ہے اے لوگو! کیوں خواخواہ فضول لڑتے جھگڑتے ہو۔ بات بات میں کھینچ تان کرنا حماقت و جہالت ہے۔ اس لئے کہ تمہاری رشد و ہدایت کے لئے نیک اللہ انبیاء آچکا۔ اب تیرا عظیم کی موجودگی میں کفر کی سیاہ تاریکیاں بھلا کہاں ٹھہر سکتی ہیں اور جو کور باطن شپورہ چشمی سے دیا جلاوے اور سورج کی موجودگی میں لوگوں کو اس کی طرف بلا دے اس کی کم بنتی و جہالت کی بھی کوئی انتہاء ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا پیامبر خالی ہاتھ نہیں آیا۔ بلکہ وہ صحیح چیز لے کر آیا ہے۔ سو تمہاری اس میں ہی بھلائی ہے کہ تم اسے قبول کر لو۔ یعنی جس چیز سے منع کرے اسے چھوڑ دو اور بال کی کھال نہ کھینچو اور چھوڑ دینے کی وجوہات نہ پوچھو۔ مثلاً حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد تیس دجال و کذاب یعنی جھوٹے اور فریبی آئیں گے۔ جو اپنے زعم باطل میں یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم اللہ کے پیامبر ہیں۔ حالانکہ پیامبری مجھ پر ختم ہو گئی۔ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد تا قیام زمانہ کوئی نبی نہ ہوگا۔ اللہ فرماتے ہیں وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں مان لو۔ کیونکہ وہ حق لے کر آئے ہیں اور ان کے ساتھ سچی روشنی ہے۔ اب یہ نہ کہو کہ نبوت باعث رحمت تھی۔ ہم اس سے کیوں محروم رہیں۔ نہیں۔ بلکہ جو کچھ بھی کہہ دیا گیا ہے وہی صحیح ہے اور اس میں تمہاری اپنی ہی بھلائی ہے اور جس چیز کا حکم دیں۔ مثلاً حضور ﷺ نے قسم اٹھا کر پیشگوئی کی کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام آسمان سے قرب قیامت میں اتریں گے۔ اب تم یہ نہ پوچھو کہ وہ آسمان پر کیسے گئے۔ کیا کھاتے کیا پیتے کہاں سوتے اور کہاں اٹھتے ہیں۔ بس تمہارا کام یہ ہے کہ تم اس کے حکم کی بلاچوں و چراں تعمیل کرو اور یہی متیقن کا ایمان ہے ”ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين يؤمنون بالغيب“ اور مومن تو وہی ہے جو بن دیکھے خدا پر ایمان لائے اور وہ مومن کس طرح ہو سکتا ہے جو نبی کے حکم پر چاہئے وہ اس کے کس قدر خلاف ہو سکن آلود پیشانی کرے یا جی میں ہی کڑ ہے۔ جیسے کہ اللہ فرماتا ہے ”فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم“ قسم ہے اے محمد ﷺ تیرے رب کی کہ نہیں ایماندار ہو سکتے وہ یہاں تک کہ تیرے ہر حکم کے سامنے سر نیاز کو جھکا نہ دے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے میرے پیامبر کو ٹھکرا دو گے یا تعمیل ارشاد میں سر موخراف کرو گے تو یاد رکھو کہ تمہارے اس نہ ماننے سے ہماری خدائی میں تو کوئی خلل نہ آئے گا۔ جو کچھ بھی زمین اور آسمانوں میں ہے اس کے ہم ہی واحد مالک ہیں اور ایسے مالک ہیں جو زبردست اور سب چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ ہم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔

اور اے مرزا نیو! دین حنیف میں غلو نہ کرو اور خدا کی شان میں گستاخی نہ کرو۔ مثلاً خدا جاگتا ہے۔ سوتا ہے۔ خطا کرتا ہے۔ بھلائی کرتا ہے۔ طاعون کے کیڑے پالتا ہے۔ وہ مرزا قادیانی سے ہے اور مرزا قادیانی اس سے ہے۔ وہ مرزا قادیانی کے لئے تیز تلوار لئے کھڑا رہتا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کی عرش پر تعریف کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ! ایسی لغو اور بیہودہ باتیں مت کہو۔ بلکہ خدا کی شان میں وہی کہو جو قرآن تعظیم دیتا ہے۔ یعنی وہ بیوی بچوں سے پاک ہے۔ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ وغیرہ وغیرہ!

اور مرزا نیو! یہ تم کیا اندھیر کرتے ہو کہ تم ایک دجال و کذاب کو خواہ مخواہ عیسیٰ بن مریم بنا رہے ہو۔ حالانکہ وہ امتی ظلی بروزی مجدد محدث صور ہونے کا ناکام دعوے کرتا ہے اور حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں اور عیسیٰ بن مریم تو خدا کا صاحب کتاب رسول و پیامبر تھا اور وہ تو اللہ کا کلام تھا۔ یعنی اس کی پیدائش بن باپ کے کلمہ کن سے ہوئی تھی۔ کہاں وہ نفع جبرائیل سے آیت اللہ وجیہا فی الدنيا والآخرة نبی اور کہاں کذاب قادیان:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا عیسیٰ ابن مریم اور کجا دجال ناپاک

مسح تو اللہ کا رسول، اللہ کا کلام اللہ کے ہاں کی روح ہے۔ جو جنابہ مریم علیہا السلام کو القاء کی گئی اور جس کی ہجرت مقررین میں ہوئی باوجود اس قدر مراتب کے پھر بھی وہ خدا کا بندہ ہے۔

اے مرزا نیو! یہ حقیقت ہے۔ اس کو مانو اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ مرزا قادیانی خدا ہے یا خدا مرزا اور محمود تین خدا ہیں۔ جیسا کہ تمہارا مرزا کہتا ہے۔ رائٹسنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی انی هو! یعنی میں نے دیکھا خواب میں کہ میں خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ وہی ہوں یا انت اسی اعلیٰ یعنی اے مرزا تو میرا سب سے بڑا نام ہے یا انت منی و انت منک یعنی تو میرا باپ ہے اور میں تیرا باپ ہوں۔ وغیرہ وغیرہ! اور محمود کے متعلق کأن اللہ نزل من السماء یعنی خدا محمود میں حلول کرتا ہوا اتر آیا۔ یہ بے حیائی کے کلمات ہیں۔ انہیں چھوڑ دو اور مت کہو کہ خدا تین ہیں۔ ان فاسد خیالات کو بھول جاؤ۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اس میں شک نہ کرو کہ اللہ اپنی بادشاہی میں بڑا ہی زبردست اور اکیلا ہے۔ اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ اولاد کو پسند نہیں کرتا۔ وہ بیوی کو نہیں چاہتا۔ پھر تم یہ کفر یہ کلمات کیوں کہتے ہو کہ مرزا قادیانی نے ایک دفعہ اپنی حالت یہ بیان کی کہ گویا میں عورت ہوں اور اللہ نے رجولیت کی

قوت کا اظہار کیا اور کیوں یقین کرتے ہو کہ اللہ نے یہ کہا۔ یا قمر یا شمس انت منی وانا منک! یعنی مرزا چاند مرزا سورج۔ وہ مجھ سے ہے۔ میں اس سے ہوں۔ ہوش کرو اور عقل کے ناخن لو۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا۔ تم نہیں جانتے کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے وہ سب میرا ہے۔ کیونکہ میں نے اس کو عدم سے وجود بخشا ہے۔ وہ سب میری مخلوق ہے۔ وہ سورج ہو یا ستارے۔ چاند ہو یا فرشتے اور تخلیق عالم میں بھی وہ اکیلا کار ساز ہے۔

اور مرزا ایو! یہ تم کیوں گمان کرتے ہو کہ جو آسمان پر چلا گیا وہ خدا بن گیا۔ وہاں فرشتے بھی تو لاتعداد رہتے ہیں اور ان کی ربوبیت بھی ہوتی ہے۔ پھر وہ خدا کیسے بن گئے۔ انہیں تو یعنی فرشتوں اور مسیح کو گو وہ مقررین ہیں مگر پھر بھی انکار نہیں کہ وہ میرے ادنیٰ بندے ہیں اور بندہ ہونے میں انہیں قطعاً عار نہیں اور جو حماقت کرے اور بندہ ہونے سے عاری ہو اور تکبر کرے اور خدا کہلوائے تو کیا اس کو یاد نہیں کہ روز فیصل کو اسے چارونا چار میرے حضور میں حاضر ہو کر جواب دہ ہونا ہے۔ جہاں ماننے والوں کو ہر طرح کے آرام و سائش ملیں گے اور نہ ماننے والوں کو درد دینے والے عذاب۔ افسوس اس دن نہ ماننے والے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے اور افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ کاش ہم مٹی ہوتے۔ کیونکہ انہیں وہاں کوئی حمایتی نہ ملے گا اور وہ کسی مددگار کو وہاں نہ پائیں گے۔

اور مرزا ایو! کیا تمہارے پاس رحمت اللعالمین جو کافۃ الناس بشیر و نذیرا ہے نہیں پہنچا اور کیا تم تک اس کے صحیح اخبار نہیں پہنچے۔ جن میں کھول کھول کر لفظ لفظ کی تفسیر بیان نہیں ہوئی۔ پھر تم خواہ مخواہ کیوں ایسی باتیں کہتے ہو جو ان میں نہیں لکھیں اور تم کیوں ان باتوں پر اعتبار کرتے ہو جو اس کے افعال و کردار میں نہیں ملتیں۔ حالانکہ تمہارے پاس قرآن موجود ہے جو صحیح روشنی ہے اللہ کی طرف سے۔ کیوں تم بہکی بہکی باتیں کرتے اور بناتے ہو۔ ایمان لاؤ رسول عربی پر اور پیروی کرو قرآن و حدیث کی اور چھوڑ دو کچی باتیں اور جس نے پیروی کی گویا اس نے خدا کی اطاعت کر لی اور جو ایمان لایا محمد رسول اللہ ﷺ پر اور اس کے دین کو جو اللہ کی رسی ہے مضبوط پکڑ لیا تو ان کو داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل میں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حضرات! نصاریٰ کے پاس صرف دو ہی ایسے دلائل ہیں جن سے وہ مسیح کو ابن اللہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں باتیں یتیم مکہ ﷺ کے سامنے کئی مرتبہ پیش ہوئیں اور متعدد دفعہ ان دونوں مسکوں پر روشنی ڈالی گئی۔ یعنی ولادت مسیح اور فرخ الی اللہ پر۔

ولادت مسیح کو ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم سے توڑا کہ اگر کسی کا بلا باپ

ہونا خدائی کی دلیل ہے تو آدم کے ماں اور باپ دونوں ہی نہ تھے۔ اس لئے یہ حق تو آدم کو بدرجہ اتم زیادہ پہنچتا ہے۔ پھر انہیں خدا کیوں نہیں کہتے۔

اور رفع الی اللہ سے جا بجا تائید کرتے ہوئے یہ کہا کہ کسی کا آسمان پر رہنا اس کی خدائی کی قطعاً دلیل نہیں۔ وہاں بے شمار ملائکہ بھی تو رہتے ہیں۔ پھر انہیں خدا کیوں نہیں بنا لیتے اور جب کہ مسیح کو اور ملائکہ کو قطعاً عار نہیں اور وہ بندہ ہونے کو فخر یہ پسند کرتے ہیں تو تم انہیں خواہ مخواہ خدا کہنے والے کون، ارشاد ہوتا ہے۔ ”لن یستنکف المسیح این یكون عبد الله ولا الملكة المقربون“ یعنی فرشتے بھی تو مسیح کے ساتھ مقربین میں سے ہیں کہ تم انہیں بھی آسمان پر رہنے کی دلیل سے خدایا ابن اللہ کہنے کو تیار ہو۔

اللہ اللہ! کیسا شافی جواب ہے مرزا قادیانی کے اس سوال کا جو تحت میں درج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والا تبارک کو یہ پہلے ہی معلوم ہے کہ دجال و کذاب پچریں لگائیں گے اور بہانے تلاش کریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو بھی یہ وہم ہوا۔

”جیسائیوں نے خدا کے بیٹے ہونے کی ایک دلیل پیش کی کہ وہ بے باپ پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کی تردید کی۔ ”ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم“ پس ایسا ہی زندہ آسمان پر موجود ہونے کو جیسائی دلیل ابن اللہ ہونے کی قرار دیتے ہیں۔ اس کی مثال کیوں نہ دی۔ (البلاغ المبین مرزا قادیانی کا آخری لیکچر لاہور ص ۲۳، ملفوظات ج ۱۰ ص ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹)

آہ! مرزا قادیانی آپ کے سوال کا جواب پچھا سعدی مدت ہوئی تمہاری پیدائش سے بہت پہلے دے چکے

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم
چشم آفتاب را چہ گناہ

”لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم..... یؤفکون (المائدة)“

”بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح علیہ السلام نے کہا ہے اے بنی اسرائیل بندگی کرو۔ اللہ کی رب ہے میرا اور تمہارا بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا۔ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک۔ حالانکہ کوئی معبود نہیں۔ بجز ایک معبود کے اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بے شک پہنچے گا ان میں سے کفر پر

قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک کیوں نہیں۔ توبہ کرتے اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول، گذر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے۔ دونوں کھاتے تھے کھانا۔ دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو پھر دیکھ کہاں وہ لائے جا رہے ہیں۔“

آیت متذکرہ بالا میں مولا کریم نے زبان فیض ترجمان سے یہ تعلیم امت کو بطور تشبیہ بیان فرمائی کہ اے امت خیر الانام خوب یاد رکھو کہ عقیدت و محبت سرکارِ مدیہ ﷺ میں غلو سے کام نہ لینا۔ یعنی حد تجاوز سے متجاوز نہ ہو جانا۔ کہیں یہ نہ کر بیٹھنا جس طرح کہ نصاریٰ نے کیا۔ بے شک وہ کافر ہوئے۔ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہی ہے جو مریم کا بیٹا تھا۔ حالانکہ مسیح کی تعلیم اس کے برعکس تھی۔ وہ تو بنی اسرائیل میں یہی منادی کرتے رہے کہ اے بنی اسرائیل مجھ کو تمہارا اور میرا وہی وحدہ لا شریک ہے جو اپنی خدائی میں بڑا زبردست اور اکیلا ہے۔ نہ اسے کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ سن لو اور یاد رکھو جس کسی نے اس کا شریک بنایا۔ جیسا کہ کذاب قادیان کہتا ہے۔ ”الارض والسما معک کما هو معی“ (تذکرہ) یعنی زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔

”کل لك ولا امرک“ (ایضاً) سب تیرے لئے ہیں اور تیرے حکم کے لئے۔

پس وہ کافر ہو گیا اور خوب یاد رکھو اور سن لو جس کسی نے بھی اس کا شریک بنایا تو اللہ نے جنت کو اس کے لئے حرام کر دیا۔ یعنی مشرک قطعاً جنت میں نہ جائے گا۔

”ان الله لا یغفران یشرک“ اللہ تمام گناہ معاف کر دے گا اور نہ کرے گا تو شرک، پس جس نے شرک کیا۔ اس نے اپنا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے جہنم بنا لیا اور یہ بھی اچھی طرح سے سمجھ لو کہ مشرکین کی کوئی شفاعت نہ کر سکے گا۔ افسوس انہیں وہاں کوئی ساتھی و مددگار نہ ملے گا۔ بے شک وہ بھی کافر ہوئے۔ جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا ایک ہے۔ جیسے نصاریٰ کا عقیدہ ہے یا نیم یہودی کہتے ہیں۔ حالانکہ سوائے اس ذات باری کے کوئی دوسرا موجود نہیں۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ وہ خالق و مالک ہے اور باقی تمام وہ رسول ہوں یا نبی، فرشتے ہوں یا ستارے سب مخلوق و مملوک ہیں۔ خبردار اس کی بادشاہی میں کسی دوسری کو شریک مت کہو۔ سب اس کے عزت دینے ہوئے بندے اور غلام ہیں۔ او خدا کی بادشاہی میں شریک بنانے والو توبہ کرو توبہ کرو اور ایسے بد عقائد کو چھوڑ دو ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ غفور الرحیم اور بخشنے والا مہربان ہے۔ ہاں جو بد بخت اپنی بد بختی کو نہ چھوڑے اور بھنڈر ہے وہ سن لے کہ اس کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ جس میں وہ

یقیناً گرفتار رہے گا۔ اس لئے توبہ کرو توبہ کرو اور ان بد اعتقادات کو چھوڑ دو اور نہیں ہے مریم کا بیٹا خدا۔ مگر رسول ہے اللہ کا اور گذر چکے مسیح سے پہلے بہت رسول اور ماں اس کی بھی خدا تھی۔ بلکہ ولی اللہ تھی اور غور کرو خدا تو کھانے پینے سونے جاگنے سے بے نیاز ہے اور وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ پھر کس طرح خدا بن گئے۔ خدا تو کھاتا پیتا نہیں۔ اے محمد ﷺ غور کرو کہ ہم نے کسی واضح اور روشن دلیل سے انہیں سمجھایا۔ مگر وہ الٹے جا رہے ہیں۔

غرضیکہ اس آیت کریمہ میں مسیح اور جنابہ مریم کے خدا ہونے کی دلائل سے نفی بیان فرمائی کہ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اگر مسیح فوت ہو گئے ہوتے تو باری تعالیٰ کھانے کی دلیل بیان نہ فرماتے۔ بلکہ صاف کہہ دیا ہوتا کہ اللہ توحی ولای موت ہے اور اگر مسیح خدا ہوتا تو وہ کیوں مر جاتا۔ مسیح تو مر چکا پھر وہ کیسے خدا بن گیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۶۰۳، خزائن ج ۳ ص ۴۲۵) ”ما السمیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل واما صدیقه کانا یا کلان الطعام“ یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے اور ماں اس کی صدیقہ ہے۔ جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح النص حضرت مسیح کی موت پر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں تبصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے۔ ہاں کسی زمانے میں کھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ کان کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانے کی خبر دیتا ہے۔ اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم اس وجہ سے طعام کھانے سے روکی گئی کہ وہ فوت ہو گئی اور چونکہ کان کے لفظ میں تشبیہ کا صیغہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت مریم کے ساتھ شامل ہیں اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے شامل ہیں۔ لہذا حضرت مریم کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننی پڑی۔ کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکے گئے۔ لیکن حضرت ابن مریم کسی اور وجہ سے اور جب ہم اس آیت مذکورہ بالا کو اس دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں کہ ”ما جعلناہم جسداً لایا کلون الطعام“ جس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو۔ مگر کھانا نہ کھاتا ہو تو اس یقینی اور قطعی نتیجہ تک ہم پہنچ جائیں گے کہ فی الواقعہ حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ کیونکہ پہلی آیت سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اور دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ جب تک یہ جسم خاکی زندہ ہے طعام کھانا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب وہ زندہ نہیں ہیں۔“ ”ایہا الناظرین غلام احمد القادیانی وزوجتہ نصرۃ بیگم

كانتنا تاكلان الطعام ومشتافى الارض“ یعنی اے ناظرین غلام احمد قادیانی اور نصرت بیگم بیوی اس کی طعام کھایا کرتے تھے اور زمین پر چلا کرتے تھے۔

اب مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرگئے اور بیوی اب تک (۱۹۳۵ء) زندہ ہے کیا وہ اب نہیں کھاتی یا زمین پر نہیں چلتی۔ مرزا قادیانی کے استدلال سے تو اس کو بھوکا مرنا چاہئے اور زمین پر نہیں چلنا چاہئے۔ کیونکہ غلام احمد نصرت بیگم کے ساتھ دونوں ایک ہی حکم کے نیچے شامل ہیں۔ لہذا غلام احمد نصرت بیگم کے ساتھ نصرت بیگم کی موت بھی مانی پڑی۔ کیونکہ فقرہ موصوفہ بالا میں ہرگز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ غلام احمد تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکا گیا۔ لیکن اس کی بیوی نصرت بیگم کسی اور وجہ سے کھاتی ہے اور جب ہم اس فقرے کو اس آیت شریف کے ساتھ پڑھتے ہیں تو یہ صاف کھل جاتا ہے کہ یہ شیطانی وسوسے ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے جیسا کہ یہ آیت بتلاتی ہے۔

”فاتخذہ عدوا انما يدعوا حزبه ليكونوا من اصحاب السعير“ یعنی شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ پس تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ اپنے شیطانوں کو بلاتا ہے کہ تمہیں دوزخی بناوے۔

حضرات! آیت کریمہ مع سباق وسباق کے آپ کے سامنے ہے۔ ہر دانا اور عقلمند اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اس میں سوائے ابن اللہ یا اللہ ہونے کی تردید کے اور کچھ نہیں۔ وہی نصاریٰ کے سوال ہیں۔ یعنی چونکہ مسیح بلا باپ کے پیدا ہوا۔ اس لئے خدا کا بیٹا ہے اور چونکہ وہ آسمان پر چلا گیا اس لئے وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے۔ آیت موصوفہ میں اللہ تعالیٰ نے اس باطل خیال کی پرزور تردید کی اور ایک اور طریق سے ابن اللہ یا اللہ ہونے کا ابطال کیا۔ ارشاد ہوتا ہے مسیح تو اللہ کا رسول ہے۔ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے اور وہ خدا نہیں مگر رسول ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کھانے پینے سے بے نیاز ہے اور مسیح اور ان کی ماں تو کھانا کھاتے تھے اور جو کھانے پینے کا محتاج ہو وہ کس طرح خدا ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے ترجمے میں غلت کے معنی موت کے لئے ہیں۔ یعنی ”قد خلت من قبلہ الرسل“ یعنی مسیح سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو گئے۔ اوّل تو غلت کا ترجمہ موت کرنا جہالت و نادانی ہے۔ دوئم مرزا قادیانی کی قلمی شہادت ہے کہ مسیح نزول قرآن کے وقت تک زندہ موجود تھے۔ کیونکہ آپ کا ترجمہ یہ صاف شہادت دیتا ہے کہ ان سے پہلے کے رسول فوت ہو گئے۔ مرزا قادیانی کا غلت کے معنی موت کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔ اس لئے کہ دوسری آیات اس کی پرزور تردید کرتی ہیں۔ مثلاً ”واذ اخلوا السی“

شیطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستهزون“ اب مرزا قادیانی کی رو سے اس کا ترجمہ یہ ہوگا اور جب وہ مرتے ہیں شیاطین کی طرف تو کہتے ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف ان سے مذاق کرتے تھے۔ اب کیا یہ ترجمہ صحیح ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہی ”کذالک ارسلناک فی امة قد خلت من قبلہا امم“ یعنی اے محمد ﷺ اسی طرح بھیجا ہم نے تجھ کو ایک امت میں ہو چکی اس سے پیشتر امتیں۔ اب کیا اس کے معنی یہ لئے جائیں کہ اے محمد ﷺ آپ کے پہلے کی تمام امتیں مر گئیں۔ حالانکہ کلام مجید ”یا اهل الکتاب“ پکار رہا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ غلت کا ترجمہ موت نہیں بلکہ گزرنایا خالی کرنا ہے۔ ایسا ہی سورۃ فتح میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”سنة الله التی قد خلت من قبل“ یعنی عادت اللہ کی جو گزری ہے پہلے اس سے اب کیا کذاب العصر کے مطابق اس کا ترجمہ کریں کہ عادت اللہ کی جو مر گئی ہے پہلے اس سے ایسا ہی بیسوں آیات ہیں۔ جو مرزا قادیانی کے اس نظریے کی پرزور تردید کرتی ہوئی بیابنگ دہل اعلان کرتی ہیں کہ مرزا قادیانی کی دجالیت کو نہ دیکھئے۔ ترجمہ وہی صحیح ہے۔ جو تو اترومی سے چلا آتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے غلت کا ترجمہ موت کیوں کیا۔ اس کے دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ سادوں کے اندھے کو ہر یاد دل ہی سمجھتی ہے۔ وہ چونکہ جناب مسیح کو مارنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں موت ہی موت نظر آتی تھی اور دوئم یہ کہ ایک دوسری آیت میں غلت آیا۔ جس کا ناجائز فائدہ آپ اٹھانا چاہتے تھے سو غور سے سنئے۔

(ازالہ اوہام ص ۶۰۵، خزائن ج ۳ ص ۴۲۷) ”وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یعنی محمد ﷺ صرف ایک نبی ہیں۔ ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔ اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا۔ جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔ اس آیت کا ما حاصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کر جو آج تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔“

ناظرین! اب اس آیت کریمہ کا شان نزول آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ دجال اکبر کی دجالیت اظہر من الشمس ہو جائے۔ پس غور سے سنئے۔

فوائد: واقعہ یہ ہے کہ احد میں نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس نقشہ جنگ قائم کیا۔ تمام صفوف درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درہ باقی رہ گیا۔ جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن لشکر اسلام کے عقب پر حملہ آور ہو جائے۔ اس پر آپ نے پچاس تیر اندازوں کو جس کے سردار

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ تھے مامور فرما کر تاکید کر دی کہ ہم خواہ کسی حالت میں ہوں تم یہاں سے مت لٹنا۔ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب۔ حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ان کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ ”وانالذین نزال غالیبن ماتبتن مکانکم“ (بغوی) ہم برابر اس وقت تک غالب رہیں گے جب تک تم اپنی جگہ پر قائم رہو گے۔ الغرض فوج کو پوری ہدایت دینے کے بعد جنگ شروع کی گئی۔ میدان کارزار گرم تھا۔ غازیان اسلام بڑھ بڑھ کر جو ہر شجاعت دکھا رہے تھے۔ ابودجانہؓ، علی مرتضیٰؓ اور دوسرے مجاہدین کی بسالت و بے جگری کے سامنے مشرکین کی کمریں ٹوٹ چکیں تھیں۔ ان کو راہ فرار کے سوا اب کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا کہ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی وہ بدحواس ہو کر بھاگے ان کی عورتیں جو غیرت دلانے کو آئی تھیں پانچے چڑھا کر ادھر ادھر بھاگتی نظر آئیں۔ مجاہدین نے مال غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر تیر اندازوں نے دیکھا تو سمجھے کہ اب فتح کامل ہو چکی۔ دشمن بھاگ رہا ہے۔ یہاں بیکار ٹھہرنا کیا ضروری ہے۔ چل کر دشمن کا تعاقب کریں اور غنیمت میں حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ان کو یاد دلایا۔ وہ سمجھے کہ آپ ﷺ کے ارشاد کا اصلی منشاء ہم پورا کر چکے ہیں۔ یہاں ٹھہرنے کی حاجت نہیں۔ یہ خیال کر کے سب غنیمت پر جا پڑے۔ صرف عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے گیاراں ساتھ درہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے۔ مشرکین کے سواروں کا سالار خالد بن ولید کے زیرِ کمان تھا جو اس وقت تک حضرت اور رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے پلٹ کر درہ کی طرف سے حملہ کر دیا۔ دس بارہ تیز انداز ڈھائی سو سواروں کی یلغار کو کہاں روک سکتے تھے۔ تاہم عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے رفقاء نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا اور اسی میں جان دے دی۔ مسلمان مجاہدین اپنے عقب سے مطمئن تھے کہ ناگہاں مشرکین کا رسالہ ان کے سروں پر جا پہنچا اور سامنے سے مشرکین کی فوج جو بھاگی جا رہی تھی پیچھے پلٹ پڑی۔ مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور بہت زور کا رن پڑا۔ کتنے ہی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ اسی افراتفری میں ابنِ قمیہ نے ایک بھاری پتھر حضور نبی کریم ﷺ پر پھینکا جس سے دندان مبارک شہید اور چہرہ انور زخمی ہوا۔ ابنِ قمیہ نے چاہا کہ آپ ﷺ کو قتل کرے۔ مگر معصب بن عمیرؓ نے جن کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا مدافعت کی۔ حضور نبی کریم ﷺ زخم کی شدت سے زمین پر گرے کسی شیطان نے آواز لگا دی کہ آپ ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش خطا ہو گئے اور پاؤں اکھڑ گئے۔ بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ بعض ضعیف کو خیال ہوا کہ مشرکین کے سردار ابوسفیان سے

امن حاصل کریں۔ بعض منافقین کہنے لگے جب محمد قتل کر دیئے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب میں واپس چلا جانا چاہئے۔ اس وقت انس بن مالکؓ کے چچا انس بن النضرؓ نے کہا کہ اگر محمد مقتول ہو گئے تو رب محمدؐ تو مقتول نہیں ہوا۔ حضور ﷺ کے بعد تمہارا زندہ رہنا کس کام کا ہے۔ جس چیز پر آپ ﷺ قتل ہوئے تم بھی اسی پر کٹ مرو اور جس پر آپ ﷺ نے جان دی ہے اسی پر تم بھی جان دے دو۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے حملہ کیا۔ لڑے اور مارے گئے۔ رضی اللہ عنہ! اسی اثناء میں حضور ﷺ نے آواز دی ”السی عباد اللہ انا رسول اللہ“ اللہ کے بندو ادھر آؤ۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ کعب بن مالکؓ آپ ﷺ کو پہچان کر چلائے یا معشر المسلمین مسلمانو بشارت حاصل کرو رسول اللہ یہاں موجود ہیں۔ آواز کا سننا تھا کہ مسلمان ادھر ہی سمنٹنا شروع ہو گئے۔ تیس صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے قریب ہو کر مدافعت کی اور مشرکین کی فوج کو منتشر کر دیا اسی موقعہ پر سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہ ابو طلحہؓ اور قتادہ بن النعمان وغیرہ نے بڑی جانبازیاں دکھلائیں۔ آخر مشرکین میدان چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئے ”و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل“ یعنی محمد ﷺ بھی آخر خدا تو نہیں ایک رسول ہیں۔ اس سے پہلے کتنے رسول گزر چکے ہیں۔ جن کے بعد ان کے تبعین نے دین کو سنبھالا اور جان و مال فدا کر کے قائم رکھا۔ آپ ﷺ کا اس دنیا سے گزرنا بھی کچھ اچہ نہیں۔ اس وقت نہ سہی اگر کسی وقت آپ ﷺ کی وفات ہو گئی یا شہید کر دیئے گئے تو کیا تم دین کی خدمت و حفاظت کے راستہ سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے۔ جیسے اس وقت محض خبر قتل سن کر بہت سے لوگ حوصلہ چھوڑ بیٹھنے لگے تھے یا منافقین کے مشورے کے موافق الیعاذ باللہ میرے بعد دین کو خیر باد کہہ دو گے۔ تم سے ایسی امید ہرگز نہیں اور کسی نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں۔ بلکہ تم شکر کرو اگر اس نے اپنے دین کی خدمت میں لگا لیا:

منت منہ کہ خدمت سلطان ہی کم

منت شناس از و کہ بخد مت گزاشت

اور شکر یہی ہے کہ ہم بیش از بیش خدمت دین میں مضبوط اور ثابت قدم ہوں۔ اس میں اشارہ نکلتا ہے حضرت ﷺ کی وفات پر بعضے لوگ دین سے پھر جائیں گے اور جو قائم رہیں گے ان کو بڑا ثواب ہے۔ اسی طرح ہوا کہ بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔ صدیق اکبرؓ نے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعض مارے گئے۔

تنبیہ: قدخلت من قبلہ الرسل میں غلت خلوسے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہو چکنے، گزرنے اور چھوڑ کر چلے جانے کے ہیں۔ اس کے لئے موت لازم نہیں۔ جیسے فرمایا ”واذا لقوكم قالوا آمنا واذا عضوا علیکم الانامل“ یعنی جب تمہیں چھوڑ کر علیحدہ ہوتے ہیں۔ نیز الرسل میں لام استغراق نہیں۔ لام جنس ہے۔ کیونکہ اثباط مدعا میں استغراق کو کوئی دخل نہیں۔ بعینہ اسی قسم کا جملہ حضرت مسیح کی نسبت فرمایا ”ال مسیح بن مریم الارسل قد من قبلہ الرسل“ کیا لام استغراق لے کر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تمام پیامبر مسیح سے پہلے گزر چکے۔ کوئی ان کے بعد آنے والا نہ رہا۔ لام محالہ لام جنس لینا ہوگا۔ وہی یہاں لیا جائے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے مصحف اور ابن عباسؓ کی قرأت میں الرسل نہیں رسل نکرہ ہے۔ باقی خلوک کی تفصیل صرف موت یا قتل کا ذکر اس لئے کیا کہ موت طبعی ہر حال آنے والی ہے اور قتل کی خبر اس وقت مشہور کی گئی تھی اور چونکہ صورت موت کا وقوع میں آنا مقدر تھا۔ اس لئے اس کو قتل پر مقدم کیا گیا۔ ابو بکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب صحابہؓ کے مجمع میں یہ پوری آیت الشاکرین تک بلکہ آیت انک میت وانہم میتون بھی پڑھی تو لوگ قدخلت اور افائن مات اور انک میت سے خلو اور موت کے جواز و عدم استبعاد پر متنبہ ہو گئے جو صدیق اکبرؓ کی غرض تھی۔ موت کے واقعہ ہو چکنے پر نہ صدیق اکبرؓ نے اس سے استدلال کیا نہ کسی اور نے سمجھا۔ اگر یہ الفاظ موت واقع ہو چکنے کی خبر دیتے تو چاہئے تھا کہ نزول آیت کے وقت یعنی وفات سے سات برس پہلے ہی سمجھ لیا جاتا کہ آپ ﷺ کی وفات ہو چکی ہے۔ اس تقریر سے بعض محرفین کی سب تحریفات ہباء منشور ہو جاتی ہیں۔ بخوف تطویل ہم زیادہ بسط نہیں کر سکتے۔ اہل علم کے لئے اشارے کر دیئے ہیں۔

ناظرین! مرزا قادیانی بڑے ہی ایماندار واقعہ ہوئے ہیں۔ خواہ مخواہ مغالطہ دہی گویا آپ کی گھٹی میں پڑی ہے۔ اونٹ رے اونٹ تیری کوئی کل سیدھی۔ اب دیکھئے آیت یہ بحث کا حاصل یہ بتاتے ہیں کہ اگر نبی کے لئے زندہ رہنا ضروری ہے تو انبیاء سابقین سے کوئی ایسا نبی پیش کرو جو آج تک زندہ موجود ہو اور فیصلہ یہ دیا کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو خدا جھوٹ بولتا ہے۔ بھلے مانس سے کوئی پوچھے آخر تم ہو کون معارف قرآن ڈیک مارنے سے نہیں آتے۔ معارف تو تم کیا بیان کرو گے تمہیں تو سیدھی بات بھی الٹی معلوم ہوتی ہے۔ سچ ہے ساون کے اندھے کو ہر یا دل ہی سوجھتی ہے۔ گئے گزرے ایمان سے کہو یہ ما حاصل جو تم نے نکالا ہے:

۱..... نبی کے لئے ہمیشہ کی زندگی اور اس کی مثال۔

۲..... خدا نے کب ہمیشہ رہنے کی دلیل پیش کر کے غلط کہا۔

شرم کرو اور باز آؤ۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں وہ مرزا قادیانی کی زبان میں۔ واما محمد الارسلو کا صحیح ترجمہ جو شارب علیہ السلام تابعین تابعین نے سمجھا اور جس کے صحیح ہونے پر ریت کے زروں سے زیادہ اقوال الرجال موجود ہیں وہ وہی ہے جو تفصیلاً بیان ہو چکا۔ مگر تمہیں تو سوائے مت کے کہیں اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ سوتے موت، جاگتے موت، اٹھتے موت، بیٹھتے موت، کبھی تونی سے موت، کبھی رفع سے موت، کبھی غلت سے موت، کبھی حیات سے موت، یہ کیا اودھم مچا رکھا ہے۔ تمام زندگی دجل بنانے اور دھوکہ دینے میں بسر ہوئی:

سیاہ کاری میں کھودی سب سیاہی سر کے بالوں کی

لکھتے لکھتے ہاتھ تھک گئے اور قلم گھس گیا۔ اگلے ورق سیاہ ہوئے۔ مگر جناب مسیح کو مار دینا تو کیا دامن کی ہوا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شد۔ مرزا قادیانی تو چل بسا اور مسیح زندہ آسمان پر موجود ہے اور انشاء اللہ! وہ جب پروردگار کی مشیت میں ہوگا قرب قیامت میں نزول کرے گا اور مرزا قادیانی کو بھی اس پر یقین ہے۔ جیسا کہ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ:

میں مسیح موعود نہیں ہوں

(ازالہ اوہام ص ۱۹۰، خزائن ج ۳ ص ۱۹۲) ”اے برادران دین و علمائے شرح متین آپ صاحبان میری معروضیات کو متوجہ ہو کر سنیں۔ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا۔ بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر براہین احمدیہ میں کئی مقام پر بتصریح درج کر دیا تھا۔ جس کو شائع کرنے پر سات سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ میں نے یہ ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام مجھ پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل ہوں۔ یعنی حضرت عیسیٰ کے بعض روحانی خواص اور طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔“

میں مسیح موعود نہیں ہوں صرف مسلمان ہوں

(توضیح المرام ص ۱۸، ۱۷، خزائن ج ۳ ص ۵۹، ۶۰) ”اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح کا مثیل

بھی نبی ہونا چاہئے۔ کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول تو جواب یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولا نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی۔ بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں۔“

میں مسیح موعود نہیں ہوں بلکہ مجدد وقت ہوں

(تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۵، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳) ”اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں۔“

مسیح موعود کے آنے کا انکار

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۰۸) ”میں اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا اور نہ کروں گا کہ شاید مسیح موعود کوئی اور بھی ہو اور شاید یہ پیش گوئیاں جو میرے حق میں روحانی طور پر ہیں ظاہری طور پر اس پر جمتی ہوں اور شاید سچ مجھ دمشق میں کوئی مسیح نازل ہو۔“

میں تو کرشن رو در گوپال ہوں

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱) ”ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جس کو رو در گوپال بھی کہتے ہیں۔ یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا۔ اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ آریہ قوم کے لوگ ان دنوں کرشن کا انتظار کرتے تھے وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار مجھ پر ظاہر کیا جو کرشن آخری زمانہ میں ہونے والا تھا۔ وہ تو ہی ہے، آریوں کا بادشاہ۔“ (ہت تیرے کی)

(چشمہ معرفت ص ۱۰، خزائن ج ۲۳ ص ۳۸۲) ”ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا۔ ہر ایک ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں اور فرمایا ”کان فی الہند نبی اسود اللون اسمہ کاهنا“ یعنی ہندوستان میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور نام اس کا سن تھا۔ یعنی گھنیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔“

مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوں گے

”یہ عاجز بار بار یہی کہتا ہے کہ اے بھائیو! میں کوئی نیا دین یا کوئی نئی تعلیم لے کر نہیں آیا۔ بلکہ میں بھی تم سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف اور کوئی دوسری کتاب نہیں۔ جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی ﷺ کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی اور مقتداء نہیں۔ جس کی ہم پیروی کریں۔ یا دوسروں سے کرانا چاہیں تو پھر ایک متدین مسلمان کے لئے میرے اس دعوے میں ایمان لانا جس کی الہام الہی پر بنیاد ہے کوئی اندیشہ کی جگہ نہیں۔ اگر بفرض محال میرا یہ کشف والہام غلط ہے جو کچھ مجھے ہو رہا ہے اور اس کے سمجھنے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے تو ماننے والے کا اس میں کیا حرج ہے۔ کیا اس نے کوئی ایسی بات مان لی جس کی وجہ سے اس کے دین میں کوئی رخنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر ہماری زندگی میں سچ مچ حضرت مسیح ابن مریم ہی آسمان سے اتر آئے تو دل ماشا اور چشم مارو شن ہے۔ ہمارا گروہ سب سے پہلے اسے قبول کر لے گا۔“

(ازالہ ادہام ص ۱۸۲، خزانہ ج ۳ ص ۱۸۷، ۱۸۸)

مندرجہ بالا مضامین کو چیتان مرزا کہنا زیادہ موزوں ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کی سیما کی حالت کا ایک بے قرار نقشہ ہے۔ جسے کسی صورت میں قرار ہی نہیں کبھی وہ شیر ہیں تو کبھی چیتے، کبھی کیڈر ہیں تو کبھی کوا۔

اذا كان الغراب دليل قوم

سيهد يهم طريق الهالكين

یعنی جب کو کسی قوم کا راہنما ہوگا تو یقیناً سوائے ہلاکت کے کسی نیک راستہ پر نہ چلا سکے گا۔ کہاں نبی، کہاں محدث، کہاں مجدد اور کہاں کرشن۔ بخدا اگر گٹ کورنگ بدلتے یوں نہ دیکھا اور وہ مفت میں بدنام ہوئی۔ یہاں تو بہروپیوں کی بھی توبہ ہے۔ وہ پچارے بھی بیسوں تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ تب کہیں محنت ٹھکانے لگتی ہے اور یہاں تو ہینگ لگتی ہے نہ پھلکری اور رنگ چوکھا آتا ہے۔ بس بیٹے بیٹھے جو چاہیں بن جائیں اور جو چاہیں کہہ دیں اور تائید میں الہام رویا مکاشفات ستیاناسی کر جائیں بس چھٹی ہوئی۔ ایک بات ہو تو کچھ کہیں یہاں ہر چیز ہی نرالی ہے اور کچھ دماغ ہی عیاشی عطاء ہوا ہے اور حافظ نہایت کمزور اور نسیان کا زور ہے۔ آپ کو یہ یاد نہیں رہتا کہ پیچھے کیا کہا آئے اور اب کیا کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ آیت موصوفہ کا ترجمہ آپ نے (جنگ مقدس ص ۷، خزانہ ج ۶ ص ۸۹) میں یہ کیا۔

”قد خلت من قبله الرسل اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے“ اور الرسل سے تمام رسول مراد لینا یہ بھی بعد میں خیال آیا۔ ورنہ جب تک توازن دماغ صحیح تھا تب تو وہ وہی صحیح ترجمہ کرتے تھے۔ جو تو اتر قومی سے چلا آتا ہے۔ مثلاً (شہادت القرآن ص ۴۴، خزائن ج ۶ ص ۳۴۰) پر آیت ”ولقد آتینا موسیٰ الكتاب وقفینا من بعده بالرسل“ کئی رسول کیا ہے۔

ایسا ہی مولوی نور دین تمہارے خلیفہ اول نے فصل الخطاب جلد اول ص ۲۵ حاشیہ پر ”اذا جائتہم الرسل“ کا ترجمہ جب آئے ان کے پاس رسولوں سے کئی ایک ”کیا سب رسول آگئے تھے۔ پھر تو مرزا کو بھی لاین۔ کلیئر ہوا ہوگا اور وہ دجال کے گدھے پر (ریل) سیکنڈ کلاس کے ریزرو ڈبے میں آیا ہوگا۔ ایسا ہی تمہارے بڑے بھائیوں کی مخصوص عادت بیان ہوتی ہے۔ ”ویقتلون النبین بغیر حق (بقرہ: ۶۱)“ کیا سب نبی قتل کر دیئے گئے تھے۔ لا محالہ ماننا پڑے گا کہ ”ال“ استغراق کا نہیں جنس کا ہے۔ ایسا ہی خلت کا ترجمہ موت کرنا جہالت و نادانی ہے۔ اس لئے کہ کلام مجید کی بلاغت پر دھبہ آتا ہے۔ مثلاً کفار عذاب کے اترنے کا جلد تقاضہ کرتے تھے۔ ارشاد ہوا ”وقد خلت من قبلہم المثلث (الرعد: ۶)“ شک کیوں کرتے ہو اس سے پہلے عذاب کی بہت سی مثالیں گزر چکی ہیں۔ اب تمہارے منشاء کے مطابق اس کا ترجمہ کریں کہ اس سے پہلے عذاب کی بہت سی مثالیں مرچکی ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے ہرگز نہیں۔

مرزا یو! ایمان سے کہو یہ کیا بات ہے کہ آیت ”ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (مائتہ: ۷۵)“ سے تم مسیح کی موت نکال لیتے ہو اور ”وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران: ۱۴۴)“ سے جناب نبی کریم ﷺ کی حیات سمجھ لیتے ہو۔ حالانکہ دونوں آیتیں آپ پر اتریں اور دونوں میں صرف نام مسیح اور محمد ﷺ کا فرق ہے۔ جو یقیناً کہہ رہی ہیں کہ دونوں زندہ ہیں۔ اس لئے کہ دونوں حضور ﷺ کی زندگی میں نازل ہوئیں۔ یہ کیا وجہ ہے کہ ایک کے معنی موت اور دوسری کے معنی حیات سمجھے جائیں۔ کوئی ایسی تدبیر کرو کہ فرقان حمید سے یہ آیت مٹ جائے اور اگر ایسا کرنا محال ہے تو خود مٹ جاؤ یا یہ ناپاک خیال چھوڑ دو۔ سنو! تمہارے مرزا قادیانی مجدد دین کے انکار کو کفر سے تعبیر کرتے ہیں اور مجدد بھی وہ جو تمہارے مسلمہ ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ زیر آیت ”ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل“ فرماتے ہیں ”نہیں عیسیٰ مگر ایک رسول ایسے ہی جیسے کہ ان سے پہلے گزر چکے

ہیں۔ عیسیٰ، اللہ کی طرف سے ایسے ہی معجزات لے کر آئے تھے کہ جن کی مثل وہ پہلے رسول بھی لائے تھے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پراچھا کیا اور مردوں کو ان کے ہاتھ پر زندہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر عصا زندہ کر کے اڑدھا بنا دیا اور سمندر کو پھاڑ دیا اور اگر وہ بغیر باپ پیدا کئے گئے تھے تو آدم علیہ السلام ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا کئے گئے تھے۔“ (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۶۱)

امام جلال الدین سیوطیؒ (تفسیر جلالین ص ۱۰۴) زیر آیت ”ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل“ فرماتے ہیں۔ ”نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ پس وہ بھی ان کی طرح گذر جائے گا۔ وہ اللہ نہیں جیسا کہ نصاریٰ خیال کرتے ہیں۔“

نیز یہ کیا ایمان داری ہے کہ ایک الفاظ ایک ہی مضمون ایک جیسی آیت سے دو جداگانہ مطلب ایک سے موت اور دوسری سے حیات لینا۔ کہاں کا انصاف اور کہاں کی دیانت ہے اور اس پر بودے سہارے تلاش کرنا کہ وہ کھانا کھاتے تھے۔ اب صدیقہ مرچکی اس لئے کھانا بھی مرچکا۔ جیسے مرزا مرچکا اور کیا مرزا کا کھانا بھی موقوف ہو گیا۔ کیا غضب کرتے ہو۔ کیوں عقل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہو۔ وہ رب العالمین جو تمام جہاں کی ربوبیت فرماتا ہے۔ اس کے پاس مسیح کے کھلانے کو کیا کمی ہے۔ شرم کرو اس کے خزانے بھر پور ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی آپ کی لمبی عمر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ خدا بھی زندہ موجود اور مسیح بھی زندہ موجود۔ اصل میں یہ سب دجل اور مغالطے ہیں۔ کیا خدا لمبی عمر دینے پر قادر نہیں کیا۔ اس زمین پر کئی سو برس عمر پانے والے انسان نہیں گذرے۔ کیا فرشتے جن اور شیطان چھوٹی عمروں والے ہیں۔ لمبی عمر پانا خدا ہونے کی دلیل نہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو بھی اس پر اتفاق ہے۔ ہاں! موت سب کو آئے گی اور اس کا وقت مقرر ہے۔ وہ جب اپنے وقت معینہ پر آئے گی تو نہ مسیح کو چھوڑے گی اور نہ فرشتوں کو۔ چنانچہ مسیح کی موت کا ذکر اور وقت دیا ہوا ہے۔ ”وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء: ۱۵۹)“ اور نبی کریم کا وعدہ بھی موجود ہے: ”ثم يموت ويدفن معي في قبرى (شکوٰۃ ص ۴۸۰، نزول عیسیٰ علیہ السلام)“ مگر ابھی یہ وقت نہیں آیا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”ان الله عنده علم الساعة (لقمان: ۳۴)“ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی اور مسیح علیہ السلام کو ”وانه لعلم للساعة (زخرف: ۶۱)“ قرار دیا جا چکا ہے۔ یعنی مسیح علامات قیامت کی ایک نشانی ہے۔ سو جب قیامت وقوع پذیر ہوگی۔ اس سے پہلے نشانات بھی ضرور آئیں گے۔ مگر عذاب کے لئے جلدی کرنا

شیوہ کفار ہے۔ جلدی نہ کرو۔ انتظار کرو۔ وہ ضرور آئے گی۔ اس لئے باری تعالیٰ نے تاکید فرمائی۔
 خبردار شیطان تمہیں سیدھی راہ سے روک نہ دے اور یتیم مکہ نے حلف اٹھا کر فرمایا کہ مسیح قیامت کے
 قریب آسمان سے نازل ہوں گے: ”یریدون لیطفقوا نور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ
 ولو کرۃ الکافرون هو الذی ارسل رسوله بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی
 الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (صف: ۹۰۸)“

بجھاتے ہی رہے پھونکوں سے کافراں کو رہ کر

مگر نور اپنی ساعت میں رہا ہو کر تمام اس کا

”کفار نابکار ارادہ کرتے ہیں کہ چراغ اسلام کو اپنی ناکام پھونکوں سے گل کر دیں۔
 حالانکہ اللہ پورا کرے گا اس نور کو اگرچہ منکر پسند نہ کریں۔ اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے
 رسول کو ہدایت و دین حق کا حامل بنا کر بھیجا۔ تاکہ غالب کر دے دین الہی کو جمیع ادیان باطلہ پر
 اگرچہ مشرک برامنائیں۔“

اس آیت کریمہ میں غلبہ دین تام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اصل میں یہ ایک زبردست پیش
 گوئی ہے۔ جو انشاء اللہ اپنے وقت پر پوری ہوگی۔ دنیائے عالم اور ان میں بسنے والی قومیں وہ
 یہودی ہوں یا مرزائی، عیسائی ہوں یا ہندو تمام متفقہ طور پر اسلام سے جلتی اور مٹا دینے کی کوششیں
 کرتی ہیں۔ مگر وہ جبار محافظ اس کی خود حفاظت کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ نہ اس کو کوئی مٹا سکتا ہے نہ
 مٹا سکے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اسلام کے پودے کو قدرت نے لچک دی ہے

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

غرضیکہ اعدائے دین کی کوشش ناکام و نامراد ہی رہیں گی اور شجر اسلام اپنے ڈال پات
 پھل پھول سے سرسبز و شاد کام ہی رہے گا۔ گو منکرین کے دل میں ناسور ہی نہ کیوں پڑیں یہ شیخ
 ہدایت نہ بجھائے سے بھی ہے نہ بجھے گی۔ کیونکہ اس کی بناء ہی کچھ ایسی زبردست رکھی گئی ہے۔ اللہ
 پاک ذات زبردست حکمت و قدرت والے نے ایک خاص الخاص رسول کو تبلیغ حقہ کے لئے پسند
 فرماتے ہوئے علم و عرفان سے بھرپور کر کے ہدایت و راہنمائی کے لئے اپنے پسندیدہ دین کے
 ساتھ اصلاح خلق کے لئے بھیجا۔ تاکہ تمام ملل باطلہ اور ادیان فاسدہ پر غالب آوے اور نیز
 رسالت کی روشنی کے سامنے وہ گیس ہوں یا بجلی کے قمقے، ستارے ہوں یا چاند سب نجل و شرمندہ
 ہوں اور حق باطل پہ غالب آوے۔ اگرچہ مشرکین کے دل اس سے کڑھتے ہی کیوں نہ رہیں۔

اس آیت کریمہ میں جو سراسر رحمت کردگار کی خزینہ ہے اپنے انعام و بخشش کی انتہاء فرمائی ہے۔ چنانچہ دنیا کو ازبر ہے کہ وہ مٹھی بھر جماعت جب عرب کے ریگستان سے علم توحید لے کر اٹھی۔ چچا حالی کیا خوب کہہ گئے۔

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اٹھی
 پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
 کڑک اور دک دور دور اس کی پہنچی
 جو ٹیکس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی
 رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
 ہری ہوئی ساری کھیتی خدا کی
 ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں
 پڑی کھلی کفر کی سرحدوں میں
 ہوئی آتش افرودہ آتش کدوں میں
 لگی خاک سی اڑنے سب معبودوں میں
 ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ گئے
 جے ایک جا سارے دنگل پھڑ کر

حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ غلبہ دین ایک دفعہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے زمانے میں ہوگا اور وہی غلبہ تام ہوگا اور اسی کے لئے سرکار مدینہ نے حلف اٹھاتے ہوئے وعدہ فرمایا ہے۔

”وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا يَذْهَبُ الْيَلُ وَالنَّهَارُ حَتَّىٰ يَعْبُدَ اللَّاتُ وَالْعُزَّىٰ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ كُنْتُ لَا أَظُنُّ حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ أَنْ ذَٰلِكَ تَامًا قَالَ أَنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذَٰلِكَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتُوفَىٰ كُلُّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيُبْقَىٰ مِنْ لَا خَيْرَ فِيهِ فَيَرْجِعُونَ إِلَىٰ دِينِ آبَائِهِمْ (مشکوٰۃ ص ۴۸۱، باب لا تقوم الساعة الا علىٰ اشرار الناس)“ ﴿جنابہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ بت پرستی کا دوبارہ زور شور نہ ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں تو جب آیت

”هو الذي ارسل رسوله بالهدى“ نازل ہوئی۔ اس وقت سمجھ چکی تھی کہ دین کا غلبہ پورا ہو چکا۔ فرمایا تحقیق بات یہ ہے کہ اس کا غلبہ عنقریب پھر ہوگا۔ جتنا عرصہ اللہ چاہے گا۔ (مسح ابن مریم کے زمانہ میں نزول کے بعد) پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا۔ جس سے ہر وہ مومن جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا۔ مرجائے گا۔ باقی رہ جائیں گے ایسے شخص جن میں ذرہ بھی بھلائی نہ ہوگی۔ پس وہ جھک جائیں گے اپنے آبائی دین بت پرستی کی طرف۔ ﴿مسلم و مشکوٰۃ﴾

”وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ يخرج الدجال فيمكث اربعين يوما او شهر او عاماً فيبعث الله عيسى بن مريم كانه عروة بن مسعود فيطامه فيهلكه ثم يمكث في الناس سبع سنين ليس بين اثنين عداوة ثم يرسل الله ريحا باردة من قبل الشام فلا يبقى على وجه الارض احد في قلبه مثقال ذرة من خيرا وایمان الا قبضة حتى لو ان احدكم دخل في كبد جبل لدخلته عليه حتى تقبضه قال فيبقى شرار الناس في خفة الطير واحلام السباع لا يعرفون معروف ولا ينكرون منكرا فيتمثل لهم الشيطان فيقول الا تستحيون فيقولون فما تامرنا فيها مرهم بعبادة الاوثان وهم في ذلك دار رزقهم حسن عيشهم ثم ينفخ في الصور فلا يسمعه احد الا اصفى ليتا ورفع ليتا قال واول من يسمعه رجل يلو ط حوض ابله فيصعق ويصعق الناس ثم يرسل الله مطرا كانه اطل فينبت منه اجساد الناس ثم ينفخ فيه اخرى فاذا هم قيام ينظرون ثم يقال يا ايها الناس هلم الي ربكم قفوهم انهم مستولون فيقال اخرجوا بعث النار فيقال من كم كم فيقال من كل الف تسعمائة وتسعة وستعين قال فذلك يوم يجعل الولدان شيبا وذلك يوم يكشف عن ساق (مسلم ص 403، باب ذكر الدجال، مشکوٰۃ ص 481، باب لاتقوم لساعة الاعلى اشرار الناس، فصل اول)

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دجال نکلے گا تو ٹھہرے گا۔ چالیس (آگے راوی کو شک ہے) کہ آیا دن ہیں یا مہینے یا سال اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجیں گے گویا کہ ان کی شکل حضرت عروہ بن مسعودؓ کی ہے۔ (یہ صحابی ہیں جو خوبصورت تھے) پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھ سات سال لوگوں میں ٹھہریں گے۔ (وہ ایسا زمانہ برکت کا ہوگا) جو دو آدمیوں کے درمیان خصومت نہ ہوگی۔ اس

کے بعد اللہ تعالیٰ شام کے طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے۔ جس کی وجہ کوئی آدمی جس کے قلب میں رائی برابر بھی ایمان ہو اسب فوت ہو جائیں گے۔ اگر کوئی آدمی پہاڑ کے اندر بھی چلا گیا ہے تو وہاں بھی وہ ہوا اس کو مار ڈالے گی۔ اس کے بعد وہ ظالم لوگ رہیں گے جو بمنزلہ تیزی پرندوں اور مثل درندوں کے ہوں گے۔ (یعنی شہوت کی طرف جلدی جانے والے اور نہایت درندانہ ظلم کرنے والے) یہ نیکی کو نیکی سمجھیں گے نہ برے کو برا سمجھیں گے۔ پس ان کے سامنے شیطان متمثل ہو کر آئے گا آ کر کہے گا اور کیا تمہیں حیا نہیں آتی۔ پس لوگ کہیں گے کہ تیرا کیا فرمان ہے۔ پس شیطان ان کو کہے گا اور کیا ہے صرف بتوں کی عبادت کرو تو اس وقت وہ لوگ اپنا رزق ان پر ڈالنے والے ہوں گے۔ (جیسے بارش برستی ہے) بہتر ہوگی ان کی زندگانی۔ پھر صور پھونکی جائے گی۔ جب وہ صور سنیں گے تو سننے والا ایک طرف گرے گا تو دوسرے طرف سے اٹھے گا۔ یعنی گھبراہٹ ہوگی سب سے اوّل صورت وہ شخص سنے گا جو اونٹنیوں کے لئے حوض صاف کرتا ہے۔ پس وہ شخص ہلاک ہوگا اس کے بعد سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش بھیجیں گے گویا کہ وہ شبنم ہے جس سے لوگوں کے بدن اگیں گے۔ پھر دوسری بار صور پھونکی جائے گی۔ پس سب کے سب انتظار میں کھڑے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا چلو اپنے رب کے ہاں۔ ٹھہرو ابھی تم سے سوال ہوتا ہے۔ پس کہا جائے گا نکالو جہنم کے لئے تو کہا جائے گا کتنے کتنے کہاں سے نکالیں تو کہا جائے گا ہزار سے نو سو ننانوے نکالو باقی رہنے دو۔ (گویا ہزار سے ایک جتنی باقی جہنمی) پس کہے گا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہ وہ دن ہے جو ظاہر ہوگا امر عظیم۔“

غرضیکہ یہ آیت کریمہ اور احادیث صحیحہ ہر اس فرد کو مجبور کرتی ہیں جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! پر ایمان رکھتا ہو وہ ضرور اس بات پہ حق الیقین رکھتا ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام نے ابھی جام موت کو نہیں چکھا۔ کیونکہ سرکار مدینہ اُرشاد فرماتے ہیں کہ قیامت قائم ہی نہ ہوگی جب تک مسیح ابن مریم کا نزول نہ ہو اور پیش گوئی کے الفاظ تقاضہ کرتے ہیں کہ تمام اہل کتاب ”ید خلون فی دین اللہ افواجاً“ ہو جائیں اور کہہ زمین پر کوئی ایسا متنفس باقی نہ رہے جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہو۔ وہ اس پاک ہوا سے جام موت نہ پئے اور باقی جو رہیں واشرارہ جائیں اور وہ بت پرستی میں محو ہو جائیں۔ چنانچہ ہمارے اس نظریے کی مرزا قادیانی بھی تائید کرتا ہوا کہتا ہے اور اس کتاب میں لکھتا ہے۔ جسے براہین احمدیہ کہا جاتا ہے اور یہ وہ کتاب ہے جو قطب ستارے سے زیادہ محکم ہے۔ یعنی اس کے لفظ لفظ کی جنبش غیر ممکن ہے۔ کیونکہ اسے سرکار مدینہ سے رجسٹری کرایا گیا ہے اور یہ تریبوز کی شکل میں واپس کی گئی تھی۔ جو

مرزا قادیانی کی کہنیوں اور داڑھی کی ستیاناسی کرگئی۔ یعنی تریبوز کا میٹھارس مرزا کی کہنیوں اور داڑھی کو تر کر گیا اور اسے قطبی بھی کہتے ہیں یہ وہ کتاب ہے جس کی پچاس جلدوں اور تین سو دلائل کے وعدوں پر غریب مسلمانوں کی گاڑھے کی کمائی دھوکہ دیتے ہوئے لوٹی گئی اور لاکھوں جمع کئے گئے۔ مگر جس کا حشر یہ ہوا کہ تین سو دلائل سے تین بھی دینے کی ہمت و توفیق نہ ہوئی اور جلدوں کے متعلق یا مظہر العجائب پچاس جلدوں میں پینتالیس غائب اور وہ بھی انٹ سنٹ الہام بے معنی و بے ربط تفسیر اور لمبے لمبے وعدے چند جھوٹے خواب اور بناوٹی مکاشفات اور تمہیدی باتیں اس میں یہ ہوگا وہ ہوگا۔ گویا مقدمہ میں ختم کرتے ہوئے الزام خدا پر رکھ دیا گیا کہ اب اس کا کام خدا نے اپنے ہاتھ سے لے لیا اور قادیانی خدا کی عادت تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ وعدہ ایفائی کو جانتا ہی نہیں۔ چچا غالب کیا خوب کہہ گئے۔

اسد سبیل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

الغرض اس کتاب (براہین احمدیہ حاشیہ ص ۴۹۸، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳) پر فرماتے ہیں کہ:

”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں یہ ایک پیش گوئی ہے اور جس میں غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔“

مندرجہ بالا حوالے سے واضح طور پر عیاں ہے کہ مسیح ابن مریم کی دوبارہ آمد کے وقت اللہ تعالیٰ اسلام کو جمع اکناف عالم میں فروغ دے گا اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یہ ایک پیش گوئی ہے جو مسیح ابن مریم کے ساتھ جسمانی تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے اس کا آنا ضروری ہے۔ ہمیں تو مرزا قادیانی کے اس قول کے ساتھ پورا پورا اتفاق ہے۔ دیکھیں کون کون نیم یہودی اپنے پنجابی نبی کی عزت کرتا ہوا اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ کیونکہ نبی جھوٹ تھوڑا ہی بولتے ہیں اور اگر قرآنی استدلال کی وجہ سے کسی کی رگ الحاد پھڑکنے سے نہر کے تو مرزا قادیانی کی الہامی زبان اور اس معتبر کتاب سے جسے آیت کہہ کر بیان کیا گیا ہے اور جو فرقان حمید میں تو ان الفاظ میں نہیں ہے۔ ایک اور چیز پیش کرتے ہیں دیکھیں کون کون خوش نصیب ایمان لاتا ہے۔

(براہین احمدیہ حاشیہ ص ۵۰۵، خزائن ج ۱ ص ۶۰۱، ۶۰۲) پر ارشاد ہوتا ہے کہ:

”عسیٰ ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم
 للکافرین حصیرا“ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے جو تم پر رحم کرے اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف
 رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید
 خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر (نازل) ہونے کا اشارہ ہے۔
 یعنی اگر طریق رفیق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے..... تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے
 کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے عصف قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ
 السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں..... کو صاف کر دیں گے۔ کج اور
 ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلال الہی گمراہی کو نیست و نابود کر دے گا۔ یہ میرا زمانہ اس
 زمانہ کے لئے بطور ارہاس واقع ہوا..... اب بجائے اس کے رفیق اور احسان سے اتمام حجت کر
 رہا ہے ”توبوا واصلحوا والی اللہ توجہوا“ توبہ کرو اور باز آؤ اور اللہ کی طرف توجہ کرو۔“
 مرزا قادیانی کا یہ الہام مسیح ابن مریم کی آمد کی خبر ایک ایسے انداز میں پیش کرتا ہے جسے
 پیش گوئی سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ انبہا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں اور
 مرزا نیو! اگر تم نے رحمت اللعالمین سرکار بطحاء سے کنارہ کشی کی اور سرکشی پہ اترائے یعنی وہ چیز جس کے
 لئے سرکار مدینہ نے حلف اٹھائے ہیں۔ نہ مانا تو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ
 ارشاد کرتا ہے ”فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموا فیما شجر بینہم (نسلہ: ۶۵)“ یعنی
 قسم ہے اے محمد تیرے رب کی جب تک یہ لوگ تمہیں اپنا حکم نہ مان لیں گے اور تیرے ہر حکم پر سر تسلیم
 خم نہ کر دیں گے۔ تب تک یہ ایماندار ہی نہیں ہو سکتے۔ اب انصاف سے کہئے وہ ایماندار کس طرح ہوا
 جو فرمان رسالت کی تکذیب کرتا ہوا تاویلیں ڈھونڈتا اور کفر کی گہرائیوں میں غوطے لگاتا ہے۔ حالانکہ
 حضور نے بار بار فرمایا ”والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (مشکوٰۃ
 ص ۴۷۹، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)“ یعنی قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت
 میں میری جان ہے۔ تحقیق ضرور نازل ہوگا تم میں مسیح ابن مریم اب انصاف کیجئے کہ اللہ تعالیٰ رب محمد
 کی حلف اٹھائے کہ وہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے جو تیرے حکم سے سرمو فرق کریں۔ یا اپنے دل کے
 اندر ہی کچھ خیال کریں اور یتیم مکہ خدا کی قسمیں کھائے اور مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی کرے
 اور قرآن کریم کی آیات کو ضامن ٹھہرائے اور وقت موقع اور نشانات بیان ہوں۔ وہ بد بخت و سرکش
 نہیں جو انکار کرے تو اور کیا ہے؟ اور جہنم ایسے بے پیروں کے لئے نہیں تو اور اس کے کس کے لئے
 ہے؟۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں سرکش نہ بنو ورنہ جہنم میں جلائے جاؤ گے۔ ایمان لاؤ کہ مسیح ابن مریم

جلالت کے ساتھ آسمان سے اتریں گے اور میں تو غربت اور درویشی سے تنگ ہو کر مجبوراً پیٹ پوجا کے لئے آیا ہوں۔ مسیح ابن مریم کے زمانے میں سرور عالم کا ارشاد ہے۔

”ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة والواحدة خير من الدنيا وما فيها (مشکوٰۃ ص ۴۷۹، باب نزول عيسى عليه السلام)“ یعنی مال و دولت کی گویا ایک نہر چلے گی۔ لوگ درم و دینار سے ایسے بے نیاز ہوں گے کہ ڈھونڈے سے کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ لوگ اس قدر مستغنی ہو جائیں گے کہ جس کو کہا جائے گا کہ ہزاروں درہم لے تو وہ استغفار سے جواب دے گا یہ سنہری نکلیاں میرے کس مسرف کی۔ اس سے بہتر ہے مالک الملک کا ایک سجدہ۔ مگر میرا زمانہ جو مسیح کے زمانے کے لئے بطور ارہاس ہے اور درویشی اور غربت کے رنگ میں ہے۔ ایک ایک آنہ کے لئے خدا کی جھوٹی قسمیں اور روٹی کے لئے جان کو تلف کرنے کا ہے۔ میرے زمانے میں فقیروں کی کثرت چوروں کی برکت راہزنوں کی ترقی اور لوٹ اور مار کی گرم بازاری ہے۔ دنیا مردار کے پیچھے کتوں کی طرح لگی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے جو میری تعلیم میں چندوں کی گرم بازاری ہے اور یہی میری فتوحات ہیں جو ایک سال میں کم از کم دو لاکھ روپے تک پہنچتی ہیں اور ایسی فتوحات کی خبریں کم از کم پچاس ہزار سے زیادہ ہیں۔ جو مجھے میرے خدانے بھیجی جن کو میں الہام کہتا ہوں۔ نیز میرے زمانہ میں فسق و فجور قمار بازی و راہزنی و حرام کاری اور سیاہ باطنی کا دور دورہ ہے۔ مگر مسیح ابن مریم کے زمانہ میں پرہیزگاری اور تقویٰ، راست بازی اور سلامت روی، نیکو کاری اور ایمان داری کا خوش منظر ہوگا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی فرماتے ہیں تو ”توبو و اصلحو والی اللہ توجھوا“ یعنی اے مرزائیوں توبہ کرو اور اصلاح کرو یعنی یہ خیال فاسد چھوڑ دو کہ مسیح مرچکا اور وہ کشمیر محلہ خان یار میں دفن ہوا۔ توبہ کرو اور ابھی اصلاح کا موقع ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔ باز آؤ ان تو اہم باطلہ کو چھوڑ دو ایسے لغو قصے نہ مسیح ابن مریم ابھی مرا اور نہ کسی بد بخت و شقی نے اس کو پھانسی دیا۔ خدا کی طرف توجہ کرو۔ یعنی اللہ فرماتا ہے ”وانه لعلم للساعة (زخرف: ۶۱)“ یعنی مسیح ابن مریم تو قیامت کے علامات سے ایک نشان ہے۔ ”فلا تتمدن بها“ یعنی پھر تم کیوں شک کرتے ہو کیا قیامت آچکی جو تم مسیح کے آنے کا تقاضہ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”ان الذی عنده علم الساعة (لقمان: ۳۴)“ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔ بہر حال اس کا ایک وقت معین ہے وہ جب ہوگی۔ مسیح ابن مریم اس کے قریب نازل ہوگا مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں اس وقت نرمی اور منت سے تمہیں یہ صحیح تعلیم دی جاتی ہے۔ تم خدا کی غیرت کو چیلنج مت کرو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ

بھی قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا۔ پھر نہ بہشتی مقبرہ ہوگا نہ ٹل منارہ۔ اس لئے توبہ کرو اور باز آؤ اور اللہ کی طرف توجہ کرو جو اپنی بادشاہی میں بڑا ہی زبردست اور بڑا ہی حکمت والا ہے۔

عقل حیران ہے اسے کیا لکھے

خامہ انگشت بدنان ہے اسے کیا کہئے

اس آیت ممدوحہ اور احادیث صحیحہ اور اقوال مرزا پر خود مرزا قادیانی اور ان کی بے پندے کی نبوت کے محافظ اعتراض کرتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں مرزا قادیانی نے یہ عقیدہ رسمی طور پر مسلمان ہوتے ہوئے کہہ دیا اور نہ جب وہ مرزائی ہوئے یعنی جب ان کے خدا نے ان سے الہام بازی کی اور الہامات کا مینہ برسنا تو مرزا قادیانی کا اسلامی عقیدہ بھی اس میں بہ کر مرزائی ہو گیا۔ یعنی انہوں نے حیات مسیح کا انکار کر دیا اور اس کے بعد انہوں نے اس کی از حد تردید کی اور اسے شریکہ عقیدہ قرار دیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ نبی دنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ کفر و شرک کو نیست و نابود کر دیں۔ خیالات فاسدہ کو مٹادیں اور توحید و سنت کو رائج کریں۔ اس لئے نہیں آتے کہ باون سالہ زندگی تک مشرک بنے رہیں اور شرک کی تعلیم دیتے رہیں۔ حالانکہ وحی کے آنے کا اقرار اس صورت میں کریں۔ جیسا کہ انبیائے سلف نے کیا۔ حسب ذیل کلام مرزا غور سے پڑھیں۔

”حضرت مسیح موعود وحی نبوت اور غیر نبی کی وحی میں یہ فرق بتاتے ہیں۔ نبوت کے مکالمے میں کثرت ہوتی ہے اور عالم مکالمہ الہیہ میں کثرت نہیں ہوتی..... اور نبوت کی وحی اور مکالمہ اور دوسرے لوگوں کے مکالمہ میں فرق کثرت اور کیفیت اور کیمت کا ہوتا ہے۔ پس کثرت اور قلت صفائی اور کھدر کا فرق ثابت کر دینا کہ مکالمہ نبوت کا کیا ہے اور دوسرا کیا۔“

(ملفوظات ج ۵ ص ۵۴، ۵۵، ملخصاً)

”پس اسی وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔“

”ان الوحی کما یُنزل علی الانبیاء کذا لک یُنزل علی الاولیاء ولا فرق فی نزول الوحی بین ان یکون الی نبی او ولی کل حظ من مکالمات اللہ ومخاطباتہ علی ہسب المدارج نعم الوحی الانبیاء شان اتم واکمل واقوئ اقسام الوحی وحی رسولنا خاتم النبیین“

(تحفہ بغداد ص ۲۰، ۲۱، حاشیہ، خزائن ج ۷ ص ۲۷، ۲۸)

”اس امت میں بھی وحی یقینی اور قطعی کا وجود ضروری ہے تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہرے۔ سو خدا نے آخری زمانہ میں اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا۔“

(نزل المسح ص ۸۹، خزائن ج ۱۸ ص ۳۶۷)

”در حقیقت اکثر انبیاء کے معجزات کی نسبت یہ معجزات اور پیش گوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت قوی اور بہت زیادہ ہیں۔“

(نزل المسح ص ۸۳، ۸۴، خزائن ج ۸ ص ۳۶۲)

”اس دعاء میں اس انعام کی امید دلائی گئی جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا اور ظاہر ہے کہ ان تمام انعاموں میں سے بزرگ تر انعام وحی یقینی کا انعام ہے۔“

(نزل المسح ص ۱۰۹، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۷)

”میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے ہنر سے اس نعمت کا کامل حصہ پایا جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔“ (حقیقت الوحی ص ۶۲، خزائن ج ۲۲ ص ۶۲)

”جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی وحی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہیں ہے۔ ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے۔“

(نزل المسح ص ۸۱، خزائن ج ۱۸ ص ۳۶۰)

”سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تیس برس تک مدت دی گئی۔“

(الربعین نمبر ۳ ص ۲۲، خزائن ج ۱۷ ص ۴۰۹)

”ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے..... یعنی ۲۳ سالہ مدت میں وحی کا ہونا..... بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا اور آیت ”لو تقول“ کو ہنسی ٹھٹھا میں آڑانا ان شریروں کا کام ہے۔ جن کو خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں۔“

(الربعین نمبر ۴ ص ۱۲، خزائن ج ۱۷ ص ۴۷۷)

”میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جیسا کہ اس نے ابراہیم سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحق سے اور اسماعیل سے اور یعقوب سے اور یوسف اور موسیٰ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی اکرم ﷺ سے..... ایسا ہی اس نے مجھے اپنے مخالف اور مکاتبہ کا شرف بخشا۔“

(تجلیات الہیہ ص ۱۹، خزائن ج ۲۰ ص ۴۱۱)

اور یہ بھی بتا دوں کہ مرزا قادیانی نے وحی کے آنے کا اقرار چالیس سالہ عمر میں کیا ہے اور چالیس سالہ عمر سے لے کر باون سالہ عمر تک یعنی پورے بارہ برس تک شرک کیا اور شرک کی تعلیم دی۔ ایسا مشرک نبی اور ایسا بد اعتقاد رسول جس کی بارہ برس وحی منت گذاریاں کرتی رہی کہ تو رسول اللہ ہے تو مسیح سے افضل ہے۔ تیری وحی تمام انبیاء سے بالا ہے۔ مگر وہ میں نہ مانوں میں نہ

مانوں ہی کرتا رہا اور نہ مانا اور مانا بھی تو پورے بارہ برس بعد پنجابی ایک مثل مشہور ہے۔ بارین و رہیں رب روڑی دی بھی سندا اے۔ سومرزا قادیانی کی بھی سنی گئی اور وہ خیر سے مسیح ابن مریم، عیسیٰ ابن مریم عیسیٰ بن گئے۔ اسی بارہ سالہ مدت میں وہ منارہ بھی تعمیر ہوا۔ جس کا تذکرہ احادیث نبویہ میں ہے اور جو دمشق میں ہے۔ سورسی عقیدہ کا جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ کے وقت رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کر چکے تھے۔ جیسا کہ وہ خود اس کا اقرار کرتے ہیں۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶، ایام صلح ص ۵۷، خزائن ج ۱۴ ص ۳۰۹)

اور مرزا قادیانی کا یہ قول بھی ملاحظہ کریں

”انبیاء کرام کے اقوال و افعال، اجتہادات و آراء سب کے سب بوجی خدا ہوتے ہیں۔ انبیاء کی اپنی ہستی بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کے ہاتھ میں مردہ پاکٹ پتلی کی طرح ہوتے ہیں۔ ان سے وہ طاقت ہی سلب کر لی جاتی ہے جس سے خلاف مرضی خدا کام کیا جاسکے۔“

اور مرزا نیو! کیا مرزا قادیانی کا کلام اور وحی تمہارے لئے بطور حجت کے نہیں۔ کیا نبوت اسی چیز کا نام ہے۔ صبح آدمی اور رات عورت کبھی دن کو رات اور رات کو دن بارہ برس شرک کی تعلیم دی اور بارہ برس اسی تعلیم کو مٹانے میں کاٹی۔ یہ عجب قسم کی نبوت ہے۔ ایک بات یاد آئی کہ دوں برانہ ماننا کیا تمہارے نبی کی ہر بات صداقت سے کوسوں دور ہی ہوتی ہے۔ سنو اور سوچ کر جواب دو براہین احمدیہ کی جب رجسٹری تمہارے مرزانے دربار رسالت سے کرائی۔ اس وقت یہ مشرکانہ عقیدہ اس میں نہ تھا۔ کیا یہ اس وقت نکال کر رجسٹری ہوئی تھی ہرگز نہیں۔ کیا حضور اکرم ﷺ نے اس شرکیہ عقیدہ کو نہ دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ ضرور دیکھا ہوگا۔ کیا تریوز کڑوا تھا یا بیٹھا جو مرزا قادیانی غٹ غٹ کر پی گئے۔ ہوش کی دوا اور عقل سے کام لو۔ ایک معمولی رجسٹر اقبالے کا ایک ایک لفظ دیکھ کر اور پوچھ پوچھ کر دستخط کرتا ہے اور کافتہ للناس رسول جس کا دور رسالت رہتی دنیا تک رہے گا۔ یونہی دستخط کر دے گا اور ایسے عقیدہ پر جو شرک فی التوحید ہو اور جس کی زداربوں آدمیوں پر پڑتی ہو۔ ایمان سے کہو!

چوں کفر از کعبہ برنیزد کجا ماند مسلمانی

وہ ذات کردگار قیامت کے دن کس طرح غریب مخلوق سے سوال کر سکتی ہے۔ جس کے قائدین اور ریفامر ہی مشرکانہ تعلیم دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ خیال ہی مردود ہے نہ حیات مسیح کا عقیدہ شرکیہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم اس کی تعلیم کو جاری کرتا ہے اور قرآن

ناطق حلف اٹھاتے ہوئے اس پہ ایمان رکھتا ہے اور ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے۔ باقی رہا طبعی عمر پانے کا مسئلہ تو وہ مالک جو نہ شمار ہونے والی مخلوق ملائکہ کو لمبی زندگی عطاء کر سکتا ہے وہ ایک انسان کو بھی ایک وقت معین تک زندہ رکھنے پر قادر ہے تم ہو کون جو اس کی ذات پر پھبتیاں اڑاتے ہو اپنی پیدائش کو سوچو وہ گندہ مٹی کا ناپاک قطرہ جو ماں کے رحم میں گندے اور ناپاک خون سے پرورش پاتا ہو اس کی قدرت و حکمت پر طعنہ زنی کرتا ہے۔ تف ہے تمہاری عقل پر اور تمہارے بودے خیال پر کہ مسیح کو کھانا کون دیتا ہے۔ وہی دیتا ہے جو تمہاری ماں کے پیٹ میں شکلیں بناتا ہے۔ ”هو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء (آل عمران: ۶)“ کبھی تم نے مان کے پیٹ میں شکل بننے دیکھا ہے۔ وہی آسمان پر بھی رزق پہنچاتا ہے۔ جو پتھر میں کیڑے کو تازہ بتازہ سبز پتے دیتا ہے وہی مسیح کو کھلاتا ہے۔ جو صدف میں کیڑے سے موتی بناتا ہے۔ وہی کھانے کو دیتا ہے۔ جو آہو کو نافہ بخشتا ہے۔ اس کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہے۔ مگر افسوس جاہل اور نادان نہیں جانتے۔

فتدبروا ایہا الحواریون للدجال

بخدا تمہارے بودے استدلال پر مجھے ہنسی آتی ہے۔ اس شرکیہ عقیدے کو یوں کہہ کر مرزا قادیانی کے سر سے تالا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ بیت المقدس کی طرف تہنک منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب تک وحی الہی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی نہ آئی۔ مولانا ظفر علی خان قبلہ نے کیا خوب کہا۔

اس جور پہ اس ظلم پہ جو پیکر بے داد
عدل اور مساوات کی بھی فلسفہ چھاننے
اس سے تو کہیں اچھا ہے وہ لنڈن ہی کا اندھا
بھر بھر کر مٹن چاب جو اپنوں ہی میں بانٹے

”اولئک الذین آتینہم الكتاب والحکم والنبوة فان یکفر بہا ہولاء
فقد وکلنا بہا قوماً لیسوا بہا بکفرین . اولئک الذین ہدے اللہ فبہدہم اقتدہ
قل لا اسئلكم علیہ اجر ان ہو الا ذکرئ للعلمین (انعام: ۸۹، ۹۰)“ ﴿یہی وہ لوگ
تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانے مکہ والے تو ہم نے ان
باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی
اللہ نے، سو تو چل ان کے طریقہ پر۔ تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو
محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو۔﴾

تمام انبیاء علیہم السلام عقائد اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں۔ سب کا دستور اساسی ایک ہے۔ ہر نبی کو اس پر چلنے کا حکم ہے۔ آپ بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے لئے مامور ہیں۔ گویا اس آیت میں متنبہ کر دیا کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیائے سابقین کے راستے سے جدا نہیں رہا۔ فروغ کا اختلاف وہ ہر زمانہ مناسبت و استعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے۔ یتیم مکہ کی بعثت سے پہلے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا چکا تھا۔ اس لئے انبیائے سلف کی سنت پر آپ بھی عامل رہے۔ مگر آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ”ربنا وابعث فیہم رسولا منهم یتلوا (بقرہ: ۱۲۹)“ کے مطابق ”ان اول بیت وضع للناس للذی بیکہ مبارکاً وهدی للعالمین (آل عمران: ۹۶)“ ارشاد باری ہوا تو آپ نے اسی پر عمل کیا اور اسی وقت کیا۔ یعنی آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا رہے تھے۔ ارشاد باری اسی حالت میں ہوا۔ حضور ﷺ اسی حالت میں ایڑیوں پر گھومتے ہوئے قبلہ رو ہو گئے اور یہ بھی بتادوں کہ موجودہ قبلہ کیا تھا۔ چچا حالی کیا خوب کہہ گئے۔

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل نے مشیت سے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

مشیت ایزدی کو غیرت نے تقاضہ کیا۔ کعبۃ اللہ نے زبان حال سے استدعا کی۔ مولا میری نیا تیرے دوست نے تیرے حکم سے رکھی تھی۔ تیرے ہوتے ہوئے تیرا گھرتوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ارشاد باری ہوا: اے محمد ﷺ ”واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ (بقرہ: ۱۲۵)“ حضور ﷺ نے آن واحد میں اس حکم کی تعمیل کی۔ یہ نہیں کیا کہ بارہ برس تک سراسر وحی منت گذاریاں کرتی رہی اور کذاب قادیان کے ماتھے پہ جوں بھی نہ رہینگے۔ وہ وحی ہی کیا ہوئی گوزشتر ہوا جو بارہ برس مشیت الہی کے خلاف چلتا رہا۔ پھر بھی نبی اور رسول کے مبارک نام کی تذلیل کرے اور پھر چھوٹی سی لغزش نہیں شرک کرتا رہا۔ اللہ اللہ مشرک نبی کبھی نہ سنا تھا۔ مگر پنجاب میں دیکھ لیا۔ حیف ہے امت پر جو نبوت پہ عنکبوت کے تار بن رہی ہے۔ حضرت گدھے پر قالین

ڈالنے سے شیر تھوڑا ہی ہو جاتا ہے۔ گو‘ع‘ اور‘غ‘ میں فرق ایک نقطے کا ہوتا ہے۔ مگر آنکھوں والے جھٹ تاڑ لیتے ہیں اور گدھا تو اپنی آواز سے چھپا نہیں رہتا۔ ذرا گرمی محسوس ہوئی تو یہ نابکار ڈھینچو ڈھینچو کرتا ہوا دم کو مخصوص جگہ میں دباتا ہوا بھاگا۔

انبیائے کرام کی سنت پہ عمل کرنا سنت ہے شرک نہیں۔ انبیاء کرام سے کوئی ایسی مثال تو دیجئے جو بارہ سیکنڈ تک وحی کی تعمیل میں عمداً رکا رہا اور سوچا کیا کہ ایسا کہنے اور کرنے سے کہیں الوجو گانٹھ کے پورے اور عقل کے اندھے ہاتھ آئے ہیں۔ بدک نہ جائیں۔ خود مشرک بنا رہا اور انہیں دریائے شرک میں ڈبو تا رہا۔ ایسی حالت میں مسک وں اسی کفریہ عقیدہ پر جنم واصل ہوئے۔ کیا ان سب کا بوجھ پنجابی نبی کی گردن پر نہیں۔ کیا وہ دن قیامت کے رب العالمین سے نہیں کہیں گے کہ مولا تو خواہ مخواہ ہم سے شرک کی باز پرس کرتا ہے۔ جب کہ تو نے نبی ہی ہم کو مشرک دیا ہمارا کیا قصور ہے۔ جو کچھ پوچھنا ہوا اسی مرزے طفلیے نبی اور بھر پئے رسول سے پوچھ۔

نیز قبلہ یا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے ہے۔ جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے اور نزول مسیح کا مسئلہ تو عقائد سے ہے اور عقائد ایمانیات میں داخل ہے۔ اس لئے اس میں تبدیلی ناممکن ہے اور جو کرے وہ مسلمان نہیں اور دوسری مثال یونس بن متیٰ پہ فضیلت دینے کے متعلق صرف ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے۔ اول تو وہ حدیث ہی ضعیف ہے یا محض تواضع و انکساری کے رنگ میں کہا گیا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کو اسی پر خود اقرار ہے۔

اور اگر حدیث مذکور کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی وہ تمہارے مفید مطلب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ تعلیم ربانی ہی یہی ہے۔ ”لا نفرق بین احد من رسلہ (بقرہ: ۲۸۵)“ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد اسی آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ آپ کا ارشاد شان نبوت کی تحقیر و تذلیل کرنے کے متعلق ہے کہ نبوت وہ پاک منصب ہے جس کی عزت و توقیر فرض ہے۔ باقی رہی فضیلت وہ تو خود فرقان شاہد ہے ”ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض (بنی اسرائیل: ۵۵)“ کہ ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی۔ کوئی ایک قوم کی طرف کوئی ایک ملک کی طرف کوئی ہم کلامی سے مشرف ہوا۔ کوئی ایک صاحب کتاب ہوئے اور حضور ﷺ کے متعلق فرمایا ”کافة للناس بشیراً ونذیراً (سبا: ۲۸)“ ”وما ارسلناک الا رحمت للعالمین (انبیاء: ۱۰۷)“ مگر قربان جاؤں سرکارِ یشرب کے حضور ﷺ نے کبھی فخر نہ کیا۔

کوئی یہ اس کا وقار دیکھے اور پھر اس پہ انکسار دیکھے
سر مبارک پہ تاج اطہر تو دوش پر اک گلیم بھی ہے

جنہوں سے پہنچیں اذیتیں پھر انہیں کے حق میں دعائیں مانگیں
کسی میں یہ شانِ علم بھی ہے اور کوئی ایسا حلیم بھی ہے

اور باقی رہا یہ کہنا کہ رسمی طور پر مرزا قادیانی نے ایسا کہا تو یہ قطعاً غلط و مردود ہے۔ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ایک تو مرزا قادیانی کا وہ الہامی تھیلا ہے۔ جس پر نبوت قادیان کا انحصار ہے۔ دوئم وہ الہامی کتاب ہے۔ اس لئے اس کے عقائد کو غلط کہنا اور الہام سے روگردانی کرنا قادیانیت پر تین لفظ بھیجنے کے مترادف ہے۔ سوئم کلام مجید کی آیت سے استدلال کیا گیا ہے۔ جس کا ایک حرف ایک شوشہ نہیں بدل سکتا۔ چہارم حدیث صحیح سے اس کی تصدیق کرائی جا چکی ہے۔ پنجم مرزا قادیانی الہاماً تائید کرتے ہیں۔ اس لئے کسی صورت میں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور طوعاً و کرہاً یہ ماننا ہی پڑے گا کہ براہین والا یہ عقیدہ صحیح اور درست ہے اور انکار کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کی تاب سہنے کے لئے تیار ہو جو عنقریب ملاقات کے وقت انشاء اللہ مل کر رہے گا۔

وما علینا الا البلاغ!

ناظرین صحیفہ تقدیر کا حجم بہت بڑھ گیا ہے۔ اس لئے طوالت کے ڈر سے اور بازو کے کمزور ہونے کی وجہ سے مجبور ہوں۔ کاش قوم تھوڑی سی توجہ کرتی تو قادیانیت کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیتا۔ اس لئے صرف قرآن کریم سے ایک اور آیت پیش کرنے کے بعد چند ایک اور باتیں کہہ کر مضمون کو ختم کرتا ہوں اور فقیر کے خیال میں سعید لوگوں کے لئے اس میں بہت سی مفید باتیں ہیں جو انشاء اللہ ان کے کام آئیں گی اور صراطِ مستقیم سے ہٹنے نہ دیں گی۔
وما توفیقی الا باللہ!

”ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً وذریۃ (الرعد: ۳۸)“ ﴿اے محمد! تجھ سے پہلے رسولوں کو ہم نے اولاد و ازواج والے بنایا تھا۔﴾
ناظرین! یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جناب مسیح کی بیوی اور بچے ہونے چاہئے۔ کیونکہ وہ یتیم مکہ سے پہلے رسول ہیں اور یہ بھی آپ سے مخفی نہیں کہ ان کی کوئی بیوی بچہ نہ تھا اور رشتہ ازدواجی میں منسلک ہونا انہیں پہلی زندگی میں نصیب نہیں ہوا۔ کیونکہ بد بخت یہود نے انہیں ساڑھے تینتیس سالہ مدتِ العمر میں قتل و مصلوب کے حیلہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ یعنی یہود نے ان کے قتل و صلیب کی خفیہ تجویز سوچی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بچانے کا ذمہ لیا۔ دنیا جانتی ہے اور اس پر اتفاق کرتی ہے کہ مسیح نے بیوی اور بچوں کا منہ نہیں دیکھا۔ مگر آیت کریمہ یہ کہتی ہے کہ ہم نے اس کو بیوی بچوں والے بنایا تھا۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان کے بیوی بچہ نہ ہو۔

جب یہ مشکل پڑی تو ہمیں اس کا حل دربار رسالت سے تلاش کرنا پڑا۔ اللہ اللہ وہ کافتر للناس نبی جس کی تعلیم ہر زمانے کے لئے مشکل کشا ہے اور ابتلاء مصیبت میں ہمیشہ سے ساتھی ہے۔ ہر دکھ کی وہ دوا ہر درد کا وہ درماں، ضعیفوں کا سہارا، یتیموں کا مولا، یتیموں کا شفیع اور گرتوں کا سنبھالا ہے۔ جو اخلاق کے انتہائی مراتب کا مالک ہے اور جس کی زبان فیض ترجمان کے انمول گوہر زمانے کو مستفیض و سیراب کر رہے ہیں۔ ہمارے لئے یوں عقدہ کشا ہوئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

”عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ينزل عيسى ابن مريم الى الارض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فاقوم انا وعيسى ابن مريم في قبر واحد بين ابي بكر وعمر (مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول المسيح الفصل الثالث)“ ﴿حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ عیسیٰ ابن مریم زمین پر اتریں گے۔ پس وہ شادی کریں گے ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ وہ زمین پر پینتالیس برس بسر فرمائیں گے پھر وہ فوت ہو کر میرے مقبرے میں میرے ساتھ دفن ہوں گے۔ پس میں اور عیسیٰ اٹھیں گے قیامت کو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔﴾

ناظرین کرام! قرآن صامت نے یتیم مکہ کی بعثت کے قبل انبیاء علیہم السلام کی جس ازدواجی زندگی کو بیان فرمایا ہے قرآن ناطق نے اس کی تفسیر فرماتے ہوئے فرقان حمید کی اس آیت کے اعتراض کو نہ صرف دور کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی بیوی بچے نہ تھے۔ بلکہ معترضین کے منہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تالے لگاتے ہوئے پیش گوئی فرمادی کہ مسیح ابن مریم سن کہولت میں جب نزول اجلال فرمائیں گے۔ وہ بیوی کریں گے۔ ان کے ہاں بچے ہوں گے۔ وہ پینتالیس برس زمین پر قیام فرمائیں گے۔ اس کے بعد واصل الالحق ہو کر میرے مقبرے میں میرے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔ پھر قیامت کے روز میں اور عیسیٰ علیہ السلام ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان اٹھیں گے۔

اس حدیث کو مرزا قادیانی نے صحیح تسلیم کرتے ہوئے اپنی متعدد کتب میں نکاح آسانی کے ضمن میں اپنے پر لگانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ بندروں کو چھینٹ کے پاجامے بھلے معلوم نہیں ہوتے اور زراغ کی چوڑی میں انگور زینت نہیں دیتا۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ رسوائے عالم نکاح جس کی یاد مرزا قادیانی کو نزع کے عالم میں ستاتی رہی کا کیا حشر ہوا۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی اس کے ضمن میں لکھتے ہیں وہی ملاحظہ فرمائیں۔

فیصلہ آسمانی

تجھ سے پوچھتے ہیں اے مرزا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ محمدی بیگم تمہاری آسمانی منکوحہ ہے۔ کہہ دے اے مرزا ہاں مجھے اپنے رب کی قسم یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا نکاح باندھ دیا۔ میری باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے۔

”یسئلونک احق هو قل ای وربی انه لحق وما انتم بمعجزین“

زوجنا لها لا مبدل لکلماتی وان یروا ایة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر“

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۳)

منکوحہ آسمانی قادیانی

”اس (یعنی محمدی بیگم کے نکاح والی) پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ تیز و جویولدرہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرگا۔ نیز صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے تیز و جویولدرہ کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں۔ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تیز و جویولدرہ سے مراد وہ خاص تیز و جویولدرہ ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی ہے۔ اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شہادت کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، جز ۱ ج ۱ ص ۳۳۷)

”جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء ہے۔ پوری نہیں ہوئی تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آگئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے معنی اور ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اس حالت قریب الموت کے مجھے الہام ہوا۔“ الحق من ربك فلا تکنون من الممترین“ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔“

(ازالہ اہام ص ۳۹۹، جز ۱ ج ۳ ص ۳۰۶)

”دفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے۔ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الہی میں یہ فقرہ موجود ہے۔“ لا تبدیل لکلمات

اللہ“ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔“

(اشتہار مرزا، ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۳)

اور مرزا نبیو! ”یاد رکھو خدا کے فرمودہ میں تحلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ (یعنی محمدی بیگم میرے نکاح میں ضرور آئے گی) خدا کا وعدہ ہرگز نہیں ٹل سکتا۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۷)

اس پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے مرزا قادیانی نے وہ دوڑ دھوپ کی کہ توبہ ہی بھلی ہے۔ ہزاروں کی زمین کے لالچ آسمانی خسر کو دیئے۔ آسمانی سارے کو پولیس میں نوکری دلوانے کا ٹھیکہ لیا۔ اس کی بیماری میں حکیم نور دین کو خاص طور پر دو اور دعاء کی تلقین کی۔ دعاء سے مطلب یہاں صرف منت و سماجت سے ہے۔ وہ برابر تیمارداری کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کے لئے تلقین کرتے رہے۔ پیسوں کا صد نامہ بردوڑائے گئے۔ سارے کا سارا اینڈ کونہ ہی رات سویانہ صبح آرام سے بیٹھا۔ خود مرزا قادیانی نے بڑی بڑی کوشش سے الہام کئے اور محنت سے خواب بنائے۔ مکاشفات میں جانفشانی اور استخاروں میں عرق ریزی کی۔ مگر نتیجہ مرغ کی ایک ٹانگ نظر آیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بڑھاپے میں عشق کا مہیب دیوالیسی حالت میں مرزا قادیانی کے سر پر سوار ہوا۔ جب کہ وہ بیماریوں کی جولانگاہ بنے ہوئے تھے۔ کہیں درد سر ڈیرے ڈالے پڑا تھا تو کہیں دوران سر اڈہ جمار ہا تھا۔ کہیں ذیابیطس نے تنگ کر رکھا تھا تو کہیں سستی و کابلی نے جان پر بنا رکھی تھی۔ درد دل کے ساتھ ساتھ ضعف جگر، اعضاء شکنی، بڑھاپا، کمزوری وغیرہ کے علاوہ نامراد مراق کے دورے پڑ رہے تھے۔ ایسی حالت میں مرزا قادیانی کے الہام میں اگر غلطی ہوئی تو کچھ ان کا اپنا قصور تھوڑا ہی ہے۔ آخر عشق نہ شد چٹی شد۔ آپ کا توازن دماغ ایسا کھویا اور غم نے صبر کو تاراج کرتے ہوئے وہ وہ کام آپ سے کرا دیئے جو پنجابی نبی کی صداقت پر ہمیشہ یادگار رہیں گے اور یہ وہ اسوہ مرزا ہے جس پہ عمل کرنا ہر مرزائی کا فرض اولین ہے۔ دیکھیں کون کون سنت مرزا پہ عمل کرتا ہوا خانہ بردادی پر اتر آتا ہے۔ آپ کو ناکامی نکاح سے وہ صدمہ ہوا اور وہ شاق گذرا کہ حقیقی دونوں بیٹوں فضل احمد سلطان احمد کو عاق، بیوی بہو کو طلاق مال و املاک اراضی سے جواب، نئی دلہن نصرت جہاں بیگم کے ہاتھوں بک گئے۔ تمام زرقند باغ اراضی نکاح رہن بالوفا میں کر کے صرف

بیغیبری اور رسالت ہی پر اکتفاء کر لیا۔ مگر محمدی کی محبت دن دو گنی رات چو گنی ترقی کرتی گئی۔ گو وہ بیاہی جا چکی تھی۔ مگر مرزا کو برابر الہام پر الہام ہو رہے تھے اور وہ دل ہی دل میں محبت کے بے پناہ سمندر دبائے ہوئے اللہ میاں کے وعدوں کو سچائی کے مراتب پر دیکھنے کا تقاضہ کر رہا تھا اور اسی امید میں آنکھیں بند کر کے وصل کے خواب دیکھ رہا تھا۔

”خدا تجھے بکثرت برکت دے گا۔ یہ اشارہ ہے ان پر آفتوں کے بعد زمانہ آنے والا ہے۔ جس میں وصل مقدر ہے۔ جس کا اشتہار میں وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ وقت آنے والا ہے کہ اس دن خدا کے کلمات پورے ہو کر رہیں گے اور دشمنوں کے منہ سیاہ ہوں گے۔ خدا کی بات ظاہر ہوگی۔ اگر چہ وہ کراہت کریں۔ بلاشبہ خدا غالب ہے اور لاریب خدا فاسقوں کو رسوا کرے گا۔ اب صرف ایک شخص ہلاک ہونے والوں سے باقی ہے۔ پس خدا کے حکم کے منتظر رہو۔ تحقیق وہ اپنی پیش گوئی کو باطل نہیں کرے گا۔ بے شک خدا اپنے ملبہوں کو رسوا نہیں کرے گا۔“

(ترجمہ انجام آتھم ص ۲۱۷، ۲۱۸، جزائن ج ۱ ص ۱۱۷ ایضاً)

”یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی۔ یعنی (میرا رقیب مرزا سلطان ڈھائی سالہ مدت میں نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں یقیناً سمجھو یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، جزائن ج ۱ ص ۳۳۸)

”مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے۔ جس کی معیاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے۔ قریباً گیارہاں مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں۔ ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔“

(شہاد القرآن ص ۷۹، جزائن ج ۱ ص ۳۷۵)

مگر آہ! ان ہردو پیش گوئیوں کا حشر کیا ہوا۔ کوئی مرزائیوں کے سینے چیر کر دیکھے۔ بخدا سچے مرزائی کا دل سیاہ اور جگر داغ داغ ہوگا اور یہ آواز سنائی گے گی۔

اک چاک ہو تو سی لوں اپنا گریباں یا رب
ظالم نے پھاڑ ڈالا ہے تار تار کر کے

نہ وصال جاننا نصیب ہوا، نہ قوم کے طعنوں سے راحت نصیب ہوئی۔ محمدی بیگم کی تقدیر مبرم بھی کچے تاگے کی طرح ٹوٹ گئی اور سلطان محمد کی ڈھائی سالہ موت جو تقدیر مبرم تھی وہ بھی

تار عنکبوت نکلی۔ نہ وہ نکاح میں آئی تھی، نہ آئی۔ نہ سلطان محمد کی موت آئی اور نہ وہ مرا۔ مرزا قادیانی خواہ مخواہ مفت میں بدنام ہوئے اور اللہ میاں کو وعدہ ایفائی سے ڈر معلوم ہوا۔ کیونکہ مرزا سلطان محمد بڑا سخت جاں تھا۔ ہاں! بھائی فوجی آدمی فرانس تک میدان کارزار میں خون کی ہولی کھیلنے والے مرزائی فرشتوں کو کب خاطر میں لاتا تھا اور کسی کو کب جرأت تھی کہ اس کے پاس بھٹکے۔ نیز چونکہ اس کا تعلق امت خیر الانام سے تھا۔ کیونکہ یہ پیش گوئی مسلمانوں کے لئے بطور حجت قراردی جا چکی تھی۔ اس لئے مغفور جہاں نے اس کو سلامت رکھا۔

بہت اہل باطل نے تھی خاک چھانی
ہوا دودھ کا دودھ پانی کا پانی

آہ! اس عمر میں رسوائی روسیاهی بدنامی و ضلالت مرزا قادیانی کے مقدر میں تھی۔ وہ بارش کی طرح آئی اور آندھی کی طرح چھا گئی۔ افسوس امت اب تک اس سیاہی کو دھور ہی ہے۔ جو پیرس کے دھویوں نے دھونے سے انکار کرتے ہوئے افسوس کے ساتھ موسیو بشیر الدین محمود اور پادری محمد علی کو واپس کر دی ہے۔ دیکھیں اب امریکہ کے دھوبی کام آتے ہیں یاد جالی حواری اس خدمت کو پورا کرتے ہیں۔

غرضیکہ آیت موصوفہ بالبداہت بیان کرتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کے بیوی بچے ہونے چاہئے اور حدیث نبویہ ان کے بیوی بچوں کو ان کے متعلق صاف و صریح پیش گوئی فرماتی ہے کہ مسیح علیہ السلام آمد ثانی میں نکاح کریں گے اور صاحب اولاد ہوں گے۔

ناظرین! اب ایک اصولی چیز ایسی پیش کی جاتی ہے جس کا انکار کفر ہے اور وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہی نہیں جو اس کا انکار ایک لمحہ کے لئے کرے۔ چہ جائیکہ مجدد وقت ہو اب اسی چیز پر کذاب قادیان کی اور اس کی بے پیندے کی نبوت کی ایمان داری معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ ابھی دبی زبان سے امت خلق سے اوپر اوپر سرکار مدینہ کا اقرار کرتی ہے کہ وہ ہی چشمہ فیض ہے۔ جس سے مرزا قادیانی نے ترقی کرتے کرتے نبوت کو چا مارا۔

نہ جا اس کے خصل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اس کی
ڈر اس کی دیرگیری سے کہ ہے سخت انتقام کا

”وما اتاکم الرسول فخذوه و ما نہاکم عنہ فانتهوا و اتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب (حشر: ۷)“ اور جو دے تم کو رسول ﷺ سے لو۔ جس سے منع کرے چھوڑ دو اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: ”ومن يطع الرسول فقد اطاع الله (نسلہ: ۸۰)“ یعنی جس کسی نے سرکار مدینہ کی فرمانبرداری کی پس اس نے خدا کی تابعداری کر لی۔ یہ کیوں کہا۔ اس لئے کہ: ”وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى (نجم: ۴۳)“ یعنی یتیم مکہ کی زبان نطق ہی نہیں کرتی۔ جب تک ہم اس کو نطق نہ کراویں۔ مولانا روم کیا خوب کہہ گئے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
زانکہ از حلقوم عبداللہ شود

مندرجہ ذیل احادیث نبویہ چشم بصیرت سے مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ یہ جواہر پارے مؤمنین کے لئے زادۂ ایماناً ہوں گے۔ ہاں نیم یہودی جلتے ہوئے کچھ بڑبڑائیں گے۔ مگر انشاء اللہ ان کی سابقہ دجالیت اور بڑبڑاہٹ کا ساتھ ساتھ جواب بھی دیتا جاؤں گا۔ یقین ہے کہ یہ مضمون بھی اپنی نوعیت میں نرالا اور دلچسپ ہوگا۔ قول مرزا

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(ضمیمہ تھہ گولڈ ویس ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۸)

فرمان رسالت نمبر: ۱

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احدٌ حتی تكون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابی ہریرۃ فافقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ ﴿ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تحقیق اتریں گے تم میں ابن مریم حاکم عادل ہو کر۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ اٹھائیں گے ان کے زمانہ میں مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ عبادت دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان فرما کر ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر تم اس حدیث کی صداقت قرآن کریم سے چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو ”وان من اهل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ یعنی خدا فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہ ہوگا جو مسیح پر اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا۔ ﴿ (رواہ بخاری، مسلم، منقول از مشکوٰۃ ص ۹۷، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

قبل اس کے کہ میں حدیث بالا پر کچھ عرض کروں۔ کذاب قادیان کے چند مصدقہ قانون پیش کر دینا ضرور مخیث ہوں تاکہ کسی یہودی کولب کشائی کا موقع نہ رہے اور رگ الحاد کٹ جائے۔

مرزا قادیانی کے زرین اصول

..... ”نبی کا کسی بات کو قسم کھا کر بیان کرنا اس بات پر گواہ ہے کہ اس میں کوئی تاویل نہ کی جائے نہ استثناء۔ بلکہ اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے۔“

(حملۃ البشری ص ۱۴ حاشیہ، خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

اس کی تائید میں (شہادت القرآن ص ۳، خزائن ج ۶ ص ۲۹۹) پر لکھتے ہیں کہ:

”ہمیں اپنے دین کی تفصیلات احادیث نبویہ کے ذریعے سے ملی ہیں۔“

”جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اس کے بیان کو اور بھی بسط سے بیان کرتی ہے وہ بشرطیکہ جرح سے خالی ہو۔ قبول کرنے کے لائق ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۵۷، خزائن ج ۳ ص ۴۰۰)

”قسم دلالت کرتی ہے کہ حدیث کے وہی معنی مراد ہوں گے جو اس کے ظاہری الفاظ سے نکلتے ہوں۔ ایسی حدیث میں نہ کوئی تاویل جائز ہے اور نہ کوئی استثناء ورنہ قسم میں فائدہ کیا رہا۔“

”دوسرا معیار رسول اللہ ﷺ کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے معنی سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت رسول کریم ﷺ ہی تھے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے۔ نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔“

(برکات الدعاء ص ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۱۸)

”تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے نوروں کو حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الہی ان کی قوت مدرکہ کے ساتھ تھی۔ کیونکہ ان کا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔“

(برکات الدعاء ص ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۱۸)

جناب رسالت مآب ﷺ اس حدیث شریف کو بطور پیش گوئی قسم کھا کر بیان فرمایا۔ اس لئے اس میں کسی قسم کا استثناء جائز نہیں اور اس میں تاویل کرنا شیوہ اسلام نہیں۔ بلکہ فرمان کو

”من وعن“، تسلیم کرنا اور اس کے حرف پر ایمان لانا عین مسلمانی اور ایمان کی نشانی ہے۔ وہ مؤمن ہی نہیں جو فرمان رسالت پہ حرف لائے یا کچھ بھی حرف رکھے اور شک لائے۔ اب دیکھئے حضور پر نوح ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں کہ تم میں ضرور ابن مریم اتریں گے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ابن جراح غی بی پیدا ہوگا۔ دوسری چیز کسر صلیب بتائی کہ ابن مریم کے آنے سے کیا ہوگا۔ عیسائیت نیست و نابود ہو جائے گی۔ مگر مرزا قادیانی کے آنے سے کیا ہوا عیسائیت میں گویا طوفان آ گیا۔ مرزا قادیانی کا اپنا ضلع بمالہ دھرا دھرا مرتد و بے ایمان ہونے لگا اور عیسائیت کا گھر گھر میں چرچا ہوا۔ ذیل کے نقشہ سے صرف دارالفساد قادیان کے ضلعے کی سرکاری مردم شماری کی وہ سالہ رپورٹوں کو ملاحظہ کیجئے۔

۲۴۰۰	۱۸۹۱ء
۴۴۷۱	۱۹۰۱ء
۲۳۳۶۵	۱۹۱۱ء
۳۲۸۳۲	۱۹۲۱ء
۴۳۲۴۳	۱۹۳۱ء

اچھی کسر صلیب ہوئی۔ ایک ایک کا دودھ سو ہو گیا اور خدا جانے یہ عیسائیت کا بے پناہ سیلاب کس حد کو پہنچے گا۔ کیا یہی کسر صلیب ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی ڈنکے کی چوٹ یہ کہتے مرے۔ ”جب مسیح موعود دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق واقعات میں پھیل جائے گا۔“ (براہین احمدیہ ص ۴۹۹، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

.....۲ ”مسیح موعود کے زمانے میں صور پھونک کر تمام قوموں کو دین اسلام پر جمع کیا جائے گا۔“ (شہاد القرآن ص ۱۶، خزائن ج ۶ ص ۳۱۲)

.....۳ ”اس بات پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گے اور راست بازی ترقی کرے گی۔“

(ایام صلح ص ۱۳۶، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۱)

.....۴ ”ہاں مسیح آ گیا..... اور وہ وقت آتا ہے۔ بلکہ قریب ہے کہ زمین پر نہ رام چندر پوجا جائے گا نہ کرشن اور نہ عیسیٰ علیہ السلام۔“ (شہادت القرآن ص ۸۵، خزائن ج ۶ ص ۳۸۱)

.....۵ ”طالب حق کے لئے یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہ ہے کہ عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید

پھیلاؤں..... پس مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود مہدی معبود کو کرنا چاہئے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو تم سب گواہ رہو کہ میں جھوٹا ہوں۔“

(اخبار بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء، مکتوبات احمدیہ ج ۶ ص ۱۶۲)

فرمان رسالت میں تیسری چیز قتل خنزیر بیان ہوئی۔ مگر قتل خنزیر سے قبل کسر صلیب بیان ہوا۔ یعنی جب نصاریٰ نصاریٰ ہی نہ رہیں گے وہی مسلمان ہو جائیں گے تو پھر وہ خنزیر کا کھانا کس طرح پسند کریں گے اور دین حنیف میں تو وہ طیب جانور جس کا کھانا حلال و مسنون ہے۔ جب قتل ہو جائے وہ دانستہ ہو یا نادانستہ حرام ہے اور پھر خنزیر جو پہلے ہی اسلام میں حرام ہے اور لطف یہ کہ وہ قتل بھی ہو جائے کس طرح کھانا جائز ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ جب ابن مریم آئیں گے اور عیسائیت کے ستون کو توڑ دیں گے اور جب ستون ٹوٹ گیا اور وہ عمارت ہی نہ رہی تو اس کے سامان خود بخود ٹوٹ گئے۔ جب عیسائی ہی مسلمان ہو گے تو خنزیر کیا مجال کھائیں گے۔ مگر مرزا قادیانی کے وقت میں اس مردود جانور کی بھی وہ بہتات ہوئی کہ تو بہ ہی بھلی ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

”مسیح کا آسمان سے اترنے کے بعد پہلا کام یہی ہوگا کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اب جائے تعجب ہے کہ صلیب کو توڑنے سے اس کا کون سا فائدہ ہے۔ اگر اس نے مثلاً دس بیس لاکھ صلیب توڑ بھی دی تو کیا عیسائی لوگ جن کو صلیب پرستی کی دھن لگی ہوئی ہے اور صلیبیں بنوائیں سکتے اور دوسرا فقرہ جو کہا گیا ہے کہ خنزیروں کو قتل کرے گا۔ یہ بھی اگر حقیقت پر محمول ہے تو عجیب فقرہ ہے۔ کیا حضرت مسیح کا زمین پر اترنے کے بعد عمدہ کام یہی ہوگا کہ وہ خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے اور بہت سے کتے ساتھ ہوں گے۔ اگر یہی سچ ہے تو سکھوں اور چماروں اور سانسنیوں اور گندہلیوں وغیرہ (مرزائیوں) کو جو خنزیر کے شکار کو دوست رکھتے ہیں۔ خوشخبری کی جگہ ہے کہ ان کی خوب بن آئے گی۔ مگر شاید عیسائیوں کو ان کی اس خنزیر کشی سے چنداں فائدہ نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ عیسائی قوم نے خنزیر کے شکار کو پہلے ہی کمال تک پہنچا رکھا ہے۔ بالفعل خاص لنڈن میں خنزیر کا گوشت فروخت کرنے کے لئے ہزار دوکان موجود ہے اور بذریعہ معتبر خبروں کے ثابت ہوا ہے کہ صرف یہی ہزار دوکانیں نہیں بلکہ پچیس ہزار اور خنزیر ہر روز لنڈن میں سے محصولات کے لوگوں کے لئے باہر بھیجا جاتا ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۴۱، ۴۲، خزانہ ج ۳ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

اس بیہودہ لچر فضول و بکواس تحریر سے مرزا قادیانی کا مافی الضمیر عیاں ہے کہ مرزا قادیانی کے قلب میں فرمان رسالت کا کیا مرتبہ تھا اور ان کی وہ کس حد تک عزت کرتے تھے۔ میرے خیال میں یہ پنجابی مسیح نے اپنا نقشہ کھینچا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے اور دنیا کا اس پر پورا پورا اتفاق ہے کہ شام میں نہ سانس نہ گند بھیل نہ سکھ نہ چمار ہوتے ہیں۔ یہ پنجاب کی قومیں پنجابی مسیح کی دست و بازو ہیں اور اسی لئے مرزا قادیانی کے بھائی امام دین نے ان قوموں میں پیغمبری کا ڈھونگ رچایا اور چوہڑوں کو لوٹ کھایا تھا۔ سو مرزا قادیانی بیاس کے کنارے کنارے اس عزیز شکار کی تلاش میں نکلیں گے۔ جیسا کہ ان کا عزیز بیٹا فضل عمر بیاس کی موجوں میں گل چھرے اڑاتا ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی نے خنزیر کی بہتات کو مانا ہے۔ حالانکہ فرمان رسالت اس کے قتل و موت کی پیش خبری بیان کرتا ہے۔ چوتھی چیز فرمان رسالت نے یہ بیان فرمائی کہ جزیہ موقوف ہو جائے گا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب اہل کتاب یعنی یہودی و نصرانی مسلمان ہو جائیں گے تو جزیہ کون دے گا۔ وہ تو غیر مسلم دیتے ہیں اور جب سبھی مسلمان ہو جائیں گے تو یہ بھی خود بخود موقوف ہو جائے گا۔ مگر مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایک جزیہ تو کیا بیسوں ٹیکس ایسے رائج ہوئے جن کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ غرضیکہ جزیہ موقوف تو کیا ایک ایک کے بیس بیس دینے پڑتے ہیں۔ پانچویں چیز افراط مال بیان ہوئی کہ مسیح علیہ السلام کے وقت میں مال کی اس قدر فراوانی ہوگی گویا کہ نہر بہ رہی ہے اور لوگ اس قدر مستغنی اور عابد ہوں گے کہ کوئی قبول کرنے والا ڈھونڈے سے نہ ملے۔ جس کو روپیہ پیش کیا جائے گا کہ لے لو وہ جواب دے گا کہ اس سے بہتر ہے مالک الملک کا ایک سجدہ۔ غرضیکہ یہ ایسا بابرکت زمانہ ہوگا جس میں نہ چور ہوگا نہ رہزن۔ عدل کا وہ دور دورہ ہوگا کہ لوگ سونا اچھالتے پھریں گے اور کوئی کسی کو تکلیف نہ دے گا۔ یہ حدیث صحابہ میں ابو ہریرہؓ بیان فرما کر کہتے ہیں اے عاشقان ناموس یزدانی اس مبارک دور کی تصدیق چاہتے ہو تو قرآن کریم کی یہ آیت پڑھو۔ ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبله موتہ“

مگر مرزا قادیانی کے زمانے میں کیا ہوا۔ ایک ایک پائی پفساد ہوئے ایک ایک روٹی پر بنی نوع آدم لڑے، کوڑی کوڑی کے لئے ہاتھ پائی ہوئی۔ خود مرزا قادیانی نے طرح طرح سے امت کو لوٹا، کہیں لنگر کے نام پر، کہیں تبلیغ کے کام پر، کہیں منارہ کی تعمیر، کہیں گھر کی وسعت، کہیں توسیع اشاعت، کہیں ماہواری چندہ، کہیں پیٹ کا دھندہ، کہیں ہوس کا پھندہ۔ غرضیکہ جیتے جیتے چندہ لے کر چھوڑ دیا جاتا تو بھی غنیمت تھا۔ یہاں مرکر بھی چندہ نہیں چھوٹتا۔ ساری عمر کا بدکار و مشرک شرابی زانی صرف وصیت کر دینے اور قادیان میں دوزخی مقبرہ میں دفن ہو جانے سے ماشکی یا بہشتی

ہو جاتا ہے۔ ایک ایک قبر کا دس دس بیس بیس ہزار سلسلہ عالیہ احمقیہ کے خزانے میں آتا ہے۔ جس سے ”كأن الله نزل من السماء“ من مانی موجیں اڑاتا ہے اور مردہ عالم بزرخ میں کف افسوس ملتا اور کئے پہ نام ہوتا ہے۔ اس حدیث کی صحت و عظمت پر جہاں آسمان کے ستاروں سے زیادہ شاہد موجود ہیں۔ وہاں مرزا قادیانی کو بھی پورا پورا اتفاق ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنی متعدد کتب میں اس کو درج فرمایا اور جناب ابو ہریرہؓ نے اس حدیث کو جب اپنے ہم جلیسوں میں بیان کیا تو کوئی ایک بھی معترض نہ ہوا۔ بلکہ سب کا یہی ایمان تھا کہ مسیح قرب قیامت میں ان صفات کے ساتھ نزول فرمائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے خلاف ایک صحابی نے بھی اس کی تردید میں ایک لفظ نہیں کہا اور یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین، آئمہ کرام و مفسرین عظام تا ایں زمان اس سے اتفاق کرتے چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ تا نزول مسیح اتفاق کرتے چلے جائیں گے۔ ذیل میں بطور حجت ہم اس معتبر و بلند مرتبت مسلمہ مجدد کے پاکیزہ خیالات پیش کرتے ہیں۔ جس کا انکار مرزا قادیانی کے نزدیک کفر ہے۔ دیکھئے کون کون اس سعادت سے حصہ لیتا ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ امام و مجدد صدی ہشتم اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”حضرت ابو ہریرہؓ کا مذہب یہ ہے کہ قول الہی قبل موتہ میں ضمیرہ“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہوئے کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور اسی بات پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جزم کیا ہے۔ مطابق اس کے جو امام ابن جریر نے آپ سے بطریق سعید بن جبیر باسناد صحیح روایت کیا ہے اور نیز بطریق ابی رجا حضرت امام حسن بصری سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آویں گے۔ خدا کی قسم آپؑ یقیناً اس وقت زندہ ہیں۔ جب آپؑ نازل ہوں گے تو سب اہل کتاب آپؑ پر ایمان لے آئیں گے۔“

(فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۷)

اس حدیث شریف اور آیت کریمہ سے یہ روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ قرب قیامت میں ضرور تشریف لاویں گے اور مرزا قادیانی کو مسیح موعود خیال کرنا حماقت و نادانی ہے۔ کیونکہ ان میں یہ کوئی بھی وصف پایا نہیں جاتا۔

فرمان رسالت نمبر ۲:

”حضرت ابو ہریرہؓ جناب سرور دو عالم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا یتیم مکہ نے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً احرام باندھیں گے

ابن مریم مقام نوح الروحاء سے حج کا یا عمرہ کا یا قرآن کریں گے۔ (یعنی عمرہ کر کے اسی احرام سے حج کریں گے)

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۸، باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو

جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(تحفہ گلزارِ نبوی ص ۲۷، خزائن ج ۱ ص ۷۸)

اصول مرزا

”اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں کیوں بار بار ان کو اپنی تائید میں

پیش کرتا۔“

(ازالہ اوہام ص ۸۸۲، خزائن ج ۳ ص ۵۸۲)

”صحیحین کو تمام کتب حدیث پر مقدم رکھا جائے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۵)

اس حدیث شریف میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے اللہ بزرگ و برتر کی حلف اٹھاتے ہوئے

ابن مریم کی زندگی کی ایک اور ایسی دلیل بیان فرمائی۔ جس کے سامنے دجالین کی ایک نہ چلے گی۔

بلکہ ان کا چہرہ روسیہ نظر آئے گا۔ آقائے بروجر نے فرمایا کہ ابن مریم نوح الروحاء کی گھائی سے

احرام باندھ کر عازم حج ہوں گے۔ چونکہ یہ حدیث قسم سے ادا ہوئی اس لئے اس میں کوئی تاویل یا

استثناء جائز نہیں۔ کیونکہ قسم کا فائدہ ساقط ہو جائے گا اور اس کے علاوہ نظام دنیا میں فرق آ جائے

گا۔ مثلاً ماہ صیام کا چاند ابر کی وجہ سے نہیں دیکھا گیا۔ ایک آدمی حلیفہ بیان کرتا ہے کہ میں نے

فلاں جگہ چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو کیا کیا جائے گا۔ اس کی قسم پہ اعتبار کرتے ہوئے

روزے کی نیت کر لی جائے گی۔ یہ تو بھی ایک غلام خیر الا نام کی قسم چہ جائیکہ اس ذیشان عالی مقام

بلند مرتبت سرورِ دو عالم بعد از خدا بزرگ کی قسم اس کو جھوٹا سمجھیں اور پھر مسلمانی کا بھی دعویٰ کریں۔

اس پہ حرف لائیں اور پھر امتی کہلائیں۔ سرکارِ دو عالم نے ذات باری سے تعارف کرایا۔ آنکھوں

نے نہ دیکھا مگر دل کی گہرائیوں نے بدرجہ اتم محسوس کیا۔ ملائکہ پہ بن دیکھے ایمان لائے۔ جنات

کے وجود پر یقین کیا۔ قرآن منزل من اللہ ہوتے آنکھوں نے نہ دیکھا۔ مگر ایمان نے شہادت

دی۔ حشر کو نہ دیکھا نشر پہ یقین ہوا۔ غرضیکہ مومن کا ایمان ہی بالغیب ہے اور وہ مومن ہی نہیں جو

پیش گوئی کی مشکلات پر نگاہ رکھے اور تو اہم باطلہ سے ریت کے پہاڑ بنائے۔ جیسا کہ کذاب العصر

کی تصریحات ہیں۔

”نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس

(ازالہ اوہام ص ۲۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)

خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک پہنچ سکے۔“

”اگر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان کا (مسیح) تسلیم کر لیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت گزرنے پر پیر فرقت ہو گئے ہوں گے۔“ (ازالہ اوہام ص ۵۰، خزائن ج ۳ ص ۱۲۷)

یہ خیال ہی فاسد و مردود ہے۔ کہاں عقل انسانی اور کہاں تدبیر یزدانی اور اوندھی کھوپڑی اور محدود فکر کے پتلو کیا اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اپنی طرح مجبور و معذور سمجھتے ہو۔ کون ہے جو ہماری قدرت و طاقت کا احاطہ کرے۔ کس کو مجال ہے کہ ہماری حد بست کر سکے۔ عقل کے ناخن لو سوچو اور سمجھو جو کچھ بھی ہماری مشیت کو منظور ہوتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ کوئی نہیں جو ہمارے ارادوں میں آڑے آئے یا ہمارے راہ میں حائل ہو۔ یہ خیال ہی مضحکہ خیز اور بودا ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان کرہ زمہیر تک نہیں پہنچ سکتا۔ عقل کے اندھ سوچو تو زمہیر کس نے بنایا اور اس میں محمد کرنے کی طاقت کس نے بخشی۔ یقیناً وہ تمہاری طرح ہماری ادنیٰ مخلوق ہے اور تمہاری طرح سرکش و نافرمان نہیں ہے۔ جو طاقت دے سکتا ہے وہ سلب بھی کر سکتا ہے۔ پانی کا کام ڈبونا ہے۔ مگر وہ اسرائیلیوں کو ہمارے حکم پر راستہ بھی دے سکتا ہے۔ آگ جلا دیتی ہے مگر ابراہیمؑ کے لئے ہمارے حکم سے گلزار بھی بن سکتی ہے۔ زہرنی نفسہ ہلاکت ہیں مگر وہ تریاق بھی بن سکتے ہیں۔ تم تو روزی دست و بازو کے زعم میں کما کر کھاتے ہو۔ مگر ہماری بے تعداد ایسی بھی مخلوق ہے۔ جو عقل فکر سے محض کوری ہے۔ ان کو کون روزانہ روزی دیتا ہے۔ تمہارے دست و بازو کا پتہ تو تمہیں جب لگے جو ہمارے نظام سے علیحدہ ہو کر حاصل کرو۔ اگر ہم سورج کی حدت کو معدوم کر دیں اور بارش کو روک لیں۔ پھر دیکھیں تمہاری محنت و کوشش، کبھی سوچا بھی پانی کی کیا قیمت دیتے ہو۔ جس پر زندگی کا انحصار ہے۔ ہوا کس مول لیتے ہو جس پر زیست کا دار و مدار ہے۔ اولاد کن درموں خریدا کرتے ہو۔ جس پر بقا عالم ہے۔ اور لمبی عمر گزرنے پر پیر فرقت کی بھی خوب کہی۔ نوح کا زمانہ بھول گئے چوداں چوداں سو برس کے آدمی تمہارے پچاس سالہ بوڑھے سے توانا و تندرست تھے۔ ہزار برس تو وہ وعظ و نصیحت ہی کرتے رہے۔ اصحاب کہف کئے برس سوئے کچھ یاد ہے۔ عزیز کتنی مدت مرے رہے بھول گئے ہم میں یہ طاقت ہے کہ بڑھا پاروک دیں یا جوانی کو بڑھاپے میں بدل دیں۔ کیونکہ ہم ہر ایک چیز پر قادر ہیں۔

ہم تبرکاً اسی الہام پر شیخ الاسلام العلامة الانور لکشمیری ثم الدیوبندی کا کلام جو انہوں نے عقیدۃ الاسلام ص ۲ طبع دیوبند میں فرمایا نقل کرتے ہیں۔

”وذلك الشقى المتنبي يقول ان الفلسفة القديمة والجديدة تحيل عروج جسم الى السماء يدعى الشقى النبوة ثم يتفلسف وفوق ذلك انه لا يغرف شيئا من الفلسفة ولا شيئا وانما يدين بما سمعه من اتباعه المتفرنجين ثم يتشوق به كانه فيلسوف هاذق فاذا اعوزه الامرو اعجزه الشان التجاء الى دعواه الالهام فهو كالنعامة اذا قيل له طراستنوق او ستحمرا واذا قيل له احمل استنسر، والله تعالى يقول لو شئنا لا مسكنا الملائكة ارضكم ومعلوم ان هبوط ملك الى الارض تاركا مقامه المعلوم وصعود انسان الى السماء سيان لا فرق بينهما“

یہ بد بخت متنبی دعویٰ کرتا ہے کہ فلسفہ قدیم و جدید کی تحقیق ہے کہ اس جسم کا آسمان پر جانا محال ہے۔ (دیکھو) یہ بد بخت اوّل تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر فلسفی بنتا ہے۔ حالانکہ فلسفہ کا جانا بجائے خود کسی چیز کو نہیں جانتا۔ بلکہ جو یورپین سے سنتا ہے۔ اسی کی اطاعت کرتا ہے پھر ظاہر کرتا ہے کہ میں بڑا فلسفی ہوں۔ اگر کوئی فلسفہ بین عار کرتا ہے تو لاچار الہام کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی مثال شتر مرغ کی ہے۔ اگر اس کو اڑنے کے لئے کہا جائے تو کہتا ہے میں اونٹ ہوں یا گدھا۔ اگر کہا جائے بوجھ اٹھا تو کہتا ہے میں پرندہ ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ہم چاہیں تو زمین کو ملائکہ سے آباد کریں اور یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتوں کو اپنا مقام معلوم چھوڑ کر زمین پر آنا اور انسان کا آسمان پر چڑھنا برابر ہیں اور کوئی فرق نہیں۔

ناظرین! خلاق جہاں کا یہ ارشاد ”ولو نشاء لجعلنا منكم ملائكة فى الارض (زخرف: ۶۰)“ یعنی اگر ہم چاہیں تو زمین کو ملائکہ سے آباد کریں۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ آسمانی مخلوق کو زمین پر بسادہ ہے اور وہی اشتغال و افعال یعنی شیخ و تقدیس میں منہمک رہنا لذات دینی سے ناآشنائی اور اکل شرب سے بے اعتنائی۔ جیسا کہ ان کا طریق کار ہے اس خطہ خاکی پر وہی کاروبار جو آسمان پر بجالاتے ہیں اختیار کریں اور جیسا کہ وہ ملائکہ کو زمین پر بسانے اور آباد کرنے پر قادر ہے اس سے کہیں زیادہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ زمین کے رہنے والے یعنی انسان آسمان پر لے جائے اور وہیں ان کے ضروریات زندگی مہیا ہوں اور یہ کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

اگر کوئی مرزائی یا سودائی اس قول الہی پر معترض ہو اور نادانی و حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعتراض کرے کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ انسان فرشتہ ہو جائے اور فرشتے زمین پر چلنے لگیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خمیٹ، خدا کو ناکار و غیث اور وہ ناکار یہ خیال کرتا ہے کہ یہ فقرہ یونہی کہہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مقولہ معیار صداقت کی ضمانت سے کم نہیں۔ وہ جو بھی کہہ دے وہ ہماری عقل میں آوے نہ آوے اس میں یہ خیال نہیں لانا چاہئے کہ چونکہ یہ ہماری عقل و فکر سے بعید ہے۔ اس لئے ایسا ہو نہیں سکتا۔ ہماری طاقت محدود ہمارا فہم محدود ہمارے پلے ہی کیا ہے۔ ایک گندے مادے کا ناپاک قطرہ ترقی کرتے کرتے آخر کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ ذات کردگار ہماری طرح مجبور و معذور نہیں۔ نہ اس کی طاقت محدود نہ اس کی خدائی مقبود۔ کون ہے جو اس کی حد بست کرے اور کس کی مجال ہے جو اس کے نظام میں دخل دے۔ اس کے بھید ہی نرالے ہیں۔ اس کی ذات عجز سے مبرا اور عیب سے خالی۔ گویا سقم کو وہ جانتی ہی نہیں۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی وعدہ کرے اور پورا نہ ہو۔ کوئی مقولہ بیان ہو اور وہ معیار صداقت پر پورا نہ اترے۔ اگر یہ خیال کریں کہ یہ فقرہ ایسے ہی کہہ دیا گیا ہے ورنہ اس کا وجود میں آنا مشکل ہی نہیں محال ہے تو اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ خدا بھی ہماری طرح مشکلات و محالات کے چنگل میں مقید ہے۔ جو صرف باتیں بیان کر دیتا ہے۔ مگر ایفاء کی طاقت نہیں رکھتا اور جناب مسیح کا آسمان پر لے جانا تو ایک امر مقدر تھا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

ہر ایک نبی کا ایک مبشر اور مصدق ہوتا رہا ہے اور یہ ایک متفقہ اور مانی ہوئی چیز ہے۔ چنانچہ جناب مسیح تک یہ سلسلہ بدستور صحیح چلتا آیا ہے۔ مگر رسول پاک ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی وہ ظلی ہو یا بروزی۔ تشریحی ہو یا غیر تشریحی قطعاً کسی صورت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے مبشر جناب مسیح کو جنہوں نے آپ کی آمد کا مشرہ سنایا تھا۔ ”و مبشراً برسول یاتى من بعدى اسمه احمد (صف: ۶)“ کو نبی مصدق بنانے کے لئے ایک لمبی عمر عطاء فرماتے ہوئے آسمان پر اٹھایا اور وہی وعدہ الہی ”وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ (نساء: ۱۵۹)“ کی تحت میں قرب قیامت میں تشریف لائیں گے اور یہی وجہ ہے جو سرکار مدینہ نے اپنے مصدق کے لئے حلف اٹھاتے ہوئے وعدہ فرمایا۔

فرمان رسالت نمبر: ۳

”عن عبد اللہ بن عمر و بن العاص قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل

عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکت خمساً واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفاء ص ۸۳۲، الباب الثانی فی حشر عیسیٰ بن مریم مع نبینا، مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام)“

جناب عبداللہ بن عمر بن العاصؓ فاتح مصر صحابی نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عیسیٰ بیٹے مریم کے زمین کی طرف اتریں گے۔ پس وہ نکاح کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ وہ پینتالیس برس زمین پر قیام کریں گے۔ اس کے بعد واصل الی الحق ہوں گے۔ وہ میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور عیسیٰ مریم کا بیٹا ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔ ﴿

قول مرزا

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(تحفہ گولڈ ویس ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۸)

اس حدیث شریف کی صحت کے متعلق جہاں ابن جوزیؒ نے کتاب الوفاء میں تصدیق فرمائی جو چھٹی صدی کے مسلمہ مجدد ہیں۔ وہاں مرزا قادیانی نے بھی اپنی متعدد کتب میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی صحت کو قبول کر کے اسی حدیث کو اپنے پرچسپاں کرنے کی لاکھلا سہی کی۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ بندروں کو کجگو اب کے پاجامے زیب نہ دیں۔ یا بقول شخصیکہ

پہلوئے حور میں لنگور خدا کی قدرت
زاغ کی چونچ میں انگور خدا کی قدرت

چنانچہ مرزانے اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

”لوگوں نے اس پہلے خارق عادت امر کا عیسیٰ بن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا۔ جس نے کروڑ ہا انسانوں کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا تو کیا اب بھی یہ شوق باقی ہے کہ انسانی عادت کے برخلاف عیسیٰ آسمان سے اترے۔ فرشتے بھی ساتھ ہوں اور اپنے منہ کی پھونک سے لوگوں کو ہلاک کرے اور موتیوں کی طرح قطرے اس کے بدن سے ٹپکتے ہوں۔“

(حقیقت الوحی ص ۳۰۹، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۲)

”یاد رہے مسیح موعود کی خاص علامتوں میں سے یہ لکھا ہے کہ ۱..... وہ دوزر درنگ چادروں کے ساتھ اترے گا۔ ۲..... اور نیزیہ کہ دوفرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا۔ ۳..... اور نیزیہ کہ کافر اس کے دم سے مرے گا۔ ۴..... اور نیزیہ کہ وہ ایسی حالت میں دکھائی دے گا کہ گویا غسل کر کے حمام سے نکلا ہے اور پانی کے قطرے اس کے سر پر سے موتیوں کے دانوں کی طرح ٹپکتے نظر آئیں گے۔ ۵..... اور نیزیہ کہ وہ دجال کے مقابل پر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔ ۶..... اور نیزیہ کہ وہ صلیب کو توڑے گا۔ ۷..... اور نیزیہ کہ وہ خنزیر کو قتل کرے گا۔ ۸..... اور نیزیہ کہ وہ بیوی کرے گا اور اس کے اولاد ہوگی۔ ۹..... اور نیزیہ کہ وہی ہے جو دجال کا قاتل ہوگا۔ ۱۰..... اور نیزیہ کہ مسیح موعود قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ فوت ہوگا اور آنحضرت ﷺ کی قبر میں داخل کیا جائے گا۔“

(حقیقت الوحی ص ۳۰۷، ۳۰۸، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۹، ۳۲۰)

اب ان دس صفات کی تصریحات بھی ملاحظہ کریں:

۱..... دوزر د چادروں سے مراد: مرزا قادیانی کی دو محبوب بیماریاں یعنی دوران سروکثرت پیشاب۔

۲..... دوفرشتوں سے مراد: اتمام حجت نشانوں اور علم کے ساتھ (مولوی نور دین مولوی عبدالکریم)

۳..... کافر اس کے دم سے مرے گا سے مراد: یعنی توجہ سے کافروں کا مرنا۔

۴..... قطروں کا موتیوں کی طرح سر سے گرنا سے مراد: بار بار توبہ اور تضرع دعاء کرنا۔

۵..... خانہ کعبہ کے طواف سے مراد: مرکز اسلام کا طواف کرنا۔

زمین قادیان اب محترم ہے

ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درشین اردو ص ۵۲)

۶..... صلیب کو توڑنے سے مراد: صلیب ہی عقیدہ کو توڑنا۔

۷..... خنزیر کو قتل کرنے سے مراد: بد زبان دشمن کو مغلوب کرنا۔

۸..... دجال کے قتل سے مراد: دجالی فتنہ رو بہ زوال ہونا۔

۹..... نکاح سے مراد: آسمانی منکوحہ محمدی بیگم اور اولاد دکان اللہ نزل من السماء۔

۱۰..... فیڈن معینی نبی قبری سے مراد: روح مسیح کا سرور دو عالم ﷺ سے وصال پذیر ہونا۔

یہ ہیں قادیانی تاویلات جو بیان ہوئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر انہیں قبول کیا جاوے تو اسلام کے پلے باقی کیا رہ جاتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمہ اور قربانی کے مسائل جن پر بقاء اسلامی کا انحصار ہے۔ کل کو کوئی اور سر پھر مشرقی جیسا جلد باز یہ تاویل نہ کرے گا کہ نماز کے معنی سلوٹ اور روزہ کے معنی پیچھے سے پریڈ کرنا اور حج کے معنی امیر کی فرمانبرداری اور زکوٰۃ کے معنی خدمت خلق اور قربانی کے معنی خاک کی اور اخوت کا سرخ نشان اب کہئے کون احمق ہے جو دونوں کو قبول کرے اور انہیں خرافات نہ کہے۔ فقیر کے خیال میں نظام دنیا کا برقرار رہنا محال ہو جائے گا۔ مثلاً میں کہتا ہوں مجھے دودھ چاہئے۔ اس کے عوض میرے سامنے سفید چونے کا پانی پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دودھ سے ملتا جلتا ہے۔ اس لئے اسے ہی پی لو۔ میں محمد اسلم کو آواز دے کر بلاتا ہوں اور اس کے بجائے سندھی بیگ دوڑا آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں تو محمد اسلم کو چاہتا ہوں اور وہ جواب دیتا ہے میں بھی آدمی ہوں گدھا تھوڑا ہی ہوں۔ مجھے ہی محمد اسلم سمجھ لو۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے۔ پیش گوئی مسیح ابن مریم کو مسیح موعود قرار دیتی ہے۔ مگر اس کا مصداق غلام احمد بن چراغ بی بی بن رہا ہے۔ پیش گوئی مسیح موعود کا نزول بیان کرتے ہوئے صاف الفاظ میں کہہ رہی کہ وہ عیسیٰ جو زمین پر نہیں بلکہ اس کی ضد آسمان پر ہے۔ زمین پر اترے گا۔ مگر یہاں چراغ بی بی بچہ جن رہی ہے اور اب وہ باون سالہ زندگی میں لقتارہ کی تجویزیں سوچتا ہوا اترنے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ تعجب ہے اس بے تکے دعوے پر اور حیرانگی ہے۔ اس بے بنیاد ڈھکوسلے پر جناب حافظ علیہ الرحمۃ کیا خوب کہہ گئے۔

ہزار نکتہ باریک ترز سو ایجا است

نہ ہر کہ سر پتر اشد قلندری داند

فرمان رسالت بزور تقاضہ کرتا ہے کہ آنے والے کا نام عیسیٰ ہے اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ صاف الفاظ میں ابن مریم بیان ہو رہا ہے۔ یہاں اپنا نام بدلنے کے ساتھ ماں کے نام کو بدلا نہیں جاتا اور نہ ہی وہ مرزا قادیانی کے بس کا روگ ہے۔ اس لئے خود مابودت ہی مریم بنتے ہیں اور خود ہی عیسیٰ جنتے ہیں۔ عجیب معاملہ ہے کہ گھاس خور اسی چیز کو لئے پھرتے ہیں اور منادی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی اور پھر یہ ایک اور طریق سے بھی غلط ہے۔ وہ یہ کہ صفات میں لکھا ہے کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پنجابی نبی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کب کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ۱۸۹۰ء سے قبل آپ مثیل مسیح ہی بنتے رہے اور یہاں تک لکھ دیا کہ بعض جاہل اور کم فہم لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں نے مسیح موعود کا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

حالانکہ میں نے تو صرف مثیل مسیح کا دعویٰ کیا ہے اور اگر بفض محال آپ کو مسیح موعود ہی خیال کر لیا جائے تو دیکھنا پڑے گا کہ آپ نے اس شک کو یعنی شادی کو کہاں تک پورا کیا ہے۔ یہ بھی عیاں ہے کہ دعویٰ مسیح موعود کے بعد آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔ ہاں سر سے پاؤں کے ناخنوں تک زور ضرور لگایا ہے اور آسمان پر نکاح کے ہونے کی بھی سنائی ہے۔ مگر سوائے بدنامی اور جگ ہنسائی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کی منکوہہ آسانی کو آپ کی آنکھوں سے سامنے دوسرا لیتا ہوا چلتا بنا۔ مگر آہ آپ کی ڈھارس نہ ٹوٹی۔ بیوہ ہونے کا انتظار اور رقیب کے مرنے کی آرزو میں مدتوں بیٹھے آپیں سرد بھرتے اور سسکیاں لیتے رہے۔ مگر قدرت نے اس کا بال بھی بیکانہ کیا اور آپ کا لین کلیر ہو گیا اور موعودہ اولاد کی نسبت شیطان کی آنت سے زیادہ لمبا اخبار الہامی کہتے ہوئے سنایا۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شود ایک اور طریق سے بھی یقیناً آپ کا ذب تھے۔ وہ یہ کہ مرزا قادیانی کو دعویٰ مسیح موعود کے بعد یعنی ۱۸۹۰ء کے بعد پینتالیس برس زمین پر ضرور رہنا چاہئے تھا۔ مگر آپ نے بہت جلد بازی سے ۱۹۰۸ء میں ہی سنگل ڈاؤن کر دیا۔ حالانکہ آپ کو پیش گوئی کے مطابق ۱۹۳۵ء تک رہنا چاہئے۔ یہ بھی نہ ہوا اور سینے پیش گوئی کے الفاظ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہو اور جیسا کہ آپ کا اپنا ایک الہام بھی ہے۔ یعنی ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ مگر ہوا کیا آپ لاہور میں مرے اور دجالی گدھے کو زینت بخشے ہوئے قادیان پہنچے۔ فقیر نے جب حدیث شریف میں یہ پڑھا کہ دجال مکہ اور مدینہ میں نہ جاسکے گا تو پوری طرح سے تفہیم نہ ہوئی۔ مرزا قادیانی کے انتقال نے اس پر روشنی ڈالی کہ کیوں دجال مکہ اور مدینہ میں نہ جاسکے گا اور آپ کی بطالت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ حدیث پاک کے آخری الفاظ تو یہ چاہتے ہیں کہ قیامت کو سرکار نامدار کے ساتھ مسیح موعود اٹھے ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں اور ان کے یمن و شمال جناب ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ہوں۔ مگر یہاں کیا ہے کہ مرزا قادیانی نام زنگی کا فور مقبرے میں حکیم نور دین کے بازو میں نبض دکھا رہے ہیں اور دوسرے رفیق کی انتظار کر رہے ہیں۔ جو غالباً آپ کا بیٹا محمود ہوگا (وہ بھی نہ ہوا۔ محمود چناب نگر میں دفن ہوا۔ فقیر مرتب) اگر مرزا قادیانی ہی مسیح موعود ہیں تو حدیث کے الفاظ یوں ہونے چاہئے۔

فیخرج غلام احمد القادیانی بین نور الدین والمحمود!

اب دیکھئے ایک چیز کے انکار سے بیسوں چیزوں کو بدلنا پڑا۔ اس لئے یہ معنی ہی غلطیہ انداز ہی غلط۔ فرمان رسالت کی رو سے تو یہ چاہئے کہ آنے والا مسیح زمین کی ضد آسمان سے نزول کرے۔ مگر قادیانی اصطلاح میں اس کے معنی ماں کے پیٹ سے نکلنے کے لئے جاتے ہیں اور پھر

بھی حدیث کے الفاظ صادق نہیں بیٹھتے۔ کیونکہ جب مرزا قادیانی نے جنم لیا تو وہ سندھی بیک تھے۔ بعد میں غلام احمد کہلوائے۔ مگر حدیث یہ چاہتی ہے کہ وہ عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ اب یہاں نہ ماں کا نام ملے نہ اپنا، مگر پھر بھی مرزا قادیانی ہانکے جاتے ہیں کہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔ بسوخت عقل زحیرت کہ اس چہ بوا لعجیست!

اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے مسیح موعود عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویٰ کس سن میں کیا۔ سو وہ مرزا نیت کے آشاؤں سے مخفی نہ ہوگا کہ آپ کا یہ دعویٰ ۱۸۹۰ء کے بعد کا ہے۔ اب دعویٰ کے بعد ان کی شادی کا وقوع میں آنا حدیث کی رو سے لازمی ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے خود اس کا اقرار نکاح آسمانی کے موقع پر کیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے درست ہے۔“

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۲، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۰)

”اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے۔ تیز و یولدرہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ تیز و یولدرہ کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تیز و یولدرہ سے مراد خاص تیز و یولدرہ ہے۔ (محمدی بیگم) جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے۔ جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس میں رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷)

مگر ہوا کیا۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال

اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو

چنانچہ مرزا قادیانی نے اس کے بعد کوئی شادی نہیں کی اور نکاح آسمانی جو خود اللہ میاں نے پڑھا تھا پورا نہیں ہوا اور جب کہ شادی ہی منصہ شہود سے غائب ہے تو اولاد کیا آسمان سے ٹپک پڑتی۔ ایک اور چیز بھی مرزا قادیانی کے بطلان کی شاہد ہے۔ وہ یہ کہ فرمان رسالت کی رو سے آپ کو ۱۹۳۵ء تک زندہ رہنا چاہئے۔ مگر آپ کا لین کلیر بیفوریٹا نم ۱۹۰۸ء میں ہو رہا ہے۔ مگر امت ہے کہ پھر بھی یہی کہے جاتی ہے کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں۔ کوئی ان گھاس خوروں سے پوچھے کہ بھلے مانسوا گر مرزا ہی مسیح موعود ہوتا تو ہماری کیا بدبختی آئی تھی۔ جو ہم ۹۰ کروڑ مسلمان اس کو نہ قبول

کر لیتے اور یہ ٹھیکیداری کا پتہ تمہارے ہی حصے کیوں آتا۔ کامل سے شروع کر کے تمام ممالک کی سیر کرو۔ کوئی مرزا کو جانتا بھی نہیں۔ جب مسلمان ہی اس سے شناسا نہیں تو یہود و نصاریٰ کا کیا قصور۔ کیا وہ تمام لوگ یوم حشر رب العالمین کے سامنے یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ مولا ہمیں تو مسیح کے آنے کا پتہ بھی نہیں اور جناب مسیح کس برتے پر شہادت میں بلائے جائیں گے۔ جب کہ ان کے علم میں ہی نہیں کہ یہود کہاں رہتے ہیں۔ کس قدر ہیں اور ان کے کیا کیا عقائد ہیں۔ چیز تو وہ صحیح اور قابل قبول ہے جو مشاہدہ میں آوے۔ مگر یہاں بلا دیکھے بھالے شہادت میں طلب کیا جا رہا ہے اور سوال ہو رہا ہے۔ ”أنت قلت للناس اتخذوني وامى الهين من دون الله (مائدہ: ۱۱۶)“ کیا تم نے ہی کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو سوائے اللہ کے معبود بنا لو۔ اس لئے یہ نظریہ ہی غلط و مردود ہے۔

اکثر مرزائی یہ اعتراض کرتے ہیں گنبد خضریٰ کے اندر چوتھی قبر کی گنجائش ہی نہیں۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ ہمیں اس کے معلق بھی بہت سی ایسی احادیث ملتی ہیں جو اس نظریے کو مردود و لغو قرار دیتی ہیں۔ پس غور سے سنئے سب سے پہلی چیز اسی حدیث کے وہ الفاظ ہیں۔ یعنی فیدن معنی فی قبری یعنی مسیح میرے ساتھ میرے روضے میں دفن ہوں گے۔ سبز گنبد کے لاکھوں زائر موجود ہیں جو متفقہ طور پر یہ شہادت دیتے ہیں کہ گنبد خضریٰ کے اندر تین قبریں موجود ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ابھی مسیح ابن مریم زندہ ہیں۔ فوت نہیں ہوئے اور اگر فوت شدہ تسلیم کر لیں تو چوتھی ان کی قبر کہاں ہے۔ نیز یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کا وصیت کرنا کہ مجھ کو حضور اکرم ﷺ کے پاس دفن نہ کچھو۔ بلکہ جنت البقیع میں دفن بنائیو۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبر کی جگہ تو ہے مگر وہ مسیح ابن مریم کے لئے مخصوص ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کتاب فتح الباری پارہ ششم میں بیان فرماتے ہیں:

”قوله عند وفاتها لا تدفني عندهم يشعر بانه بقى من البيت موضع المدفن“ ﴿جناب عائشہ صدیقہ کا وفات کے وقت یہ کہنا کہ مجھے ان کے پاس یعنی روضہ اطہر میں دفن نہ کرنا۔﴾ صاف بتا رہا ہے کہ روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ ابھی باقی ہے اور ایسا ہی فتح الباری پارہ سوم میں فرماتے ہیں۔

”ان الحسن بن علی اوصى اخاه ان يدفنه عندهم..... فدفن بالبقيع“ ﴿جناب امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کو وصیت فرمائی کہ مجھے روضہ اطہر میں دفن کچھو۔ مگر وہ دفن کئے گئے البقیع میں۔﴾

تو یہ صاف معلوم ہوا کہ قبر کی جگہ تو باقی تھی مگر احترام الفاظ نبوی کے لئے صحابہؓ نے اس کو مسخ ابن مریم کے لئے مخصوص رکھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام صحابی اس بات پر متفق تھے کہ مسخ ابن مریم زندہ ہیں اور وہ قرب قیامت میں نزول اجلال فرمائیں گے۔ یہ اجماع امت نہیں تو اور کیا ہے۔ اب اس حدیث پر مرزا قادیانی کا دجل بھی ملاحظہ فرمائیں اور بخدا یہ حکمہ بھی کچھ ایسے انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ سادہ لوح تڑپ اٹھتے ہیں اور عقیدت سرکار مدینہ میں یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ مسخ فوت ہو گیا۔ حالانکہ یہ کلمہ میرے خیال میں کفر سے کم نہیں۔ کیوں اس لئے کہ مسلمان ہو کر قرآن حدیث اور تواتر قومی سے انکار کیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

”رسول کریم ﷺ کی قبر کو نعوذ باللہ کھود کر اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دفن کرنا کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے۔“

(ازالہ ادہام ص ۷۰، جزآن ج ۳ ص ۳۷۸)

تعب نہیں حیرت ہے کہ وہ شخص جس نے رسول اکرم ﷺ کی مماثلت تامہ کا دعویٰ کیا اور اپنے منحوس زمانے کو خیر القرون سے بہتر کہا۔ رسالت محمدیہ کے عیب و ستم تلاش کئے اور آنحضرت ﷺ کی بعثت کو پہلی رات کا چاند قرار دیتے ہوئے اپنے دور کو چودھویں رات کا چاند بتایا۔ حضور اکرم ﷺ کے معجزے تین ہزار بتاتے ہوئے اپنے معجزات دس لاکھ شمار کر گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے تمام انعامات ازلیہ پہ روز روشن میں ڈاکہ ڈالا اور براہین احمقیہ میں تومان نہ مان اپنے آپ پر جڑ گیا۔ معراج جسمانی کا منکر ہوا۔ آپ کی پیش گوئیوں پہ اعتراض کئے کہ دجال کی حقیقت اور دابتہ الارض کی کیفیت آجناب پر نہ کھلی۔ کھجوروں والی زمین کو آپ نے میامہ سمجھا۔ حالانکہ وہ مدینہ طیبہ نکلی۔ حضور اکرم ﷺ کے خواب پہ آوازے کسے اور کہا کہ خواب اس سال پورا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاک ناموں کو اپنے میں مدغم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ دیا۔

منم مسخ زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(تزیاق القلوب ص ۳، جزآن ج ۱۵ ص ۱۳۴)

اور اس پر بس نہ کیا دعائے خلیل اور نوید مسیحا کو اپنے پرچسپاں کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ: ”و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (صف: ۶)“ ﴿اور میں خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی جو مجھ سے بعد آنے والا ہے جس کا نام نامی احمد ہوگا﴾

اور دھڑلے سے کہہ دیا گیا کہ یہ میری ہی بشارت ہے۔ رونا آتا ہے کہ وہ کون سانیک سلوک ہے۔ جو ذات گرامی سے آپ نے کیا۔ ہر ایک چیز کا بہرہ و پھرنے کی سعی لا حاصل کی۔

مثلاً جنگ بدر کے تین سو تیراں جانساروں کی نقل کرتے ہوئے اپنے تین سو تیراں عقل کے اندھے بنائے۔ جن میں ۷۷ مردے بھی شامل تھے۔ آنحضرت ﷺ کے آسانی نکاح کی نقل اتارتے ہوئے محمدی کے عشق میں بیسوں الہام سنائے اور رسوائی اور روسیائی سے دوچار ہوئے۔ حضور ﷺ کی بیویوں کے متعلق فرقان حمید نے احترام کے طور پر ان کو مسلمانوں کی مائیں قرار دیا تو پنجابی نبی نے بغیر سوچے سمجھے اپنی بیوی کو ام المؤمنین کہلوا لیا۔ حضور اکرم ﷺ کی کاپی کرتے ہوئے اپنے ٹکڑا توڑ مریدوں کو صحابی کے نام سے یاد کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی وحی کی نقلیں اتارتے ہوئے وہی پیغامی پسند کیا۔ جس کے دنیا پر آنے کا انکار کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ او مسلمانوں کی ذریت کہلانے والا شرم کرو اور خدا سے ڈرو اور جبرائیل کا زمین پر حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آنا جاری نہ کرو۔ کیونکہ وہ آدم صلی اللہ سے پیغامی بنا اور آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکا۔ مگر واہ رے مرے بے دم کے شیر کہ جدت کرتے ہوئے الہام سنا دیا کہ جاء فی ایل اور ترجمہ فارسی میں جڑ دیا کہ آمد نزد من جبرائیل علیہ السلام۔ اس چھوٹے سے مضمون میں کیا کیا گنواؤں۔ غرضیکہ وہ تمام باتیں جن میں سراسر توہین محبوب خدا ہے۔ آپ نے روارکھی اور آج تم کس منہ سے ٹسوںے بسورتے ہو کہ ”فید فن معی فی قبری“ میں توہین ہوتی ہے۔ کاش کہ تم کچھ پڑھے لکھے ہوتے تو یہ فضول اعتراض نہ کرتے۔ یہ ہے آپ کا مبلغ علم جس کے برتے پرتم پیغمبری کر رہے ہو۔ سنو اور ہوش کی دوالو۔ اس میں قطعاً توہین نہیں۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی عزت ہے کہ حسب پیش گوئی وہ آپ کے مقبرے میں دفن ہو رہے ہیں اور وہی آپ کے لئے ازل سے مخصوص ہے اور اگر قبر کی وجہ سے رگ الحاد پھرتی ہو تو ملا علی قاری کی کتاب (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۰ ص ۲۳۳، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) ہی دیکھ لو وہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”فید فن معی فی قبری (ای فی قبری) و عبر عنها بالقبر لقریب قبرہ بقبرہ فکانما فی قبر واحد“ ﴿میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنی میرے روضے مبارک میں اور مقبرہ کی بجائے قبر کا لفظ دونوں قبروں کے ساتھ ساتھ ہونے کی وجہ سے استعمال فرما دیا۔﴾ امید ہے کہ اعتبار کے لئے یہی شہادت کافی ہے۔ مگر مرزائی آن باشد کہ چپ نہ شود یہ کب مانیں گے۔ لیجئے ہم مرزا قادیانی کے پتال جنتر یا الہامی گھڑی ہی سے اس کا ثبوت پیش کئے دیتے ہیں۔

”جناب ابو بکرؓ و عمرؓ..... ان کو یہ مرتبہ ملا کہ آنحضرت ﷺ سے ایسے ملحق ہو کر دفن کئے گئے کہ گویا ایک ہی قبر ہے۔“ (نزول المسح ص ۴۷، خزائن ج ۱۸ ص ۴۲۵)

مزید تسلی چاہو تو اور سنو: ”واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر میں ان کا آخری زمانہ میں دفن ہونا..... ممکن ہے کوئی مثیل ایسا بھی ہو جو آنحضرت ﷺ کے روضے کے پاس مدفون ہو۔“
(ازالہ اوہام ص ۴۰، خزائن ج ۳ ص ۳۵۱، ۳۵۲)

بس اہل اسلام اسی کو مسیح موعود کہتے ہیں اور اسی کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ آپ مہربانی کر کے خواہ مخواہ اس پھٹے میں ٹانگ نہ پھنسانیں۔ تشریف لے جائیے No Vacancy نو وکنسی۔

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیغمبری کا ہے

اور مرزا قادیانی کے پلے ہی کیا ہے تو ہات باطلہ کے ڈھیر یا ظلمات اور چھاؤں کے ہیر پھیر۔ سنو اور غور سے سنو۔ آقائے نامدار سرکار مدیہ ﷺ کی زندگی میں جنابہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ معرض کرتی ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ میرا آپ ﷺ کے بعد انتقال ہوا۔ اس لئے کرم کیجئے اور اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ اب جواب بھی فرمان فیض ترجمان سے سن لیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”انسی لی بذالك الموضع ما فيه الا موضع قبری وقبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ ابن مریم (منتخب کنز العمال بر حاشیہ، مسند احمد ج ۶ ص ۵۷)“

ارشاد فرماتے ہیں: ”اے عائشہؓ اس جگہ اب میرا اختیار نہیں۔ کیونکہ بروئے امر مقدر وہاں سوائے میری قبر اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عیسیٰ ابن مریم کی قبر کے اور کوئی جگہ ہی نہیں۔“
اسی پر بس نہیں (مکھلاۃ ص ۵۱۵، باب فضائل سید المرسلین فضل ثانی) میں حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا تو رات میں آنحضرت ﷺ کی صفت میں یہ مرقوم ہے کہ:

”عیسیٰ ابن مریم یدفن معہ قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر“ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدفون ہوگا ابو مودود راوی حدیث فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں ابھی ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ یوں ہی (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۱۵) میں زیر آیت ”وان من اهل الکتاب“ بروایت طبرانی ابن عساکر تاریخ بخاری حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ حضرت مسیح آنحضرت ﷺ کے حجرے میں دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوٹی ہوگی۔ فیکون قبرہ رابعاً!

اس حدیث پر اکثر مرزائی یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر گنبد خضریٰ میں چار قبروں کا وقوع میں آنا ہوتا تو جنابہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کو چار چاند خواب میں دیکھنے چاہئے تھے۔ حالانکہ آپ نے تین دیکھے۔ اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ روضہ اطہر میں تین ہی قبریں رہیں گی۔ چوتھی نہ ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ:

بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ جنابہ صدیقہؓ کی زندگی میں کتنی قبریں روضہ اطہر میں تھیں۔ ظاہر ہے کہ تین۔ پھر آپ کو چار چاند کیسے دکھائے جاتے۔ حضرت عیسیٰ نے تو ابھی جام موت پیا ہی نہیں۔ وہ کس طرح آپ کو دکھایا جاتا۔ ناظرین یہ مینڈ کی کوز کام محض دجل سے زیادہ کیا وقعت رکھتا ہے۔ چوتھا فرمان رسالت:

”عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال عرض علی الانبیاء فاذا موسیٰ ضرب من الرجال کانه من رجال شنوثة رأیت عیسیٰ ابن مریم فاذا اقرب من رایت به شبها عروہ بن مسعود (مسلم ج ۱ ص ۹۵، باب الاسراء، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۴)“ ﴿حضرت جابرؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا معراج کی رات انبیاء مجھ سے ملے۔ موسیٰ علیہ السلام تو دبلے پتلے تھے۔ گویا قبیلہ شنوہ کے مردوں سے ملتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام مشابہ تھے عروہ بن مسعود کے ساتھ۔﴾

اس حدیث شریف سے یہ پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے جناب مسیح ابن مریم کو معراج کی رات آسمان پر دیکھا اور اس کی مشابہت عروہ بن مسعود سے بتائی۔ جو ایک صحابی تھے۔ اس کے ساتھ ہی ذیل کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نکلے گا دجال پس رہے گا چالیس (روای حدیث کہتا ہے) نہیں جانتا ہوں میں کہ چالیس کے لفظ سے سال مراد ہیں یا مہینے یا دن فرمایا نبی کریم نے ”فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم کانه عروہ بن مسعود فیطلبه فیہلکھ“ ﴿پس بھیجے گا اللہ تعالیٰ ابن مریم کو گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ہے۔ پس وہ ڈھونڈیں گے دجال کو پس ہلاک کریں گے اس کو۔﴾ (مکھلوۃ ص ۲۸۱، باب لا تقوم الساعة)

ناظرین کرام! پہلی حدیث میں جس مسیح ابن مریم کو آسمان پر دیکھا دوسری میں اسی کا نزول بتایا۔ ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰ ابن مریم نزول فرمائیں گے۔ جو انبیائے سابقین میں سے تھے اور جن پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ ایسی صاف اور بین دلیل کے ہوتے ہوئے اس کا مصداق

مرزا قادیانی کو کہنا ڈھٹائی اور بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟ غور کرو اور سوچو کہاں عیسیٰ ابن مریم اور کجا دجال ناپاک؟ مرزا یو! ایمان سے کہو کہ کوئی حدیث سیدھے صحیح الفاظ میں بھی مانو گے یا اوندھی کھوپڑی کا انداز ہی یہی ہے کہ رات کے معنی دن اور حیوان کے معنی انسان خدارا کچھ تو سوچو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو اور نہیں تو مرزا قادیانی ہی کی مری مٹی پر احسان کرو وہ تو کہہ گیا تم مانویانہ مانو تمہارا اختیار ہے۔

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(تحفہ گولڈ ویس ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۸)

دیکھیں کون کون اس پہ عمل کرتا ہوا نعرہ لبیک بلند کرتا ہے اور پنجابی نبوت پر صرف تین لفظ کا سٹوکیٹ بھیجتا ہے۔

پانچواں فرمان رسالت:

”عن ابی ہریرہؓ انه قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فيكم واما مكم منكم (بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۱)“
جناب ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا اس وقت جب کہ تم میں عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا ایک امام بھی تم میں اس وقت موجود ہوگا۔ ﴿

اس واقعہ کی تفصیل یوں ملاحظہ فرمائیں۔ دجال کی چیرہ دستیاں مکاریاں اور عیاریاں انتہائی منزل کو پہنچ چکی ہیں۔ بندگان خدا خائف و پریشان ہیں۔ خدا کی بھولی بھالی مخلوق صراط مستقیم سے بھٹک کر دجال پرست بن چکی ہے اور اس شیطانی گروہ میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ شیطان معہ اپنی ذریت کے دندناتا ہوا فلسفہ عالم کو درہم برہم کر رہا ہے اور فخر و غرور سے اس قول پہ ناز کر رہا ہے جو روز ازل میں پیش آیا تھا۔ ”قال فبعزتك لا غوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين (ص: ۸۲)“ ﴿یعنی قسم ہے تیرے جلال کی البتہ میں گمراہ کردوں گا تیری مخلوق کو سوائے تیرے خاص بندوں کے۔ ﴿

وہ آج اپنی کامیابی پر مغرور و نازاں ہے۔ کیونکہ کرہ ارض پر اسے اپنی شہنشاہیت نظر آتی ہے۔ وہ خوش ہے کیونکہ اسے جہنم کے لاتعداد رفیق نظر آ رہے ہیں۔

ادھر غیرت کردگار جوش رحمت میں اس کا مداوا بھیج رہی ہے۔ یعنی مہدی معبود جن کا نام نامی واسم گرامی محمد بن عبداللہ ہے۔ وہ علم محمدی بلند کرتے ہیں۔ مشتاقان سرکار مدینہ اور نام لیوان توحید لوئے محمدی کے نیچے جوق در جوق جمع ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ رحمانی اور شیطانی طاقتیں سمٹ سمٹا کر اپنے اپنے مرکز پہ جمع ہو رہی ہیں۔ اعلان جنگ ہو چکا ہے اور گویا بگل بجتے ہی والا ہے۔ عین اسی حالت میں جناب عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوتا ہے۔ دنیا انہیں آسمان سے نازل ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد اقصیٰ کے مینار پر دو فرشتوں کا سہارا لئے اترتے ہیں۔ بالآخر وہ امام مہدی کے لشکر میں آتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی آمد ہزار عید سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔ لشکر اسلام پھولے نہیں سماتا۔ فقیر کو وہ الفاظ نہیں ملتے جو پیش کرے کہ جس سے آپ اندازہ کریں کہ وہ خوشی کیسی ہوگی۔ بس یوں سمجھو کہ عاشق کو معشوق اور اندھوں کو آنکھیں ملنے سے جو کیف حاصل ہوتا ہے۔ اس سے ہزار گنا زیادہ مسلمانوں کو خوشی ہوگی۔ اس لئے کہ سرکار مدینہ کی پیش گوئی کو پورا ہوتے آنکھوں سے دیکھیں گے اور جناب مسیح کی زیارت کریں گے۔ جو اللہ کے پاک رسول تھے۔ ٹھیک اسی وقت نماز کے لئے مؤذن منادی کرے گا اور خدا کی واحدانیت اور سرکار مدینہ کی رسالت کی گواہی دے گا۔ اس کے بعد صفوں کی ترتیب ہوگی تو جناب امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام سے امامت کی اپیل کریں گے کہ آپ امام بن کر نماز پڑھائیں۔ وہ جواب دیں گے زبان فیض ترجمان کے الفاظ میں سنئے صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرہم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امرآء تکرمہ اللہ ہذہ الامۃ (مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)“ ﴿پس نازل ہوں گے عیسیٰ بن مریم۔ امیر اسلام یعنی مہدی انہیں عرض کریں گے آئیے ہمیں نماز پڑھائیے وہ فرمائیں گے نہیں یہ شرف امت محمدی کو ہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے امیر و امام ہوں۔﴾

ناظرین! انصاف کیجئے اور خدا را سوچئے کہ جناب مسیح ایک صاحب کتاب نبی شرف محمدی کا احترام کرتے ہوئے عجز پیش کرتے ہیں کہ یہ شرف صرف امت محمدیہ ہی کو تفویض کیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے امام بنیں۔ چنانچہ جناب مہدی امامت فرماتے ہیں اور جناب عیسیٰ ان کی اقتداء میں نماز گزارتے ہیں۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ جناب مہدی جو اس وقت امام الصلوٰۃ ہو رہے ہیں کون ہیں۔ یہ بھی فرمان رسالت کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب امام مہدی کے متعلق فرمایا ”رجل من اهل بیته یواطی اسمہ اسمی واسم ایبہ اسم ابی (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۱، کتاب المہدی، ترمذی ج ۲ ص ۴۷، باب ماجاء فی المہدی، مشکوٰۃ ص ۴۷۰، باب اشراط الساعۃ)“ ﴿فرمایا وہ ہونے والا مہدی میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔﴾
 چنانچہ مرزا قادیانی اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتا ہوا لکھتا ہے:
 ”آنحضرت ﷺ پیش گوئی فرماتے ہیں..... مہدی خلق اور خلق میں میری مانند ہوگا..... میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام ہوگا۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۳۷، خزائن ج ۳ ص ۱۷۵)

اللہ اللہ! ان باتوں کی قبولیت کے بعد دعویٰ کرنا کہ میں ہی وہ عیسیٰ ہوں اور میں ہی وہ مہدی ہوں جس کا تذکرہ قرآن وحدیث میں آیا ہے۔ کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی ہے۔ خدارا سوچو اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ اگر مرزا قادیانی ہی مہدی معبود تھے تو وہ امامت کیوں نہ کراتے تھے۔ ذیل کے واقعہ کو چشم بصیرت سے پڑھو۔

مرزا قادیانی کا کوئی چیلہ آپ سے سوال کرتا ہے کہ بے سنگھ سورا بہادر جی یا ہے رو در گوپال جی تم نماز کیوں نہیں پڑھاتے اور امام کیوں نہیں بنتے تو یہ خانہ زاد نبوت کے وہی نبی صاحب جواب دیتے ہیں کہ: ”حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔“ (فتاویٰ احمدیہ ص ۸۲ ج ۱)

اب غور فرمائیں کہ ”کیف انتم اذا نزل“ کا مصداق مرزا قادیانی اپنے کو گردانتے ہیں اور امام کم منکم کے معنی دجل کی بھیٹی اور یہود کی گھٹی سے یہ کرتے ہیں کہ آنے والا مسیح تم میں سے ہی پیدا ہوگا۔ سو وہ میں ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا کی آمد سے مسلمانوں کو خوشی بھلا خاک ہو سکتی ہے۔ جب کہ آپ کی آمد طاعون وکالارہ سے شروع ہوئی اور زلزلوں میں گذری۔ کبھی ہیضہ کی خوشخبری آپ نے سنائی۔ کبھی گالیوں سے تواضع کی۔ کبھی ابرہہ ہونے کی بڑی ہانگی۔ کبھی راولا نہ پیش گوئیوں سے نبوت کی تذلیل کی۔ کبھی محمدی کے نکاح میں ٹھنڈے سانسوں سے جلوہ آفریز ہوئے۔ ایسی ایسی خرافات ذات باری سے منسوب کیں جن کا تصور کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ انصاف سے کہئے کہ رسالتوں اور نبوتوں پہ ڈاکہ زنی کرنے والا ایسا سورا ماجودن دھاڑے انعامات ازلیہ کو لوٹے اور اپنے پہ چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کرے۔ مسلمانوں کے کئے کوئی مژدہ

جانفراء لاسکتا ہے اور اہل اسلام کو کوئی خوشی حاصل ہو سکتی ہے؟۔ قطعاً نہیں:

پیشاب کا قطرہ در یکتا نہ ہوئے گا
کو ا ہزار بولے پر بلبل نہ ہوئے گا

اس حدیث پر مرزا قادیانی کی امت یہ اعتراض کرتی ہے کہ امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کر کے بخاری شریف کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ بخاری میں من السماء کا لفظ نہیں۔

جواب یہ ہے کہ حدیث کی کتاب بیہقی مخرج نہیں بلکہ مسند ہے۔ یعنی ایسی کتاب نہیں ہے جو دوسروں سے نقل کر کے ذخیرہ اکٹھا کرے۔ جیسا کہ کنز العمال وغیرہ ہے۔ بلکہ امام بیہقی اپنی سند سے راویوں کے ذریعے روایت کرتے ہیں اور بخاری شریف کا حوالہ صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں بھی موجود ہے۔ گو من السماء کا لفظ نہیں۔ لیکن مراد نزول سے نزول من السماء ہی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی خود لکھتے ہیں۔ ”انما اراد نزوله من السماء بعد الرفع“ (مرزائی پاکٹ ص ۳۲۸)

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اس کو روایت کرنے والے کا ارادہ نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ بخاری شریف میں من السماء کے الفاظ نہ ہونا کوئی لازمی امور سے نہیں۔ کیونکہ ان کا مدعا نزول من السماء ہی سے ہے۔ اس لئے اس حدیث کو جو صحیح اسناد سے امام بیہقی نے روایت فرمائی ہے خلاف نہیں۔

دور کیوں جاتے ہو اپنے گھر ہی کی خبر لو کہ تمہارے مرزا قادیانی نے صحیح مسلم کی روایت پیش کرتے ہوئے من السماء کے لفظ کہے ہیں۔ حالانکہ مسلم شریف میں یہاں من السماء نہیں تو اس سے مطلب یہی لیا جائے گا کہ گو مسلم میں من السماء کے الفاظ نہیں۔ مگر جناب امام مسلم کا منشاء یہی ہے کہ آسمان سے اتریں گے۔

”صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔“ (ازالہ اوہام ص ۸۱، خزائن ج ۳ ص ۱۳۲)

ایسا ہی بخاری شریف کے منشاء کو سمجھنے کی کوشش کریں اور یاد آ یا تمہارے مرزا کی جانے بلا کہ امام بخاری تھے کون، اور انہوں نے احادیث کو کیسے فراہم کیا اور وہ کس پتے کے بزرگ تھے۔ آہ تیس ماریاں دیکھو تو شیطان کی آنت سے زیادہ وہ لمبی مگر عمل کا نقش پا بھی نہیں ملتا۔ ارے عقل

کے اندھو اور قسمت کے ہٹو یہ تو خیال کرو جو امام بخاری کے نام کو نہیں جانتا وہ پیغمبری بھلا خاک کرے گا۔ تمہارے مرزا کو تو یہ بھی نہ معلوم ہو سکتا کہ امام بخاریؒ کا کیا نام تھا۔ ذیل میں جناب امام بخاری کا تبرکاً مختصر تعارف کراتا ہوں سنئے۔

آپ کا نام نامی واسم گرامی ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبہ ہے۔ چونکہ یہاں ہماری غرض امام بخاریؒ کی سوانح حیات نہیں۔ بلکہ چند ایک واقعات پیش کرتے ہیں۔ لہذا وہی گزارش ہوں گے۔ آپ کے خاص تلمیذ امام فربری فرماتے ہیں کہ امام بخاری سے اسی صحیح بخاری کو نوے ہزار آدمیوں نے پڑھا۔ یہ بھی عرض کرنا مفید ہوگا کہ جناب امام نے ان احادیث کو بڑی جانفشانی اور محنت سے بڑی بڑی دور پیدل سفر کرتے ہوئے اکٹھا کیا۔ آپ اس امر سے اندازہ لگائیں کہ اس زمانہ میں جب کہ ریل، موٹر، سڑکیں مفقود تھیں اور راستہ خطرے سے خالی نہ تھا۔ جناب امام کو فرمان رسالت کے جمع کرنے کا اس قدر شوق تھا۔ جسے میں تو عشق سے تعبیر کئے بغیر نہ رہوں گا۔ سفر کے مصائب اور راہ کے نوائب جھیلتے ہوئے ایک ہزار اسی محدثین، تابعین کی خدمت میں جانا پڑا اور یونہی احادیث کو نقل نہیں کر لیا گیا۔ بلکہ تقریباً ہر حدیث کو قلمبند کرنے سے پیشتر غسل کیا اور دو رکعت نفل ادا فرمائے اور مزید صحت کے لئے مدتوں گنبد خضریٰ کی مجاوری کی ہر وہ حدیث جس کی صحت مطلوب ہوتی خدا سے دعاء کرتے اور اس خیال کو چھاتی سے لگا کر مسنون طریقہ پر سوجاتے۔ خواب میں سرور دو جہاں سرکار بیثرب سے ملاقات ہوتی اور اس طریق سے حدیث کی صحت ہوتی۔

اس ان تھک دوڑ دھوپ و محنت شاقہ کے نتیجے میں آپ نے قریباً چھ لاکھ احادیث کو جمع فرمایا۔ جن میں سے قریباً دس ہزار احادیث کو صحیح میں درج فرمایا۔

آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دراز ملکوں میں پہنچی تو دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں اظہار عقیدت و استفادت کے لئے حاضر ہوئے۔ چنانچہ یہ آپ کی ہی برکت و فیوض و شفقت کا نتیجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ میں سے بڑے بڑے امام و قابل قدر محدث مثلاً امام مسلم امام ابو عیسیٰ ترمذی، امام ابو عبد الرحمن نسائی جیسے فقید المثل بزرگ پیدا ہوئے۔ چنانچہ امام مسلم کے متعلق اتنا اور عرض کر دینا ضروری ہے کہ وہ اپنے سابق استاد امام ذہلی کو جب کہ انہوں نے یہ حکم دیا کہ کوئی امام بخاری کے پاس نہ جائے اور نہ کچھ سنے تو امام مسلم کو یہ گوارا نہ ہوا۔ بلکہ انہوں نے امام بخاری کے سامنے زانو ادب نہ کرتے ہوئے یہ الفاظ کہنے کہ یا امیر المؤمنین فی الحدیث اپنے مبارک پاؤں میری طرف بڑھائیے تاکہ میں ان کو چوموں اور آنکھوں پر لگاؤں۔ اس لئے کہ آپ نے ہم

مسلمانوں پر وہ احسان کیا۔ یعنی اس قدر محنت سے ذخیرہ حدیث کو جمع فرمایا ہے جس کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔ آپ کا یہ احسان یقیناً امت مرحومہ عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے گی اور قیامت تک اس کا بدلہ نہ اتار سکے گی۔ ایک واقعہ عرض کرنے پر اکتفا کرتا ہوا معذرت خواہ ہوں اور طوالت مضمون سے ڈرتا ہوا معافی کا خواستگار ہوں۔

ایک دفعہ جناب امام بخاری بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں دس اہل اللہ محدثین نے آپ کے امتحان کی غرض سے آپ کی خدمت میں دس جدا جدا احادیث جن کی سند عبد ابدل دی گئی تھی۔ پیش کیں۔ جناب امام کے سامنے جب حدیث پیش کی جاتی تو آپ ہر حدیث پر لا اعراف یعنی میں نہیں جانتا کہہ دیتے۔ جب تمام بزرگوں نے تمام احادیث ختم کیں اور آپ نے وہی کلمہ لا اعراف دہرایا تو وہ سمجھے کہ کچھ بھی نہیں صرف شہرت ہی شہرت ہے۔

فی الحقیقت لا اعراف کہنا صحیح تھا۔ اس لئے کہ جناب امام نے ان سندت سے کوئی حدیث نہ سنی تھی۔ اب جب کہ احادیث ختم ہو چکیں اور وہ بزرگ خاموش ہوئے تو آپ نے وہ تمام احادیث صحیح سندت کے ساتھ ان کے سامنے بیان کیں تو وہ عیش عیش کر اٹھے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ واللہ بخاری جیسا محدث نہ دیکھا نہ سنا۔ جب آپ کا انتقال ہوا اور قبر کھودی گئی۔ تو قبر سے جو مٹی نکلتی تھی۔ اس سے عنبر و کستوری کی خوشبو آتی تھی جو لوگوں نے تمبر کا مد توں اپنے پاس رکھی۔ مرزا قادیانی کی جانے بلا کہ امام بخاری کون تھے۔ کوئی چندہ اور کستوری تھوڑے ہی بھیجتے تھے۔ چنانچہ ذیل کا مضمون پڑھئے اور یہ بھی کہہ دوں کہ فقیر کو اگر کوئی مرزائی ایک آنہ کا ٹکٹ یا جوانی پوسٹ کارڈ بھیج کر یہ دریافت کرے کہ کتنی مرتبہ مرزا قادیانی نے نام غلط لکھنے میں غلطی کی تو میں بتانے کو تیار ہوں۔ سردست اتنا کہہ دیتا ہوں کہ مبلغ تیس دفعہ تو اسی تیاری صحیفہ تقدیر میں میری نگاہ سے گذرا اور حیرت کا موجب بنا۔

”بخاری کی یہ حدیث کہ جو امامکم منکم ہے۔ اگر تاویلات کے شکنجے میں نہ چڑھائی جاوے اور جیسا کہ ظاہر الفاظ حدیث کے ہیں۔ انہیں کے موافق معنی لئے جائیں تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر ظاہر یہی معنی ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہی ہوگا۔ یعنی ایک مسلمان ہوگا نہ یہ کہ سچ سچ ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی ہے۔ جس کو الگ ایک امت دی گئی۔ آسمان سے اترے گا۔ اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ امام محمد اسماعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری میں آنے والے مسیح کی نسبت صرف اس قدر حدیث بیان کر کے چپ کر گئے کہ امامکم منکم اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دراصل حضرت اسماعیل بخاری صاحب کا یہی مذہب تھا۔ وہ ہرگز اس

بات کے قائل نہ تھے کہ سچ سچ ابن مریم آسمان سے اترے گا۔ بلکہ انہوں نے اس فقرہ میں جو امامکم منکم ہے۔ صاف اور صریح طور پر اپنا مذہب ظاہر کر دیا۔“

(ازالہ اوہام ص ۹۵، ۹۸، خزائن ج ۳ ص ۱۵۲، ۱۵۳)

فقیر کے خیال میں دجل تو آپ کی گھٹی میں پڑا ہے اور مغالطہ ہی آپ کی سرشت میں داخل ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ امامکم منکم کس کے متعلق صادق المصدق نے فرمایا ہے۔ اس لئے انب یہی ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ مغالطہ بھی لگے ہاتھ دور کرتا جاؤں۔ پس التجا ہے کہ انصاف و دیانت سے سنئے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

”عن ابی ہریرۃ لو لم یبق من الدنیا الا یوماً لطول اللہ ذلک الیوم حتیٰ یلی (ترمذی ج ۲ ص ۴۷، باب ماجاء فی المہدی)“
ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو لمبا کرے گا تاکہ وہ شخص بادشاہ ہو جائے۔

مندرجہ بالا حدیث بطور پیش گوئی صادق المصدق نے یقین امت کے لئے ایک ایسے انداز سے بیان فرمائی۔ یعنی امت مرحومہ کو انتہائی یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ خبردار کوئی مردود تم کو بہکانہ دے کہ زمانہ بہت لمبا گزر چکا اور قیامت آیا ہی چاہتی ہے اور اب کہاں مہدی معبود آئے گا۔ اس حدیث سے حضور اکرم ﷺ کا مطلب یہی تھا کہ امامکم منکم یعنی وہ آنے والا مہدی تم میں سے ہی پیدا ہوگا۔ لہذا انتظار فضول ہے نہیں بلکہ تاکید فرمایا کہ نہیں اگر قیامت کے آنے میں صرف ایک ہی دن باقی کیوں نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا لمبا فرمائیں گے کہ جس میں میری یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہے گی۔ یعنی جناب مہدی امیر المؤمنین اور بادشاہ ہو جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مدعی یعنی مرزا قادیانی کے حق میں یہ پیش گوئی صادق آسکتی ہے۔ سو اس کے جواب میں یہی کافی ہے کہ نہ ہی مرزا قادیانی کو توفیق ہوئی کہ وہ خلافت کا اعلان کریں اور امیر المؤمنین کہلوائیں اور نہ ہی انہیں انج بھر زمین کی بادشاہت ملی۔ اگر مرزائی کم فہمی و جہالت سے یہ جواب دیں کہ وہ امیر اور بادشاہ تھے تو یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ مسلمانوں نے من حیث القوم انہیں بادشاہ تسلیم کرنا تو کیا مسلمانوں کی صف سے ہی باہر نکال دیا۔ اس لئے یہ حدیث آپ کے موافق نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ ذیل کی حدیث کو چشم بصیرت سے مطالعہ فرمائیں۔

”عن ام سلمة قالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول المہدی من عترتی من ولد فاطمہ (رواہ ابو داؤد ج ۲ ص ۱۳۱، اول کتاب المہدی)“

ام المؤمنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

یہ حدیث بھی مرزا قادیانی کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے چینی الاصل اور فارسی النسل مغل اور زمیندار اور خدا جانے کتنی قومیں ترک وغیرہ اپنے نسب کے اندر بیان کیں اور سید ہونے کی کنفی کی۔ بلکہ جب ہم آپ کی نسل کے متعلق صحیح معیار معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہنسی کو مجبوراً ضبط کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ خود اقرار کرتے ہیں۔

میں کبھی آدم موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۱ ص ۱۳۳)

یہ بے شمار نسل والے کی یہاں ضرورت نہیں۔ امامکم منکم تو یہ چاہتا ہے کہ مہدی معبود جنابہ سیدۃ النساء فاطمہؓ الزہراءؓ کی اولاد سے ہو۔ یہ حدیث بھی مرزا قادیانی کو فٹ نہ آئی اور سنئے:

”عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ المہدی منی اجلے لجنبہ اقصی الانف یملاً الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً یملک سبع سنین (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۱، اوّل کتاب المہدی)“

جناب ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ مہدی مجھ سے ہوگا۔ روشن پیشانی والا۔ خوبصورت ناک والا، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ اس کے بعد سات سال بادشاہی کرے گا۔

مندرجہ بالا حدیث بھی مرزا قادیانی کے حسب حال نہیں بلکہ سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی تصویر سے آپ کی روشن پیشانی اور خوبصورت ناک کا پتہ چلتا ہے کہ یہاں یہ دونوں نشانیاں مفقود ہیں۔ کاش مرزا قادیانی تصویر نہ بنواتے اور کملی پوش آقا ﷺ کے نقش قدم پر چلتے آخضور سرکار مدیہ ﷺ نے تصاویر کے خلاف جہاد کیا اور سختی سے منع فرمایا۔ مگر سرکاری نبی انگریز کی غلامی اور اس کے تمدن و معاشرت کی پیروی کرتا ہوا تصویر کھینچنا بیٹھا اور فقیر کے خیال میں یہ فضل بھی قدرت کو یونہی منظور تھا تا کہ حق و باطل میں امتیاز رہے۔ اس کے علاوہ حدیث شریف تو یہ چاہتی ہے کہ وہ عدل و انصاف سے زمین کو بھر دے مگر یہاں۔

اس سادگی پہ کیوں نہ کوئی مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

چنانچہ امامکم منکم تو یہ چاہتا ہے کہ وہ مہدی ایسائیک بخت عادل اور منصف ہوگا۔
جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ مگر یہاں کیا ہے:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال ضم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

ایسا ہی ایک دوسری حدیث میں اس ظلم و جور کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان فرمایا:

”عن ابی سعید الخدریؓ لم یسمع بلاء اشد منه حتی تفیض عنہم الارض الرحبة وحتی یملاء الارض جوراً وظلماً لا یجد المؤمن ملجاء یلتجى الیہ من الظلم . فیبعث اللہ عزوجل رجلاً من عترتی فیملأ الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً یرضی عنہ ساکن السماء وساکن الارض لا تدخر الارض من بذرها شیئاً الا اخرجته و الا السماء من قطرها شیئاً الا صبه اللہ علیہم مدراً رایعیش فیہم سبع سنین او ثمان او تسعاً فتمنی الا خباء الاموات مما ضع اللہ عزوجل باهل الارض من خبرہ (مستدرک حاکم ج ۵ ص ۶۵۹، حدیث ۸۴۸۶، باب ینزل بامتی فی آخر الزمان بلاء شدید)“ ﴿جناب ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مصیبت کا ذکر جو امت کو آنے والی ہے فرمایا یہاں تک کہ کوئی آدمی ظلم سے اپنا جان نہ پائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ میری عترت اور اہل بیتؑ سے ایک جوان کو مبعوث کرے گا۔ پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ آسمان وزمین کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے۔ یہاں تک کہ آسمان ہر چیز کو بہادے گا اور زمین تمام نباتات کو نکال دے گی۔ یہاں تک کہ زندے مردوں کی زندگی کی خواہش کریں گے اور وہ اللہ کا محبوب سات سال یا آٹھ سال یا نو سال حکومت کرے گا۔﴾

یہ حدیث بھی مرزا قادیانی کے سراسر خلاف ہے اور قطعاً گنجائش نہیں رکھتی کہ کوئی احمق خواہ مخواہ و امامکم منکم کا مصداق بنے۔ ہاں وہی اس کا صحیح حق دار ہے جو فرمان رسالت کی رو سے آوے۔ یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو لطف سے خالی نہیں کہ ہمارے پنجابی نبی کی بھی کوئی بات ایسی نہیں جو مضحکہ سے خالی ہو۔ چنانچہ آپ اپنی باون سالہ مشرکانہ زندگی بسر کرنے کے بعد جب جناب مسیح کی بے موت، موت کے درپے ہوئے اور آپ کو مارنے کا خیال سوچھا تو قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے، یعنی واوینا ہماربوة ذات قرار

و معین سے جناب مسیح کو پھانسی پر سے اتارتے ہوئے مرہم عیسیٰ کے چکر میں غلطان و بیچان رکھتے ہوئے ہجرت کرانے پر مجبور ہوئے۔ جب دجل کا نقشہ آنکھوں میں کھینچ گیا تو جھٹ کہہ دیا گیا کہ دیکھو قرآن کریم نے ان دونوں کے لئے یعنی جناب مسیح اور جنابہ مریم کے لئے اونچے پہاڑ و باغات چشموں والی زمین کو قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ سوائے کشمیر کے اور کوئی جگہ ہو ہی نہیں سکتی۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ مسیح کشمیر میں آئے اور یہاں ہی زندگی کے بقیہ دن ختم کر کے محلہ خان یار میں ابدی نیند سوئے۔

سبحان اللہ! یہ تھی آپ کی منطق اور پیامبری۔ مگر دور کیوں جائیں ابھی کل ہی کا واقعہ ہے کہ رائے صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس کی ارتھی کے ساتھ ساتھ جہاں اہل ہنود تھے وہاں ٹوڈی مسلمانوں کے علاوہ ایک ستم رسیدہ روزگار میرا سی معہ میر زادہ بھی جا رہا تھا۔ ارتھی کے عقب میں عورتوں کا ایک انبوہ کثیر سینہ کوئی اور بین کرتا جا رہا تھا۔ جن میں غالباً رائے صاحب کی لڑکی بڑے درد و کرب سے لمبا بازو کئے ہوئے یہ کہہ رہی تھی۔

آہ! تم وہاں چلے ہو جہاں دانہ، نہ پانی۔ افسوس! تم وہاں جا رہے ہو جہاں دیا، نہ بتی۔ حیف! تم وہاں جاتے ہو جہاں چار پائی، نہ بستر۔ میر زادہ جو باپ کے ہمراہ جا رہا تھا۔ لڑکی کے ان کلمات سے بیتابانہ متاثر ہو کر باوا کا بازو جھنجھور کر کہنے لگا۔

ابا، ابا دیکھو تو یہ لڑکی ہمارے ہی گھر کا پتہ دے رہی ہے۔

بعینہ یہی حال مرزا قادیانی کا ہے۔ قرآن کریم نے کسی واقعہ کی یاد دلاتے ہوئے چشموں اور باغات کا ذکر کیا۔ آپ نے جھٹ کشمیر کہہ دیا۔ کسی بھوکے سے کسی نے سوال کیا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں۔ وہ بولا چار روٹیاں۔ مرزا قادیانی کی جانے بلا کہ دنیا میں کتنے جنت نظیر ہیں اور قرآن حکیم کا یہاں کیا منشاء ہے اور وہ کس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ بہر حال جناب امام مہدی کی ایک علیحدہ شخصیت ہے۔ مگر مرزا قادیانی خواہ مخواہ اسے ہضم کئے جاتے ہیں اور ڈکار تک لینا گوارا نہیں کرتے۔ ذیل کی حدیث گوش ہوش سے سنئے اور ایمان کی عینک سے دیکھئے۔

خامہ انگشت بدنان ہے اسے کیا کہئے

”عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لن تهلك امة انا اولها

وعیسیٰ ابن مریم آخرها والمہدی اوسطها (مشکوٰۃ ص ۵۸۳، باب ثواب هذا الامة الفصل الثالث)“ ﴿جناب ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے وہ

امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ابن مریم ہیں اور جس کے درمیان مہدی ہے۔ ﴿

ناظرین کرام! اس حدیث صحیحہ سے یہ روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ جناب امام مہدی و عیسیٰ ابن مریم دو جدا جدا شخصیتیں ہیں۔ جن کا زمانہ بھی جدا گانہ ہے۔ مگر قادیانی خواہ خواہ دجل دینے کو کہے جاتا ہے۔ ”لا مہدی الا عیسیٰ“ یعنی امام مہدی ہی عیسیٰ ہیں اور عیسیٰ کا اطلاق خود ساختہ الہام کی رو سے خود بنتا ہے۔ بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ کوئی حدیث تو ایسی بھی رہنے دو جس کی تاویل یا استعارہ نہ کرتے ہوئے بلا تہیج صحیح سیدھے الفاظ میں قبول کر لو۔ مگر صاحب یہاں تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ سب سیدھی باتوں کو الٹا کیا جاتا ہے تو کہیں دجالیت کی شکم پری ہوتی ہے۔ فقیر کے خیال میں یہ احادیث ہی کافی ہیں۔ کیونکہ ناظرین کو انشاء اللہ ان دو جدا گانہ شخصیتوں کا ماحقہ علم ہو چکا ہوگا۔ ہاں نئی روشنی والے شاید ابھی مطمئن نہ ہوئے ہوں تو ان کے لئے ایک دو فرمان اور نقل کئے دیتا ہوں۔ پس غور سے سنئے:

”عن عثمان بن ابی العاص و هو فی المسجد مع جماعة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فیخرج الدجال ومع الدجال سبعون الفاً..... وینزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام عند الصلوة الفجر فیقول لهم امیرهم یاروح اللہ تقدم صل لنا فیقول هذا الامة امرأ بعضهم علی بعض فیتقدم امیرهم فیصل حتی اذا قضی صلواته اخذ عیسیٰ حربۃ فیدهب نحو الدجال فیقلته (احمد والحاکم فی المستدرک ص ۶۷۴، ۶۷۵ ج ۵ حدیث نمبر ۸۵۲۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء) ﴿ حضرت عثمان ابن ابی العاص نے ایک جماعت کثیر کے سامنے خانہ خدا میں بیان کیا کہ سنا میں نے نبی کریم ﷺ سے دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے ایسی حالت میں نازل ہوگا عیسیٰ ابن مریم صبح کی نماز کے وقت۔ پس مسلمانوں کا امیر جناب عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کرے گا کہ آگے تشریف لا کر نماز پڑھائیے وہ جواب دیں گے کہ یہ شرف امت محمدی کو حاصل ہے کہ ان میں سے بعض بعض کے امیر ہیں۔ پس آگے بڑھے گا امیر مسلمانوں کا اور نماز پڑھائے گا۔ حتیٰ کہ نماز ختم ہوگی تو عیسیٰ ابن مریم اپنی خنجر پکڑ کر دجال کی طرف جائیں گے اور اسے قتل کریں گے۔ ﴿

مرزا نیو! کہیں حدیث کی عظمت اور صحت پر سوال کر کے منہ پہ کا لک نہ لگا بیٹھنا۔ کیوں اس لئے کہ اس حدیث کی روایت دو اماموں نے کی۔ یعنی امام احمد مجدد صدی دوم و امام حاکم مجدد

صدی چہارم نے جو عند المرزا نہایت معتبر ہیں اور جن کا منکر کافر و بے دین ہے۔ ہاں بھائی اسی لئے پہلے کہہ دیا کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھنا۔ اب عینک ایمانی کی روشنی میں کہئے کہ تمہارے مرزا قادیانی سچے یا صحابی و تابعی، وہ کون بد بخت ہے جو حدیث کی عظمت سے انکار اور صحابہ کبار سے بیزار اور امانین سے انحراف کر کے اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

فرمان رسالت سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امام مہدی اور جناب عیسیٰ دو مختلف شخصیتیں ہیں اور یہ بھی واضح ہوا کہ آنے والے مسیح کا نام ابن مریم ہے۔ ابن چراغ نبی نہیں اور وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوگا اور مسلمانوں کے امیر کی اقتداء میں نماز پڑھے گا اور دجال کو قتل کرے گا۔ یہ مخفی نہیں کہ مرزا قادیانی میں یہ صفات قطعاً مفقود تھیں۔ ساری عمر میں وہ تلوار و جہاد کے نام سے ڈرتے رہے اور اس کے بند کرنے میں ایڑی چوٹی کا روز مارا۔ واقعہ لیکھرام کے بعد وہ ایسے خائف ہوئے کہ جان کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ سے التجاء کی کہ چند سپاہی بھیج دیں۔ کیونکہ واللہ یعصمک من الناس پر ایمان آج کل کے نبیوں کا نہیں رہا اور شاید الہام ربنا عاج کو شکر سے **Return with thanks** کر دیا گیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کا مسجد میں یہ حدیث بیان کرنا اور امت کا بلا رد و قد قبول کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ چیز تمام صحابہ کے ایمان میں داخل تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک صحابی نے اس کی تردید نہ کی۔ گویا یہ مسئلہ تو اجتماع امت کا ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ مرزا نیو گئے گذرے ایمان سے کہو تمہارے مرزا قادیانی کو یہ جرأت یہ حوصلہ ہو سکتا ہے کہ وہ ستر ہزار یہود کے مقابل اکیلا جاوے اور ان کی موجودگی میں ان کے امیر کو قتل کرے۔ تمہارے مرزا تو بیچارے وہ تھے ایک پادری آتھم کے مقابل میں ایسے تنگ ہوئے کہ بھرے مجمع میں جواب دینے سے عاجز آتے ہوئے عورتوں کی طرح تیری ناک میں کیڑے پڑیں پے اتر آئے اور الہام سنانے لگے اور اوسان بانگلی کا تو کچھ نہ پوچھو۔ بس اس سے اندازہ کرو کہ دین کا ٹھیکیدار اور نبوت کے ظل کا دعویٰ دہرے مجمع میں بدحواسی کا یوں مظاہرہ کرتا ہے کہ حرمت رمضان کی پرواہ نہ کرتا ہو۔ برس عام چاء کی پیالیاں ٹھونسنے جاتا ہے۔ واہ رے میرے شیر تیری پیغمبری۔

یہاں ایک لطیفہ بھی عرض کر دوں تاکہ حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی کے دستخط بھی ہو جائیں اور قادیانی کے دجل کا بھانڈا بھی چوراہے میں پھوٹ جائے۔

مرزا قادیانی سے کسی شخص نے سوال کیا اجماعی حضرت یہ تو کہتے کہ آپ نماز خود کیوں نہیں پڑھاتے تو آپ نے جواب دیا۔

”حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔“

(فتاویٰ احمدیہ ص ۸۲)

بہر رنگ کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قوت رامی شاسم

”عن ابی امامۃ الباہلی قال خطبنا رسول اللہ ﷺ..... فقالت ام شریک بنت ابی الفکر یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ہم قلیل..... و امامہم رجل صالح قد تقدم بهم الصبح اذا نزل عیسیٰ ابن مریم (سنن ابن ماجہ ص ۲۹۷، ۲۹۸، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام)“

﴿حضرت ابوالاماتہ الباہلیؒ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ہم صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے دجال اور قیامت کا حال بیان فرمایا تو ام شریک بنت ابی الفکر صحابیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس دن عرب کہاں ہوں گے تو حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد کیا وہ بہت تھوڑے ہوں گے اور ان کا امام ایک صالح مرد ہوگا۔ وہ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوا گا کہ اچانک عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔﴾

ایک دوسری جگہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔ ”عن ابی امامۃ الباہلی قال قال رسول اللہ ﷺ امامہم رجل صالح..... تقدم یصلی لهم الصبح اذ نزل علیہم عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام الصبح فرجع ذالک الامام ینکس یمشی القهقری لیتقدم عیسیٰ علیہ السلام یصلی فیضع یدہ عیسیٰ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لك اقيمت فیصلی بهم امامہم فاذا نصر ف قال عیسیٰ علیہ السلام افتحو الباب فیفتح ووراه الدجال معہ سبعون الف یهودی..... فیدرکہ عند باب لد الشرقي فیقتله (سنن ابن ماجہ ص ۲۹۸، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام)“

﴿ابوالاماتہ الباہلیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ دجال کے خروج کے زمانہ میں بیت المقدس کے لوگوں کا امام ایک نیک شخص ہوگا..... اور ان کا امام آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھانے کا ارادہ کرے گا کہ اچانک عیسیٰ علیہ السلام صبح کے وقت آن اتریں گے۔ یہ امام ان کو دیکھ کر اٹھے پاؤں پیچھے ہٹے گا

تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے ہو کر نماز پڑھائیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا داہنا ہاتھ اس کے دنوں کا ندھوں کے درمیان رکھ دیں گے اور امام سے فرمائیں گے آپ ہی آگے بڑھیے کہ یہ نماز آپ ہی کے لئے قائم ہوئی تھی۔ پھر وہی امام نماز پڑھائے گا۔ جب نماز سے فراغت ہوگی تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ دروازہ کھول دو۔ سو وہ کھول دیا جائے گا۔ وہاں پر ستر ہزار یہود کے ساتھ دجال ہوگا جو تمام مسلح ہوں گے۔ پس جناب عیسیٰ دجال کو باب الشرقی کے پاس قتل کریں گے۔ ﴿

اللہ اللہ! اس قدر جامع اور مانع دلائل کے ہوتے ہوئے ایسی قوی تصریحات کو دیکھتے ہوئے کوڑمغزی اور کور باطنی کا مظاہرہ کرنا پرلے درجے کی ڈھٹائی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں نہ مانوں میں نہ مانوں کی رٹ لگانا آسان ہے۔ مگر روز روشن کو شب دیکھ کر کہنے والے آخر کب تک ٹھہر سکتے ہیں۔ حق و باطل میں ہمیشہ سے چولی دامن کا رشتہ چلا آیا ہے۔ مگر باطل آخر باطل ہی ہے۔ طمع سازی کو بظاہر کندن سے زیادہ آبدار معلوم ہوتی ہے۔ مگر تاکبے، آخر نقل نقل ہی ہے۔ اب فرمان رسالت آپ کے سامنے ہیں ان میں کوئی ایک شق ایسی نہیں جو گدھے پہ شیر کا قاتلین ڈال سکے اور مفید مطلب ہو جائے۔ مرزائے قادیان کو ان احادیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ وہ خواہ مخواہ اس میں الجھ رہے ہیں۔ یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو لطف سے خالی نہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے جب ہندوستان پر تسلط قائم کیا ہے۔ اس زمانہ میں محدود عدالتیں تھیں۔ ان میں اکثر مختیار اور چند ایک وکیل کام کرتے تھے۔ یہ مختیاری ہی اس زمانہ کی اعلیٰ وکالت سمجھی جاتی تھی اور اکثر اردو خواندہ لوگ جنہیں آج کوئی پوچھتا بھی نہیں وکیل بنے پھرتے تھے۔ ضلع کی کچہری کے سامنے بڑے بڑے پیڑ کے نیچے ملاوٹ مختیار حقے کی نے منہ میں لئے دھواں دھار کش نکالتے ہوئے فرنیٹر میل کا انجن بنا بیٹھا ہے۔ سامنے مولوی عظیم اللہ وکیل مقدمہ کی تیاری میں مصروف کتاب کے اوراق کو جلد جلد الٹ رہے ہیں۔ ایک بوڑھا دیہاتی بڑا سا لٹھ لئے مولوی صاحب کے سامنے بیٹھ کر سلام کہتا ہے۔

مولوی صاحب: کہو چو ہدری اچھے ہو کیسے آنا ہوا۔

جاٹ: تجو میرے بھتیجیوں نے میرا دم ناک میں کر رکھا ہے۔ جہاں میں مویشی باندھتا ہوں وہیں وہ کم بخت بھی باندھ دیتے ہیں۔ جس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی ایسا مقدمہ کر دو جس سے وہ سزا پاجائیں۔

مولوی صاحب: کیا ان کا اس جگہ میں کوئی حق نہیں۔

جاٹ: حق تو ہے مگر مجھے تو تکلیف ہوتی ہے۔

مولوی صاحب: تو ایسی حالت میں ان پر دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

جاٹ: یوں جہلم نہ کرو ان کو جس صورت میں ہو قید کرادو۔

مولوی صاحب جاٹ سے پہلے چھوڑانے کے لئے بلا ضرورت صاحب کے کمرے میں

چلے گئے اور دیہاتی صاحب بڑبڑاتے ہوئے اٹھے۔

ملاو اہل مختیار جو قریب ہی بیٹھا حقہ نوشی میں کمال کر رہا تھا اور جس کے کان سائل اور وکیل کی طرف لگے ہوئے تھے۔ موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے سنہری چڑیا کو دام تزدیر میں لانے کے لئے ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ چوہدری جی مجھے اپنی پتاسناپیئے بھلا یہ کھل کے چھو کرے وکالت کیا جانیں۔ جاٹ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے داستان کہہ ڈالی تو مختیار صاحب موچھوں پہ تاؤ دیتے ہوئے لمبے لمبے کش لگاتے ہوئے بولے۔

ہاں صاحب! یہ بڑا سنگین مقدمہ ہے اور بڑے صاحب کے سوا اس کو کوئی سن بھی نہیں سکتا۔ کہو تو پھانسی دلا دوں۔ مگر ہمارے مختارانے کا پورا پورا خیال رکھیں اور دیکھو۔ چونکہ یہ مقدمہ بڑے صاحب کی کچہری میں داخل ہوگا۔ اس لئے اس پر کورٹ فیس بھی بڑی لگے گی۔

جاٹ ہسیانی پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولا رو پیہ عزت ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ مگر پھانسی نہیں کالے پانی بھجوادو۔ مختیار نے بہت اچھا کہتے ہوئے بیس روپے کے کورٹ ٹکٹ کے لئے فہمائش کرتے ہوئے خزاچی کی طرف اشارہ کیا اور خود مضمون دعویٰ ایک بڑے لمبے سے سفید کاغذ پر لکھنا شروع کیا۔ جاٹ نے بیس روپے سامنے ڈھیری کر دیئے کہ صاحب آپ ہی ٹکٹ منگالیں۔ میں کہاں خراب ہوتا پھروں گا۔

مختیار: نہیں چوہدری تم خود ہی اپنے ہاتھ سے لاؤ۔ ہم پرائے مال کو چھونا گناہ سمجھتے ہیں۔ رام جانے ہمیں دوسرے کے مال سے ڈر لگتا ہے ڈر۔

غرضیکہ چاٹ ۲۰ روپے کے ٹکٹ لایا۔ اس زمانے میں ٹکٹوں پر نام اور تاریخ درج نہ ہوا کرتی تھی۔ مختیار صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بیس روپے کے ٹکٹ بڑی صفائی سے درخواست پر لگا دیئے اور ایک لمبے لفافے پر اپنا خوشخط پتہ لکھ کر مختیار کی طرف متوجہ ہوا۔ ہسیانی میں دس ہی باقی تھے وہ اینٹھتے ہوئے لفافہ موکل کو دیا کہ جاؤ سامنے والے لیٹر بکس میں اپنے ہاتھ سے ڈال دو۔ جاٹ خوشی خوشی یہ کام کر کے مطمئن ہوا اور عرض کیا حضور میں کب آؤں۔ مختیار نے تسلی دیتے ہوئے ایک مہینہ کا وعدہ دیا۔

گاؤں میں پہنچ کر جاٹ نے اودھم مچاتے ہوئے آسمان سر پر اٹھالیا۔ دیکھو تو میرے ڈھور میں کس طرح مولیٰسی باندھتے ہیں۔ بد معاش کہیں کے کالے پانی نہ بھجواؤں تو کلونا م نہیں۔

چوہدری کے دیہاتی بھینچے حقیقتاً کچھ عرصہ تو سہم گئے۔ مگر جب بیس پچیس دن گذر گئے تو وہ مصلحہ اڑانے لگے تو جاٹ کو بھی فکر ہوئی اتفاق سے اس دن پانچ صد روپیہ نیشکر کے فصل کا شوگر ملز سے وصول ہوا۔ روپیہ لیتے ہی سیدھا عدالت کا رخ کیا۔ مختیار نے دور سے دیکھا کہ سونے کی چڑیا دام میں پاؤں چل کر آرہی ہے۔ تو وقار سے اکڑ کر یونہی مصروفیت کے بخار میں قلم کی جولانیاں دکھانے لگے۔

جاٹ: بے رام جی کی۔

مختیار: آؤ بھائی کلو بے رام جی کی۔ اچھا ہوا تم آگئے۔ پرسوں تمہارا مقدمہ پیش ہوا بڑی محنت سے بحث کی صاحب تو نہ مانتے تھے۔ مگر تمہاری تکلیف سے آبدیدہ ہو کر کچھ ہماری پرانی راہ و رسم سے مجبور ہو کر کہنے لگے کہ سائل کو کہہ دیا جائے کہ کالے پانی کے لئے جہاز کا کرایہ داخل کرے۔ کہو چوہدری صاحب اس سے زیادہ اور تمہاری کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

مقدمے کی کامیابی اور منہ مانگی کالا پانی بھینچنے کی مراد اور اس پر تعریفی الفاظ سن کر جاٹ کی باچھیں کھل گئیں اور وہ کپڑوں میں پھولانہ سایا۔ بس یوں سمجھو کہ اس کو خوشی کا ہیضہ ہو گیا۔

مختیار نے جب پانسے کو کامیاب دیکھا تو کہنے لگا۔ چوہدری جی اب دیری نہ کیجئے روپیہ جلد داخل کیجئے تاکہ جہاز کے لئے لکھ دیا جائے۔

جاٹ نے پانچ صد کی ہسانی سامنے رکھ دی اور کہا دیری کیسی ابھی داخل کر دیں۔

ہاں! کتنا کرایہ چاہئے مختیار نے کہا صاحب تو ہزار مانگتے تھے۔ بڑی کوشش اور محنت سے ساڑھے تین سو روپیہ فیصلہ ہوا۔ جاٹ نے فوراً یہ رقم گن کر سامنے رکھ دی تو مختیار کے لئے کہا کہ دیکھو ساڑھے چھ سو کا تو فائدہ ہی کرایا ہے۔ اب تم جانو جو خوشی میں آوے دے دو۔ دیہاتی خوشی کے بیٹھے میں اتنا آپے سے باہر تھا۔ چکنی چڑی باتوں پر سو گن دیا۔ مختیار نے دیکھا ابھی ہسانی میں کچھ باقی ہے بولا چوہدری صاحب ہاں تو جو سپاہی حفاظت کے لئے ساتھ جائیں گے ان کا خرچ غرضیکہ بیچارے چوہدری کی نیشکر کی فصل پوری کی پوری لے کر چوہدری کو اطمینان دلاتے ہوئے ایک ماہ کے مزید وعدے پر گاؤں بھیج دیا۔ جاٹ نے خدا جانے کس اضطراب و بے چینی سے یہ دن ایک ایک کر کے شمار کئے اور حسب وعدہ کالے پانی بھینچنے کے شوق میں مختیار کے پاس پہنچا۔

مختیار نے دور سے دیکھا کہ الو کی دم فاختہ آرہی ہے تو کچھ گھبرایا مگر عیاری نے راہنمائی کی تو اطمینان قلب سے ست نام کے جواب میں بولا۔ بھاگو بھاگو وہ دیکھو پولیس تمہاری تلاش میں ادھر ہی آرہی ہے۔ میں نے آج تک تمہارا پتہ راز میں رکھا بات یہ ہوئی کہ وہ جہاز جس کا کرایہ تم نے داخل کیا تھا آتے ہوئے راستہ میں ڈوب گیا۔ اب بڑا صاحب کہتا ہے کہ وہ جس نے کالے پانی کے لئے جہاز منگایا تھا اس سے اس کی قیمت وصول کرو۔ اس لئے بہتر ہے کہ چپکے سے بھاگ جاؤ اور خبردار کسی سے ذکر نہ کرنا ورنہ پکڑے جاؤ گے۔

جاٹ یہ سنتے ہی پاؤں سر پر رکھ کر بھاگا اور پلٹ کر پھر کبھی عدالت کا منہ نہ دیکھا۔
بعینہ یہی حال ہمارے مرزا قادیانی کا ہے کہ عیار مختیار کی طرح کوئی نہ کوئی فقرہ جڑ دیتے ہیں۔ کسی نہ کسی حدیث میں حق آسائش بتاتے ہوئے مفید مطلب بنانے کی ناکام کوشش کر لیتے ہیں۔ بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ میاں نہ تمہارا نام ملے، نہ تمہارے باوا کا، نہ اماں کا، نہ ذات، نہ حلیہ، نہ ملک، نہ قوم، نہ صفات، نہ حیات، پھر تو کون، مان نہ مان، میں تیرا مہمان۔ ہاں! بھیا وہ دن گئے جب کالے پانی کے لئے جہاز یا پلگ کی آڑ میں دو دو ہزار کی لاگت کے مکان یہ بھرہ دے کر بنو الیا کرتے کہ یہ کشتی نوح ہے۔ جو اس میں پناہ پائے گا محفوظ رہے گا اور ایسی ہی اور ستم ظریفیاں توڑا کرتے تھے۔ اب وہ زمانہ نہیں۔ دنیا تم سے آشنا ہو چکی۔ سب کو کلونہ سمجھو۔ اب بڑے صاحب کے نام سے لوگ مانسوں ہیں۔ کوئی شکایت کر دے گا تو بڑے گھر کے مہمان بنو گے۔

”عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لن تهلك امة انا اولها وعيسى ابن مريم اخرها والمهدى اوسطها (مشکوٰۃ ص ۵۸۳، باب ثواب هذه الامة)“ ﴿حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کا شروع تو مجھ سے ہے اور آخر عیسیٰ ابن مریم سے ہے اور درمیان زمانہ امام مہدی سے﴾۔

مرزا نیو! اس حدیث مرفوع کو تمہارے مصدقہ و مسلمہ دو اماموں نے یعنی امام احمد بن حنبل مجرہ صدی دوم اور حافظ ابو نعیم صاحب مجرہ صدی چہارم نے روایت کیا ہے۔ اس لئے اس کی صحت سے انکار کر کے کہیں خذلاں کا سودا نہ کر بیٹھنا۔ کیونکہ مجدد کے انکار سے بقول مرزا کفر لازم آتا ہے اور دو مجددوں کی تکذیب سے تو دین بھی گیا دنیا بھی گئی ہو جائے گا۔ اگر اعتبار نہ ہو تو اپنی ہی معتبر کتاب اور منظور نظر مرزا یعنی ”عسل مصطفیٰ“ مرتبہ مرزا خدائش قادیانی جس پر دمشق اور

اندلسی دونوں جماعتوں کے اماموں اور بقیہ ٹکرا توڑ مبلغوں نے تقریظی ریوز کئے ہوئے ہیں۔ دیکھ لو اور اگر ساری خرافات کے ملاحظہ کے لئے وقت عزیز اجازت نہ دے تو صرف ۱۶۵ تا ۱۶۲ ہی دیکھ لیا جائے اس پر برابر تیرہ صدیوں کے مجدد گنوائے گئے ہیں اور کسی ایک کے انکار کو کفر کے مترادف سمجھا گیا ہے۔ یقین ہے کہ رگ الحاد پھڑکنے کی بجائے دب جائے گی اور حدیث کی عظمت پر حرف گیری کا یارا نہ ہوگا۔ اب انصاف کیجئے کہ حدیث تو یہ چاہتی ہے کہ سب سے اخیر میں آنے والے کا نام عیسیٰ ابن مریم ہو اور درمیانی زمانہ کے صاحب کا نام محمد بن عبداللہ ہو۔ جسے امام مہدی کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی خواہ مخواہ ان دو مبارک ہستیوں کو ایک میں مدغم کرتے ہوئے اپنا الوسیدھا کر رہے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ تمام عقیدت کیش یا لنگر کے لنگور یا ضمیر فروش ذکر آپ کی ہاں میں ہاں ملانا طوعاً و کرہاً منظور کرتے ہوئے گردن تسلیم کو خم کرنے میں مصلحت وقت سمجھیں گے۔ مگر یہ تو کہنے کہ وہ خوش نصیب ممالک جہاں آپ کی گھناونی تعلیم نہیں پہنچی تو وہ سعید لوگ جنہیں قدرت نے قلب سلیم عطاء کیا ہے اور وہ صوفیائے کرام جنہیں پاک باطنی نے پسند کیا اور وہ اہل علم حضرات جو رسول کریم کے صحیح جانشین ہیں۔ وہ آپ کی اس بودی تاویل اور الٹی منطق پر اگر لاجول نہ پڑھیں تو تم ہی انصاف سے کہو کیا کہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم نے انہیں تعلیم ہی کچھ ایسی دی ہے۔ ”واذ خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما (فرقان: ۶۳)“ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی نامور اور مقبول ہستیاں جن کے سامنے مرزا جیسے ہزاروں باتوئی ایک لفظ نہ کہہ سکیں خاموش رہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ مرزا کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ نعوذ باللہ!

یہ نہیں بلکہ اس لئے کہ ناکندہ ترش کندہ مجنسن باہجنس پرواز! کے مصداق ہی صحیح ہے اور بھلا ان کے اوقات عزیز کب اجازت دیتے تھے کہ وہ قال اللہ وقال الرسول جس میں دین و دنیا کی فلاح ہے کو چھوڑ کر خرافات و اہیہ میں الجھ جائیں اور فقیر کے خیال میں یہ ان کا استغنا ہی ہمارے سرچڑھ رہا ہے۔ حضرت مولانا علامہ الشیخ الانور کاشمیری نے وصال سے چند سال قبل اس طرف تھوڑی سی توجہ فرمائی۔ ان کے وہ جواہر پارے ہمارے سامنے ہیں۔ مگر افسوس عوام تو کیا علماء سے وہ جن کا سینہ رحمت کردگار کا خزینہ ہے کہ سوا کوئی کیا سمجھے گا۔ انہوں نے اصولی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ نبوت کا امکان بعد از سرور دو عالم ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ اس پر دلائل سے نقد و تبصرہ فرماتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اس خیال است و محال است و جنون۔ اس کے بعد متنبی قادیانی کی نبوت پر اس انداز سے بحث فرمائی ہے کہ گویا لعل و گوہر کے دریا بہا دیئے ہیں۔ مگر

افسوس کہ ہم جیسے کم علم اس سے مستفیض نہیں ہو سکتے۔ ہاں اہل علم جھولیاں بھر بھر کر ذخیرہ کر رہے ہیں۔ کاش محترم مولانا شیخ الحدیث شبیر احمد صاحب عثمانی یا محترم و بزرگ شیخ الاسلام حسین احمد صاحب مدنی کسی اولین فرصت میں ان سے عام فہم تراجم کی طرف توجہ فرما کر ہم بے بصروں پر احسان فرمائیں۔ (الحمد للہ! کہ ان کتب کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ مصنفؒ کی خواہش اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی۔ فلحمد للہ۔ فقیر مرتب)

ناظرین! اب ہم آپ کی خدمت میں فرمان رسالت مندرجہ بالا پر مرزائی دستخط بھی کرائے دیتے ہیں۔ تاکہ قادیانی دیانت و امانت کا کما حقہ پتہ چل جائے۔ چنانچہ ذیل کی حدیث اسی مرزائی معتبر کتاب ”عسل مصطفیٰ“ سے نقل کرتے ہیں۔ جس کے راوی امیر المؤمنین حضرت علیؑ ہیں پس غور سے سنئے۔

”عن علیؑ قال قال رسول الله ﷺ البشر وثم البشر و.....کیف يهلك امة انا اولها واثنا عشر خليفة من بعدى والمسيح عيسى ابن مريم اخرها“ ﴿حضرت علیؑ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا خوش ہو خوش ہو..... وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے کہ جس کی ابتداء مجھ سے ہوئی اور درمیان میں میرے بارہ خلیفے ہوں گے اور سب سے آخر مسیح ابن مریم ہے۔ ﴿ (منقول از عسل مصطفیٰ ج ۲ ص ۵۱۲) فرمان رسالت کی رو سے سب سے آخری خلیفے کا نام مسیح ابن مریم بیان ہوا جو صاحب کتاب نبی ہیں۔ مگر مرزا قادیانی سکھاشاہی کرتے ہوئے خواہ مخواہ اپنے پے چسپاں کر رہے ہیں۔ ذیل کا مضمون گوطویل ہے۔ مگر لطف سے خالی نہیں کا مطالعہ کرو اور خدار سوچو کہ مرزا قادیانی خیالی ہنکے کا سہارا کس دیدہ دلیری سے لیتے ہوئے کیا کیا کہہ گئے۔ اس دیدہ دلیری و چالاکی و عیاری سے یہ پتہ چل جائے گا کہ قادیانی نبوت کس معیار پر کھڑی کی گئی اور اس کے پلے کیا تھا۔

(ازالہ اوہام ص ۶۹۳ تا ۶۹۴ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۳ تا ۱۳۶) ”اب یہ جاننا چاہئے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے سفید منارہ شرتی کے پاس اتریں گے۔ یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آتا ہے۔ کیونکہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو دمشق سے کیا مناسبت ہے اور دمشق کو مسیح سے کیا خصوصیت..... اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنی مخفی ہیں۔ جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں کہ اسی اثناء میں میرے ایک دوست اور محب و اثق مولوی حکیم نور دین صاحب قادیان آئے اور انہوں نے اس بات کے لئے درخواست

کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق و نیز اور ایسے چند مجمل الفاظ ہیں۔ ان کے انکشاف کے لئے جناب الہی میں توجہ کی جائے۔ لیکن چونکہ ان دنوں میں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جدوجہد تھا۔ اس لئے میں ان تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا۔ (یہ تھی مرزا کے الہام کی حقیقت۔ یعنی جب کبھی منشی جی کا دماغ تازہ اور طبیعت حاضر ہوتی تھی۔ اس وقت کی کیفیت کا نام وحی کھاتہ رکھ لیا جاتا اور یہی کے کھتیاں کے موقعہ پر دماغی جدوجہد کر کے کانٹ چھانٹ کر کے باقی ملالی جاتی تھی۔ چرخوب) صرف تھوری سی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پرکھولی گئی اور نیز ایک صاف اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث آنے والا جو ابوداؤد کی کتاب میں لکھا ہے۔ یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کی رو سے ایک ہی ہیں۔ یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہی شخص ہے جو یہ عاجز ہے۔ (صاحبان حراث کہتے ہیں زمیندار کو مگر یہ صفت بھی مرزا میں نہ تھی۔ کیونکہ وہ خود یا ان کا باپ دادا کھیتی باڑی نہ کرتے تھے۔ مگر چونکہ تھوڑی بہت زمین رکھتے تھے اس لئے دجل دین کو ایک لفظ کا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہو رہا ہے۔ بہت اچھا آگے چلئے) سو اوّل دمشق کے لفظ کی تعبیر جو بذریعہ الہام مجھ پرکھولی گئی بیان کرتا ہوں..... پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پرمنجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزید الطبع اور یزید پلیدی کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الہی کی کچھ عظمت نہیں۔ (یہ قادیان دارالامان کی تعریف ہو رہی ہے۔ اسی لئے تو میں اس کو دارالفساد لکھتا ہوں۔ سبحان اللہ یہ سچی بات مرزا قادیانی کی قلم سے نکل گئی) غرض مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دمشق کے لفظ سے دراصل وہ مقام مراد ہے جس میں یہ دمشق والی مشہور خاصیت پائی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ (تو پھر کیا نقلی مسیح مراد ہے جس پر براہین احمقہ پٹکی تھی۔ چرخوب) بلکہ مسلمانوں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح سے اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا تھا۔ کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدوں کا منصوبہ گاہ جس سے ہزار ہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے اور یزیدیوں کو ان یہودیوں سے بہت مشابہت ہے۔ (مگر قادیان میں تو تھانہ، تحصیل اور منصفی بھی نہیں پھر یہاں سے خاک احکام جاری ہونے کی مماثلت ہوئی۔ دجل بھی دیا وہ بھی کچا۔ اس لئے

کہ قادیانی نہ تھا سچا) پس مسیح کا دمشق میں اترنا صاف دلالت کرتا ہے کہ کوئی مثیل جو حسین سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کی مماثلت رکھتا ہے۔ (چار گھوڑے سوار دہلی سے آرہے تھے پانچواں گدھا سوار لاہور سے ساتھ ہولیا جو کوئی پوچھتا کہاں سے آرہے ہو گدھا سوار جھٹ آگے ہو کر کہہ دیتا۔ پانچوں سوار دہلی سے آئے ہیں) یزیدیوں کی تینھ اور ملزم کرنے کے لئے جو مثیل یہود ہیں اترے گا اور ظاہر ہے کہ یزید الطبع لوگ یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں یہ نہیں کہ دراصل یہودی ہیں اس لئے دمشق کا لفظ صاف طور پر بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اترنے والا ہے وہ بھی دراصل مسیح نہیں ہے۔ (مماثلت تو تب ہوتی جب یہود کی طرح پھانسی پر چڑھا دیتے۔ جیسا کہ وہ اکثر انبیاء سے کرتے چلے آئے ہیں یا یزیدیوں کی مماثلت تو تب سمجھی جاتی۔ جب وہ امام سید الشہداء کی طرح بیٹھے بھائی بھانجے بیٹھے یا رد انصار غلام قتل کر دیتے۔ افسوس یہ تو ہے کہ یہاں کا منہ بھی نہیں چھپتا۔ مگر مماثلت کا بخار اور تامت کا ہیضہ ہو جاتا ہے) بلکہ جیسا کہ یزیدی لوگ مثیل یہود ہیں۔ ایسا ہی مسیح جو اترنے والا ہے وہ بھی مثیل مسیح ہے حسینی الفطرت، یہ نکتہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے۔ جس پر غور کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔“

اچھا نکتہ ہے جس کا کوئی معیار ہی نہیں واہ صاحب واہ حسینی الفطرت کی بھی خوب کہی۔
انا الحق کہو اور سولی نہ پاؤ۔ حسینی بنو اور سجدے میں سر نہ کٹاؤ۔

یا اللہ ہم تیرے ہیں
لڑنے مرنے کو اور بہتیرے ہیں

عجیب ثم العجب! (ازالہ ابہام ص ۷۱ تا ۷۳ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸ تا ۱۳۹) ”یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں۔ دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے..... اور اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا۔“ اخرج منه الیزیدیون “یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ اب اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ ایسے کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے میرے پرکھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔ مگر خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی..... اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے۔ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولاً“ یعنی ہم نے اس کو قادیان کے

قریب اتارا اور سچائی کے ساتھ اتارا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا۔ (مرزا یوسف خدالگتی کہو کہ مرزا قادیانی اترے تھے تو کہاں سے، پہلے مرزا قادیانی کا چڑھنا بتاؤ اترنا خود بخود دمان لیں گے۔ افسوس جس قوم میں اترنا سے مراد ماں کے پیٹ سے نکلنا ہو اس کی عقل کا ماتم نہ کریں تو اور کیا کریں) اس الہام پر نظر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہام نوشتوں میں بطور پیش گوئی پہلے سے لکھا گیا تھا۔ اب چونکہ قادیان کو اپنی ایک خاصیت کی رو سے دمشق سے مشابہت دی گئی تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر یہ پیش گوئی بیان کی گئی ہوتی۔“

(ازالہ اوہام ص ۷۵، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹) ”یہ فقرہ جو اللہ تعالیٰ نے الہام کے طور پر اس عاجز کے دل پر القا کیا ہے کہ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ اس کی تفسیر یہ ہے ”انا انزلناہ قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارة البيضاء“ کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارے پر ہے۔ منارہ کے پاس پس یہ فقرہ الہام الہی کا کہ کان وعدہ اللہ مفعولاً۔ اس تاویل سے پوری پوری تطبیق کھا کر یہ پیش گوئی واقعی طور پر پوری ہو جاتی ہے۔“

(حیرانگی ہے مرزا قادیانی کی اس صفائی پر کہ جب مرزا قادیانی پیدا ہوئے۔ اس وقت نہ یہ مسجد ضرا تھی اور نہ ٹل منارہ۔ اچھا بدھو خدا ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ جس چیز سے یح دے رہا ہوں وہ تو منصہ شہود سے غائب ہے اور پیدا ہونے والا خود اس کو بھیک مانگ مانگ کر تعمیر کر رہا ہے اور اسی تیاری میں اس کی اپنی تیاری ہو گئی اور کہاں سے اتر رہا ہے یہ تو بتایا ہی نہیں گیا۔ کیا مرزا قادیانی پیدا نہ ہوئے تھے۔ منارہ سے ٹپک پڑے تھے۔ آخر یہ کیا گورکھ دہندہ ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا)

(ازالہ اوہام ص ۶۷ تا ۷۹، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰، ۱۴۱)

”جس روز الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ تو میں نے سن کر تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ تین شہروں کا نام بطور اعزاز

کے قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔ یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا اور اس کشف میں جو میں نے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال سے وفات پا چکے ہیں قرآن شریف پڑھتے دیکھا اور اس الہامی فقرہ کو ان کی زبان سے قرآن شریف میں پڑھتے سنا تو اس میں بھی مخفی ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے میرے پرکھول دیا کہ ان کے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے۔ یعنی ان کے نام میں جو قادر کا لفظ آتا ہے اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے۔ اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے عجائبات قدرت اس طرح پر ہمیشہ ظہور فرماتے ہیں۔“

(یا مظہر العجائب غلام قادر معہ غلام احمد کے غائب۔ اب چونکہ یہ دونوں چل بسے اس لئے امت سے خطاب ہے کہ وہ ازراہ مہربانی یہ بتانے کی زحمت گوارا کرے کہ مرزائی خدا سچا ہے یا مرزائی رسول۔ کیونکہ خدا تو کہتا ہے کہ ”اننا انزلناہ قریباً من القادیان“ کہ ہم نے مرزا کو قادیان کے قریب اتارا اور قادیان کا قرب ان مضافات کو حاصل ہے۔ جو قادیان کے قریب ہوں۔ جیسے بنالہ گوردا سپور۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ میں قادیان میں اترا۔ دو سوا معہ یہ ہے کہ جو شخص غلام قادر سے غلام حذف کرتے ہوئے قادر سمجھ لے یعنی بھائی کا قرآن پڑھنا خدا کا قرآن پڑھنا قرار دے لے۔ اس کی عقل کا ماتم کس طریق سے کریں اور وہ نصف کے قریب میں قادیان لکھا ہوا کہاں ہے اور اگر کشف کی سناؤ تو جواب یہ ہے کہ بات کرنے سے پہلے بات کو تول لینا دانائی میں داخل ہے۔ ہر وہ کشف جو دین میں رخنہ انداز ہو۔ جس کے باعث دین میں تفرقہ پڑتا ہو مردود ہے اور کشف کے متعلق اتنا اور عرض کر دوں کہ مرزا قادیانی کو کبھی کشف نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ زمین ہی بنجر اور پتھر ملی تھی۔ جو ناقابل زراعت سمجھی جاتی ہے۔ ہاں مرزا قادیانی کشف بنا لیا کرتے تھے اور کشف اور خواب کے متعلق اہل علم خوب جانتے ہیں کہ کشف کیا ہوتا ہے۔ مثلاً نہر زبیدہ کے متعلق جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جاری ہے سب کو علم ہے کہ جنابہ زبیدہ زوجہ امیر المؤمنین کو کیا خواب آیا اور کیا تعبیر کی گئی۔ مگر صاحب توبہ ہی بھلی ہے۔ یہاں کا توباوا آدم ہی نرالہ من گھڑت خواب اور خود تراشیدہ کشف)

ذیل میں مرزا قادیانی کے کشف بنانے کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے ملاحظہ کریں:

(ازالہ اوہام ص ۲۱۳، ۲۱۴، خزائن ج ۳ ص ۲۰۵، ۲۰۶) ”مجھے یاد ہے کہ میرے والد صاحب غفر اللہ جو ایک معزز رئیس اور اپنی نواح میں عزت کے ساتھ مشہور تھے انتقال کر گئے تو ان کے فوت ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے روز ایک عورت نہایت خوبصورت خواب میں نے دیکھی

جس کا حلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس نے بیان کیا کہ میرا نام رانی ہے اور مجھے اشارات سے کہا کہ میں اس گھر کی عزت اور وجاہت ہوں اور کہا کہ میں چلنے کو تھی مگر تیرے لئے رہ گئی۔ انہیں دنوں میں میں نے ایک نہایت خوبصورت مددیکھا اور میں نے اسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو۔ تب اس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ میں تیرا بخت بیدار ہوں اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے۔ اس نے یہ جواب دیا میں درشنی آدمی ہوں اور ابھی تھوڑے دن گزرے ہیں کہ ایک مدقوق اور قریب الموت انسان مجھے دکھائی دیا اور اس نے ظاہر کیا کہ میرا نام دین محمد اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ دین محمدی ہے۔ جو مجسم ہو کر نظر آیا اور میں نے اس کو تسلی دی کہ تو میرے ہاتھ سے شفا پائے گا۔“

ناظرین! جس حدیث کے توڑ موڑ میں مرزا قادیانی نے سابقہ اوراق میں دجل بانی کی اور دمشق سے قادیان کو تعبیر کرانے کی ناکام کوشش کی وہ فرمان رسالت زاد تہ ایمان کے لئے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”وعن النواس بن سمرعان قال ذكر رسول الله ﷺ الدجال فقال ان يخرج وانا فيكم فانا حبيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرء حبيج نفسه والله خليفتي على كل مسلم انه شاب ققط عينه طافية كاني اشبهه بعبد العزى بن قطن فمن ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف وفي رواية فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف فانها جواركم من فتنته انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يميننا وعاث شمالا يا عبادالله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائرا يامه كايا مك قلنا يا رسول الله وما اسرعه في الارض قال كالغيث استند برته الريح فياتي على القوم فيدعوهم فيؤمنون به فيامر السماء فتمطروا الارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ماكانت ذرى واسبغه ضروعا وامره خواصر ثم ياتي القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون محلين ليس بايديهم شي من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها اخرجي كنوزك فتتبعه كنوزها کیا سب النحل ثم يدعوا رجلا ممتليا شابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه يضحك فينما هو كذلك ان بعث الله

المیسیح ابن مریم فینزل عند المنارة البيضاء شرقی دمشق بین مهزورتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین اذاطاً طأراسه قطر واذ ارفعه تحدر منه مثل جمان کاللؤلؤ لؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الامات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله..... الخ (مشکوٰۃ ص ۴۷۳، باب علامات بین یدی الساعة فصل اول)

اس حدیث شریف کو مرزا آنجمانی نے صحیح تسلیم کرتے ہوئے حسب ذیل خیالات پیش کئے۔

(ازالہ اوہام ص ۲۱۸، ۲۱۹، بخزانہ ج ۳ ص ۲۰۹) ”دجال اسی قسم کی گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگا ہوگا کہ ناگہاں ابن مریم ظاہر ہو جائے گا اور وہ ایک منارہ سفید کے پاس دمشق کے شرقی طرف اترے گا..... اور پھر فرمایا جس وقت وہ اترے گا اس وقت اس کی زرد پوشاک ہوگی..... اور دونوں ہتھیلی اس کی دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہوگی..... پھر فرمایا کہ جس وقت مسیح اپنا سر جھکائے گا تو اس کے پسینہ کے قطرات مترشح ہوں گے اور جب اوپر کو اٹھائے گا تو بالوں سے قطرے پسینے کے چاندی کے دانوں کی طرح گریں گے۔ جیسے موتی ہوتے ہیں اور کسی کافر کے لئے ممکن نہیں ہوگا کہ ان کے دم کی ہوا پا کر جیتا رہے۔ بلکہ فی الفور مر جائے گا اور دم ان کا ان کی حد نظر تک پہنچے گا۔ پھر حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں لگیں گے اور لد کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ اس کو جا کر پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔“

مندرجہ بالا بیان کو ذہن نشین رکھیے اور اس کے بعد حدیث مذکور کے ترجمے کو ملاحظہ فرمائیں اور ترجمہ بھی حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات کا لکھتے ہیں بمعہ تلخیص۔

”نبی کریم ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا اگر دجال نکلے اور فرض کرو کہ میں بھی تم میں ہوں۔ پس اس کا مقابلہ تمہارے سامنے میں کروں گا۔ اگر نکلے اور میں تمہارے ہاں نہ ہوں۔ پھر ہر مرد اس کا مقابلہ کرے۔ (شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مقابلہ دلائل شرعیہ عقلیہ کرے) اس فرمان کو امت مرحومہ کے افراد نے حضور ﷺ کے ارشاد کے موافق اس زمانہ کے دجال کا مقابلہ بھی دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کیا ہے اور خدا تعالیٰ میرے بعد میرے وکیل ہیں۔ تحقیق دجال جو ان زیادہ گھونگرالے بالوں اور اس کی آنکھ پھولے والی ہوگی۔ گویا کہ اس کی تشبیہ عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ ہے۔ اگر کوئی تم میں سے اس دجال کو دیکھے تو چاہئے کہ ابتداء سورۃ کہف کی آیات کو پڑھے۔ کیونکہ یہ اوائل آیات سورۃ کہف تمہارے لئے اس فتنہ دجال سے امان دینے والی ہیں۔ وہ دجال

شام اور عراق کے درمیان ریگستانی راستے میں پیدا ہوگا۔ وہ دائیں بائیں فساد کرے گا۔ اے بندگان خدا ثابت رہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ زمین میں کتنی مدت ٹھہرے گا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا چالیس دن ایک دن ایک سال کی مانند کا اور ایک دن ایک ماہ کے مثل اور ایک دن ہفتہ کے مثل باقی اس کے تمام دن تمہارے دنوں کی مانند ہوں گے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پس وہ دن جو ایک سال کا ہوگا۔ کیا ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ نہ بلکہ باقی دنوں کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھنا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس طرح زمین میں جلدی چلے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جیسے بارش کہ اس کے بعد ہوا آجائے۔ پس وہ دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو بلائے گا۔ پس وہ قوم اس کے ساتھ ایمان لاوے گی۔ پس وہ آسمان کو حکم کرے گا تو بارش ہوگی اور زمین کو حکم کرے گا تو وہ جمادے گی۔ پس شام کو چراگا ہوں سے ان کے جانور پہلی حالت سے موٹے تازے آئیں گے اور ان کے پستان بھرے ہوں گے اور ان کی کوکھیں بھی پر ہوں گی۔ پھر دجال ایک اور قوم کے پاس آئے گا۔ ان کو بلائے گا وہ قوم اس کے قول کو رد کرے گی۔ پس وہ وہاں واپس آئے گا۔ پس وہ قحط سالی میں مبتلا ہوں گے جو اس وقت ان کے ہاتھ کوئی چیز نہ ہوگی۔ وہ دجال ویرانی سے گزرے گا۔ وہ دجال اس کو کہے گا کہ اپنے خزانے نکال۔ پس وہ زمین اس کی پیروی کرے گی۔ جیسے شہد کے سردار شہد کی متابعت کرتے ہیں۔ پھر دجال ایک جوان موٹے کو بلائے گا تو اس کو تلوار سے مار کر دو ٹکڑے کر کے علیحدہ علیحدہ رکھے گا۔ جو ایک گز کے مقدر پر ہوں گے۔ پھر اسی جوان کو بلائے گا اور اس کو زندہ کرے گا اور وہ شخص اس کے سامنے آئے گا۔ ہنستا ہوا۔ پس عین اسی حالت میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجیں گے۔ پس حضرت مسیح منارۃ البیضاء پر نازل ہوں گے۔ جو دمشق سے شرقی جانب ہے۔ زرد رنگ شدہ کپڑوں میں اپنے ہاتھوں کو دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے جب اپنے سر کو نیچا کریں گے تو پسینہ گرے گا اور جب اٹھائے گا تو چاندی کی مانند دانے گریں گے۔ جس کافر کو حضرت عیسیٰ کی ہوا پہنچے گی وہ وہاں ہی مرے گا اور آپ کی ہوا اس جگہ تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نظر پہنچے گی۔ پھر حضرت مسیح دجال کو تلاش کریں گے۔ تاکہ لہ کے دروازہ پر اس کو ملیں گے اور اس کو قتل کریں گے۔“

چنانچہ اس حدیث کی مزید تصدیق کرتے ہوئے نزول المسیح کے متعلق حسب ذیل سرکلر پیش کرتے ہیں اور یہ حدیث اس وقت پیش ہوتی ہے جب ٹل منارہ دار الفساد قادیانی میں تیار ہو رہا تھا اور چندہ کی دھن میں مرزا قادیانی الغرض مجنوں ہو رہے تھے۔

”ہمارے بعض مخلصوں کو معلوم ہوگا کہ یہ منارۃ المسیح کیا چیز ہے اور اس کی کیا ضرورت ہے۔ سو واضح ہو کہ ہمارے سید و مولا خیر الاصفیاء خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ پیش گوئی ہے کہ مسیح موعود جو خدا کی طرف سے اسلام کے ضعف اور عیسائیت کے غلبہ کے وقت میں نازل ہوگا۔ اس کا نزول ایک سفید منارۃ کے قریب ہوگا۔ جو دمشق سے شرقی طرف واقع ہے۔“

(تبلیغ رسالت ج ۹ ص ۵۴، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۱۵)

قبل اس کے کہ میں اس حدیث پر جو ایک زبردست پیش گوئی ہے پر تبصرہ کروں اور اس کے اہم نکات کی طرف توجہ دلاؤں۔ یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک واقعہ نمائشی طور پر جس کی طرف فرمان رسالت توجہ دلاتا ہے۔ پیش کر دوں یہ اس لئے کہ فرمان رسالت میں دجال مردود کے ساتھ مقابلہ دلائل قطعیہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ کرنے کا حکم ہے۔ جس سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دجال کی طاقت بڑی زبردست ہوگی اور اس کے لاولشکر کے سامنے اس وقت کے سعید انسان جسمانی حیثیت میں کمزور ہوں گے۔ ہاں دجال پر ایمانی طاقت سے غالب آئیں گے۔ جس طرح کہ ذیل کا واقعہ روشنی ڈالتا ہے اور جیسا کہ اسی کتاب کے ابتدائی مضمون سے مترشح ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ایک مکالمہ ہے۔ جو فرقان حکیم کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ پڑھئے اور سردھنئے:

”اللہ ولی الذین آمنوا یخرج ہم من الظلمت الی النور والذین کفروا اولئکم الطاغوت ۱ یرجونہم من النور الی الظلمت اولئک اصحب النار ہم فیہا خالدون ۰ الم ترالی الذی حاج ابراہیم فی ربہ ان ائہ اللہ الملك ان قال ابراہیم ربی الذی حی ویمیت قال انا حی و امیت قال ابراہیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب فبہت الذی کفر واللہ لا یرہدی القوم الظالمین (بقرہ: ۲۵۸، ۲۵۷)“ ﴿اللہ دوست دار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے طرف روشنی کے اور جو لوگ کہ کافر ہوئے دوست ان کے شیطان ہیں۔ نکاتے ہیں ان کو روشنی سے طرف اندھیروں کے یہ لوگ ہیں رہنے والے آگ کے۔ وہ بچ اس کے ہمیشہ رہیں گے۔ کیانہ دیکھا تو نے طرف اس شخص کے جھگڑا ابراہیم سے بچ پروردگار اس کے اس واسطے کہ دی اللہ نے اس کو بادشاہی جس وقت کہا ابراہیم نے پروردگار میرا وہ ہے کہ جلاتا ہے اور مارتا ہے کہا اس نے میں جلاتا ہوں اور مارا ہوں کہا ابراہیم نے پس تحقیق اللہ لاتا ہے سورج کو مشرق سے پس لے آؤ تو اس کو مغرب سے پس بچکا ہوا وہ جو کافر تھا اور اللہ نہیں راہ دکھاتا قوم ظالموں کو۔﴾

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نمرود کے دربار میں جو باہل میں خدا بنا بیٹھا تھا تشریف لے گئے اور اس کے قاعدے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سجدہ نہ کیا۔ نمرود نے خشم آلود لہجے میں سختی سے پوچھا کہ تم نے مجھ کو سجدہ کیوں نہ کیا۔ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں۔ تو جناب ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا میرا رب تو وہ ذات پاک ہے جو نیست کو ہست اور ہست کو نیست کرتا ہے تو نمرود نے جواب دیا میں زندے کو مردہ اور مردے کو زندہ کرتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت زندان سے دو قیدی ایسے منگوائے جن میں سے ایک کو پھانسی کی سزا تھی اور دوسرا بے گناہ تھا۔ چنانچہ اس نے بے گناہ کو قتل کر دیا اور پھانسی والے کو آزاد کر دیا اور کہا دیکھو میں زندے کو مردہ اور مردے کو زندہ کرتا ہوں۔ جناب ابراہیم خلیل الرحمن نے نمرود کو شکست دینے اور ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ایک اور پہلو بدلا اور فرمایا میرا خدا تو وہ رب العالمین ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ تو اگر خدا ہے تو مغرب سے طلوع تو کر دے۔ اس مسکت جواب سے نمرود مبہوت رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

ایسا ہی یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ جب دجال خروج کرے گا تو اس کے انفرادی حیثیت سے یہ کام ہوں گے۔ مثلاً بارش برسانا اور مردوں کو زندہ کرنا اور زمین سے خزان اور سبزیاں نکالنا یہ صفات بیان کرنے سے مراد ہے کہ اس سے زیادہ وہ اور کسی بات پر قادر نہ ہوگا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ فرض کرو کہ اگر وہ میری زندگی میں آجائے تو جس طرح میرے جد امجد خلیل الرحمن نے نمرود کا مقابلہ کرتے ہوئے اسے خدائی کے آٹے دال کا بھاؤ بتاتے ہوئے شرمندہ و مبہوت کیا تھا۔ اسی طرح میں بھی کروں گا اور جو میرے بعد آوے اور میں نہ ہوں تو اللہ ولی المؤمنین ہے۔ وہ خود اس کا مقابلہ اسی طریق سے کریں گے۔ یعنی دلائل عقلیہ سے اسے ملزم بنائیں گے۔ مرزا قادیانی یہاں کم علمی و جہالت سے دجل دینے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ سب استعارات ہیں اور تطبیق یوں دیتے ہیں کہ انگریز دجال ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ بارش برسانے پر قادر ہو جائیں اور وہ اس وقت تک اس کے لئے صد ہا تجارت بھی کر چکے ہیں اور ایسا ہی وہ مردوں کے زندہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور دجال کی تیر رفتاری کو ریل سے تشبیہ دیتے ہیں اور ایسا ہی مسیح ابن مریم جو قاتل دجال ہے کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ وہ مسیح ناصری صاحب انجیل نہیں بلکہ خود مابدولت ہیں۔ جو مسیح ابن مریم کے رنگ میں یعنی خواہ طبع درویشی کے لباس میں نمودار ہوئے۔ یہ ہیں مرزا قادیانی کی تصریحات۔ مگر فقیر کے خیال میں یہ سب باتیں لغو و فضول ہیں۔ اس لئے کہ اس کے قرآن ہی کچھ ایسے ہیں جو ان واقعات کی پر زور

تردید کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ تمام انبیاء کا اپنی اپنی امتوں کو دجال اکبر کے فتنہ سے متنبہ کرتے ہوئے اس کی دجالیت اور کذابیت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑنا اور خصوصاً نبی کریم ﷺ کا اس کے بال بال نخ نخ کی تشریح کرنا، چنانچہ احادیث میں اس مردود کے کما حقہ حلیہ کے علاوہ اس کے اشغال و افعال کا ذرہ ذرہ شرح و بسط سے لکھا ہے اور ساتھ ہی اس کے صفات کے متعلق بھی پوری پوری روشنی ملتی ہے۔ سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ دجال کے معنی کیا ہیں۔ دجل فریب و دھوکے کا دوسرا نام ہے۔ اس لحاظ سے دجال کے معنی ہوئے دھوکہ اور فریب دے کر گمراہ کرنے والا۔ اب دیکھئے کہ زمانے کی رفتار کیا ہے۔ آیا وہ مصنوعات میں ترقی پذیر ہے۔ یا تنزل پسند یہ محتاج بیاں نہیں کہ زمانہ سابق سے سرعت کے ساتھ ترقی کے منازل بتدریج طے کر رہا ہے۔ پہلے قرونوں میں جنگ پہلوان کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد یہ جگہ فوجوں نے سنبھالی۔ شمشیر و سنان کے جوہر دنیا نے دیکھے۔ اب بھی خوب سے یاد ہیں۔ ازاں بعد نیزہ و تلوار بیکار متصور ہوئے تو ان کی جگہ بندوق رائفل نے سنبھالی۔ یہ کھیل بھی ختم ہوا تو سوسومیل سے توپوں کے گولے خرمن حیات کا صفایا کرنے لگے۔ اس کے بعد زمانے نے ایک اور کروٹ بدلی وہ یہ کہ نہ اب فوج کی ضرورت نہ توپ کی حاجت نہ تلوار سے کام نہ سنان سے واسطہ اب کیا ہے ہوائی جہاز ہوں اور مہلک گیس۔ کیونکہ تہذیب جدید انہیں مشغلوں میں نشوونما پاتی ہے۔

اس بیان سے یہ مطلوب ہے کہ زمانہ بام ترقی پر پہنچا ہی چاہتا ہے۔ اب چھوٹے چھوٹے دجالوں کا دجل کام نہیں دیتا۔ کیونکہ دنیا اب وہ دنیا نہیں۔ زمانے کی اس تیز رفتاری نے عقول انسانی کو بھی تو اہم سے بے نیاز کر دیا۔ اس لئے چھوٹے چھوٹے دجال جو دنیا کو سکرین یعنی شکر کے جوہر سے چھلاوا دے جایا کرتے تھے بیکار ہوئے۔ اب ان کا دجل چلے نہ کذب۔ اس لئے کہ زمانہ خزانٹ و عیار ہو گیا اور ہوتا جائے گا۔ اس لئے اب وہی دجال دجل دے سکے گا جو زمانے کی رفتار سے سوبلیوں آگے ہوگا اور چونکہ وہ زمانہ جس کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ قرب قیامت کا ہوگا۔ اس لئے وہ دجال اکبر اگر ایسی صفات سے وابستہ نہ ہو تو کون اسے قبول کرے گا اور اس لئے بھی کہ وہ زمانہ نزول مسیح کا زمانہ ہے۔ اس لئے اس دور میں کوئی ایسا ہی آنا چاہئے جو صفات مسیح کے مشابہ ہو اور قضا و قدر کو بھی یہی منظور ہے کہ امتحان کا پرچہ زمانے کی استبداد کے مطابق کٹھن و مشکل ہو۔ کیونکہ یہ شیطانی اور رحمانی آخری کشمکش ہے۔ اس لئے مسیح الدجال کو جیسا کہ اس کے نام سے مترشح ہے۔ مسیحی صفات کے ساتھ ہی آنا چاہئے۔ اب دیکھئے دجال کی صفات میں لکھا ہے کہ وہ ایک قوم کی طرف جائے گا اور اسے اپنی دجالیت کی دعوت دے گا۔ وہ اسے قبول نہ کرے گی

تو دجال اس مشکل کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا اور لکھا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اس کے سامنے ہنستا ہوا آجائے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ مسیح الدجال ہے۔ اس لئے اس کا کرشمہ مسیح کے مشابہ نہ ہو تو مشابہت تام کیسے ہو سکے گی اور دنیا اس کے دجال میں کس طرح آئے گی اور چونکہ مسیح کے مردے زندہ کرنے سے خدا کی بادشاہی میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس لئے کہ وہ بطور معجزہ کے اذن الہی سے تھے اور یہاں بھی فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ یہ امتحان بھی اذن الہی سے ہی مقصود ہے۔ دوئم یہ تو ایک دجل ہوگا۔ جو صرف ایک ہی تنفس پر کیا جائے گا۔ نہ یہ کہ یہ عمل متعدد دفعہ ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ یہ نگاہ کا دھوکہ ہو۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل میں رسیوں کے سانپ دیکھنے والوں کے لئے بنائے گئے تھے اور فقیر کا اپنا مشاہدہ ہے کہ وزیر آباد میں ایک بڑی ٹی پارٹی کے موقع پر جس میں ہزار ہا مخلوق اعلیٰ طبقہ کی موجود تھی۔ پڑھے لکھے ہوشیار آدمیوں کے سامنے ایک پروفیسر نے جو غالباً گجرات سے آیا تھا۔ ایک بیڑہ لے کر ایک تیز چاقو سے اس کا سر دوسرے کے ہاتھ سے بالکل جدا کر دیا۔ اس کا تازہ تازہ خون بہتے دنیا نے دیکھا اور سر ایک ہاتھ میں اور دھڑ دوسرے ہاتھ میں۔ مشاہدہ کیا۔ مگر جو نبی کہ پروفیسر نے ہاتھوں کو گردش کرتے ہوئے ان دونوں جزو کو ملایا تو بیڑہ پرواز کر گیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دجال ایسا ہی نگاہوں کو دھوکہ دے کر دجل کو کامیاب بنائے اور ایسا ہی بارش کے برسانے کے متعلق عرض ہے کہ یہ بھی نگاہ کا دھوکہ نہ ہو اور انگوریاں پیدا کرنا تو کچھ دشوار نہیں۔ آج کل بیسیوں ایگریکلچر کالج کھلے ہیں۔ جن میں یہ تجربے روز ہوتے ہیں۔ ادھر بیج ڈالتے ہیں اور کلوں سے گرمی پہنچادی جاتی ہے۔ بس انگوریاں نکل آتی ہیں۔ ایسا ہی انڈوں سے بچے بذریعہ کل کے حاصل کر لئے جاتے ہیں اور بعض ایسی کلیں ایجاد ہو چکیں ہیں جن میں حرارت پیدا کرنے کے لئے آگ جلائی جاتی ہے اور آگ کی حدت سے آئس کریم تیار ہو جاتی ہے اور اگر ایسا ہی کوئی عمل دجال کر دکھلائے تو کون سا بعید ہے۔

فرمان رسالت میں ایک نکتہ قابل توجہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مؤمنین شر دجال سے بچنے کے لئے سورۃ کہف کے شروع کی چند آیات تلاوت کریں تو وہ انہیں کفایت کریں گی۔

”الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجاً، قيماً لينذر بأساً شديداً من لدنه ويبشر المؤمنين الذين يعملون الصلحت ان لهم اجراً حسناً، ما كثرين فيه ابدان وينذر الذين قالوا اتخذ الله ولداً، ما لهم به من علم ولا لآبائهم كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذباً (كهف: 1 تا 4)“ ﴿سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے اوتاری اوپر بندے اپنے کے کتاب

اور نہ کی واسطے اس کے کجی دران حالیکہ قائم رکھنے والی ہے دین کو تو کہ ڈراوے عذاب سخت سے پاس اس کے سے اور بشارت دے ایمان والوں کو جو عمل کرتے ہیں اچھے یہ کہ واسطے ان کے ہی ثواب اچھا رہنے والے بیچ اس کے ہمیشہ اور ڈراوے ان لوگوں کو کہ کہتے ہیں پکڑی ہے اللہ نے اولاد، نہیں ان کو ساتھ اس کے علم اور نہ باپوں ان کے کو بڑی بات ہے جو نکلتی ہے منہ ان کے سے نہیں کہتے مگر جھوٹ۔ ﴿

ان آیات کریمہ میں صداقت قرآن اور صداقت رسالت نبی کریم ﷺ کے علاوہ صداقت دین حنیف ہے کہ یہی سیدھا راستہ ہے اور جب مؤمن اس چیز کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا ایمان ذرا بھی ڈگمگا سکے۔ تو حاصل مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے ارشاد گرامی میں یہی نکتہ پنہاں ہے کہ مؤمن کو ایمان پر کامل بھروسہ ہو جائے اور جب مسلمان کو یہ بھولا ہوا سبق یاد آ جائے گا تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ دجال کے دجل اور جھانسنے میں آسکیں۔ یہاں ایک اور بھی لطیف اشارہ ہے کہ یہ سورۃ عموماً مسلمان جمعہ کی نماز سے قبل ہمیشہ تلاوت کیا کرتے ہیں اور جمعہ صبح کی نماز میں دو سورتیں پہلی رکعت میں سجدہ اور دوسری میں دھر پڑھنا سنت مسنونہ ہے۔ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ وہ یہی دونوں سورتیں ہمیشہ تلاوت فرماتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کے لئے امت کو تاکید فرمائی۔ اب جب کہ وہ سورہ کہف کی چند آیات تلاوت کریں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ان دو سورتوں کو بھول جائیں یا ان کے معارف کی طرف توجہ نہ کریں۔ پہلی سورہ میں یعنی سجدہ میں شروع آیات میں یہ تلقین موجود ہے۔

”لو شئنا لاتینا کل نفس ہداھا ولكن حق القول منی لا ملئنا جہنم من الجنة والناس اجمعین (آلۃ السجدہ: ۱۳)“ ﴿ اور اگر چاہتے ہم البتہ دیتے ہم ہرجی کو ہدایت اس کی لیکن ثابت ہوئی بات میری طرف سے کہ البتہ بھروں گا میں دوزخ کو جنوں اور آدمیوں سے اکٹھے۔ ﴿

آیات کریمہ سے روز روشن کی عیاں ہوا کہ اگر مولا کریم چاہتے تو شیطان بھی ہدایت یافتہ ہو جاتا اور کوئی بد بخت مورد عتاب نہ بنتا اور نہ دوزخ میں ڈالا جاتا۔ مگر چونکہ مولا کریم نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے اور یہی قانون الہی ہے کہ اعمال نیک و بد کی جزا سزا کے مطابق دوزخ و بہشت ملے۔ اس لئے ہر نفس کا امتحان لازمی ہے۔ جیسا کہ وہ ارشاد کرتا ہے۔

”آلم، احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلہم (عنکبوت: ۱ تا ۳)“ ارشاد ہوتا ہے کہ لوگوں کے اتنا ہی کہہ دینے سے

اے میرے حبیب کہ ہم ایمان دار ہیں۔ ہم قبول کر لیں کہ وہ ایمان دار ہیں اور ہم ان کی آزمائش نہ کریں۔ حالانکہ ہمارا قدیم سے یہ دستور چلا آیا ہے کہ ہم قول کی نہیں فعل کی جانچ پڑتال کر لیا کرتے کہ صادق کون ہے اور کاذب کون۔ ایسا ہی دوسری سورہ یعنی دہر میں انسان کو فعل خود مختیار بناتے ہوئے اسے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھوں جہنم خریدے یا جنت کا سودا کرے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ”انما ہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (دہر: ۳)“ یعنی ہم نے انسان کو عقل و فکر دل و دماغ دے کر دونوں راستے بتا دیئے کہ اب یہ تیری مرضی پر منحصر ہے۔ چاہے شکر یا کفر دونوں میں سے جو چاہے کر یعنی انسان شکر و کفر کی جزا و سزا کو کا حقہ جانتا ہے۔

اب معاملہ نہایت سیدھا اور صاف ہے۔ دجال مردود کی نسبت فرمان رسالت نہایت شرح و بسط سے بیان کرتا ہے۔ حلیہ جس میں خط و خال تک مذکور ہے۔ اس کے علاوہ ایک اکفر سے تشریح دے کر سمجھانے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد دجال کا روبرو اور اس کا سدباب درد اور اس کا علاج بتا دیا گیا ہے۔ اب کون ہے جو دجال کے دجل میں آ جائے۔ ہاں وہ جو جاہل و لامذہب ہیں اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ آنحضور سرکارِ دو عالم ﷺ ایک شخص سے تشریح دیں۔ ایک ہی حلیہ بتائیں اور ایک ہی کے کاروبار لیکن اس سے دو قومیں مراد کی جائیں۔ یعنی انگریز و روس یہ استدلال گھاس خور ہی پسند کریں اور یہ مرزا قادیانی کی باریکیاں انہیں ہی مبارک ہوں۔ بہر حال دجال کے اس وطیرے سے خدائی میں کچھ خلل نہیں۔ اس لئے کہ قضا و قدر کو یہی مقصود ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ شیطانی جواب کو جانتے ہوئے اسے عمدہ اڈھیل اور مہلت دی گئی اور صاف کہہ دیا گیا کہ تو جو بھی کرنا چاہے کر لے۔ تیری اور تیرے چیلوں کی سزا جہنم ہے اور یہی مشیت الہی تھی۔ سمجھنے اور فکر کرنے کی یہ بات ہے کہ اگر اللہ میاں بلا امتحان و آزمائش کے دوزخ اور بہشت میں ڈال دیتا تو وہ لوگ جو دوزخ میں پڑتے وہ خدا کا گلہ کرتے کہ مولا کس قصور کے عوض ہم کو یہ سزا دی جا رہی ہے۔ زمانہ جانتا ہے اور کسی کو اس میں انکار نہیں کہ پروردگار عالم کو اور واد عالم کے خلق سے علم ہے کہ فلاں ابن فلاں جنتی اور فلاں ابن فلاں دوزخی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ کے ہاتھ میں دو کتابیں دی گئیں۔ ایک دائیں اور دوسری بائیں اور بتایا گیا کہ داہنے ہاتھ والے جنتی اور بائیں ہاتھ والے دوزخی ہیں۔ اس لئے یہ ماننا پڑا کہ خلاق جہاں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں اور دنیا محض امتحان کے لئے بنائی گئی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو بھی یاد رکھتے ہیں اور مبارک ہیں وہ جو اس کٹھن منزل سے صحیح و سلامت پار اترتے ہیں۔ حضور سرکارِ مدینہ گوارا ارشاد ہے: ”الدنیا سجن المؤمنین“ یعنی دنیا ایمان داروں کے لئے بندی خانہ ہے۔

”عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لیہبطن ابن مریم حکماً عدلاً واماماً مقسطاً ویسلکن بجادۃ حاجاً او معمرأ اولیاً تین قبری حتی یسلم علی ولا ردن علیہ“ ﴿جناب ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ البتہ ضرور اترے گا بیٹا مریم کا حاکم عادل ہو کر اور امام صاحب انصاف اور وہ ضرور گزرے گا ایک راہ سے حج یا عمرہ کرتا ہوا اور البتہ وہ ضرور میری قبر پر آئے گا اور مجھے سلام عرض کرے گا اور میں اسے سلام کا جواب دوں گا۔﴾

(حاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۴۹۰، حدیث نمبر ۴۲۱۸، باب حیوٰۃ عیسیٰ علیہ السلام و قتل الدجال)
اس حدیث شریف سے یہ عیاں ہے کہ مسیح موعود ابن مریم ہوگا۔ نہ ابن چراغ نبی اور وہ نازل ہوگا۔ یعنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہ ہوگا اور وہ بادشاہ عادل ہوگا۔ نہ کہ غریب محتاج عاجز و درویش اور وہ بہت انصاف پسند ہوگا۔ یہ نہیں کہ حقیقی اولاد کو بلاوجہ عاق و محروم الارث کرے۔ بیوی اور بہو کو خواہش نفسانی کی بناء پر طلاق دے اور زبردستی دلوائے۔ ضد اور تعصب کی وجہ سے ایسا شترکینہ ہو کہ لخت جگر کی انتہائی بیماری کی خبر سنے اور تیمارداری تو کیا، جھوٹے منہ تک نہ پوچھے اور جب وہ رحلت کرے کفن و دفن تو کیا ایسا مسک و نخیل ہو کہ نماز جنازہ تک نہ پڑھے۔ ہزاروں کے انعام کا اشتہار دے اور طرفہ یہ کہ خود دعوت دے کہ آؤ اور سو روپیہ فی پیش گوئی جھوٹا کرنے پر لے جاؤ۔ مگر حالت یہ ہو کہ جب مطلوبہ شخص آوے تو انعام تو کیا، گھر سے ہی نہ باہر نکلے اور روپے کے عوض حریم خانہ سے تحریری بازاری روایات کی مشین گن چلائے۔ فرمان رسالت تو یہ چاہتا ہے کہ ابن مریم وہ ہوگا کہ جو حج یا عمرہ یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بجالاوے اور میرے روضہ پر سلامی کرے اور اس کے جواب میں دعا کے یہ نہیں کہ حج یا عمرہ کے ارادے سے روکے اور خود اس پاک کام کے نام سے یوں بھاگے جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور روضہ اطہر پر سلام تو کیا ذات گرامی پہ آوازے کسے۔ اس لئے یہ تمام صفات چونکہ مرزا قادیانی میں کافور ہیں۔ پھر کس طرح وہ مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث کی تصدیق مرزا قادیانی تو کیا کریں گے اور انہیں بھلا حدیث آتی ہی کہاں تھی۔ اس لئے کہ یہ حدیث ان کے تانے بانے کو توڑ موڑ کر ملیا میٹ کرنے کو ایک زبردست بم کا گولہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اس کو مس بھی نہیں کیا۔ ہاں دو اور ایسی زبردست شخصیتوں نے جو عند المرزا بھی نہایت معتبر ہیں اور جن کا منکر کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ تصدیق فرمائی ہے۔ یعنی امام حاکم مجدد و امام صدی چہارم جو اس حدیث کے راوی ہیں اور دوسرے خوش نصیب اور بلند

مراتب امام و مجدد صدی نہم یعنی جناب جلال الدین سیوطیؒ جنہوں نے اسی حدیث کو اپنی بے مثل کتاب انتباہ الاذکیاء فی حیات انبیاء و درر منشور جلد دوم میں ذکر فرمایا ہے۔
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(تحفہ گولڈ ویس ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۸)

چنانچہ مرزا قادیانی بحوالہ امام شعرانی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: ”میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطیؒ کا دستخطی ان کے صحیحی شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس پایا۔ جو کسی شخص کے نام خط تھا۔ جس نے ان سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی۔ سو امام صاحب نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت تک ہچکچتر دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب اس حضوری سے رک جاؤں گا تو قلعہ میں جاتا اور تمہاری سفارش کرتا۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۵۱، خزائن ج ۳ ص ۱۷۷)

مرزائیو! ایمان سے کہو کہ یہ حدیث غلط ہوتی تو امام موصوف اسے نقل کرتے ہرگز نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اور وہی اس کا مصداق ہے۔ جس کے لئے بیان ہوئی اور جس پر اجماع امت ہے اور مرزا قادیانی خواہ مخواہ پانچوں سوار دہلی سے آئے ہیں نہیں جاتے ہیں۔ بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ فرمان رسالت سے تمہیں دور کا بھی واسطہ نہیں نہ نام ملے نہ مقام نہ صفات ملیں نہ کام۔ یہ زبردستی کے عشق حماقت کے مظاہرے نہیں تو اور کیا ہے۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ حیات مسیح پر اجماع امت نہیں ذیل کی حدیث چشم بصیرت سے مطالع فرمائیں اور خدا لگتی کہیں کہ اگر یہ اجماع امت نہیں تو اور کیا ہے۔

(فتوحات مکہ ج ۱ ص ۲۲۳، ۲۲۴ باب ۳۶، مصنفہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ) میں ایک لمبی حدیث

لکھی ہے۔ جس کے ترجمہ پر طوالت کے خوف سے اکتفاء کرتا ہوں۔

”عبداللہ ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد امیر المؤمنین عمر ابن خطابؓ نے سعد بن وقاصؓ کی طرف سے لکھا انصلہ بن معاویہ انصاریؓ کو حلوان عراق کی جانب سے روانہ کرو تا کہ اس کے گرد و نواح میں اعلائے کلمتہ الحق کریں۔ پس اس حکم تعمیل میں سعدؓ نے فضلہ انصاریؓ کو جماعت مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت فتوحات کیں اور مال غنیمت کو

لے کر واپس ہوئے۔ اثنائے راہ میں غروب آفتاب کے وقت نصلہ بن معاویہ انصاری نے گروہ مجاہدین کو پہاڑ کے دامن میں ٹھہرایا اور خود موزن کے فرائض کو انجام دیا۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک عجیب نے جواب دیا کہ نصلہ تو نے بہت خدائے واحد کی تعریف کی پھر نصلہ نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو عجیب مذکور نے جواب میں کہا اے نصلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اس کے بعد نصلہ نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو عجیب مذکور نے جواب دیا یہ نام نامی اس ذات گرامی کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی نبی کی امت کے آخر میں قیامت ہوگی۔ پھر نصلہ نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو عجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اس شخص کو جس نے نماز پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد نصلہ نے حی علی الفلاح کہا تو عجیب نے جواب دیا کہ فلاح اس کے لئے ہے جو محمد ﷺ کے نقش قدم پہ گامزن ہوا۔ بے شک اس شخص نے نجات پائی۔ پھر نصلہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو وہی پہلا جواب عجیب نے دہرایا۔ اس کے بعد نصلہ نے لا الہ الا اللہ پراذان کو ختم کیا تو عجیب نے فرمایا تم نے اخلاص کو پورا کیا تمہارے بدن پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حرام کیا۔ جب اذان ختم ہوئی تو تمام صحابیوں نے کھڑے ہو کر حیرت و استعجاب سے اس عجیب کو جو درون پردہ تھا پوچھا کہ اے صاحب آپ کون ہیں۔ جن یا فرشتہ یا انسان۔ جس طرح سے آپ نے اذان کے جواب میں کلمات ارشاد کئے ہیں مہربانی کر کے اپنا چہرہ دیکھو و نشان یعنی اپنا تعارف بھی کرائیں کہ آپ کون بزرگ ہیں۔ اس لئے کہ ہم خدا اور اس کے رسول اور نائب رسول عمر بن الخطابؓ کی جماعت ہیں پس پہاڑ پھٹ گیا۔ معاً ایک آدمی باہر نکل آیا۔ جن کا سر بہت بڑا اور بال سفید تھے اور دو پرانے صوف کے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ ہم نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا میرا نام زریب بن برتملا و صی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کے لئے دعاء فرمائی ہے۔ جب وہ اتریں گے تو صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور انصاری کے اختراع سے بیزار ہونگے۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اس پر وہ بہت روئے۔ یہاں تک کہ ان کی ریش آنسو سے تر ہو گئی۔ پھر پوچھا کہ ان کے بعد تم میں کون نائب ہوا۔ ہم نے جواب میں ابو بکر صدیقؓ عرض کیا تو فرمایا وہ کس حال میں ہیں۔ عرض کیا گیا وہ بھی چل بے۔ فرمایا ان کے بعد کون نائب ہوئے۔ ہم نے

جواباً جناب عمرؓ کا نام لیا تو فرمایا افسوس مجھے ناموس الہی کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ پس تم لوگ میرا سلام جناب عمرؓ کو پہنچاؤ اور کہو کہ اے عمر عدل و انصاف کرا س لئے کہ قیامت قریب ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کرتا ہوں جناب عمرؓ کے گوش گزار کرتے ہوئے میرا پیغام دینا کہ جب یہ علامات امت محمدیہ میں پیدا ہوں تو اس وقت کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں اور وہ یہ ہیں کہ مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورتیں عورتوں سے اور مقرر ہوں گے اپنے خلاف منصب کے اور ادنیٰ نسب والے اعلیٰ کی طرف منسوب کریں آپ کو، اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی عزت و توقیر چھوڑ دیں اور امر بالمعروف اس طرح متروک ہو جائے کہ کوئی اس کے ساتھ مامور نہ کیا جائے اور نہی عن المنکر ایسے چھوڑ دیں کہ کسی کو اس سے نہ روکیں اور ان کے عالم دین کی تعلیم بغرض حصول دنیا کریں اور گرم بارش ہو۔ یعنی جو بارش فائدہ نہ بخشنے یا بالکل ہی بند ہو جائے اور بڑے بڑے ممبر بنائیں اور قرآن مجید کو نفرتی اور طلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں اور رشوت ستانی کی گرم بازاری ہو اور پختہ پختہ مکانات بنائے جائیں اور خواہشات نفسانی کی غلامی کریں اور دین کو دنیا کے بدلے فروخت کریں اور خوزریاں کریں اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے اور احکام فروخت کئے جائیں اور سود کھایا جائے اور حکومت فخر بن جائے اور دولت مندی معیار عزت سمجھی جائے اور ادنیٰ کی تعظیم اعلیٰ کرے اور عورتیں بے حجابانہ زمین پر چلیں۔ یہ بیان کرنے کے بعد وہ ہم سے غائب ہوئے۔ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ نعلہ انصاری نے سعدؓ کی خدمت میں لکھا اور سعدؓ نے جناب عمرؓ کو اطلاع دی تو امیر عمرؓ نے جناب سعدؓ کو جواباً تاکیداً لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اس پہاڑ کے پاس اترو اور جب شرف ملاقات ہو میرا سلام ان کی خدمت میں عرض کرو۔ اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض وصی جناب عیسیٰ ابن مریم کے عراق کے پہاڑوں میں ہیں۔ پس سعدؓ چار ہزار مہاجرین و انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب اترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت کہتے رہے۔ مگر ملاقات نہ ہوئی۔“

اس کے بعد جناب شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کو کلام ہے۔ مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور ایسا ہی شیخ (فتوحات مکیہ ج ۳ ص ۳۲۷، باب ۳۶۰) میں حدیث نواس بن سمعانؓ کی ذکر فرمائی ہے۔ جس میں نیزل عیسیٰ بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق ہے اور جگہ جگہ شیخ قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معرئی اور خالی ہوں خود خداوند کریم ان کا بیان کرنے والا ہے اور یہ

بھی فرماتے ہیں کہ: ”ہذا ما حد لی رسول اللہ ﷺ“

مرزا یوں! حدیث بالا کو گئی گذری چشم بصیرت سے پڑھو اور سوچو کہ کیا اب بھی تمہیں اجماع امت میں شک ہے۔ اس حدیث میں جہاں ہزاروں مجاہد و غازیوں چشم دید گواہ ہیں۔ وہاں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بھی شاہد ہیں اور یہ بھی سمجھو کہ جب یہ عجوبہ خیر جناب سعد بن وقاصؓ فاتح مصر نے لکھی ہوگی مدینہ الرسول میں صحابہ کرامؓ نے کن عقیدت کے ہاتھوں سے اس کا استقبال کیا ہوگا۔ ان کے دلوں میں کس قدر خوشی و انساب کے سمندر موجزن ہوئے ہوں گے۔ جب کہ انہیں اپنی زندگی میں سرکار مدینہ کی اس عظیم الشان پیش گوئی کا وقوع پذیر ہونا جس کا تعلق قرب قیامت سے نظر آ رہا ہوگا۔ بخدا سرکار مدینہ ﷺ کی ذات والا تبار پہ لاکھ لاکھ درود و سلام بھیجتے ہوئے یہ صدا و رد زبان کر رہے ہوں گے۔ صدق یار رسول اللہ اس حدیث شریف میں اسی مسیح اسرائیلی کے لئے نزول کا وعدہ دیا گیا ہے جو صاحب کتاب نبی تھا اور اس کی آمد ثانی کے امتیازی کام بھی بتا دیئے گئے ہیں کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل یعنی حرام قرار دے گا اور اس کے علاوہ نصاریٰ کی اختراع سے بیزاری کا اظہار فرمائیں گے۔

زریب بن برتملا و صی مسیح علیہ السلام نے چند ایسی باتیں جناب امیر المؤمنین کے لئے بطور پیغام بیان فرمائیں۔ جن کا تعلق اسلامی روشنی میں قرب قیامت سے ہے۔ مثلاً مرد مردوں سے بے پرواہ اور عورتیں عورتوں سے مفر ہوں۔ چھوٹے نسب کے لوگ بڑے نسب کو دھوکہ دہی کے لئے اختیار کریں۔ جیسے آج کل کے دیسی سید مراسی سے قریشی اور قریشی سے دو سال بعد خالص سید، بڑوں کا عقور جم چھوٹوں سے مفقود اور امراء کا دولت پہ سانپ بن کر بیٹھنا دینیات سے کنارہ کشی اور خواہشات نفسانی کی حوس کی پیروی کرنا ایسا ہی چھوٹوں میں ادب کا لحاظ مفقود ہونا کی وجہ سے اشغال تفریحہ بن جانا وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! کی ضیافت طبع اور سلیم الفکری کے لئے ایک بے نظیر تحفہ رئیس المکاشفین زبدۃ العارفین جناب حسن بصریؒ کی جانب سے پیش کرتے ہیں جو یقیناً تالیف القلوب مؤمنین کے لئے ایک تریاق عظیم اور زادتہ ایماناً ہوگا۔ پس غور سے سنئے اور اس کی روشنی میں متنبی قادیان کی خرافات و اہمیہ کو چشم بصیرت سے مطالعہ کیجئے۔ انشاء اللہ تمام وسوسے اور شلوک کا فور ہو جائیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو فرمان رسالت کو سر اور آنکھوں پہ قبول کرتے ہوئے اس کے اثرات کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دیں۔ قول مرزا:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(تحفہ گلارویہ ص ۲۷، خزائن ج ۱ ص ۷۸)

”قال ابن ابی حاتم حدثنا بن عبدالرحمن حدثنا عبداللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انه قال قوله تعالیٰ انی متوفیک یعنی وفاة المنام رفعه اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ لليهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة“

فرمایا ابن حاتم نے حدیث کی مجھ کو باپ میرے نے احمد سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے جعفر نے باپ اپنے سے انہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ کے انی متوفیک اٹھایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نیند میں اور کہا حسن نے فرمایا رسول کریم ﷺ نے یہود کو بے شک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے۔

مندرجہ بالا حدیث میں مرزائی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت بصریؒ نے زمانہ رسالت خیر الانام نہیں پایا۔ اس لئے یہ حدیث چونکہ وہ خود روایت کرتے ہیں۔ صحیح نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ ایک ایسے سفاک کے زمانے میں ہوئے ہیں جو دشمن اہل بیتؑ تھا۔ اس لئے وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ جس حدیث کو میں بیان کروں وہ جناب علیؑ سے مروی سمجھو۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ ”انسی احدث الحدیث عن علیؑ وما ترک اسم علیؑ فی الاسناد الا لملاحظہ زمان الحجاج“ یعنی میں بواصلہ علی کرم اللہ وجہہ کے آنحضرت ﷺ سے روایت کرتا ہوں۔ مگر نام علی کرم اللہ وجہہ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہوں۔

چنانچہ مولانا علی القاری غفرہ اللہ الباری شرح نخبہ کی شرح میں اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ ”قال جمهور العلماء المرسل حجة مطلقاً بناء اعلى الظاهر وحسن الظن به انه ما يروى حديثه الا عن الصحابي وانما حذفه بسبب من الاسباب كما اذا كان يرى الحديث عن جماعة من الصحابة لما ذكر عن الحسن البصري انه قال انما اطلقه اذا سمه من السبعين من الصحابة وكان قد يحذف اسم عليؑ اليها بالخصوص لخوف الفتنة“ ﴿جمهور علماء کے ہاں حدیث مرسل بغیر کسی قید کے حجت ہے۔ ظاہر حدیث کو دیکھتے ہوئے اور راوی کے ساتھ حسن ظن کرتے ہوئے کیونکہ وہ

حدیث کو صحابی سے روایت کرتا ہے اور صحابی کا نام کسی سبب سے چھوڑ دیتا ہے۔ جیسا بہت صحابہ سے سننے کی وجہ سے بھی واسطہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسا حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت واسطہ حذف کرتا ہوں۔ جس وقت ستر کے قریب صحابہ سے سنتا ہوں اور کبھی حسن بصریؒ واسطہ کو کسی فتنہ کے وجہ سے حذف کر دیتے تھے۔ خصوصاً حضرت علیؑ کا نام۔ ﴿

فقیر کے خیال میں چونکہ نہ مرزا قادیانی نے حدیث پڑھی اور نہ ہی ان کے اینڈ کو میں کوئی محدث تھا۔ اس لئے بیچاری امت جو بھی اعتراض کرے وہ بجا ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی تو صرف اردو خواں ہی ہیں اور جب کہ ان کی ساری جماعت میں کوئی فن حدیث کو جاننے والا ہی نہیں تو وہ بیچارے کریں بھی تو کیا کریں اور فن حدیث کی مرزائی مبلغین کو ضرورت بھی کیا ہے۔ کیونکہ وہ جو یائے حق تو تھوڑے ہی ہیں۔ مردہ جہنم میں جائے یا بہشت میں انہیں تو حلوے مانڈے سے کام ہے۔ وہ تو سرکاری ملازموں کی طرح تنخواہ لینے کے عادی بن چکے ہیں۔ نام نہاد خلافت کے ہر اس حکم کی تعمیل ان کے لئے فرض ہے۔ جو انہیں دیا جائے۔ سوچنا اور سمجھنا ان کا کام نہیں۔ وہ تو لاؤڈ سپیکر ہیں۔ جو براڈ کاسٹ کے فرائض کو ادا کر رہے ہیں۔ تحقیق حق میں جائے ان کی بلا۔

کاوے کاوے سخت جانے ہائے تہائی نہ پوچھ

صبح کا ناشام کا لانا ہے جائے شیر کا

چنانچہ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں ایک دلیل وفات مسیح پر بڑے زور شور سے یہ دی ہے کہ امام بخاریؒ جو فن حدیث میں بڑے ناقد البصیر ہیں۔ وہ تو اپنی صحیح میں ابن عباسؓ کی تفسیر جو متعلق ”بل رفعہ اللہ الیہ“ اور ”وان من اهل الكتاب“ اور ”وانہ لعلم للساعة“ اور ”فلما توفیتنی“ کے ہے۔ بخاری میں تو مذکور نہیں اور اس میں فقط متوفیک کی تفسیر ممیتک کر کے چپ ہو گئے۔ گویا انہوں نے ان کو صحیح نہ جانا اور نہ وہ اپنی صحیح میں ضرور لاتے تو جواب اس کا یہ ہے کہ عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جناب امام بخاریؒ خود اقرار کرتے ہیں کہ ”ما دخلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت کثیرا من الصحاح الحال الطول“ یعنی بہتری صحیحہ احادیث میں نے اپنی کتاب میں درج نہیں کیں۔

تعب تو یہ ہے کہ اگر معیار صحیح کا یہ ہے جو حدیث بخاری میں نہیں وہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ وہ عدم ذکر ہے۔ تو پھر آپ استدلال ان احادیث سے جو بخاری میں نہیں۔ کیوں پکڑتے ہیں۔ یہ بیٹھا بیٹھا ہپ اور کڑوا تھو کے مصداق ان حدیثوں کو کیوں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح بخاری میں قطعاً نہیں۔ مثلاً:

.....۱ لا مہدی الا عیسیٰ

.....۲ لوکان موسیٰ و عیسیٰ

.....۳ ان المہدینا آیتین

.....۴ کان فی الہند بنی اسود اللون اسمہ کاہنا

یا بغیر بخاری کے اور کوئی کتاب قابل استنباط نہیں تو ازالہ اوہام کے متعدد صفحات پر کشف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر، مدارک اور فتح الباری کے حوالہ جات کیوں دیتے ہو۔ جب کہ وہ بخاری میں مندرج نہیں۔ آہ! اس کا جواب بیچارے مرزائی بھلا کہاں دیں گے۔ اندھیر تو یہ ہے کہ جب ان کتابوں سے قطع و برید کر کے مرزا قادیانی اپنا مافی الضمیر بیان کریں تو امت کپڑوں میں پھولی نہ سماوے اور جب نام لیوان سرکار مدینہ انہیں کتابوں سے استنباط کریں اور جھوٹے گوگھر تک چھوڑ کر آویں تو دجل کے یہ بولتے چلتے پٹھو معترض ہوں کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں۔ اس لئے قابل حجت نہیں بریں عقل و دانش بایاد گریست!

فقیر کے خیال میں مرزائیوں کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ کسی جاہل بے نماز متمسک آیت ولا تقربوا الصلوٰۃ سے پکڑا دوسرے نے کہا میاں اس کے آگے بھی پڑھے۔ مضمون آیت کریمہ کا پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کے آگے و انتم سکاری ہے۔ یعنی حالت نشہ میں نماز مت پڑھو تو متمسک اول نے کہا سارے قرآن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا۔ ہم سے اگر ایک آیت پر ہی عمل ہو جائے تو بیڑا پار ہے۔ ایسا ہی مرزا قادیانی نے نہ سوچا نہ سمجھا نہ جانا کہ ابن عباسؓ کا کیا مذہب ہے۔ بس ایک لفظ متوفیک کے معنی ممیتک پڑھ لئے جھٹ کہہ دیا۔ دیکھو! ابن عباسؓ بھی مسیح کی موت ہی بتلاتا ہے۔ حالانکہ انہیں لازم تھا کہ ان کی ساری آیات کا ترجمہ دیکھتے اور پھر کہتے۔ چنانچہ ذیل کا قول جو ابن عباسؓ ہی کا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں تو مرزا قادیانی کی خانہ زاد نبوت کا بھرم آسانی سے کھل جائے گا۔

”اخرج ابو الشيخ عن ابن عباس ان تعذبهم فانهم عبادك يقول عبيدك قد استوجبوا العذاب بمقاتلتهم وان تغفر لهم اي من تركت منهم مدفى عمرها يعنى عيسى عليه السلام حتى احبط من السماء الى الارض يقتل الدجال فنزلوا عن مقاتلتهم ووحدهم واقروا انا عبيد وان تغفر لهم حيث رجعوا عن مقاتلتهم فانك انت العزيز الحكيم (جلال الدين سيوطي، درمنثور ج ۲ ص ۳۵۰، آخر سورة مائدہ)“

ایسا ہی تفسیر عباس میں توفیقینی کا معنی رفعتنی مذکور ہیں۔ اگر مرزا قادیانی کو ابن عباسؓ ہی کا مسلک پسند و مرغوب ہے تو آئیں اور اسے اختیار کریں۔ مگر آہ! انہیں یہ کب گوارہ ہے وہ تو ایک ہی لفظ پر عمل کرنے والے ہیں اور ان کی روٹی کا دھندہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ صحیح لائن پر نہ چلیں۔

حیات مسیح اجماع امت کا ایک مسلمہ عقیدہ ہے

قرآن و حدیث کے سامنے جب مرزا قادیانی سے کچھ بن نہ بڑا اور اس کے جواب میں عاجز آگئے تو کھسیانی ملی کھبانو پچے پہ اتر آئے تو کہنے لگے کہ حیات مسیح اجماعی عقیدہ نہیں۔ کیونکہ صحابہ میں سے سوائے دو تین راویوں کے اور کسی نے اس پر کچھ روشنی نہیں ڈالی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا یہی مذہب ہے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ چنانچہ ذیل میں مرزا قادیانی کے دو اعتراض نقل کئے جاتے ہیں۔ پس غور سے سنئے اور ملاحظہ کیجئے کہ کس انداز میں ان کو پیش کرتے ہوئے دجل دیا جاتا ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۱۴۰، خزائن ج ۳ ص ۱۷۱) ”اَوَّلُ: یہ جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو ہو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صد ہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے۔ جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی۔ اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۴۳، ۱۴۴، خزائن ج ۳ ص ۱۷۳) ”دوئم: یہ دعویٰ کہ تمام صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اسی طرح مانتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ ہم یہ بالکل لغو اور بلا دلیل ہے۔ فرد فرد کی رائے کا خدا کو ہی علم ہوگا۔ کسی نے ان سب کے اظہارات لکھ کر کب قلمبند کئے ہیں۔ یا کب کسی نے اپنے منہ سے ان کے بیانات سن کر شائع کئے ہیں۔ باوجودیکہ صحابی دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ تھے۔ مگر پیش گوئی کے روایت کرنے والے شاید دو یا تین تک نکلیں تو نکلیں اور ان کی روایت بھی عام طور پر ثابت نہیں ہوتی۔“

”اخرج الفريابي وسعيد بن منصور ومسعود وعبد بن حميد وابن ابى حاتم والطبراني من طرق عن ابن عباس في قوله وانه لعلم للساعة قال خروج عيسى قبل يوم القيامة واخرج عبد بن حميد عن ابى هريره وانه لعلم للساعة قال خروج عيسى يمكث في الارض اربعين سنة“

تكون تلك الاربعون اربع سنين يحج ويعتمر واخرج عبد بن حميد وابن جرير عن مجاهدؓ وانه لعلم للساعة قال آياته للسايه خروج عيسى بن مريم قبل يوم القيامة واخرج عبد بن حميد وابن جرير عن الحسنؓ وانه لعلم للساعة قال نزول عيسىؑ واخرج ابن جرير من طرق عن ابن عباسؓ وانه لعلم للساعة قال نزول عيسىؑ (تفسير درمنثور ج ٦ ص ٢٠) ﴿فريابي سعيد بن منصور، مسدود عبد بن حميد، ابن ابى حاتم اور طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وانه لعلم للساعة سے حضرت عيسىؑ عليه السلام کا آنا قبل يوم القيامة مراد ہے اور عبد بن حميد نے حضرت ابو ہريرهؓ سے اسی قول میں حضرت عيسىؑ عليه السلام کا آنا مراد لیا ہے اور حضرت ابو ہريرهؓ نے فرمایا کہ حضرت عيسىؑ عليه السلام زمین کے اندر چالیس برس رہیں گے۔ حج اور عمرہ بھی کریں گے اور عبد بن حميد اور ابن جرير نے مجاہدؓ سے وانه لعلم للساعة سے بیان کیا ہے کہ قیامت کی علامت خروج عيسىؑ عليه السلام قبل يوم قیامت ہے۔ عبد بن حميد اور ابن جرير نے حسنؓ سے بیان کیا ہے۔ وانه لعلم للساعة سے نزول عيسىؑ عليه السلام مراد ہے اور ابن جرير نے بہت طریقوں سے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ وانه لعلم للساعة سے مراد نزول عيسىؑ ہے۔﴾

”وقال الامام احمد حدثنا هاشم بن قاسم حدثنا شيبان عن عاصم بن ابى النجود عن ابى زرين عن ابى يحيى مولى بن عقيل انصاري قال قال ابن عباسؓ لقد علمت اياته من القرآن وانه لعلم للساعة قال هو خروج عيسى بن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة وقوله سبحانه وتعالى وانه لعلم للساعة تقدم تفسير ابن اسحاق ان المراد من ذلك ما يبعث به عيسى عليه السلام من احياء الموتى وبراء الاكمه والابرص وغير ذلك من الاسقام وفى هذا نظر وابعده منه ما حكاه قتاده عن الحسن البصرى وسعيد بن جيز عن الضمير فى وانه عائد على القرآن بل الصحيح انه عائد على عيسى عليه السلام فان السياق فى ذكره ثم المراد بذلك نزوله قبل يوم القيامة كما قال تبارك وتعالى وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته اى قبل موت عيسى عليه السلام ثم يوم القيامة يكون عليهم شهيدا ويؤد هذا المعنى القرآن الاخرى وانه لعلم للساعة اى اماره ودليل على وقول الساعة قال مجاهد وانه لعلم للساعة خروج عيسى ابن مريم عليه

السلام قبل يوم القيامة وهكذا روى عن ابى هريرة و ابن عباس و ابى العالية و ابى مالك و عكرمة و الحسن و قتادة و الضحاک و غيرهم و قد تواترت قبل يوم القيمة اماماً عادلاً (تفسير ابن كثير ج ٧ ص ٢١٧) ﴿ امام احمد نے فرمایا کہ ہمیں ہاشم بن قاسم نے شیبان سے حدیث بیان کی اور انہوں نے عاصم بن ابی النجود سے اور انہوں نے ابی رزین اور انہوں نے ابی یحییٰ سے جو مولا ابن عقیل انصاری کا ہے جو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کہ میں نے قرآن کی آیت کو سمجھا اور وہ آیت وانہ علم للمساعة ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے آنا ہے اور قول اللہ تعالیٰ وانہ لعلم للمساعة اس کے اندر ابن اسحاق کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے کہ اس آیت سے مراد اشیاء جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجا تھا۔ مردوں کا زندہ کرنا برص اور کوڑھ والوں کو اچھا کرنا وغیرہ۔ جو بیماریاں تھیں مگر اس کے اندر اعتراض ہے اور اس تفسیر سے زیادہ بعید وہ ہے جس کو قتادہ نے حسن بصری اور جبیر سے ضمیر فی وانہ لعلم میں بیان کیا ہے کہ ضمیر وانہ کا قرآن کے طرف راجح ہوتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ضمیر وانہ کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ سیاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہے۔ باقی اس سے مراد نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل قیامت ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ اے قبل موت عیسیٰ علیہ السلام وانہ کے ضمیر کا مرجع ہیں کو دوسری قراءت تائید کرتی ہے۔ وانہ لعلم للمساعة اے امارۃ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں اور دلیل ہیں۔ وقوع ساعۃ کی، مجاہد نے کہا کہ وانہ لعلم للمساعة سے مراد خروج عیسیٰ علیہ السلام کا قبل قیامت سے اور اسی طرح ابو ہریرہؓ ابن عباسؓ ابی العالیہ ابی مالک حسن قتادہ ضحاک وغیرہ سے منقول ہے اور تواتر کو پہنچا ہے۔ قبل يوم القيامة اما ما عاد لایعنی قیامت سے پہلے امام عادل آئے گا۔ ﴿

تجب نہیں حیرت ہے کہ جب مرزا قادیانی یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ نزول مسیح کا عقیدہ کوئی دینیات کا مسئلہ نہیں تو وہ خود کیوں اس پر عمل نہیں کرتے۔ ان کی ساری زندگی اسی ایک مسئلہ پر گزری۔ باون سالہ زندگی تک وہ مسلمانوں کے ہمنوا رہتے ہوئے جا بجا اعلان کرتے رہے اور قرآنی آیات سے تمسک کرتے ہوئے کہتے رہے۔ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے ضرور نازل ہوگا اور اس کے بعد جب خانہ زاد نبوت کے وہم میں مبتلا ہوئے تو مسیح کی رسوائی اور حقارت کے منظر کھینچنے میں ان کتابوں کا سہارا لیتے ہوئے جو تحریف شدہ ہیں اور جن پر ان کا اپنا ایمان نہیں۔ تمسک کیا اور ساتھ ہی حاجی خدا کے سر بریدہ، بے جوڑ، تک بند، سرقہ شدہ الہام جن کی تفہیم مرتے دم تک نہ

ہوئی کے بل بوتے پر دفتروں کے دفتر سیاہ کئے۔ قرآنی آیات کو تحریف کے شکنجوں میں کستے ہوئے ایسے بھونڈے اور پھسڈے انداز میں پیش کیا کہ سرکارِ دو عالم کے مفہوم اور بیان سے مغائر جا پڑے۔ گویا کہ قرآن حکیم کے مغز کو یتیم مکہ نے نہ سمجھا اور معارف کی ڈہنگ مارتے ہوئے نیچریت کی دلدل میں ایسے پھنسے کہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ہوئے۔ معارف قرآن بھلا قادیانی دیہاتی مرقی کیا جانے۔ اس کے جاننے والے عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن سلام، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن مسعود اور جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ جنہوں نے قرآن صامت کو قرآن ناطق سے سنا زبان فیض ترجمان سے زیادہ اسرار الہی اور معارف یزدانی کو بھلا اور کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ فقیر کے خیال میں تو سرکارِ مدینہ سے کسی کا یوں نسبت کرنا ہی کفر اور سلب ایمان ہے۔ مگر یہ دیسی یہودی ایسی فضا میں اناء الحق کا اعادہ کرتے ہیں جہاں پھانسی بس کا روگ نہیں اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ دو تین راویوں سے زیادہ کسی صحابی کا یہ ایمان ہی نہیں۔ ایسا ہے جیسا کہ جیسا روز روشن میں سورج کا انکار کرنا۔ قارئین کرام ملاحظہ کر رہے ہیں کہ مرزا قادیانی کی چھاتی پہ ہزاروں صحابی پتھر توڑ رہے ہیں۔ چنانچہ ذیل کا مضمون کثرت صحابہ پر مشتمل مرزا کے منہ کو لگام دیتا ہے۔ مگر جب حیا ہو اور جب معاملہ یہاں تک پہنچ جائے۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

تو اس کے لئے ناجائز بھی شیرِ مادر ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۹۸، زیر آیت وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم)

”بیان فرماتے ہیں“ قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنہال ابن عمر وعن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج علی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین یعنی فخرج علیہم من عین فی البیت ورأسہ یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنا عشر مرة بعد ان امن بی قال ثم قال ایکم یلقى علیہ شبہی فیقتل مکانی ویكون معی فی درجتی فقام شاب من احدثہم سناً فقال له اجلس ثم اعاد علیہم فقام ذالک الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیہم فقام ذالک الشاب فقال انا فقال هو انت ذاک فالقی علیہ شبہ عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیہود فاخذوا الثبہ فقتلوه ثم صلبوه فکفر بہ بعضہم

اثنی عشر مرۃ بعد ان امن به وافتت قواثلات فرق فقالت فرقة كان الله فينا ما شاء ثم صعد الى السماء وهؤلاء اليعقوبية وقالت فرقة كان فينا ابن الله ماشاء ثم رفعه الله اليه وهؤلاء النسطورية وقالت فرقة كان فينا عبد الله ورسوله ماشاء الله ثم رفعه الله اليه وهؤلاء المسلمون فتظاهرت الكافرتان على المسلمة فقتلوهما فلم يزل الاسلام طامسا حتى بعث الله محمدًا ﷺ وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس ورواه النسائي عن ابي كريب عن معاوية نحوه وكذا ذكر غير واحد من السلف انه قال لهم ايكم يلقي عليهم شبهي فقتل مكناني وهو رفيقي في الجنة“

”حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کے ارادہ فرمایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مکان سے جس میں چشمہ تھا باہر نکلے اس وقت ان کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ وہ اپنے بارہ حواریوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ انکار کرے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جس پر میری شبہت ڈالی جائے اور میری جگہ وہ مقتول ہو اور میرے مرتبہ میں میرے ساتھ رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں اے رسول اللہ کے، تو جناب عیسیٰ نے فرمایا کہ تو بیٹھ جا اور آپ نے دوبارہ انہیں الفاظ کا اعادہ کیا تو پھر بھی وہی شخص کھڑا ہوا۔ آپ نے پھر حکم دیا کہ تو بیٹھ جا اور آپ نے سہ بارہ انہیں الفاظ کو دہرایا۔ غرضیکہ چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے (جو انکار کرے گا) پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شبہت اس شخص پر ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اسی شبیہ کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور اسی قتل و مصلوب کر دیا۔ انہیں حواریوں سے بعض نے بارہ مرتبہ مسیح کا انکار کیا اور اس کے بعد لوگ تین فرقوں پر منقسم ہو گئے۔ ایک گروہ اس امر کا قائل ہوا کہ ہم میں خدا رہا جب تک اسے منظور ہوا۔ پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ دوسرے گروہ نے یہ کہا کہ خدا کا بیٹا جب تک چاہا ہم میں رہا۔ اس کے بعد خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اس کو نسطوریہ کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے غالب ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ہمیشہ اسلام معدوم رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور یہ سب اسناد صحیح ہیں۔ ابن عباس کی طرف اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب

سے اس نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا۔ اکثر علمائے سلف نے اس امر کو اور فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے تم میں سے جس پر ڈالی جائے شہادت میری اور قتل کیا جائے میرے عوض وہ رقیق ہے میرا جنت میں۔“

ناظرین! غور فرمائیں کہ صرف اسی حدیث کو بیان کرنے والے کتنے صحابی ہیں۔ ہاں! اگر مرزا قادیانی کا یہ خیال ہو کہ اس مسئلہ کو تمام صحابی علیحدہ علیحدہ بیان کریں تو یہ ان کی حماقت ہے۔ اس لئے کہ یہ غیر ممکن ہے۔ کیا کوئی جیتا جاگتا مرزائی یہ بتا سکتا ہے کہ کسی ایک مسئلے پر تمام افراد نے فرداً فرداً اپنی رائے کا اظہار کیا۔ قطعاً نہیں اور اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ بھائی ایمان چاہئے ایمان اور جب یہ ہو تو ایک ہی صحابی کا ایک ہی قول کافی ہے۔ جو اس نے نبی کریم ﷺ سے سن کر روایت کیا۔ یہ حدیث انجیل برناس کے بیان سے مشابہت رکھتی ہے۔ جو قبل بیان ہو چکی اس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح جناب مسیح کافر فی السماء ہوا اور کس پر آپ کی شبیہ ڈالی گئی اور نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مختلف الخیال گروہ بن گئے اور ان کے کیا نام ہیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دین حنیف یعنی اللہ کا پسندیدہ دین جناب ابراہیم خلیل اللہ سے بعثت سرور دو عالم سے قبل بھی موجود تھا۔ مگر اس کی رونق و شادابی سرکار مدینہ سے شروع ہوئی اور آپ ﷺ کی آمد سے وہ تمام اعتراض جو عصمت انبیاء کے متعلق ہیں بیان ہو کر پایہ تکمیل تک پہنچی۔

کذاب قادیان کا تعارف

(تذکرۃ الشہادتین ص ۲، خزائن ج ۲۰ ص ۴۷) ”جس مسیح موعود کی بشارت آج سے تیراں سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں اور مکالمات الہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک و شبہ کی جگہ باقی نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی ہے ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنتی تھی اور تمام مکالمات الہیہ ایسی عظیم الشان پیش گوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوئی تھیں اور ان کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کیا کہ یہ اسی وحدہ لا شریک خدا کا کلام ہے۔ جس کا کلام قرآن شریف ہے اور میں اس جگہ تورات و انجیل کا نام نہیں لیتا۔ کیونکہ توریت و انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں اس قدر محرف و مبدل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پرنازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پایا اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق البقین تک پہنچی۔ بلکہ ہر ایک حصہ اس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت

ہوا اور اس کی تصدیق کے لئے بارش کی طرح نشان آسمان سے برسے۔ انہیں دنوں میں رمضان میں سورج اور چاند کو گرہن ہوا۔ جیسا کہ لکھا تھا کہ اس مہدی کے وقت میں ماہ رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن ہوگا اور انہیں ایام میں طاعون بھی کثرت سے پنجاب میں ہوئی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے اور پہلے نبیوں نے بھی یہ خبر دی ہے کہ ان دنوں میں مری بہت پڑے گی اور ایسا ہوگا کہ کوئی گاؤں اور شہر اس مری سے باہر نہیں رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے۔

فالحمد لله على ذلك!

متنبی قادیان کے مخلص حواریو تمہارے مرزا کے لئے سرکار مدینہ نے کس کتاب میں مسیح موعود ہونے کی خوشخبری سنائی کہ قادیان میں مسیح موعود نسل مغلاں میں پیدا ہوگا اور اپنے والد سے گلستان، بوستاں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ایک ایک شیعہ عالم گل شاہ ساکن بٹالہ سے شرح ملاو کا فیہ پڑھے گا۔ اس کے بعد دوسری معمولی درسگاہوں میں بھٹکتا ہوا معمولی علم حاصل کرے گا۔ ہوش سنبھالتے ہی اس کا باپ اسے دیوانی عدالتوں میں گھسیٹ دے گا اور اسی مشغلے میں وہ دنوں گھر کا تمام اثاثا البیت تین تیراں کر کے فکر معاش میں وطن عزیز کو خیر باد کہتا ہوا پیٹ کے دھندا کا فکر کرے گا۔ سیالکوٹ جائے گارل و جنفر سیکھے گا اور ساتھ ساتھ سرکاری عدالت میں ۱۵ روپے ماہوار کا منشی گیرہ کرے گا۔ مگر ان اشغال میں طبیعت جو لائیاں دکھائے گی اور ہوس مختیاری کے خواب دیکھے گا۔

غریب مسیح جس کی بشارات بزعم خود قرآن، احادیث، انجیل، تورات، زبور اور صحائف انبیاء میں لکھی ہے اور جس کے لئے تمام پیامبر خوشخبریاں دیتے آئے ہیں۔ مختیاری کے امتحان کی تیاریاں شب و روز ایک ہندو بھجولی کے ساتھ کرے گا اور نتیجہ میں ہندو پاس اور بچا را مسیح موعود فیل ہوگا۔ اسی ہوموم و غموم میں نوکری چھوڑ کر وطن واپس لوٹے گا اور براہین احمدیہ کی تیاری میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا ہوا تیس ماہ رخصیاں اخبار و اشتہار میں کرے گا اور بیس سال بعد جب مرغ دام تزویر میں مقید ہوں گے انہیں سر بریدہ رطب و یابس کو جنہیں براہین احمدیہ میں نہایت بے سروسامانی سے مہیا کیا اور جن سر بریدہ فقرات کی ملہم کو تفہیم نہ ہوئی تھی۔ وہی مقطعات واقعات کے وقوع پذیر ہونے پر الہام کہتے ہوئے جڑے گا۔

آخر یہ کہاں لکھا ہے کہ ان حقائق کا حامل مسیح موعود ہوگا۔ مرزا یو! گئے گزرے ایمان سے کہو کہ تمہارا مسیح موعود یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرا کلام قرآن کریم سے کم نہیں۔ وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا قرآن تو تم کیوں اس کی روز تلاوت نہیں کرتے اور کیا وجہ ہے کہ تم جبکہ وہ خدا کا ہی کلام ہے تو

اسی کے احکام پر نہیں چلتے اور تمہارا کیا حق ہے کہ قرآن سے تمسک کرو اور جب کہ تمہارے لئے بیچارے مرزا کو بڑی تکلیف و محنت کے بعد قرآن جدید ملا، تمہیں لازم ہے کہ اسی پر عمل کرو اور وہی تمہارے گھروں کی زینت بنے اور اسی کے تمہارے حفاظ ہوں اور وہی نماز میں پڑھا جائے۔ مہربانی کر کے جہاں نبی مان لیا ہے بیچارے کے کلام کو بھی مانو۔

مرزا قادیانی کو یہ بھی اقرار ہے کہ موجودہ انجیل و تورات محرف و مبدل ہیں۔ پھر بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ تم کیوں اس کے اقتباسات سے تمسک کرتے ہو۔ جب کہ تم انہیں خدا کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ آخر یہ کیا بیہودگی ہے کہ اسی سے ناجائز فائدہ بھی مشکل میں اٹھا لیتے ہو اور پھر طعن کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی اور جانتے ہو مرزا کی تو اتر کی پیش گوئیاں اور معجزات کیا تھے۔ یہی نا، پلیگ، نمونیا، ہیضہ، گرہن، لعنت بازی، شاعری، لوٹ مار کی پیش خبریاں منی آڈروں بیوں اور مٹھی گرم کے الہام سنانا۔ موت کی خوشخبریاں دینا۔ زلزلوں کی قصیدہ خوانی بنانا یا لڑکوں کی خوشخبری کہنا۔

ایمان سے کہو یہ تمام باتیں ابتدائے آفرینش سے حیات انسان کے ساتھ وابستہ نہیں کیا مرزا قادیانی سے قبل ہیضہ نمونیا پلیگ گرہن زلزلے شاعری وغیرہ نہ ہوتی تھی۔ یا کیا مرزا قادیانی کی رحلت کے بعد زلزلے نہیں آتے۔ پلیگ نہیں پھوٹی، ہیضہ نہیں ہوتا، نمونیا مفقود ہو گیا۔ چاند گرہن اور سورج گرہن نہیں ہوتا۔ شاعر مرگے آخر یہ کیا قیامت ہے کہ واقعات زمانہ کو وہ معجزات سے تعبیر کر کے اپنا الو سیدھا کر لیں اور تم ان کو نبی ہانکے جاؤ۔ کچھ تو شرم کرو وہ کون سے نشان ہیں جو بارش کی طرح تمہارے مرزا کی صداقت میں آسمان سے برسے یہ کیا شور اشوری ہے اور جب سوال ہوگا کہ میاں وہ برساتی نشانوں میں ایک تو پیش کرو تو نمکا نمکی دکھاتے ہوئے کہہ دو گے کہ اللہ میاں کا قلم چھڑکنا جو عبد اللہ سنوری اور مرزا کے کپڑوں کا ستیاناس کر گیا۔ موجود ہے شرم کرو اور باز آؤ شافع محشر کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ ہاں! یہ تو کہو کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کے وقت طاعون پڑنے کا ذکر کہاں لکھا ہے۔ اس قرآن میں تو نہیں جو سرکار مدینہؐ پے نازل ہوا۔ اگر کوئی اس سے دکھلا دے تو منہ مانگا انعام پاوے۔ ہاں مرزائی قرآن میں ہو تو کچھ عجب نہیں۔ اس کے آخر میں ایک چیز ایسی ہے جو یقیناً تمہارے لئے زندہ درگور کے مترادف ہے۔ وہ یہ کہ کون کون سے انبیاء نے کن کن صحائف میں مسیح موعود کے وقت مری پڑنے کی پیش گوئی لکھی ہے۔ یقیناً تم تلاش کرتے کرتے مر ہی کیوں نہ جاؤ۔ مگر دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک حوالہ نہ دے سکو گے اور نیم بیہود پوچھو تو سوچو کہ ہر جا رہے ہو اور کسے چھوڑ رہے ہو۔ ذیل میں مرزا قادیانی کا وہ کلام پیش کیا

جاتا ہے۔ جسے کلام پاک کے ہم پلہ کہا گیا اور جس کی میخیں مرزا قادیانی کے قلب میں دھنس گئیں۔ پڑھو اور شرم کے سمندر میں ڈوب جاؤ۔ مرزا قادیانی کو گنگوٹری عربی کہوں یا آلوہم طوالت مضمون کے خوف سے چھوڑتے ہوئے ان کے اپنے ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا قرآن

(تذکرۃ الشہادتین ص ۳۲، خزائن ج ۲۰ ص ۹۲۶) ”خدا کا امر آ رہا ہے۔ پس تم جلدی مت کرو یہ خوشخبری ہے جو قدیم سے نبیوں کو ملتی رہی ہے۔ خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی ادب و حیا اور خوف الہی کی پابندی سے ان ظنی راہوں کو بھی چھوڑتے ہیں۔ جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہو سکتا ہے اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی فعل یا قول کے بجالانے کا قصد کرتے ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے جو اس کے ساتھ اخلاص اور اس کے بندوں سے نیکی بجالاتے ہیں۔ وہ قوی اور غالب ہے۔ وہ ہر ایک امر پر غالب ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے جب وہ ایک بات کو چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو جا۔ پس وہ بات ہو جاتی ہے کیا تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو اور ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ صرف انسان کا قول ہے اور ان باتوں میں دوسروں نے اس کی مدد کی ہے۔ یہ تو جاہل ہے یا مجنون ہے ان کو اے مرزا کہہ دے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تمہیں دوست رکھے اور جو لوگ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ ہم ان کے لئے کافی ہیں۔ میں اس شخص کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہے۔ میں اس شخص کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرنا چاہتا ہے۔ میں ہوں جو میرے پاس ہو کر میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور تیرے رب کا کلمہ پورا ہو جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد مت کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ خبردار رہو کہ وہی مفسد ہیں اور تجھے انہوں نے ہنسی اور ٹھٹھے کی جگہ بنا رکھا ہے اور ٹھٹھا مار کر کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی شخص ہے جو خدا نے مبعوث فرمایا۔ یہ تو ان کی باتیں ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے سامنے حق پیش کیا۔ پس وہ حق کے قبول کرنے سے کراہت کر رہے ہیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس طرح پھیرے جائیں گے۔ خدا ان تہمتوں سے پاک اور برتر ہے جو اس پر لگا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نہیں۔ ان کو کہہ دے کہ خدا کی میرے پاس گواہی موجود ہے۔ پس کیا تم ایمان لاتے ہو تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے چن لیا۔ جب تو کسی پر ناراض ہو تو میں اس پر ناراض ہوتا ہوں اور ہر ایک چیز جس سے تو پیار

کرتا ہے میں بھی اس سے پیار کرتا ہوں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید و تفرید۔ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔ اس خدا کو حمد ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا اور تجھے وہ بانیں سکھلائیں جن کی تجھے خبر نہ تھی۔ لوگوں نے کہا یہ مرتبہ تجھے کہاں سے اور کس طرح مل سکتا ہے۔ ان کو کہہ دے میرا خدا عجیب ہے۔ اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ مگر لوگ اپنے کاموں سے پوچھے جاتے ہیں۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس نے اس آدم کو پیدا کر کے بزرگی دی اور لوگوں نے کہا کیا تو ایسا شخص اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ جو زمین پر فساد کرتا ہے۔ یعنی پھوٹ ڈالتا ہے۔ تو خدا نے انہیں کہا کہ جن باتوں کا مجھے علم ہے تمہیں وہ باتیں معلوم نہیں اور کہتے ہیں یہ ایک بناوٹ ہے کہ خدا ہے جس نے یہ سلسلہ قائم کیا۔ پھر یہ کہہ کر ان کو اپنے لہو و لعل میں چھوڑ دے اور ہم نے اے مرزا تجھے تمام دنیا کے لئے ایک عام رحمت کر کے بھیجا۔ میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تیری شان عجیب ہے اور اجر قریب ہے۔ میں نے تجھے روشن کیا اور میں نے تجھے چنا۔ تیرے پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ موسیٰ پر زمانہ آیا تھا اور تو ان لوگوں کے بارہ میں میری جناب میں شفاعت مت کر جو ظالم ہیں۔ کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے اور یہ لوگ مکر کریں گے اور خدا بھی ان سے مکر کرے گا اور خدا بہتر مکر کرنے والا ہے۔ وہ کریم ہے جو تیرے آگے آگے چلتا ہے اور اس کو وہ اپنا دشمن قرار دیتا ہے جو تجھ سے دشمنی کرتا ہے اور وہ عنقریب تجھے وہ چیز دے گا جس سے تو راضی ہو جائے گا۔ ہم زمین کے وارث ہوں گے اور اس کو اس کی طرفوں سے کھاتے جاتے ہیں۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تاجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلے مؤمن ہوں (کہ وحی کھاتہ مجھ پر نازل ہوتا ہے) تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تمام خبر قرآن میں ہے۔ اس کے حقائق اور معارف تک وہی لوگ پہنچتے ہیں جو پاک کئے جاتے ہیں۔ پس تم اس کے بعد یعنی اس کو چھوڑ کر کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ یہ لوگ ارادہ کرتے ہیں کہ کچھ ایسی کوشش کریں کہ تیرا امرنا تمام رہ جائے۔ لیکن خدا تو یہی چاہتا ہے کہ تیری بات کو کمال پر پہنچا دے اور خدا ایسا نہیں کہ قبل اس کے جو پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلاوے تجھے چھوڑ دے۔ خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول مرزا کو ہدایت اور دین حق دے کر اس غرض کے لئے بھیجا۔ تاکہ وہ اس دین کو تمام دنیوں پر غالب کرے اور خدا کا وعدہ ایک دن پورا ہونا ہی تھا۔ خدا کا وعدہ آ گیا اور ایک پیر اس نے زمین پر مارا اور خلل کی اصلاح کی۔ خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور اس شخص پر حملہ

کرے گا کہ جو ظلم کی راہ سے تیرے پر حملہ کرے گا۔ اس کا غضب زمین پر اتر آیا۔ کیونکہ لوگوں نے معصیت پر کمر باندھی اور وہ حد سے گذر گئے۔ بیماریاں ملک میں پھیلانی جائیں گی اور طرح طرح کے اسباب سے جانیں تلف کی جائیں گی۔ یہ امر آسمان پر قرار پا چکا ہے یہ اس خدا کا امر ہے جو غالب اور بزرگ ہے جو کچھ قوم پر نازل ہو خدا اس کو نہیں بدلے گا۔ جب تک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالتیں نہ بدلائیں۔ وہ اس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لے لے گا۔ آج خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا وہ قادر خدا تیرے ساتھ اور تیری لوگوں کے ساتھ ہے۔ میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کے اندر ہے بچاؤں گا۔ مگر وہ لوگ جو میرے مقابل پر تکبر سے اپنے تئیں نافرمان اور اونچا رکھتے ہیں۔ یعنی پورے طور پر اطاعت نہیں کرتے اور خاص کر میری حفاظت تیرے ساتھ رہے گی۔ خدا رحیم کی طرف سے سلامتی ہے۔ تم پر سلامتی ہے۔ تم پاک نفس ہو۔ اے مجرمو آج تم الگ ہو جاؤ۔ میں اس رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا اور اس کو ملامت کروں گا جو ملامت کرتے ہیں اور تجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی اور اپنی تجلی کے نور تجھ میں رکھ دوں گا جو ہمیشہ رہے گی اور میں اس زمین سے مقرر وقت تک جدا نہیں ہوں گا یعنی میری قہری تجلی میں فرق نہ آئے گا۔ میں صاعقہ ہوں اور میں رحمان ہوں۔ صاحب لطف اور بخشش۔“

دور جہالت میں بیاہ شادی کے موقعوں پر مراسی لوگ زمینداروں کے جھگٹ میں صاحب خانہ کی مدح و ستائش میں بے سرو پا واقعات دہرایا کرتے تھے۔ ان کا یہ انداز زمیندار کو الو بنائے بغیر نہ رہتا تھا۔ یہ رجزیہ کلمات یہ تعریفوں کے انبار سن کر سادہ لوح دیہاتی چند منٹوں کے لئے اپنے آپ کو شاہ وقت سے کہیں زیادہ سمجھتا ہوا فیاضی کے تقاضہ میں دریا دلی دکھا کر بھوکا ہو جاتا۔ سچ ہے کہ چوٹ کا مزہ سردھونے پر ہی آتا ہے۔ جب بیاہ شادی گذر جاتی اور مہمان رخصت ہو جاتے تو بیچارہ میزبان ٹوٹے پھوٹے کھاٹ اور پراگندہ سامان کو ٹھکانے لگا کر حقہ نوشی کرتے ہوئے اپنی بیوقوفی کے تصور میں گھنٹوں سوچ بچار میں غرق پریشانی کے عالم میں ہلکی ہلکی سائیس بھرتا ہوا خاموش ہو جاتا۔ یہی حال مرزا قادیانی کا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کسی ایسی ہی تقریب پر مرزا قادیانی کے ہاں کسی دعوت کے موقع پر کسی بھانڈے نے مرزا قادیانی کے حضور میں اقوال کئے تھے۔ مرزا قادیانی کو چونکہ مراق ہے وہی کلمات ان کے دماغ میں بس گئے اور انہیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا ٹیچی ٹیچی وحی لے کر آ رہا ہے۔ آپ نے جھٹ کھاتہ کھول کر کاتب وحی لالہ شام لال آریہ کو حکم دیا۔ بھیا لکھو لو حافظہ اچھا نہیں دماغ کمزور ہے۔ کہیں بھول نہ جاؤں اور دیکھو اپنے تصدیقی

دستخطوں کے علاوہ ہمارے پینٹ گواہوں لالہ شرمیت مل آریہ اور ملاو امل کے دستخط بھی کرا لینا یا انہیں یہ الہام سنا دینا۔

اونیم یہودیو کچھ تو کہو یہ تمہارے مرزا قادیانی کیا کیا آپ شاپ کو قرآن کا مرتبہ دے رہے ہیں۔ کیا قرآن کریم میں ایسی ہی باتیں سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں لکھی ہوئی ہیں۔ جاننے ہو مخلوق اور خالق کے کیا تعلقات مراتب ہیں۔ بندہ تو بندہ ہی ہے خالق تھوڑا ہی ہے۔ یوں نہیں جیسے کذاب قادیان نے سمجھ رکھا ہے۔ مرزا قادیانی کے قرآن کو پڑھو اور فرقان حمید کی روشنی میں پرکھو۔ ہم تمہارے لئے نمونہ ایک مشعل جلاتے ہیں۔ تم میں جنہیں تھوڑی سی بھی چشم بصیرت سے حصہ دیا گیا ہے وہ اس کو پڑھیں اور دل کی گہرائیوں میں ٹٹولیں۔ انشاء اللہ! قوی امید ہے کہ مرزائیت کے بھوت سے نجات پائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

”قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہم الہ واحد (کہف: ۱۱۰)“ اور ترجمہ مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کی زبان سے سنئے تاکہ روحانیت نصیب ہو۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق اسی کی ہے سرکارِ خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

میرا ہے شرکت سے اس کی خدائی

نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں مہ و مہر ادلتے سے مزدور ہیں واں

جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں واں نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرشش ہے رہبان و احبار کی واں

نہ پرواہ ہے ابرار و احرار کی واں

نصارئی کی مانند دھوکہ نہ کھانا کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا

میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا

سب انسان ہیں واں جس طرح سر گلندہ

اسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی

کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور اپنی بھی

ان باتوں کو سمجھنے کے بعد مندرجہ ذیل تعارف کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ یقین ہے کہ یہ

موازنہ اسلامی روشنی میں شب و بجز سے زیادہ تاریک معلوم ہوگا اور یہ وہ آئینہ ہے جس میں تمہیں اپنی شکل اس صفائی سے نظر آئے گی۔ جو تمہیں یقیناً حق الیقین پر پہنچا دے گی۔ خوش نصیب ہیں وہ جو اس موازنے سے عبرت حاصل کریں اور سرکاری نبی کو ولایتی جنگ کی ہی زینت سمجھیں۔ اسے مسلمانوں سے کیا کام ہاں بھائی یہ انگریزی پودا کسی بڑے صاحب کے گمے ہی کے لئے خوب ہے۔

رئیس قادیان کا ذاتی تعارف

(تذکرۃ الشہادتین ص ۳۳ تا ۳۵، خزائن ج ۲۰ ص ۳۶) ”میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں

تمام نبیوں کی خبر اور قرآن شریف کی خبر کے موافق اس ملک میں خارق عادت طور پر طاعون پھیل گئی۔ (سبحان اللہ! واہ رے طاعونی نبی اور پلنگی پیغمبر صاحب خوب آئے) میں وہ شخص ہوں جو حدیث صحیح کے مطابق اس زمانہ میں حج روکا گیا۔ (واہ رے میرے بے دم کے شیر پلنگ سے تیری آمد شروع ہوئی اور آتے ہی ایک ارکان اسلام کو ہڑپ کر لیا خوب) میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں وہ ستارا نکلا جو مسیح ابن مریم کے وقت میں نکلا تھا۔ (العیاذ باللہ یہ وہ ستارا ہے جسے عرف عام میں دم دار کہتے ہیں۔ جو ہزاروں دفعہ نکل چکا ہے اور ادبار و نحوست کی نشانی سمجھا گیا ہے یہ بھی خوب کہی) میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں اس ملک میں ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار ہو گئے اور عنقریب وہ وقت آتا ہے۔ بلکہ بہت نزدیک ہے جب کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ (مرزا نبیو ایمان سے کہو ہمارے ملک میں اونٹ بیکار ہو چکے۔ مرزا قادیانی کی جانے بلا وہ ٹھہرے پیغمبر کہ اونٹ ہندوستان میں کس کس مقام زیادہ چلتے ہیں اور جہاں سوائے اونٹوں کے کوئی چارہ ہی نہیں۔ ہاں مرزا قادیانی ایک دور کی کوڑی بھی لائے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما کے درمیان عنقریب بلکہ بہت ہی نزدیک ریل جاری

ہونے والی ہے۔ جس سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ مگر ہوا کیا ان یہودیوں کی جانے بلا یہ توجح سے روکے گئے۔ اس وقت تک ان دونوں شہروں کے درمیان ریل جاری نہیں ہوئی اور مرزا کو دوکان بڑھائے عرصہ تیس سال ہو گیا۔ گویا پیش گوئی کو سانپ سونگھ گیا یا گدھا کھا گیا۔ تف ہے ایسی ویسی لاف و گداز پر اور ریل کیوں نہ جاری ہوتی بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ دجال تو آوے اور گدھا پیچھے ہی ڈھیٹو ڈھیٹو کرے) میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صد ہا نشان ظاہر ہوئے۔ کیا زمین پر کوئی ایسا انسان زندہ ہے جو نشان نمائی میں میرا مقابلہ کر کے مجھ پر غالب آسکے۔ مجھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اب تک دو لاکھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور شاید دس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ نے تصدیق کی۔“

مرزا قادیانی کو مراق لے ڈوبا اور رہے سبہ حواس محمدی کے عشق میں برباد ہوئے۔ اس چھوٹی سی تحریر پر تزییر میں کہاں سے کہاں چلے گئے۔ جھوٹ کی حد اور کذب کی انتہاء ہو چکی۔ صد ہا نشان کے ہزاروں نہیں لاکھوں ہو گئے اور دو لاکھ تک حلف اٹھاتے ہوئے شمار کر گئے اور اس کے ایک سال بعد پانچ لاکھ پہ نوبت آئی اور رفتہ رفتہ ۱۰ لاکھ پر کہیں خدا خدا کر کے ٹھہرے اور نیم یہودیو تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو مرزا قادیانی کے مصدقہ دس لاکھ نشانات کے صرف عنوانات ہی گنوادے۔ مثلاً تار، ریل، اونٹ، گھوڑا، گاڑی، بیل، کتا، شیر، چیتا، یہ کیا عذاب ہے کہ دس لاکھ نشان تو ظاہر ہوں مگر مرزائی اس وقت تک پچاس ہزار سے تجاوز نہ کریں۔ جو مرزائی دس لاکھ کے صرف عنوانات ہی گنوادیں کہ یہ معجزات طاعونی نبی کے ہیں۔ اس کی خدمت میں مبلغ پانچ ہزار روپیہ نقد چہرے شاہی بلا عذر پیش کر دوں گا۔ ہاں یہ بھی کہہ دوں کہ تم تو کیا تمہاری نسل در نسل بھی کوشش و ہمت کرتی مرہی نہ کیوں جائے یہ انعام کبھی نہ حاصل کر سکو گے۔ لگے ہاتھ یہ بھی پوچھ لوں کہ وہ کون کون سے لال بنگلو ہیں۔ جنہیں حضور آقائے بروجر کے دیدار نصیب ہوئے اور تلقین ہوئی کہ مرزا کی رسالت پہ ایمان لاؤ اور مرزا قادیانی نے ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ بتائی ہے جو صاحب ان دس ہزار سے زیادہ کے تحریرات مرزا سے بتائیں۔ وہ پانچ ہزار مندرجہ بالا کے علاوہ دس ہزار اور انعام کے مستحق ہیں۔ مولانا عبدالغفور صاحب قبلہ خطیب ہزاروی فرماتے ہیں کہ بھائی تمہارا نام خالد ہے۔ کچھ تو پنجابی نبی کی امت کی پنجابی ہونے کی حیثیت سے رعایت کرو۔ اس لئے ان کے حکم پر سر تسلیم کو خم کرتے ہوئے خالد کے پاک نام کی زکوٰۃ نکلاتے ہوئے نو ہزار کم کئے دیتا ہوں کہ صاحب تحریرات مرزا سے ایک ہزار ایسے شاہد پیدا کر دیں۔ وہ موعودہ انعام کے مستحق

ہیں۔ مرزا نیو! اچھلو کودو، سر پر پاؤں رکھ کر بھاگو۔ خالد نے تمہاری قسمت کا دروازہ کھول دیا۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ تمہارے مقابلہ میں کون چیلنج کر رہا ہے۔ وہ ہے جسے کسی میدان میں کبھی شکست نہ ہوئی اور جس نے کبھی کثرت کو قلت پر ترجیح نہ دی۔ جو اکیلا ساٹھ ساٹھ ہزار کے لشکر پر حملہ آور ہو کر فتح یاب ہوا۔ اس لئے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ اس کے نام کی برکت سے اس شیطانی جنگ میں کبھی کوئی مجھ پر فتح یاب نہ ہوگا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سنجھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اس کے آخر میں (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۸، خزائن ج ۲۰ ص ۴۰، ۴۱) پر درجالت کے مرکب کو تازیانہ لگاتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ ”اب رہا میرا دعویٰ سومیرے دعوے کے ساتھ اس قدر دلائل ہیں کہ کوئی انسان نرا بے حیانہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں ہے کہ میرے دعویٰ کو اسی طرح مان لے۔ جیسا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کو مانا ہے۔ (اوجھتہ ہتھیاروں پہ اتر آنا اور شرافت سے کنارہ کشی اختیار کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔ مان لیا صاحب آپ ایسے ہی ہیں۔ تب ہی تو کذابیت کو نبوت کے ترازو کے پلڑے میں رکھ رہے ہیں) کیا یہ دلائل میرے ثبوت کے لئے کم ہیں کہ میری نسبت قرآن کریم نے پورے پورے قرآن اور علامات کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ایک طور سے میرا نام بتلا دیا۔“

چونکہ مرزا قادیانی نے قرآن عزیز سے استدلال بغیر دلیل کے کیا ہے اور سند میں کوئی آیت پیش نہیں کی اس لئے اس فرض کو بھی فقیر ہی انجام دیتا ہے۔ سنئے وہ پورے پورے قرآن اور واقعات جن میں مرزا قادیانی کا ذکر اور نام ہے یہ ہیں:

”ولا تطع کل حلافمہین ہما زمشاء بنمیم مناع للخیر معتداثیم
عتل بعد ذالک زینم (قلم ۱۰ تا ۱۳)“ ﴿اور مت کہہ مان ہر ایک قسم کھانے والے ذلیل کا
عیب کرنے والا لوگوں کو چلنے والا ساتھ چغلی کے منع کرنے والا بھلائی سے حد سے نکل جانے والا
گنہگار گردن کش پیچھے اس کے بے نصیب۔﴾

”اور حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں کا نام موجود ہے۔“ (ایضاً)
مرزا قادیانی کیا غضب کر رہے ہو کہاں کدعہ جس کی تعریف میں یمن کی ایک بستی لکھا ہوا ہے۔ یعنی حدیث کے الفاظ تو یہ چاہتے ہیں کہ یمن کے علاقہ میں وہ جگہ ہو اور آپ اس عقل مند کی طرح جو گھر میں سوئی گنوا بیٹھا تھا اور تاریکی کی وجہ سے تلاش بازار کے گیس کے نیچے کر رہا تھا۔ یہ کہہ رہے

ہیں کہ کدو کے کاف میں قادیان کو ڈھونڈ لیں۔ ناصاحب یہ بے جوڑ کا عشق کبھی فٹ نہ بیٹھے گا۔ کیونکہ سوزن تو قادیان میں گم ہوئی جو پنجاب میں واقع ہے اور تلاش کدو میں کر رہے ہو۔ جو یمن میں موجود ہے۔ حالانکہ تم خود اسی قادیان کی مٹی پلید کرتے ہوئے ازالہ اوہام میں قاضی ماجھی سے لفظ ض کو عربی رسم الخط میں دسے تعبیر کرتے ہوئے قادیان بنا چکے ہو۔ یعنی قاضی سے قادی اور قادی سے قادیان۔ یعنی یا مظہر العجائب قادیان میں قاضی ماجھی صاحب یہ تو ہیں آپ کے ادنیٰ کرشمے مگر ایک بھول بھی آپ سے سہوا ہوگئی۔ جو چھوٹے کاف سے بڑا قاف بنا لیا اور اس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ لوہم ہی اس سقم کو بھی دور کئے دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ حدیث میں تیراں سو برس سے چھوٹا کاف آ رہا ہے جو یقیناً یہ حق رکھتا ہے کہ اتنی لمبی عمر پانے پر بڑا ہو جائے۔ اس لئے اب اس کو بڑے ق میں ہی آنا چاہئے۔ کیوں ٹھیک ہے ناسرکار۔

”اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مسیح موعود کی تیرھویں صدی میں پیدائش ہوگی اور چودھویں صدی میں اس کا ظہور ہوگا۔“ (ایضاً) (یعنی وہ ایک سو سال ظہور کی تیار میں صرف کرے گا۔ یعنی پیدائش ہی میں گزارے گا۔ افسوس مرزا قادیانی نے حدیثوں کا نام لے کر یونہی ٹانگہ جڑ دیا ورنہ حدیثوں میں تو ہے نہیں اور جو دکھلا دے منہ مانگا انعام پاوے۔ ہاں یاد آیا کہ مرزا قادیانی کے منجملے صاحبزادہ بشیر نے ابا کی حدیث لکھی ہے۔ جس کا عنوان سیرت المہدی رکھا ہے اور جو یوں شروع ہوتی ہے۔ بیان کیا مجھ سے ملا داخل نے اس نے فلاں سے اس نے فلاں سے کہ حضرت مسیح موعود یوں فرماتے تھے۔ اگر ایسی کسی حدیث میں لکھا ہو تو کچھ عجب نہیں) ”اور صحیح بخاری میں میرا تمام حلیہ لکھا ہے۔“ رے واہ مرزا اور اس کا حلیہ اور وہ بھی صحیح بخاری میں کریلہ اور نیم چڑھا کے مصداق ہے جو شخص صحیح بخاری کے مصنف کا نام تک نہیں جانتا ہو صحیح بخاری کو کیا سمجھے گا۔ ہے کوئی مرزا کا پیارا جو مرزا کی تحریر سے صاف صحیح کا نام ہی صحیح بتا دے۔ اس کے عوض ہم یہ مان لیں گے کہ واقعی مرزا قادیانی کا حلیہ صحیح میں موجود ہے ورنہ ایسا ہی ہے کہ جس شخص کو امام بخاری اور ان کے والد بزرگوار کے نام میں تمیز نہ ہو سکی۔ وہ بیچارہ مسیح کے حلیہ میں کیا تمیز کرے گا۔

”اور صحیح بخاری میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود دمشق سے مشرق کی طرف ظاہر ہوگا۔ سو قادیان دمشق سے مشرق کی طرف ہے۔“ کاش مرزا قادیانی اپنے کا تب وحی پنڈت شام لعل جو پرائمری کا طالب علم تھا سے ہی پوچھ لیتے تو ندامت اٹھانی نہ پڑتی۔ حضرت ہوش کی دوا لو اور کبھی تو سچائی سے بھی پیار کرو۔

”پھر میرے دعویٰ کے وقت میں اور لوگوں کی تکذیب کے دنوں میں آسمان پر رمضان کے مہینہ میں کسوف خسوف کا ہونا زمین پر طاعون کا پھیلنا حدیث اور قرآن کے مطابق ریل کی سواری کا پیدا ہونا۔ اونٹ بیکار ہو جانے، حج روکا جانا، صلیب کے غلبہ کا وقت ہونا۔ میرے ہاتھ پر صدہا نشانوں کا ظاہر ہونا ہزار ہا نیک لوگوں کا میری تصدیق کے لئے خوابیں دیکھا اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کا یہ فرمایا کہ وہ مسیح موعود میری امت میں سے پیدا ہوگا اور خدا تعالیٰ کی تائیدات کا میرے شامل حال ہونا اور ہزار ہا لوگوں کا ۲ لاکھ کے قریب میرے ہاتھ پر بیعت کرنا اور راست بازی اور پاک دلی اختیار کرنا اور میرے وقت میں عیسائی مذہب میں ایک عام تزلزل پڑنا۔ یہاں تک کہ تثلیث کی طلسم کا برف کی طرح گداز ہونا شروع ہونا اور میرے وقت میں مسلمانوں کا بہت فرقوں پر منقسم ہو کر تزلزل کی حالت میں ہونا اور طرح طرح کی بدعات اور شرک اور مے خوری اور حرام کاری اور خیانت اور دروغ گوئی دنیا میں شائع ہو کر ایک عام تغیر دنیا میں پیدا ہو جانا اور ہر ایک پہلو سے انقلاب عظیم اس عالم میں پیدا ہو جانا اور ہر ایک دانشمند کی شہادت سے دنیا کا ایک مصلح کا محتاج ہونا اور میرے مقابلے سے خواہ اعجازی کلام میں خواہ آسمانی نشانوں تمام لوگوں کا عاجز آ جانا اور میری تائید میں لاکھوں پیش گوئیاں پوری ہونا یہ تمام علامات اور نشانات اور قرآن ایک خدا ترس کے لئے میرے قبول کرنے کے لئے کافی ہیں۔“

(تذکرۃ الشہادتین ص ۳۸، خزائن ج ۲۰ ص ۲۰، ۲۱، ۲۲)

سبحان اللہ! مرزا قادیانی کی بعثت جو آسمانی بادشاہت تھی۔ اس کا استقبال آسمان سے شروع ہوا مرزا قادیانی کی نگاہ لطف و کرم نے جب نیرین کو بھانپنا تو وہ بیچارے اتنے خائف ہوئے کہ نورانیت سیاہی میں بدل گئی۔ بہر حال مرزا قادیانی کا خیر مقدم آسمان کی تاریکیوں نے کیا اور استقبال کے لئے بیچاری زمین نے مدتوں کے اس پھل کو جسے خاص مرزا قادیانی کی بعثت کے لئے فرشتوں نے بویا اور خدا نے آب پاشی کی اور جسے مرزا قادیانی کی نگاہ لطف نے کشف کی حالت میں سیاہ رنگ کے پودوں میں دیکھا تھا۔ ایک گلدستے کی صورت میں اپنے جمالی ہاتھوں سے پیش کیا۔ یعنی طوعون پھوٹ نکلی۔

تو مرزا قادیانی نے اس کے انعام میں بیچاری زمین کو یہ صلہ دیا کہ اس کی چھاتی پر مرزائی قرآن وحدیث کی صداقت میں بھاری بھر کم بوجھ رکھتے ہوئے ایک تیز رفتار غیر مانوس سواری کو چلایا۔ یعنی جنابہ بی ریل جسے مرزا قادیانی نے بعد میں دجال کا گدھا ثابت کرتے ہوئے پیش کیا اور بیچارے اونٹوں کو تو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ چونکہ وہ تمام بیکار ہو گئے۔ اس لئے انکے

پوسٹین میں بھس بھر کر سٹیچو کھڑے کر دیئے گئے کہ مسیح موعود کی یادگار تازہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہمیں کوئی اونٹ نظر نہیں آتا اور جہاں کہیں ہیں وہ سٹیچو ہی ہیں۔۔۔ جو مرزا قادیانی کی کرامات سے تھوڑا بہت چل لیتے ہیں اور یہی وجوہات جو حج روکا گیا۔ کیونکہ ریل ابھی مکہ و مدینہ کے درمیان جاری نہیں ہوئی اور اونٹ یوں روکے گئے تو بیچارے حاجی حج کیسے کریں تم دیکھ رہے ہو کہ اب حج مسیح موعود کے وقت سے نہیں ہوتا۔ اسی لئے بیچارے مرزا قادیانی کو تمہاری سہولت اور شوق کی خاطر جان جو کھوں میں ڈال کر یہ شعر کہنا پڑا۔

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم غلق سے ارض حرم ہے

(درمبین ص ۵۲)

اور ساتھ ہی تسکین امت کے لئے یہ نائنکہ بھی جڑنا پڑا کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا۔ یہی وجہ ہے جو قادیان میں بہشتی مقبرہ کھل گیا۔ ہاں بھیا سوچو تو یہ کیا کم احسان ہے اور ذرا یہ بھی تو دیکھو کہ مرزا قادیانی کے وقت میں صلیب کا غلبہ بڑھ گیا اور یہ سیلاب مسیح موعود کے وقت سے ہی شروع ہوا کہ پنجاب میں خاص مرزا قادیانی کے ضلع میں ایک عیسائی کے سوسو ہو گئے۔ گویا یہی کسر صلیب ہے اور خدا جانے یہ مسیح موعود کی بعثت کے ثمرات کہاں تک پہنچ کر دم لیں گے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے نزدیک یہ سیلاب عظیم کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ وہ اسے تزلزل سے تعبیر کرتے ہوئے خوشخبری دیتے ہیں کہ یہ ٹیلٹ کا تودہ برف کی طرح پکھل جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ روئے زمین پر پھیل جائے گا۔ یہاں ایک مثالی واقعہ یاد آ گیا جو لطف سے خالی نہیں۔ وہ یہ کہ سکھوں کی عملداری میں کوئی مراسی ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں اپنے آپ کو زندہ درگور سمجھتا ہوا یہ دعاء کر رہا تھا یا اللہ سواری کے لئے گھوڑی دے۔ اتفاق سے اسی قبرستان کے نزدیک کسی گرو کے لال کی گھوڑی نے بچہ دیا جو چلنے کے قابل نہ تھا اور سنگھ جی کو چلنے کی جلدی تھی۔ وہ حیران تھا کہ بیگار میں کس کو پکڑے آبادی دور ہے اسی پریشانی میں میرا سی کے دعائیہ کلمات یا اللہ گھوڑی دے یا اللہ سواری کے لئے گھوڑی دے۔ سنے تو ڈانٹ کر آوازی دی اور گھوڑی کے بچے ادھر آؤ اور ساتھ ہی آواز کے ساتھ مراسی کے سر پر پہنچ کر ایک ہلکی سی لٹھر رسید کی مراسی نے نظر اٹھا کر دیکھا تو گھوڑا سنگھ موت کے لباس میں سر پر کھڑا تھا۔ بیچارہ مراسی چپکا سا جی مہاراج کہتا ہوا اٹھا تو سنگھ نے بچہ اٹھانے کی فہمائش کی، یہ کہتے ہوئے غریب مراسی نے گھوڑی کا بچہ اٹھایا اور کہا اے مالک تیرے بھی بھیدز لے ہیں۔ مانگی تو نیچے کو تھی اور ملی اور پوکو ہے، اچھا شکر ہے۔

یہی حال مرزا قادیانی کا ہے۔ آئے تو کسر صلیب کو تھے۔ مگر ہوا کیا ایک ایک سوسو ہو گئے اور اسی تناسب سے رفتار ترقی کر رہی ہے۔ مگر مرزا قادیانی معجزہ شمار کر رہے ہیں اور کسر صلیب سمجھ رہے ہیں اور مرزا قادیانی اس پر بھی شاداں ہیں اور پھولے نہیں سماتے کہ ان کی آمد سے مسلمان بہت سے فرقوں پر منقسم ہو کر رو بہ تنزل ہو گئے۔ یعنی مرزا قادیانی کی آمد سے امت خیر الانام کو یہ تحفہ ملا کہ وہ نہ دھوبی کے رہے نہ گھاٹ کے۔ ان میں طرح طرح کی بدعات یعنی تاش، سینما، تھیٹر، گانا بجانا، چرس، ایفون کے علاوہ شراب خوری، حرام کاری، سر بازار عصمت فروشی، خیانت و بے ایمانی، قمار بازی، ڈکیتی، رہزنی، دروغلوئی، بے ایمانی اور سب سے زیادہ مصیبت یہ کہ شرک کی وباء پھوٹ پڑی اور اس کے علاوہ ہر ایک چیز میں انقلاب آ گیا۔ یعنی نیکی کی جگہ بدی نے لے لی۔ یہ ہیں مرزا قادیانی کے احسان وہ ان کو گنوا کر اپنی نبوت منوانا چاہتے ہیں۔ اب کون ہے بھلا جو انکار کرے اور مسیح قادیان کو سچا نہ جانیں۔ کیونکہ وہ دلائل ہی ایسے زبردست گنوار ہے ہیں۔ جس کا کچھ جواب ہی نہیں اور بجز سر تسلیم کے کچھ چارہ ہی نہیں۔ اللہ معاف کرے کہاں سے کہاں چلا آیا۔ اب حلیہ مسیح کے متعلق بھی سن لیجئے کہ فرمان رسالت کیا بیان کرتا ہے۔

مرزا قادیانی علمی اور ادبی لحاظ سے محض کورے ہی تھے۔ کم بخت مراق اور جلب زری نے ان کی نادانی سے مسیح موعود کا دعویٰ تو کروادیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی عمر کا بیشتر حصہ اسی فکر میں بسر ہوا۔ آپ نے بہترے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر قدرت نے انہیں اس منجھدار میں مقید رکھا۔ وہ جس چیز سے سہارا لیتے رہے وہ ہی ان کے خلاف ہوا۔ انہوں نے بروز کی چادر اوڑھ کر الوسیدھا کرنے کی کوشش کی۔ مگر عشاق سرکار مدینہ نے اسے تارتار کر کے رکھ دیا۔ سچ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لینے کی حوس دم واپسین تک ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی نے اس پر پورا پورا عمل کیا۔ حدیث نبوی میں مسیح ابن مریم کے بالوں اور رنگ کے متعلق مختلف الفاظ دیکھ کر آپ کی باسی کڑا ہی میں ابال آ گیا۔ پھر کیا تھا پانچوں گھی میں اور سر کڑا ہی میں۔ جھٹ کہہ دیا کہ دیکھو میرا حلیہ بلکہ ایک ایک خط وخال حدیث میں لکھا ہے۔ اب دلائل بھی سن لیجئے۔

”عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایت عیسیٰ وموسیٰ و ابراہیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد (صحیح بخاری ص ۴۸۹ ج ۱، باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب مریم اذا تبذت)“ ﴿عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے عیسیٰ و موسیٰ اور ابراہیم کو، لیکن عیسیٰ سرخ رنگ اور گنگریا لے بال والے ہیں۔﴾

پھر اسی (ص ۲۸۹ ج ۱ باب ایضاً) میں ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ ”تضرب لمتہ بین منکبہ رجل الشعر یعنی بال حضرت عیسیٰ کے درمیان دو کندھوں کے تھے اور سیدھے تھے۔ ان دو حدیثوں کے ملانے سے صاف مطلب یہی نکلتا ہے کہ مسیح کے نام کے دو شخص ہیں۔ ورنہ ایک آدمی کے بال گنگر والے اور سیدھے ناممکن ہیں۔ نیز پہلی روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ اور دوسری میں گندمی آیا ہے تو اس سے پھر یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مسیح دو شخصوں کا نام ہے۔ ورنہ ایک ہی شخص کا رنگ سرخ اور گندمی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ مسیح اسرائیلی سرخ رنگ اور گنگر والے بالوں والا تھا۔ جو فوت ہو گیا اور مسیح محمدی جو گندمی رنگ میں سیدھے بالوں والا تھا وہ میں ہوں۔“

مندرجہ بالا مضمون کا جواب میرے محترم دوست مولانا حافظ حاجی ابوالسعید محمد شفیع صاحب فاضل دیوبند حال سرگودھا علمی رنگ میں نہایت محققانہ بیان فرماتے ہیں۔ غور سے سنئے:

بحث رجل

حدیث شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالوں کے متعلق تین الفاظ آئے ہیں۔ جعد، رجل، یہ دونوں گزر چکے۔ تیسرا سبط، چنانچہ بخاری کے اسی صفحہ پر ہے۔ ”فإذا رجل آدم سبط الشعر“ یعنی حضرت عیسیٰ گندم گوں کھلے بالوں والے جو کہ بحوالہ کتب لغت عرب ہر ایک کی تشریح کی جاتی ہے۔ (جعد) ”الجعد من الشعر خلاف السبط وقيل هو القصير منه“ (لسان العرب ج ۲ ص ۲۹۳)

ترجمہ: جعد وہ بال ہیں جو خلاف سبط ہوں اور کہا گیا ہے کہ چھوٹے بال (اقرب الموارہ ج ۱ ص ۱۲۵) میں ہے۔ ”الجعد من الشعر ما فيه التواء وتقبط او القصير منه“ یہاں بھی دو معنی ہیں۔ یا گھنگر والے یا چھوٹے (نتیجہ الارب ج ۱ ص ۲۱۱) میں ہے۔ ”شعر جعد“ موئے مرغول یا موئے کوتاہ۔

(السبط) ”سبط الشعر سهل واسترسل وهو ضد جعل“ (منجد ص ۲۰۷) ترجمہ: سبط وہ بال ہیں جو کھلے ہوئے اور لٹکے ہوئے ہوں۔ معلوم ہوا کہ اس میں دو وصف ہیں۔ سہولت تقبض کے مقابل اور استرسل قصیر کے مقابل تو سبط ہر دو وصف کے لحاظ سے ضد جعد ہوا۔ وھو طار ہر! (مختار الصحاح ص ۳۷۸) میں ہے۔ ”شعر سبط بفتح الباء وكسر هاری مسترسل غير جعد“ (فقه اللغة ص ۶۶) میں ہے ”سبط اذا كان مسترسلا“ (اقرب الموار

ج ۱ ص ۴۰) ”سبط الشعر سهل واسترسل“ اور (شہابی الارب ج ۲ ص ۲۲۲) میں ہے۔ سبط موئے فرد ہشتہ نقیض جعد (رجل) (اساس البلاغۃ ص ۱۷۱) میں ہے۔ ”شعر رجل بین البسوطۃ والجعودۃ“ یعنی رجل بال نہ محض سیدھے اور نہ زیادہ گھنگریالے۔ بلکہ درمیان میں ہوتے ہیں۔ اب اس لفظ رجل پر قادیانی مبلغ کی لیاقت کا پردہ کھل گیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی تقریر میں رجل کا معنی سیدھے بال کئے تھے۔ نیز (اقرب الموارج ص ۳۹۲) میں ہے۔ ”شعر رجل بین البسوطۃ والجعودۃ“ (فقہ اللغۃ ص ۶۶) ”ورجل اذا کان غیر جعد ولا سبط“ (قاموس ج ۳ ص ۳۹۳) ”شعر رجل وکجل وکشف بین البسوطۃ والجعودۃ“ یعنی رجل جیم کا سکون اور فتح اور کسرہ سے وہ بال ہیں جو نہ سیدھے اور نہ بہت پیچیدہ اور (لسان العرب ج ۵ ص ۱۵۹) میں ہے۔ ”شعر رجل ورجل بین البسوطۃ والجعودۃ وفی صفتہ ﷺ کان شعرہ رجلاً ای لم یکن شدید لجعودۃ ولا شدید البسوطۃ بل بینہما“ اس نے ایک زیادہ فائدہ بھی بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک بھی رجل تھے۔ یعنی درمیانے خمدار اور (شہابی الارب ص ۶۲۸) میں ہے۔ ”رجل شعرہ“ میان فروہشتہ و مرغول شد موئے او۔ (مختار الصحاح ص ۴۱۶) میں ہے۔ ”وشعر رجل ورجل بفتح الجیم وکسرہا لینس شدید الجعودۃ ولا سبطاً“ اور (منجد ص ۱۶۱) میں ہے۔ ”الرجل من الشعر ما بین الجعودۃ والاسترسال“ ان تمام حوالہ جات سے ناظرین پر روشن ہو گیا ہوگا کہ رجل کا معنی سیدھے بال ہرگز نہیں اور قطعاً نہیں۔

ایک غلطی کا ازالہ

مرزائی لفظ رجل کے واسطے چھان بین کر کے ترجمہ اردو بخاری مولوی وحید الزمان اور غیاث اور صراح سے ثابت کرتے ہیں کہ رجل کا معنی موئے فروہشتہ خلاف جعد لکھے ہیں۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ خدا یا دجل کا معنی اس قوم میں کیسے کوٹ کوٹ کر بھردیا گیا ہے اور ذرا شرم نہیں کرتے کہ ایسی فحش غلطی قابل بیان کب ہو سکتی ہے۔

بریں عقل و دانش بیاہد گریست

جناب من! رجل لفظ عربی ہے۔ جب اس کے معنی میں آٹھ کتابیں نہایت معتبر متفق ہو گئیں تو اب غیاث کی فریاد کون سنتا ہے اور اردو ترجمہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ حالانکہ ان سے بھی مرزائی جماعت کا مطلب نہیں نکلتا۔ کیونکہ موئے فروہشتہ خلاف جعد اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جعد کا دوسرا معنی جو قصیر ہے وہ نہیں۔ بلکہ لٹکے ہوئے بال، رہا یہ کہ سیدھے یا کچھ خمدار تو یہ قید چھوڑ

گئے اور یقیناً مساحت ہوئی۔ کیونکہ تمام عرب کی لغت رجل کا معنی جیسے ضد جمعہ لکھتے ہیں۔ ایسا ہی ضد سبط بھی لکھتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے حوالوں سے پتہ چلتا ہے۔ جیسے نتھی الارب میں ہے۔ میان فروہشتہ و مرغول شدہ موئے او اور ایسی دقیق بحث فارسی والوں کا کام بھی نہیں اور مولوی وحید الزمان نے تو قوسین کے درمیان صاف لکھ بھی دیا ہے کہ سیدھے بال کنگھی پھیرنے کی وجہ سے اور حاشیہ میں بھی یہی صورت تطبیق کی بیان کی ہے تو یہ بھی آپ کو مفید نہ ہوئے۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے میں ضرور کہوں گا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ناواقفی اور سادگی نہیں کہ قاموس اور لسان العرب اور اقرب الموارد جیسی کتابوں کو چھوڑ کر مبلغ تحقیق غیاث اور ترجمہ رکھا جائے۔ افسوس ہے کہ دنیا سے انصاف اٹھ گیا اور محض تعصب رہ گیا۔ والی اللہ المستمکن!

دنیا میں نہیں زور تو محشر میں ستمگر
اللہ کے آگے تری فریاد کریں گے

رسول اللہ کے بال

احادیث میں جناب رسول خدا ﷺ کے بالوں کی وصف آئی ہے۔ جس سے رجل کے معنی کی اور زیادہ کشف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ شمائل (ترمذی ص ۲، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ) میں ہے۔ ”عن الحسن بن علی قال سئلت خالی ہند بن ابی ہالہ وکان وصافاً عن حلیۃ رسول اللہ ﷺ وانا اشتہی ان یصف لی منها شیئاً اتعلق بہ فقال کان رسول اللہ ﷺ فحماً فحماً یتلا لؤ وجہہ تلالو القمر لیلۃ البدر طول من المربوع واقصر من المشذب عظیم الہامۃ رجل الشعر“ ﴿حضرت امام حسنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور ﷺ کا حلیہ مبارک اکثر بیان کرتے تھے اور مجھے شوق تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اوصاف جمیلہ سن کر ذہن نشین کر کے اپنے اندر مناسبت پیدا کروں۔ پس فرمایا کہ آنجناب خود اپنی ذات والاصفات کی وجہ سے بھی ذیشان تھے اور لوگوں کی نظروں میں بھی بہت عالی پایہ تھے۔ آپ کا چہرہ منور ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا قد مبارک متوسط قد والے سے ذرا اونچا تھا۔ لیکن بہت لمبے قد والے سے پست تھا۔ سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ ﴿

”عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ ابیض کانما صبغ من فضۃ رجل الشعر (شمائل ترمذی ص ۲، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ)“

﴿حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس قدر صاف شفاف حسین تھے۔ گویا جناب کا بدن چاندی سے ڈھالا گیا۔ آپ کے بال مبارک قدرے خمدار گھنگرا لے تھے۔﴾

”عن انسؓ قال كان رسول الله ﷺ ربعة وليس بالطويل ولا بالقصير حسن الجسم وكان شعره ليس بجعد ولا سبط (شماثل ترمذی ص ۱، باب ماجاء في خلق رسول الله ﷺ)“ ﴿حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ درمیانہ قد والے تھے۔ خوبصورت جسم والے اور بال آپ کے نہ سخت گھنگرا لے اور نہ بالکل سیدھے (بلکہ درمیانے خمدار تھے)﴾

نیز امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ ”ولم يكن بالجعد القلط ولا بالسبط كان جعداً رجلاً (شماثل ترمذی ص ۱، باب ماجاء في خلق الرسول الله ﷺ)“ ﴿یعنی آپ کے بال مبارک نہ بہت پیچیدہ اور نہ بالکل سیدھے۔ بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔﴾

اور (بخاری ج ۲ ص ۸۷۶، باب الجعد) میں انسؓ سے روایت ہے کہ ”وكان شعر النبي ﷺ رجلاً لا جعد ولا سبط“ یعنی حضور ﷺ کے بال رجل تھے۔ نہ جعد اور نہ سبط۔

(ابن ماجہ ص ۲۵۹، باب اتحاد الجمہ والذوائب) حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ ”كان شعر رسول الله ﷺ شعراً رجلاً“ (انجام الحجاہ شرح ابن ماجہ ص ۲۵۹ حاشیہ نمبر ۳ قولہ شعراً رجلاً) میں ہے۔ ”ای بین الجعودة واسبوطة“

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۸، باب صفة شعر ﷺ وصفاته دحيلته) میں ہے۔ ”كان شعراً رجلاً ليس بالجعد ولا السبط“

(شرح مسلم کامل امام نووی ج ۲ ص ۲۵۸) میں فرماتے ہیں۔ ”قوله كان شعراً رجلاً بفتح الراء وكسر الجيم وهو الذي بين الجعودة والسبوطة قاله الاصمعي وغيره“ یعنی رجل بال درمیانے خمدار کو کہتے ہیں۔ یہی معنی اصمعی وغیرہ سے منقول ہے۔

(شماثل ترمذی ص ۱، باب ماجاء في خلق الرسول ﷺ) براء ابن عازبؓ سے روایت ہے۔ ”كان رسول الله ﷺ رجلاً“ یعنی حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک درمیانے خمدار تھے۔

نیز (بخاری ج ۲ ص ۸۷۶، باب الجعد) ”کان شعر رسول اللہ ﷺ رجلاً ليس بالسبط ولا الجعد“ محشی کرمانی اور عینی (بخاری ج ۲ ص ۸۷۶ حاشیہ نمبر ۶) سے نقل کرتے ہیں کہ ”رجلاً بفتح الراء وكسر الجيم هو الذي بين الجعودة والسبوة فالمذكور بعده كالتفسير له“ یعنی حدیث میں رجلا کے بعد جو ليس بالسبط والجعد آیا ہے۔ یہ صحابی کی تفسیر ہے کہ رجل وہ بال ہیں۔ جو نہ زیادہ گھنگر دار اور نہ محض سیدھے۔ (امام ترمذی شمائل ص ۱، باب ماجاء فی خلق الرسول ﷺ) میں اس کی تفسیر خود فرماتے ہیں۔ ”والرجل الذي فى شعره حجونة اى تثن قليلاً“ اور (قاضی عیاض ص ۹۱، فصل قد أتيناك أكرمك الله من ذكر الاخلاق) میں ”رجل الشعر“ والی حدیث کو حضرت علیؓ و حضرت انسؓ و حضرت ابی ہریرہؓ و حضرت براء ابن عازبؓ و حضرت عائشہؓ و حضرت ابن ابی ہالہؓ و حضرت ابو جحیفہؓ و حضرت جابرؓ و حضرت ام معبدؓ و حضرت ابن عباسؓ و حضرت معرض بن معقیبؓ و حضرت ابوالطفیلؓ و حضرت عداء ابن خالدؓ و حضرت عزمیم ابن فاتکؓ و حضرت حکیم بن حزامؓ وغیر ہم سے روایت کرتے ہیں۔

مرزا نیو! ایمان سے کہو اب غمیث اور ترجمہ کہاں گے۔ جس کو آپ لئے پھرتے ہیں۔ دیکھو رجل اور سبط ایک چیز ہرگز نہیں۔ اب اگر انصاف ہے تو ذرا شرم کرو اور آئندہ مسلمانوں کو اسے صریح دھوکہ میں نہ ڈالو۔ اب ان حوالہ جات کے بعد حضرات ناظرین فیصلہ دیں یا تو تمام اہل لغت عرب اور صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ اور ائمہ محدثین بخاری و مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و قاضی عیاض و امام نووی و عینی وغیرہ کو غلط قرار دیا جائے یا نبی سمیل اللہ صرف ایک مرزا قادیانی کی رائے فاسد کی تخریب کی جائے۔

تطبیق جعد و سبط و رجل

اصل میں بات یہ ہے کہ لغت کی ناواقفی سے انسان کو ایسی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جن میں چکر کھاتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں یہ کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ جب جعد کے دو معنی لغات عرب میں پائے جاتے ہیں۔ پیچیدگی اور چھوٹا پن تو ممکن تھا کہ کوئی شخص جعد سے دوسرا معنی سمجھ لے اور یہ بالوں کے عیب سے ہے تو اس شبہ کو دور کرنے کے واسطے سبط بھی فرما دیا۔ تاکہ لمبائی اور استرسال پر بھی دلالت کرے۔ جس کے ملانے سے جعد السبط ہوئے۔ یعنی لٹکے ہوئے اور تھوڑے خمدار جو بالوں کی غایت درجہ کی وصف ہے۔ چنانچہ (لسان العرب ج ۲ ص ۲۹۳) میں ہے۔ ”وانا قالوا رجل جعد السبوة فهو مدح“ یعنی جب کسی شخص کو عرب والے کہیں کہ یہ جعد السبوة ہے۔ تو کلمہ مدح ہے اور تعریف کا ہے۔ جس کی تشریح دوسرے عنوان میں خود رسول

خدا ﷻ نے یوں فرمائی کہ رجل الشعر یعنی حضرت عیسیٰ کے بال قدرے گھنگروالے تھے۔ کیونکہ جعد میں پیچیدگی اور قصر تھا تو ان دو میں سے محض متوسط پیچیدگی لے لو اور سبط لٹکاؤ اور سیدھا پن تھا۔ ان دو میں سے بھی صرف لٹکاؤ والا معنی لے لو۔ تو نہایت آسانی سے رجل کا معنی حاصل ہے اور کوئی اختلاف نہیں۔

الزامی جواب

اگر جماعت مرزا سیہ خواہ مخواہ ضد کریں کہ نہیں جب ان کے دو محل نکل سکتے ہیں تو اتنی تکلیف کر کے تطبیق کی کوئی ضرورت نہیں تو اچھا پھر ایک اور عیسیٰ بھی آنے والا ہے۔ کیونکہ جعد والا مسیح بنی اسرائیلی ہو اور سبط والا مرزا قادیانی ہو اور رجل والا ابھی باقی ہے۔ میں ایک نیک مشورہ احمد نور کابلی کو دیتا ہوں کہ رجل الشعر والے مسیح خود بن جائے۔ کیونکہ صیغہ چل چکا ہے اور دنیا تو خدائی دعویٰ والے کے ماننے کو بھی تیار ہے اور آپ کا سر چونکہ منڈا ہوا ہوتا ہے تو اگر کوئی زیادہ تحقیق بھی کرے تو فرمادینا کہ میرے بال منڈانے سے پہلے رجل تھے۔ پس کام چل جائے گا۔ نیز اگر ان الفاظ کے اختلاف سے جب حضرت عیسیٰ تین ثابت ہوئے تو لیجئے اپنے خواص دوستوں پر احسان کر کے موسویت کا مدعی بنائے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں یہی تین الفاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی وارد ہوئے ہیں۔ تو امت مرزا سیہ میں سے دو موسیٰ بھی تیار کر لیجئے اور اگر یہاں تطبیق ضروری ہے تو وہاں بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

تطبیق حلیتین

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بخاری میں دو رنگ آئے ہیں۔ ایک احمر اور ایک ادم۔ یعنی سرخ اور گندم گون اور ان دو کا جمع کرنا بغیر تاویل کے صاف ظاہر ہے۔ لیکن المعترض کا الاعمی خواہ مخواہ یہاں بھی اعتراض کر دیتے ہیں کہ چلو جی صاف حدیث میں دو عیسیٰ بن مریم ہیں۔ حالانکہ اس کی تطبیق خود بخاری کی عبارت سے نکلتی ہے۔ چنانچہ (بخاری ص ۲۸۹، باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الكتاب مریم) میں لکھا ہے۔ ”فاذا رجل ادم کا حسن ماتری من ادم الرجال“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام گندم گون رنگ والوں میں سے نہایت عمدہ رنگ والے تھے۔ تو اب ظاہر ہے کہ گندمی رنگ جب احسن طریق پر ہو تو ضرور سرخی دے گا۔ اب ذرا انصاف کو سامنے رکھ کر فرمائیے کہ اس میں بھی اب اختلاف باقی ہے۔ مزید برآں یہ بھی تو دیکھو کہ (بخاری ص ۲۸۹، باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الكتاب مریم) میں صرف احمر کی بڑی تاکید سے نفی موجود ہے۔

”عن سالم عن ابيہ قال لا والله ما قال النبي ﷺ لعيسى احمر ولكن قال بينما انا نائم اطوف بالكعبة فاذا رجل ادم“

حضرت سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احمر سرخ رنگ والا نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ میں نیند میں طواف کعبہ کر رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی گندم گوں نظر آیا۔ آگے طویل مضمون ہے اور مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔

اگر جناب مرزا قادیانی احمر اور آدم کو دیکھ کر خوش ہوئے کہ چلو کام بن گیا۔ دو مسیح ابن مریم بنا کر میری گنجائش نکل آئی تو لیجئے جناب یہاں رسول محمد عربی ﷺ کے بھی دو رنگ موجود ہیں۔ ایک ابیض مشرب جس کا معنی امام ترمذی نے شامل میں خود کیا۔ ”والمشرب الذی فی بیاضہ حمرة“ یعنی مشرب وہ رنگ ہے جس کی سفیدی میں سرخی بھردی گئی ہو اور دوسرا بھی (شامل ترمذی ص ۲، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ) میں ہے۔ ”کانما صبیغ من فضة“ یعنی حضور اکرم ﷺ کا جسم اطہر اس قدر سفید تھا کہ گویا چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ تو اب بتائیے تین دو گے یا محمد بھی دو بناؤ گے۔ شاید مرزائی صاحبان تو جھٹ کہہ دیں گے کہ محمد ﷺ بھی مرزا قادیانی ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا ایک شعر ہے۔

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تزیان القلوب ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۳۴)

نیز اس شعر کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آپ ہیں۔ مگر یہ خوشی خدائے پاک ان کو نصیب نہیں کرتا۔ کیونکہ محدثین و تراجم احادیث علیہم الرضوان نے سب کا جواب دے کر قلع قمع کر دیا اور تین دینے گئے ہیں۔

یہ تھی اختلاف حلیمین والی دلیل۔ جس کی حقیقت آپ کے سامنے کھول کھول کر رکھ دی گئی اور یہ تھا لفظ رطل کا جھگڑا۔ جو لغت عرب اور احادیث صحاح ستہ سے منکشف کیا گیا۔

کوچہ عشق کی راہیں کوئی ہم سے پوچھے
قیس کیا جانے بھلا اگلے زمانے والا

اب حضرات ناظرین پر لازم ہے کہ نظر انصاف سے نتیجہ نکالیں کہ کیا یہاں بھی کوئی دلیل وفات عیسیٰ علیہ السلام کی بن سکتی ہے یا نہ۔ ”واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم، وما علینا الا البلاغ“

اختلاف حلیمین ابن مریم کے لئے
 ہے یہ تطبیق اتم گردیدہ انصاف ہے
 معنی شعر رجل ہرگز نہ سیدھے بال ہیں
 سب لغت اور کل حدیثوں سے یہ مطلب صاف ہے
 جب نہیں مقصد حدیثوں کا سمجھتے اے شفیع
 مولوی فاضل کا بس دعویٰ سراسر لاف ہے

ناظرین کرام! مرزا قادیانی کے دجل کو آپ کا حقہ سمجھ چکے ہوں گے۔ اب آپ کے سامنے ایک اور ایسی چیز پیش کی جاتی ہے۔ جو یقیناً مرزا قادیانی کی عیاری کو روز روشن کی طرح ثابت کرے گی اور بتائے گی کہ مرزا قادیانی کو قرآن کریم سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ چہ جائیکہ معانی و تفسیر کی لاف زنی کرنا اور ایسا ہی فرمان رسالت کو سمجھنا اور اسوہ حسنہ کی مطابعت کرنا ان سے اتنا ہی بعید تھا جتنا کہ مشرک کا توحید کے قریب ہونا۔ چنانچہ مرزا قادیانی ایک اور بے پرکی اڑاتے ہوئے (ازالہ اوہام حاشیہ، ص ۲۵، ۲۶، خزائن ج ۳ ص ۴۹۱، ۴۹۲ ملخصاً) میں لکھتے ہیں کہ:

”وانا علیٰ ذہاب بہ لقا درون کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہوتے ہیں اور یہی زمانہ فی الحقیقت اسلام اور خروج و جال کا بھی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ اس زمانہ سے قرآن اٹھایا گیا اب ان حدیثوں کے مطابق جن میں لکھا ہے ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ہوگا سو میں لے آیا ہوں۔“

بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ جھوٹ کی ٹھیکیداری کا پٹہ کیا روز ازل سے ہی تمہارے نام ہو چکا ہے۔ بندہ زر کبھی یہ بھی تو سوچا ہوتا کہ قرآن کریم کے معانی اور نکات و معارف تم سے کروڑ درجہ بہتر و افضل و اتم حضور سرکار مدینہ ﷺ نے نہ صرف سمجھے بلکہ لفظ لفظ کی وضاحت و تفسیر عملی رنگ میں ایسی فرمائی کہ مشتاقان شیع رسالت پر وانوں کی طرح جیتی جاگتی تصویریں بن گئے۔ انہوں نے ایک ایک ارشاد کو نہ صرف دل کی گہرائیوں میں جگہ دی بلکہ خط خط اور خال خال کو مشعل راہ بنایا۔ آہ! یہ بھی کوئی رموز و نکات ہیں کہ ملہم کے خلاف معنی ہوں، تابعین اس سے محض کورے رہیں۔ تبع تابعین اس سے نا آشنا ہوں۔ تمام مجدد و محدث ان سے مس بھی نہ کریں۔ آخر یہ کیا آفت ہے کہ سرکار مدینہ سے لے کر اس وقت تک وہ سوائے تمہارے کسی کی سمجھ میں نہ آئیں۔ آہ کس منہ سے کہوں تو بہ ہزار بار تو بہ۔ یعنی وہ علم جو تمہیں ٹیپی ٹیپی سے ملا وہ سرکار مدینہ ﷺ کو بھی نہ

ملا۔ خلفائے راشدین اس سے محروم رہے۔ چاروں اماموں کو وہ نصیب نہ ہوا اور کوئی مجدد اس کو نہ پاسکا۔ یہ کیا اندھیر ہے۔ تفسیر اس نظریے، پر لعنت ہے ایسے خیال پر، یہ تو کہنے آیات کو تم مبین مراد باعداد جعفری ٹھہرائے ہو یا بوضع لغت عربیہ۔ حالانکہ قرآن عزیز تو یہ اعلان فرماتا ہے۔

”انا انزلناہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون (یوسف: ۲)“ یعنی اللہ فرماتے ہیں ہم نے قرآن پاک کو عربی زبان میں اس لئے اتارا تاکہ تم اس کو کما حقہ سمجھ سکو۔ یعنی اس کی آیات ظاہر پر حمل کرتی ہیں۔ یعنی دلالت و صیغہ معتبر ہے۔ مراد شارع علیہ السلام سے، نہ کہ اعداد جعفری، ہاں بھائی یہ پیامبری ہے نہ کہ جوگی و رمال کی دوکان مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ قرآن میں آیا ہے۔

”ظہر الفساد فی البر والبحر (روم: ۴۱)“ اب کہئے اس کے معنی بحساب عدد جمل سے لیں گے یا وضع سے۔ اگر عدد سے لیں تو ۱۸۳۶ ہوئے۔ حالانکہ یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ہوا۔ آیا خیال شریف کے بیچ میں، تو معلوم ہوا وہی معنی صحیح ہیں جو درتیمہ ﷺ نے بیان کئے اور وہی قرآنی رموز و معارف کے مفسر اعلیٰ تھے۔ اب آئیے مرزا قادیانی جس آیت کی چوری کرتے ہوئے خواہ مخواہ و جل کی بھٹی میں ابال کھا رہے ہیں۔ اس کے سیاق سابق کو دیکھیں تاکہ مرزا قادیانی کی پارسائی منظر عام پر لائی جاسکے۔

”وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکناہ فی الارض وانا علیٰ ذہاب بہ لقادرون فانسانا لکم بہ جنات من نخیل و اعناب لکم فیہا فواکہ کثیرة ومنہا تاء کلون (مؤمنون: ۱۸، ۱۹)“ ﴿اللہ فرماتے ہیں ہم نے پانی آسمان سے موافق انداز کے اتارا اور ہم اس کے لے جانے پر بھی قادر ہیں۔ پھر ہم نے اسی پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے۔ ان باغوں میں بہت میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔﴾ ناظرین! خدارا انصاف کریں کہ اس آیت شریفہ میں قرآن کریم کے اٹھائے جانے کا جب کہ کوئی ذکر ہی نہیں، تو مرزا قادیانی خواہ مخواہ آسمان کے تارے کیوں توڑ رہے ہیں۔ ہاں مرزا قادیانی لائے تو ہیں۔ مگر وہ قرآن جس میں انگریزی، فارسی، اردو، عربی، سنسکرت، عبرانی، لاطینی کے بے جوڑ و بے ربط کلمات ہیں۔ جیسے شدت بخار میں مریض واویلے کرتا ہے۔

اور اسی آیت کے ساتھ جو حدیث کا ٹانکہ بھی جڑا ہے کہ میں ہی ہومرد فارسی الاصل ہوں۔ جو آسمان سے دوبارہ جا کر اس کو لایا ہوں۔ تو اس کے دو جواب ہیں۔

اڈل! یہ کہ جناب مسیح ابن مریم مشیت ایزدی کے مطابق جب کہ قدرت کردگار خود فاعل ہو۔ مرزا قادیانی کے مذہب میں آسمان پر اس لئے نہیں جاسکتے کہ راستے میں خطرناک کڑے ہیں۔ شکر ہے کہ مرزا تو آسمان پر چڑھ گیا اور قرآن بغل میں دبا کر سیالکوٹ سے نہ آسمان سے سیدھا قادیان میں اتر آیا۔ کیوں مرزا نیویہ جائز ہے نا۔ شرم کرو اور گریبان میں منہ ڈال کر سوچو۔

دوئم! یہ کہ یہ حدیث ”لو كان الايمان معلقاً عند الثريا لناله رجل من فارس (مشکوٰۃ ص ۵۷۶، باب جامع المناقب)“ یہ حدیث آنحضور سرکار دو عالم ﷺ نے اس بوڑھے صحابی سلمان فارسیؓ سے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بیان فرمائی۔ جو تلاش حق میں آنحضور ﷺ کی پیدائش سے قبل آتش پرستی سے بیزار ہو کر بیسوں خانقاہوں میں بھٹکتا ہوا آخر بحیرہ راہب کے یہاں بصرہ میں حاضر ہوا اور یہاں سے خاموش اسی کی خوشخبری پا کر ایک قافلہ کے ہمراہ ہولیا۔ ان دنوں سرکار دو عالم ﷺ مدینہ منورہ میں کفار مکہ کی پورش کی تاب نہ لاتے ہوئے حکم ربی سے ہجرت کر آئے تھے۔ یہ غریب سالار قافلہ کی سنگدلی و بے ایمانی کی وجہ سے اس سفاک یہودن ہرڈویہ کے باپ کے ہاتھوں جس کا نام ایوب تھا غلام ہوئے اور مدتوں غلامی کی کڑی سختیاں برداشت کرنے کے بعد سرکار مدینہ ﷺ کی کمال شفقت و مہربانی سے چالیس اوقیہ سونا اور سو کھجور کے درخت جو یہودی کے باغ میں لگا کر بار آور ہونے پر آزاد ہوئے۔ آہ! یہ یہودی کا باغ رحمت عالم نے اپنے ہاتھ سے لگا کر اپنے عاشق کو قدموں میں جگہ دی۔ اس کے متعلق صحابہ کی جماعت میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو میرے اصحاب میں سے یہ شخص یعنی سلمان فارسیؓ ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا۔

مرزا قادیانی کو اس حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ تو وہ مجنوں ہے جو روز چوری ہپ کر جائے اور خون کے وقت اصل مجنوں کا پتہ دے۔

”عن المغيرة بن شعبه قال ما سال اجد رسول الله ﷺ عن الدجال اكثر مما سألته وانه قال لي ما يضرك قلت انهم يقولون ان معه جبل خبز و نهر ماء قال هو اهلون على الله من ذلك (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۵، باب ذکر الدجال، و مسلم ج ۲ ص ۴۰۳، باب الذکر الدجال)“

مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تجھ کو ضرر نہ پہنچے گا۔ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی تو جناب نے فرمایا وہ خدا کے

ہاں حقیر تر ہے۔ یعنی وہ اس قدر و منزلت کا مالک نہ ہوگا۔ یعنی اس کے پاس فی الواقعہ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہو۔ بلکہ یہ چیزیں محض خیالی طور پر ہوں گی۔ جو دیکھنے والوں کے امتحان کا موجب بنے گی۔ کافر اس سے لغزش کھائے گا اور مومن اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی۔

یہ حدیث اس مضمون کی شاہد ہے کہ صحابہ کرامؓ میں اکثر ذکر دجال کے تذکرے ہوتے تھے اور صحابی طمانیت ایمان کے لئے سرکارِ دو عالم ﷺ سے استفادہ کرتے تھے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے دجال کے بعض خواص عمومی بیان فرمائے۔ یعنی سرکارِ مدینہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو مخاطب فرماتے ہوئے یہ ارشاد کیا قوم یہود میں دجال کے والدین کے ہاں تیس برس سے اولاد نہ ہوئی ہوگی۔ جو دجال پیدا ہوگا۔ یہ لڑکا کانا بڑی بڑی داڑھوں اور کچلیوں والا ہوگا۔ کم منفعت اس کی آنکھیں سویا کریں گی اور دل جاگتا ہوگا۔ اس کا باپ کا قدم ببا خشک گوشت ہوگا۔ چونچ جیسی اس کی ناک ہوگی۔ اس کی ماں موٹی چوڑی لمبی ہوگی۔ (رواہ شرح السنہ)

”عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ ﷺ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۸، باب ذکر ابن صیاد)“

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ کرامؓ کے ساتھ جس میں میرے والد بھی تھے۔ ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ اس وقت نبی مفاصلہ کے محلوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور ایام بلوغت کے قریب سن میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ اس کی پشت پر رکھا اور فرمایا کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اس نے آپؐ کی طرف دیکھا اور کہا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی عرب کے پھر ابن صیاد نے کہا کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ حضور ﷺ نے اس سے قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا۔ ”أمنت بالله وبرسوله“ پھر ابن صیاد سے پوچھا کیا معلوم ہوتا ہے۔ تجھ کو اس نے کہا مجھ کو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے اور کبھی جھوٹ۔ حضور ﷺ نے فرمایا تجھ پر سچ اور جھوٹ خلط کر گیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا میں نے کوئی چیز تجھ سے پوشیدہ کر رکھی ہے۔ وہ آیت تھی۔ ”یوم تاتی السماء بدخان مبین (دخان: ۱۰)“ اس نے جواب دیا دن ہے آپ نے ڈانٹ کر فرمایا دور ہو ہرگز نہ بڑھے گا تو اپنے قدر سے۔ عمرؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا یہ لڑکا اگر وہ ہے تو تو اس پر مسلط نہیں ہو سکتا اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کچھ فائدہ نہیں۔

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ اس کے بعد ناموس الہی ابی بن کعب انصاریؓ کے خرما کے باغ میں تشریف لے گئے۔ جس میں ابن صیاد بھی موجود تھا۔ حضور ﷺ درختوں کی آڑ میں چھپ کر چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں۔ کیونکہ وہ اس وقت بستر پر لیٹا ہوا خفی آواز میں کچھ گنگنا رہا تھا۔ ابن صیاد کی ماں نے حضور ﷺ کے اس ارادے کو سمجھ کر آواز دی اے صاف (یہ اس کا نام تھا) یہ محمد ﷺ ہیں۔ چنانچہ وہ چپ ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے وہیں کھڑے ہو کر ایک عام خطاب کیا۔ آپؐ نے خدا کی حمد و ثناء کے بعد دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو دجال سے ڈراتے گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو ڈرایا۔ لیکن میں تمہیں اس بارہ میں ایسی امتیازی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کہی۔ جان لو کہ وہ دجال کا نا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ و برتر ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۸، ذکر ابن صیاد)

چنانچہ ابو بکر صحابی بیان کرتے ہیں ہم نے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی ایک لڑکا پیدا ہو چکا ہے۔ اس لئے میں اور زبیر بن العوامؓ ملکر دونوں اسے دیکھنے کو گئے۔ چنانچہ ہم نے سب علامات اس میں اور اس کی والدہ میں ویسی ہی پائیں۔ جیسی کہ حضور ﷺ نے بیان فرمائی تھیں۔ یہ حلیہ دجال جس سے آپؐ نے پہلے خبر دی تھی۔ جب صحابہ نے ابن صیاد پر بمعہ اس کے والدین کے منطبق پایا تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ اسی لئے عمرؓ نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اجازت نہ دیتے ہوئے فرمایا۔

”ان یکن هو فلسط صاحبہ وانما صاحبہ عیسیٰ ابن مریم والایکن هو فلیس لك ان تقتل رجلا من اهل العهد“

یعنی اگر یہ دجال ہے تب تو اس کا قاتل نہیں۔ کیونکہ بجز عیسیٰ ابن مریم کے اس کا کوئی قاتل نہیں اور اگر یہ ابن صیاد نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔

ناظرین! یہ ہیں وہ واقعات جن سے کذاب قادیان نے ازالہ اوہام کو طرح طرح کے چکموں سے پر کرتے ہوئے دجل کی مشین چلا کر اردو خواندہ لوگوں کو دھوکہ دیا اور روس اور برطانیہ کو یا جوج ماجوج اور پلگ کو دابتہ الارض اور پادریوں کو دجال کا خطاب دیا۔ حالانکہ فرمان رسالت کی رو سے دجال ایک ہی شخص ہوگا اور اسے سوائے مسیح ابن مریم کے کوئی دوسرا قتل نہ کر سکے گا اور وہ تلوار سے قتل کیا جائے گا نہ کے دلائل سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں کیونکہ مسیح کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہئے اور یہ بھی یاد رہے کہ حدیث کا مطلب ظاہر پر محمول ہوگا۔ یعنی کوئی تاویل قابل قبول متصور نہ کی جائے گی۔ اس لئے کہ جناب عمرؓ نے جب قتل

کی اجازت مانگی تو یتیم مکہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو دلائل سے قتل کرو، اور ایسا ہی مرزا قادیانی یہاں ایک اور چکمہ دیا کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ابن صیاد کے دجال ہونے پر ”ما اشک“ یعنی میں شک نہیں کرتا کہا یہ باپ بیٹوں یعنی جناب عمرؓ اور ابن عمرؓ کے ذاتی خیالات اس بناء پر تھے کہ وہ ابن صیاد کو ان بین علامات سے متصف سمجھتے تھے۔ جو اس پر پورے طور سے فرمان رسالت کے موجب ان کے اجتہاد میں منطبق ہوئی تھیں۔ اس کے بعد جب انہیں بقیہ نشانات بتلا گئے۔ یعنی وہ مکہ اور مدینہ میں نہ جاسکے گا۔ وہ خراسان سے خروج کرے گا اور اس کا قاتل مسیح ابن مریم ہوگا وغیرہ تو جناب عمرؓ کو اپنی غلطی کا پورا پورا یقین ہوا۔ چنانچہ ذیل کی حدیث ہمارے اس بیان کی موید ہے۔

”عن ابن عباسؓ قال خطب عمر بن الخطابؓ وکان من خطبه وانہ سیکون من بعد کم قوم یکذبون بالرجم وبالذجال وبالشفاعة وبعذاب القبر“ جناب عمرؓ کا خطبہ دیتے ہوئے یہ فرمانا کہ تمہارے بعد ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا۔

بھائیو! یہ تمام باتیں مرزائیوں میں موجود ہیں۔ باوجودیکہ دوہری خلافتوں کے دعویدار ہیں۔ مگر آج تک رجم کا نام بھی نہیں سنا اور شفاعت مرزا کے وہ قاتل ہیں اور عذاب قبر کے وہ منکر ہیں اور طرح طرح سے اس پر اسرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی قبر کھود کر عذاب قبر تو بتا دو۔ نیز وہ دجال شخصی کے منکر ہیں۔ گویا جناب عمرؓ کا یہ خطاب آج تیراں سو برس بعد پورا نظر آ رہا ہے اور کیوں نہ آئے۔ جب کہ ان کے متعلق ایسی ہی روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ جس شے کی نسبت کہتے ہیں کہ میں اسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی ہے۔ قیس بن خارقؓ کہتا ہے کہ ہم آپس میں تذکرہ کیا کرتے ہیں کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔

ایک مزے کی چیز بھی یہاں کہہ دوں وہ یہ کہ مرزا قادیانی نے صرف اس لئے کہ چونکہ میں نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا لوگ سوال کریں گے کہ دجال کہاں ہے۔ اس لئے دجال شخصی کی تکذیب کرتے ہوئے بیچارے پادریوں کو دجال کا خطاب جڑتے ہوئے ابن صیاد کی بریت کی دیکھنا انہوں نے ابن صیاد کے دلائل کو نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ وہ دجال شخصی کا قاتل ہوتے ہوئے مندرجہ ذیل طریق سے اپنی بریت بیان کرتا ہے اور فقیر کے خیال میں یہی مرزائیوں کے لئے آکسیری سرمہ ہے۔ کاش وہ اس کو استعمال کر کے مرزا قادیانی کی تصریحات کا مطالعہ کریں۔ پس سنئے ابن صیاد مکہ اور مدینہ کی راہ میں ابو سعیدؓ سے ملاقی ہوا اور تعجب کیا۔

میں بڑا تعجب کرتا ہوں ان لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا رسول خدا ﷺ سے کہ دجال لا ولد ہوگا اور میں صاحب اولاد ہوں اور دجال کافر ہوگا اور میں مسلمان ہوں اور دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور میں مدینہ سے آ رہا ہوں اور مکہ جاتا ہوں۔ اس کے بعد ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا کہ میں قسمیہ کہتا ہوں اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ میں جانتا ہوں محل پیدائش اس کی کو اور مکان اس کے کو اور کہاں ہے۔ وہ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس نے اشتباہ میں ڈال دیا۔ (رواہ مسلم ج ۲ ص ۳۹۷، باب ابن صیاد)

اور ایسا ہی جابر بن عبد اللہؓ کو جب محمد بن منکدرؓ نے کہا کہ تم حلفاً ابن صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو تو جابر بن عبد اللہؓ نے جواب دیا میں نے سنا ہے عمرؓ کو حلف اٹھاتے سرور دو عالم ﷺ کے پاس اور حضور ﷺ نے اس کو نہ روکا۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۸، باب ابن صیاد)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت جابرؓ کا کافی طور پر ابن صیاد کو دجال کہنا صرف اس بناء سے تھا کہ عمرؓ حلف اٹھاتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ کی حلف اپنے اجتہادی زعم پر تھی۔ کیونکہ علامات ابن صیاد پر منطبق ہوتے تھے اور ابھی پورے علامات سنے بھی نہ تھے اور جناب رسالت پناہی کا عمرؓ کو نہ روکنا اس لئے تھا کہ انہوں نے اپنے غالب ظن کی وجہ سے حلف اٹھائی تھی۔

غرضیکہ مرزا قادیانی نے اپنی سنہری ورو پہلی مصلحتوں سے مجبور ہو کر حدیث صحیحہ سے انکار کیا اور انہیں خواہ مخواہ شبہات و استعارات کے ہیر پھیر میں لے گئے۔ صاف و بین مطالب کو آنکھ چھولی کرتے ہوئے کچھ کا کچھ بنا دیا اور جہاں کہیں اپنے مفید مطلب ایک لفظ بھی مل گیا۔ جھٹ اپنے پر چسپاں کر لیا اور ڈنکے کی چوٹ اپنے ہر ماسٹر المبر سے منادی کر دی کہ دیکھو فلاں کتاب میں فلاں بزرگ نے میری تائید میں پہلے ہی لکھ دیا ہے۔ سادہ فہم اور اردو دان اصحاب کی جانے بلا کہ کتاب مذکور میں بزرگ مذکور نے کیا لکھا۔ وہ مرزا قادیانی کی مشاقی میں آ گئے اور یقین کر لیا کہ بروزی نبی ہے۔ رودر گو پال جے سنگھ بہادر جھوٹ ٹھوڑا ہی بولتے ہیں۔ ادھر ہمارے علماء کرام کا کچھ نہ پوچھئے۔ اکثر تو نام کے مولوی اور علم سے محض کورے دادا جان عالم تھے۔ بیٹا مسند نشین ہوا تو باپ کے علم و فضل کا ڈھنڈورا پیٹنے پر اکتفاء کر بیٹھا اور جب پوتے پہ نہ بوت آئی تو کتابیں بیچ کر شکم پری کی اور جو فاقوں نے تنگ کیا تو مست قلندر بنے اور ارادت کیشوں پر دھر رگڑا ہوئے۔ آہ! زمانے میں علم و فضل کے متلاشی نہ رہے اور صاحب علم خال خال رہ گئے اور پھر مرزا قادیانی کے زمانہ میں جب کہ قرآن کریم کے اردو تراجم پر کافر کا خطاب ملے۔

ذیل کا ایک واقعہ مرزا قادیانی کی اس بات پر وال ہے کہ یہ پلگی نبی کس طرح اپنے مفید مطلب دلائل بنا کر لوگوں کو الو بنا لیا کرتے تھے۔

(ایام صلح ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۳ ص ۳۸۲، ۳۸۳) کتاب اقتباس الانوار مصنفہ شیخ محمد اکرم صابری کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے آپ کو بروزی طور پر مسیح ابن مریم ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 ”تصرف کرنے سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت و مجاہدہ پر اور نزول مسیح عبارت اسی بروز سے مطابقت ہے۔“ لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم کے یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں..... متصرف ہوگئی۔“
 اب آئیے اصل کتاب کو ملاحظہ کریں۔

(کتاب اقتباس الانوار ص ۵۲، ۳۳) جناب شیخ محمد اکرم صابری مندرجہ بالا قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ”وایں مقدمہ بغایت ضیف است“

”وایں روایت بر قول کسے راکہ میگوید مہدی ہمیں عیسیٰ علیہ السلام است و تمسک میکند بایں حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم و جواب ایں حدیث هل است بر حذف لا مہدی بعد المہدی المشهور الذین هو من اولاد محمد و علی علیہ السلام الا عیسیٰ علیہ السلام“
 ناظرین انصاف کیجئے کہ شیخ مذکور نے کسی کا قول نقل کرتے ہوئے تردید کی۔ مگر مرزا قادیانی کو اس سے کیا کام۔ انہوں نے جھٹ وہ تردید قبول اڑا لیا اور اپنی صداقت پہ جڑ ڈالا۔ ایک اور لطف کی بات کہہ دوں۔

”میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ وہ اب آسمان سے اتر ہی آوے۔ تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعاء کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترتے دکھائی دیں گے۔ اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعائیں اہل باطل کے مقابل قبول ہونی ضروری نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی دعاء قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گزرنے سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی اور ضرور ہے کہ خدا سے روک رکھے۔ جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں۔ جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے..... اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہو گئیں۔ جن کا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا۔“

(ازالہ اوہام ص ۴۶۳، خزائن ج ۳ ص ۳۷)

اسد سبل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے مرزا قادیانی کی طرح اکثر کفار عرب بڑے طراز ایسے ہی بیہودہ سوال کرتے کہ اے محمد ﷺ اگر تو سچا ہے تو اپنے رب سے سوال کر کہ قیامت جس کا تو اکثر تذکرہ کرتے ہوئے ڈرایا کرتا ہے ابھی آجائے۔ جیسا کہ قرآن شاہد ہے۔
”وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (يسين: ٤٨)“ اس کے جواب میں سرکار مدیہ ﷺ کی زبان فیض ترجمان ہمیشہ یہ جواب دیتی ”قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبين ، فلما راوه زلفه سئت وجوه الذين كفروا وقيل هذا الذي كنتم به تدعون (ملك: ٢٦، ٢٧)“ ﴿اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ (تو فرمایا) کہہ دے تحقیق علم اللہ کو معلوم ہے اور تحقیق میں ہوں۔ ظاہر ڈرانے والا پس جب دیکھیں گے کہ وہ ساعت قریب آگئی تو ان کے چہرے سکتڑ جائیں گے اور منہ سیاہ ہو جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم پکارا کرتے تھے۔﴾

اور ایسا ہی حضور ﷺ کا بعثت ثانی کی خبر دینا اور کفار کا استہزاء کرتے ہوئے بغلیں جھانک کر جواب دینا۔ جس کا قرآن شاہد ہے۔ ”وقالوا اذا كنا عظاما ورفاءا نالمبعوثون خلق جدیدا (بنی اسرائیل: ٤٩)“ ﴿کفار تعجب سے اظہار کرتے تھے کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی۔ پھر ہم کو کس طرح نئی پیدائش میں اٹھایا جائے گا۔﴾

اور مرزا قادیانی کا یہ چمکہ کہ نزول مسیح کو قیامت پر قیاس نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ آچکا کتنا بودا اور مسیحکھ خیز ہے۔ اس لئے کہ آثار قیامت تو ابھی شروع ہی نہیں ہوئے۔ کیا قیامت خیز زلزلے جن کی خبر قرآن پاک نے دی آچکے۔ یا جوج ماجوج نے خروج کر لیا۔ دابۃ الارض نکل آیا۔ امام مہدی کا ظاہر ہو چکا۔ دجال ناپاک کی چہرہ دستیاں شروع ہو گئیں؟ یہ کیا بیہودگی ہے کہ علامات تو ابھی منصفہ شہود سے غائب ہوں اور مسیح ابن مریم کے لئے نزول من السماء کی دعاء پہلے ہی شروع کر دی جائے اور یہ کیا حماقت ہے کہ میں ہی مسیح ابن مریم ہوں۔ مرزا نیواگر کوئی دھریہ تم سے بضد ہو کہ جب خدا حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود ہے تو دکھلا کیوں نہیں دیتے کیا جواب دو گے اور اگر کوئی مسلمان تمہارے مرزائی فرشتوں کے دید کا تقاضہ تمہارے مرزا سے کرتا تو وہ کیا جواب دیتے۔ جنات جن کا ذکر قرآن شریف اور حدیث صحیحہ میں تو اترا سے موجود ہے۔ کسی کے تقاضہ پر ان کے وجود کو دکھا سکتے ہو۔ دور کیوں جاؤں اپنے سر کی مدد ہی کو مجسم طور پر پیش کر سکتے ہو۔ تقاضہ تو

وہ چاہئے جس کا موقعہ اور محل ہو۔ یہ کیا ہے کہ علامات قیامت کو اپنی صداقت منوانے کے لئے قبل از قیامت ہی طلب کیا جا رہا ہے۔ قرآن کریم کو دیکھو وہ نزول مسیح کا وقت ”وانہ لعلم للساعة“ بتا رہا ہے۔ یعنی مسیح ابن مریم قیامت کے نشانات میں سے ایک نشانی ہے۔ کیا قیامت آچکی جو اس نشانی کا تقاضہ ہو رہا ہے۔ کچھ شرم کرو!

اور عمر زمانہ پر تحدی سے سات ہزار سال کہنا یہ بھی نادانی ہے۔ کیونکہ رحمت عالم ﷺ نے یہ بھی تو فرمایا ”لا یجلیہا لو قتها الا هو (اعراف: ۱۸۷)“ ﴿نہیں جانتا اس کے وقت معین کو مگر وہ خود﴾ یعنی اللہ اور ایسا ہی اکثر احادیث میں علم قیامت سے لاعلمی ظاہر فرمائی اور بخاری شریف کی اس حدیث کو دیکھو جو امیر عمرؓ نے بیان کی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر انتہاء تک ذکر فرمایا۔ حتیٰ کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو جہنم میں داخل کر دیا۔ بائیں ہمی مکاشفہ عالیہ کے قیامت کے بارہ میں یہ سوال جبرائیل علیہ السلام نے یوں فرمایا۔ ”ما المسئول عنها باعلم من السائل (بخاری ج ۱ ص ۱۲، باب سوال جبرائیل النبی ﷺ)“ ﴿جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے اعلم نہیں۔ یعنی جیسے سائل کو پتہ نہیں ایسے مسئلہ عنها کو بھی پتہ نہیں﴾

اور کیا حدیث معراج بھول گئی اور بھولتی کیوں نہ جب کہ معراج کے قائل ہی خیر سے نہیں۔ جس میں مسیح ابن مریم میں قیامت کے قرب میں نازل ہونے کا وعدہ الہی بیان فرمایا اور مسیح ابن مریم کے رفع السماء پر حرف گیری کرنا شیوہ اسلام نہیں۔ دہریت اور نیچریت ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث سے روز روشن کی طرح ثابت اور تواتر قومی سے چلا آتا ہے۔ ہاں ایمان بالغیب چاہئے۔ اور مرزا نیو! خرافات مرزا سے تھوڑی مدت کے لئے کنارہ کشی اختیار کرو اور کتب مصدقہ اسلام کا مطالعہ کرو۔ جس میں صعود السماء بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک تمہاری کورچشمی کے لئے درج کرتے ہیں۔

(شرح الصدور ص ۱۷۳) ترجمہ: علامہ جلال الدین سیوطیؒ کفایۃ المتقین سے بروایت یافعی شیخ عمر بن فارض مکی کا چشم دید واقعہ نقل کرتے ہیں کہ شیخ عمرؒ ایک ولی اللہ کے جنازہ پر جا پہنچے فرماتے ہیں کہ جب کہ ہم نماز جنازہ ادا کر چکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر سبز جانور آسمان سے اترے ہیں کہ ان سے آسمان چھپ گیا۔ پس ان میں سے ایک بڑا جانور الگ نیچے اتر اور اس نے اس ولی اللہ کو اس طرح نگل لیا۔ جیسے کہ جانور ایک دانے کو نگل لیتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا۔ لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا

جو وہ بھی آسمان سے اترتا تھا اور نماز میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر اس واقعہ سے تعجب نہ کر۔ کیونکہ وہ شہید جن کی روحیں جنت میں سبز جانوروں کی مواصل میں رہتی ہیں۔ وہ تلواریں کے شہید ہیں۔ لیکن محبت کے شہیدوں کے روح کا حکم رکھتے ہیں۔

شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ اسی کے مشابہ ہے وہ قصہ جس کو ابن ابی الدنیانے ذکر موتی میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد و زاہد پہاڑ کے غار میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا اور دنیا کے لوگوں سے کنارہ کش اس کے زمانہ کے لوگ قحط کے دنوں میں اس سے دعاء منگوا کر تے تھے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان پر ابر رحمت برسایا کرتا تھا اتفاقاً وہ فوت ہو گیا۔ لوگ اس کے غسل کی تیاری کرنے لگے کہ ناگہاں ایک تخت آسمان کی بلندی سے اترتا ہوا نظر آیا۔ یہاں تک کہ ولی اللہ کے نزدیک آ پہنچا اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس تخت کو پکڑ لیا اور اس ولی اللہ کو تخت پر رکھا اور وہ تخت آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور لوگ دیکھتے رہے کہ وہ ہوا میں اڑا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان سے پوشیدہ ہو گیا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اس کا موید وہ واقعہ ہے۔ جس کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بروایت عروہ بن مسعود نقل کیا ہے کہ عامر بن فہیرہ غلام ابی بکرؓ موعونہ کے دن شہید ہوا اور عمر بن امیہ الضمریؓ نے پنجم خود دیکھا کہ وہ اس وقت آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب و غریب واقعہ ضحاک بن سفیانؓ کے اسلام کا باعث ہوا اور عامر بن فہیرہ کے قتل کا اور فرج کا چشم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت ﷺ کی طرف لکھا اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ نے عامر بن فہیرہ کے جسم کو چھپا لیا اور اس کو علیین پر جاتا رہا اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم نے کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کیا کہ عامر بن فہیرہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور ملائکہ نے اس کے جسم کو چھپا لیا اور عامر بن طفیل اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے۔ اس نے عامر بن فہیرہ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا دیکھا۔

اور اسی طرح خبیث بن عدی کی نسبت احمد اور ابو نعیم اور بیہقی نے بروایت عمر بن امیہ بن الضمری روایت کی۔ شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم کے نزدیک خبیث بن عدی کا آسمانوں کی طرف مرفوع ہونا قطعی ہے۔ چنانچہ ابو نعیم نے جواب و سوال کی صورت میں کہا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہمارے نبی ﷺ کی امت میں سے ایک قوم آسمانوں کی طرف اٹھائی گئی اور یہ امر عیسیٰ علیہ السلام کے رفیع سے بھی عجیب تر ہے اور اس کے بعد عامر بن فہیرہ اور خبیث بن عدی اور علا بن خضری کا قصہ بیان کیا۔

اس کے بعد شیخ سیوطیؒ ایک مشہور حدیث سے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی وغیرہ ہم نے بروایت جابرؓ مرتج کیا ہے۔ ان واقعات رفع کے غیر محال اور ممکن الوقع ہونے پر استدلال کر کے کہا کہ غزوہ احد میں جب کہ حضرت طلحہؓ انگلیوں کے زخم کے درد سے کلمہ حس جو عرب کے محاورہ میں شدت درد کے وقت زبان سے نکلتا ہے۔ تو اس وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت طلحہؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے طلحہؓ اگر تو بجائے کلمہ حس کے بسم اللہ کہتا تو ملائکہ بالضرور تجھے اٹھالے جاتے اور لوگ تیری طرف دیکھتے رہ جاتے یہاں تک کہ تو وسط آسمان میں جا پہنچا۔

مرزا قادیانی بلا کے دوران دلش ہر چھوٹے بڑے سانچے میں ڈھل جانے والے۔ باتوں ہی باتوں میں زمین کے قلابے اور آسمان کے ستارے توڑ لانے والے اور لطف یہ کہ سیمابى فطرت کے مالک ہوئے ہیں اور یہ تمام باتیں جو آپ ان کی زبان سے سن رہے اور تمام وہ جدتیں جن کا وہ بار بار اعادہ کرتے ہیں۔ ان کی اپنی ایجاد نہیں۔ یہ تمام اوہام اور مغالطے ان سے قبل ان کے ہم مشرب بزرگ دے کر جو ابدهی کے لئے مع اپنے چیلوں چانٹوں کے بڑی سرکار میں پہنچ چکے ہیں۔ مرزا قادیانی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس بوسیدہ دسترخوان کی ریزہ چینی کر رہے ہیں۔ مگر ایک امتیازی چیز آپ کی بزرگی اور شوخ طبع کی مرہون احسان ہے۔ وہ یہ کہ مرزا قادیانی کی قماش کے لوگوں نے جب ہوس زری و ملک گیری کی تو انہیں مہدی معبود بننے کی سوجھی۔ دنیا جانتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ ان کے اس دعوے نے بڑی بڑی سلطنتوں کو برسوں گنگی کا ناچ نچایا۔ دور کیوں جائیں مرزا قادیانی کے عہد بروز میں ہی محمد احمد سوڈانی نے حکومت مصر اور برطانیہ دونوں کا دم ناک میں کر دیا۔ چھ سو میل کا وہ تمام علاقہ جو مصر کے زیر نگیں تھا۔ محمد احمد کے زیر تسلط ہو گیا۔ یہ تو سوڈان میں ہو رہا تھا۔ ادھر پنجاب میں مرزا قادیانی کے الہامی کارخانے پورے زور سے صبح و شام چل رہے تھے۔ جس میں اعلیٰ قسم کے باریک مکاشفات اور سبز گلابی خوابیں اور عمدہ قسم کی مضبوط پیش گوئیاں بنی جا رہی تھیں۔ غرضیکہ جو سوت اور رنگ اس کارخانہ میں خرچ ہوتا تھا۔ اس کا مقابلہ دوسرے ملز نہ کر سکتے تھے۔ مرزا قادیانی کے کارخانے میں ایک امتیازی چیز ایسی تھی۔ جو دوسرے متنبین سے جدا گانہ تھی اور اس کے لئے ہم مرزا قادیانی کے کمال مطالعہ فکر و سوچ و بچار کی داد دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ ان کے علم و تدبر نے انہیں یقین دلایا کہ مہدی معبود کہلانے والے منزل مقصود کو نہ پاسکے۔ دنیا نے ان کا ساتھ نصف صدی سے زائد نہ دیا۔ آخر جاء الحق و زهق الباطل ہو گیا۔ اس لئے درمیانی منزل کو ہی اڑا دینا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے زمان مہدی سے نہ صرف انکار کیا۔ بلکہ مہدی اور مسیح دونوں کو ایک ہی شخصیت میں مدغم کرتے ہوئے دعویٰ کر دیا کہ

دیکھو حدیث وار قطنی میں آیا ہے۔ ”لا مہدی الا عیسیٰ“ یعنی مہدی کوئی نہیں سوائے عیسیٰ کے اس لئے وہ میں ہی ہوں۔ ذیل میں رحمت عالم کی وہ پیش گوئیاں جو نواب صدیق الحسن خاں والئی بھوپال نے جمع فرمائیں بیان کرتے ہیں۔ جس سے مرزا قادیانی کی پارسائی، بروزیت، مہدویت، مسیحیت کا نشہ ہرن ہو جائے گا۔ کیونکہ رحمت عالم کو خدا کے بعد امت ہی محبوب ہے۔ یہی وجہ ہے جو سرکارِ دو عالم نے قیامت تک کے واقعات کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا تاکہ کوئی متنبی انہیں گمراہ نہ کر سکے اور کسی بات کوئی کاچکہ امت کی گمراہی کا موجب نہ بنیں۔ اس لئے قرآن کریم نے ”رحمت اللعالمین (انبیاء: ۱۰۷) رُوف الرحیم (نور: ۲۰) کافته للناس، بشیراً و نذیراً (سبأ: ۲۸)“

”شاهدا و مبشر نذیر و داعیاً الی اللہ باذنه و سراج منیرا (احزاب: ۴۵، ۴۶)“ کے خطابات سے یاد کرتے ہوئے اخلاق حمیدہ اور صفات ستودہ سے نوازا۔ چنانچہ ان ہزاروں صفات سے ہم صرف ایک کی جانب اس وقت توجہ دلاتے ہیں۔

”حریص علیکم بالمؤمنین رُوف الرحیم (توبہ: ۱۲۸)“
مسلمانو! آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر کم از کم دس مرتبہ درود بھیج کر ذیل کا مضمون پڑھو۔ کیونکہ یہ آپ کی کمال شفقت و مہربانی خیر خواہی و ہر دل عزیز کی کا صدقہ ہے۔ جو کہ صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ امت مرحومہ کسی کے دھوکہ و فریب کا شکار نہ ہو جائے۔
تعارف مہدی معہود

۱..... قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۹۱، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ)

۲..... آسمان سے ندا آئے گی۔ ”الا ان الحق فی ال محمد“ اے لوگو حق آل محمد ﷺ میں ہے۔ (الاشیاء لاشرط الساعۃ ص ۲۰۰، البرزنجی)

۳..... مہدی کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کرتہ شمشیر اور علم ہوگا اور یہ نشان بعد آنحضرت ﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا۔ اس جھنڈے پر لکھا ہوگا۔ ”البیعة اللہ“ بیعت اللہ کے واسطے۔ (الاشیاء لاشرط الساعۃ ص ۱۹۸، البرزنجی)

۴..... امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا۔ اس میں سے پکارنے والا پکارے گا۔ ”هذه المهدی خلیفة اللہ فاتبعوه“ یہ مہدی خلیفہ خدا ہے اس کا اتباع کرو۔

(الحاوی للفتاویٰ المعروف الوردی فی اخبار المہدی ص ۶۱)

-۵ ایک سوکھی شاخ خشک زمین میں لگائیں گے۔ وہ ہری ہو جائے گی۔ اس میں برگ و بار آ جائے گا۔
(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۹۸، البرزنجی)
-۶ کعبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کر دیں گے۔
(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۹۹، البرزنجی)
-۷ دریا ان کے لئے یوں پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے وقت پھٹا تھا۔
(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۹۹، البرزنجی)
-۸ ان کے پاس تابوت سکیں نہ ہوگا۔ جسے دیکھ کر یہود ایمان لاویں گے مگر چند۔
(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۹۹، البرزنجی)
-۹ امام مہدی اہل بیت نبوی میں سے ہوں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا ختم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمد ہوگا۔ دنیا کا مالک نہ ہو جائے اور ایسا ہی ایک دوسری حدیث (ابودود ج ۲ ص ۱۳۱، باب کتاب المہدی) میں ہے۔ ”یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی“ اس کا نام میرے نام پر اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ یعنی ”محمد بن عبد اللہ المہدی من عترتی من ولد فاطمہ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۱، کتاب المہدی)“ اور ایسا ہی ”حاکم، ابن ماجہ (ص ۳۰۰، باب خروج المہدی) عن ام سلمہ“ مہدی میرے کنبہ میں سے فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے۔
-۱۰ مہدی کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔
(رواہ ابو نعیم عن علی کرم اللہ وجہہ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۹۴، البرزنجی)
-۱۱ مہدی کا مقام ہجرت بیت المقدس ہوگا۔
(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۹۴، البرزنجی)
-۱۲ حلیہ مسیح حسب ذیل بیان فرمایا۔
گندم رنگ، کم گوشت، میانہ قد، کشادہ پیشانی، بلند بینی، کمان ابرو، دونوں ابرو میں فرق۔ بزرگ اور سیاہ چشم، سرگین آنکھ، دانت روشن اور جدا جدا، دانے رخسار پر تل، چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کہ کوکب درمی، ریش گھنی، کشادہ ران، عربی رنگ، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران چپ پر ہاتھ ماریں گے۔ کف دست میں نبی کریم ﷺ کی نشانی ہوگی۔
(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۱۹۴، البرزنجی)

پیش گوئی سرکارِ دو عالم ﷺ

”عن حذیفة بن اسید اشرف علینا رسول اللہ ﷺ ونحن نتذاکر الساعة قال لا تقوم الساعة حتیٰ تروعشریات طلوع الشمس من مغربها الدخان والدجال الدابة یاجوج ماجوج نزول عیسیٰ ابن مریم..... الخ! (مسلم ج ۲ ص ۳۹۳، کتاب الفتن و اشراط الساعة)“ ﴿جناب حذیفة بن اسید روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ دریاں حالیکہ ہم صحابہ قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دس علامات سے پیشتر قیامت کا آنا ناممکن ہے۔ سورج کا مغرب سے طلوع کرنا۔ الدخان، دجال، دابۃ الارض یا جوج ماجوج نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔﴾

اونیم یہودیوں! گئے گذرے ایمان سے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ کیا یہ علامات سرکارِ مدینہ ﷺ نے یونہی بیان کر دیں۔ کیا حضور ﷺ کی پیش گوئی یونہی رائیگاں جائے گی۔ کیا مہدی معبود رئیس قادیان ہی ہے اور وہ ان تمام اوصاف کا تو کیا کسی ایک کا بھی حامل ہے۔ کیا اس کے لئے یہ تمام واقعات ظہور پذیر ہو گئے۔ کیا اس کا چہرہ مہر متذکرہ حلیے سے ملتا جلتا ہے۔ آہ! تمہیں افسوس سے کہنا پڑے گا اور بجز اس اقرار کے اور کوئی دوسرا جواب ہی نہیں کہ مرزا قادیانی میں یہ چیزیں مفقود تھیں۔ ہاں یہ علیحدہ امر ہے کہ تم استعارہ مجاز و محاورہ تشبیہ و ظن میں ڈوب جاؤ اور عقیدت کو ہر پہ کھاج ہو جائے۔ مگر یاد رکھو اس الجھن سے کبھی نجات حاصل نہ کر سکو گے کہ مرزا قادیانی مہدی اور مسیح دونوں تو بن گئے۔ یعنی یا مظہر العجائب مسیحیت میں مہدیت غائب مگر یہ کیا تماشہ ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معبود کے علامات نشانات ایک دوسرے سے بالکل جدا گانہ ہیں اور اسی پر بس نہیں مہدی کی جائے پیدائش و مقام ہجرت کے علاوہ حلیہ میں بہت سافرق ہے۔ مہدی ماں اور باپ دونوں رکھتا ہے۔ مگر مسیح بلا باپ کے بطور نشان پیدا ہوئے اور اب آسمان سے نازل ہو رہے ہیں۔ کاش تم لوگ کبھی ان باتوں کو ٹھنڈے دل سے سوچو کہ سرکارِ مدینہ ﷺ کو تم سے ہمدردی و خیر خواہی ہے یا حسد و دشمنی۔ انہیں کیا ضرورت تھی کہ ایک شخص کی آمد کو دو مختلف آدمیوں پر تقسیم کریں اور بار بار حلف اٹھائیں کہ خدا کی قسم یہ ضرور تشریف لائیں گے۔ لوگو! قیامت قائم ہی نہ ہوگی جب تک یہ پیش گوئیاں وقوع میں نہ آئیں۔ خبردار گمراہ نہ ہو جانا۔ جو کچھ کہہ دیا، وہ ضرور ہو کر رہے گا اور یہ بھی تو کہو کہ بھلا اگر مرزا ہی ایسا ویسا ہوتا تو انہیں کیا بخل تھا۔ وہ صاف بیان فرماتے ہیں کہ قادیان میں مرزا سندھی بیگ غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ اور والدہ کا نام چراغ بی بی ہوگا۔ وہ ظلی اور بروزی نبی ہوگا۔ وہ علماء وقت کو نام بنام گن گن کر گندی گالیاں دے گا۔ تمام

امت کو ولد الحرام کتے اور سور بنائے گا۔ جہاد بند کرے گا۔ نصاریٰ کی غلامی کا دم بھرے گا۔ بہت سے چندے لگائے گا۔ ٹل منارہ تیار کرے گا اور بہشتی قبرستان بنائے گا اور بچوں کو اس میں دفن کرنے سے منع کرے گا۔ اپنی کلام کو قرآن کریم سے بلند تر یقین کرے گا اور نکلے غلط اشعار کہے گا اور انہیں اعجازی سمجھے گا۔ اس کے معجزات پلگ ہیضہ اور زلزلے اور قحط ہوں گے۔ اس کے مکاشفات اس کے الہامات نیم دروں نیم بروں ہوں گے۔ اسے ان زبانوں میں الہام ہوں گے۔ جن کو وہ جانتا تک نہ ہوگا۔ اس کی وحی کا کتب ہندو ہوگا۔ اس کے حاشیہ کے گواہ آریہ ہوں گے۔ اس کی خوارک کستوری زعفران، عنبرانیون، کچلے ولایتی بسکٹ اور ٹانک وائٹ وغیرہ ہوگی۔ کہاں تک لکھوں اور کیا کیا گنواؤں۔ خدارا سوچو سمجھو اور فہم و تدبر سے کام لو۔ کدھر جا رہے ہو کسے چھوڑتے ہو اور کسے قبول کرتے ہو۔ کیا یہی صراط مستقیم ہے کہ فخر و دو عالم کے حلف اور پیش گوئیاں قابل اعتماد اور جزو ایمان نہ سمجھی جائیں اور قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال کر کذاب قادیان کی خرافات واہیہ پر یقین کر لیا جائے۔ ذیل میں مسیح موعود کی بشارات وحلیہ ارشاد نبوی سے پیش کرتے ہیں۔ دیکھیں کون کون سعادت مند اسے قبول کرتا ہو قرآن پاک سے پیار کرتا ہے۔

”واطيعوا الله واطيعوا الرسول (ماقده: ۹۲)“ پر عمل کرو اور سچے دل سے غیر کی اطاعت کو چھوڑ دو۔ یقیناً تمہارا ابھلا ہوگا اور شافع محشر تم سے پیار کریں گے اور اگر شومی قسمت ہی رہے تو یاد رکھو وہ روز محشر اللہ میاں سے کہہ دیں گے۔

”وقال الرسول يا رب ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا“ ﴿یتیم مکہ ص ۱۱۱﴾ جناب باری میں کہہ دیں گے کہ یا اللہ یہ وہی قوم ہے جس نے قرآن کو ترک کر دیا تھا۔ ڈرو اس وقت سے جو ہے آنے والا۔ ﴿

جب حقیقی ماں بچے کو بھول جائے گی اور لوگ باولے ہو جائیں گے اور سوائے عرش اور لوئے محمد کے سایہ وساتھی نہ ہوگا۔

بشارات مسیح ابن مریم علیہ السلام

..... نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ میرے اور عیسیٰ ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ تم میں ضرور نزول فرمائیں گے۔ جب ان کو دیکھو تو اس حلیہ سے پہچان لو۔ درمیانہ قدرنگ سرخ وسفید، لباس زردی مائل، گویا ان کے سر سے باوجود تنہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کے لئے لوگوں سے جنگ و قتال کریں گے۔ خدا تعالیٰ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کر دے گا۔ صرف اسلام باقی رہ جائے گا۔ وہ دجال کو ہلاک کریں گے اور زمین پر چالیس سال

تک قیام کریں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۵، باب خروج الدجال)

۲..... آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ میری امت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پس عیسیٰ بن مریم اتریں گے۔ امیر جماعت کہے گا آئیے نماز پڑھائیے۔ فرمائیں گے نہیں تم ایک دوسرے کے امام ہو، خدا نے اس امت کو یہ بزرگی دی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۸۷، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) کی یہ حدیث جو بروایت جاہڑ ہے۔ واضح طور پر بیان مسلم کی دوسری حدیث کو جو بروایت ابو ہریرہ مروی ہے۔ ”کیف اذا نزل فیکم ابن مریم واماکم منکم“ یعنی واماکم منکم سے دوسرا شخص عیسیٰ بن مریم کا مغائر مراد ہے نہ جیسا کہ مرزا قادیانی نے اپنے مطلب کے لئے ہوا اماکم ٹھونس کر اور ترجمہ میں امام بھی وہی جڑ دیا ہے۔

(مسلم ج ۱ ص ۸۷، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

۳..... جناب سرور دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں شب معراج میں ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس تصفیہ کو رکھا گیا۔ انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدائے کریم نے میرے ساتھ یہ عہد کر رکھا ہے کہ قیامت سے قبل دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر برہنہ ہوگی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو گویا پکھل جائے گا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵)

۴..... آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس وحدہ لا شریک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ کو اٹھادیں گے۔ مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ اس کو کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کے مال و املاک سے خدا کے لئے ایک سجدہ کرنا بہتر معلوم ہوگا۔ اس حدیث کے راوی جناب ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ اگر تم ارشاد نبوی کے ساتھ ارشاد الہی بطور دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت کریمہ پڑھو۔ ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ“ یعنی یہود و نصاریٰ میں سے باقی کوئی نہ رہے گا۔ جو جناب مسیح کی موت سے پہلے ایمان نہ قبول کر لے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۹۰، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام)

۵..... عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال قیام فرمائیں گے۔ اگر وہ پتھر پٹی زمین کو کہہ دیں کہ شہد ہو کر بہ جاؤ تو وہ بہ چلے گی۔ (مسند احمد)

چنانچہ مندرجہ بالا احادیث کو جناب امام شوکانی کتاب التوضیح میں درج فرماتے ہوئے
انہیں متواتر کہتے ہیں۔

سیرت مسیح علیہ السلام

عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے۔ پھر
اہل دمشق کو ساتھ لے کر طلبہ دجال میں نہایت اطمینان سے چلیں گے۔

۱..... زمین ان کے لئے سمٹ جائے گی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں کے
اندر تک اثر کرے گی۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، باب ذکر الدجال)

۲..... جس کافر کو ان کا سانس پہنچے گا وہ فوراً مر جائے گا۔ (ایضاً)

۳..... جناب مسیح بیت المقدس کو محصور پاویں گے۔ کیونکہ دجال نے اس کا محاصرہ
کیا ہوگا اور اس وقت صبح کی نماز کا وقت ہوگا۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، باب ذکر الدجال)

۴..... مسیح کے وقت میں یا جوج ماجوج خروج کریں گے اور تمام خشکی و تری پر
پھیل جائیں گے۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، باب ذکر الدجال)

۵..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جائیں گے۔

۶..... دجال ناپاک کو مقام لد پر قتل کریں گے اور اس کا خون اپنے نیزے پر
لوگوں کو دکھائیں گے۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، باب ذکر الدجال)

۷..... مقام فی الروحا سے احرام باندھ کر عازم حج ہوں گے۔

۸..... یتیم مکہ ﷺ کے روضہ پر جائیں گے اور سلام عرض کریں گے۔ حضور
اکرم ﷺ فرماتے ہیں میں ان کو وعلیکم السلام کہوں گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۵۵ حاشیہ)

۹..... جناب مسیح، خنزیر کو قتل کریں گے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰)

۱۰..... جناب مسیح صلیب کو توڑیں گے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ایضاً)

۱۱..... مسیح کے وقت میں تمام مذاہب مٹ جائیں گے اور صرف ایک دین باقی
رہ جائے گا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۶)

۱۲..... جناب مسیح کے زمانہ میں جزیہ یعنی ٹیکس نہ لیا جائے گا۔ وہ اس کو بالکل
منسوخ کر دیں گے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰)

- ۱۳..... مسیح کے وقت میں کوئی غریب و بے زر نہ ہوگا۔ تمام لوگ مستغنی ہوں گے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲ ایضاً)
- ۱۴..... مسیح کے وقت بغض و عناد کی جگہ محبت و اخوت ہوگی۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲ ایضاً)
- ۱۵..... مسیح کے وقت میں بھیر بکری ایک چراگاہ میں امن و امان سے چرے گی۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶)
- ۱۶..... مسیح کے وقت میں بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ ایذا نہ دے سکیں گے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶)
- ۱۷..... مسیح کے زمانہ میں پیداوار کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ کنبہ بھر کے لئے کافی ہوگا۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۲، باب ذکر الدجال)
- ۱۸..... مسیح کے دور میں چوپائے اس کثرت سے دودھ دیں گے کہ ایک ایک بکری کنبہ بھر کو کفایت کرے گی۔ (مسلم ج ۲ ص ۴۰۲، باب ذکر الدجال)
- ۱۹..... مسیح موعود نکاح کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)
- ۲۰..... مسیح موعود روضہ اطہر میں سرکار مدینہ کے پاس دفن ہوں گے اور قیامت کو سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ اکٹھے اٹھیں گے۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔ (ایضاً)
- مرزا نیو! ایمان سے کہو کہ یہ کیا اندھیر ہے کہ تمام خصوصیات کو شیر مادر کی طرح پئے جاتے ہو اور اس شخص کو مسیح موعود سمجھ بیٹھے ہو۔ جس میں ان صفات کا عشر عشر تو کیا ایک بھی نہیں۔ سرکار مدینہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ ڈرو اس مشکل و کٹھن وقت سے جو آ کر رہے گا۔ جہاں ذرے ذرے اور دانے دانے پر باز پرس ہوگی۔ جہاں تمام معصومین یارب نفسی یارب نفسی پکاریں گے۔ وہاں بچپار مرزا اور وہ بھی قادیان کا ظلی سرکاری نبی کس شمار میں ہوگا۔ ڈرو اس برے وقت سے جب اپنے ہاتھ پیر ہی اپنے خلاف شہادت دیں گے۔ وہاں مال کام آئے گانہ اولاد نہ وہاں کوئی ظلی ولی کو پوچھے گانہ بردوزی برازی کو جانے گا۔ ہر تنفس کی جان پہ بنی ہوگی۔ سورج اپنی پوری تمازت سے آگ برسا رہا ہوگا۔ آہ! وہاں نہ پانی ملے گا نہ سایہ۔ ہاں اس مشکل وقت میں ایک اور صرف ایک ہی ہستی ایسی ہوگی جو مطمئن و مسرور اور وہی کام آئے گی۔ شافع محشر وہی ہوگا جس کے فرمانوں کو چھوڑتے ہو۔ ساقی کو ٹروہی ہوگا جس کی پیش گوئیوں پر استہزاء کرتے ہو۔ سایہ اسی کے جھنڈے کے نیچے ہوگا جس کی بشارات کی تاویل میں گھرتے ہو۔ رب

امتی رب امتی وہی پکارے گا جس کے الہام سے ٹھٹھے کرتے ہو۔ واغافلوا! سوچو کیا ظلم کرتے ہو جو اہرات کے عوض پتھر قبول کرتے ہو۔ کس کو چھوڑتے ہو اور کس کو لیتے ہو۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ ابھی وقت ہے اور توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ گڑگڑاؤ اس رب العالمین سے اور چھوڑ دو یہ بروزی و برازی جھیلے ورنہ یاد رکھو روڈ گے اور بچھتاؤ گے۔ مگر افسوس اس وقت تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور سیدھے جہنم کو بلا حساب بھیج دیئے جاؤ گے۔ بخدا سرکار مدیہ ﷺ کا گستاخ کبھی جنت کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ چہ جائیکہ مرزائی جس کے ہاتھوں حضور ﷺ کی عزت اچھالی گئی۔ ان نمازوں پہ ناز نہ کرو۔ ان روزوں کے دھوکے میں نہ رہو۔ ایسے ہی روزے اور نمازیں منافق بھی پڑھتے تھے اور تم سے زیادہ دکھلاوے کے ایثار دکھلاتے ہوئے جنگوں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن ابی کو حضور ﷺ نے اپنے پراہن پاک کا کفن دیا اور نماز جنازہ تک پڑھنے کی نیت کی تو آیت کریمہ (توبہ: ۸۰) اتری کہ میرے حبیب اگر تو ستر بار بھی اس کو مغفرت طلب کرے تو بھی نہ دی جائے گی۔ مگر رحمت عالم کی وسعت قلبی اور رحمت اللعالمینی ملاحظہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ کاش مجھے یہ علم ہوتا کہ ستر بار سے زائد مغفرت طلب کرنے سے اس کی نجات ہو جائے گی تو میں ضرور دعاء کرتا۔ اس لئے ادب سے کہتا ہوں کہ ابھی وقت ہے توبہ کرو تا کہ نجات مل جائے۔

وقت پر کافی ہے قطرہ ابر خوش ہنگام کا

جل گیا جب کھیت پھر برسا تو وہ کس کام کا

بھائیو! حیات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو چھپا ہوا ہو یا جس کے متعلق کسی زمانے میں خیر القرون سے لے کر تا اب ایسے زماں کسی اہل اللہ نے اختلاف ہی کیا ہو۔ یہ مسئلہ تو تو اتر قومی سے متفقہ اجتماعی مسئلہ چلا آیا ہے۔ بلکہ فقیر کے خیال میں تو مرزا آجہانی باوجود یکہ مراقی تھا اور حافظ اچھانہ تھا۔ لیکن باایں ہمہ حیات مسیح و نزول مسیح کا اسی طرح قائل تھا۔ جس طرح کے حسب ذیل بزرگان ملت قائل چلے آتے ہیں۔ ہاں جب جلب زری اور پیٹ پوجا کا بخار ہائی ٹمبر پیچر سے تجاوز کر گیا تو انکار کر بیٹھا بھائی ظفر کیا خوب کہہ گئے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا گو ہو کیا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یا خدا نہ رہے جسے تیش میں خوف خدا نہ رہا

اسمائے گرامی قائلین حیات و نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام

صاحب خیر القرون قرنی یعنی جناب رسول اکرم ﷺ اور جناب کے بہترین زمانہ کے

سعید لوگ جو جناب کے ہم جلس رہے۔ مثلاً جناب ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ اسد اللہ، حضرت عکرمہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عثمانؓ بن ابی العاصؓ، حضرت نھلهؓ انصاریؓ، حضرت حذیفہ بن اسیدؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت ابوالامامۃ الباہلیؓ، حضرت ربیعؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت انسؓ، حضرت کعبؓ، حضرت ابی العالیہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت ابی مالکؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، جنابہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ، جنابہ ام المؤمنین صفیہؓ، جنابہ ام شریک بنت ابی الفکر، حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور تمیم داریؓ وغیرہ اس کے علاوہ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، بیہقی، طبرانی، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، حاکم، ابن جریر، ابن حبان، امام احمد، ابن ابی حاتم، عبدالرزاق، قتادہ، سعید بن منصور، ابن عساکر، اسحاق بن بشر، ابن ماجہ، ابن مردویہ، بزاز، شرح السنۃ، نعیم، شیخ سیوطی، علامہ ذہبی، ابن حجر عسقلانی، قسطلانی، امام ابو حنیفہ۔ تمام آئمہ شافیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ شیخ اکبر صاحب فتوحات، مجدد وقت حضرت امام ربانی و سائر صوفیہ کرام اور تابعین مثلاً ابن سیرین اور امام شوکانی اور ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور قبل از قیامت آسمان سے نزول اجلال فرمائیں گے۔

ناظرین! اب ہم آپ کے سامنے مرزا قادیانی کے چند ایک اصول پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

رئیس قادیان کے مصدقہ اصول

نمبر ۱: (برکات الدعاء ص ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۱۸، ملخصاً) ”قرآن شریف کے وہ معانی و مطالب سب سے زیادہ قابل قبول ہوں گے۔ جن کی تائید قرآن شریف ہی میں دوسری آیات سے ہوتی ہو یعنی شواہد قرآنی۔“

نمبر ۲: (برکات الدعاء ص ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۱۸) ”دوسرا معیار تفسیر رسول کریم ﷺ ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ نبی حضرت رسول اللہ ﷺ تھے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ سے کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے۔ نہیں تو اس میں الحاد و فلسفیت کی رگ ہے۔“

نمبر ۳: (برکات الدعاء ص ۱۸، خزائن ج ۶ ص ۱۸) ”تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے نوروں کے حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے

پہلے وارث تھے اور خدا تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الہی ان کی قوت مدرکہ کے ساتھ تھی۔ کیونکہ ان کا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔“

نمبر: ۴: (شہاد القرآن ص ۴۸، خزائن ج ۶ ص ۳۴۴) ”یہ یاد رہے کہ مجدد لوگ دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے۔ گم شدہ دین کو پھردلوں میں قائم کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے من کفر بعد ذالک فالولک ہم الفاسقون“

نمبر: ۵: (ازالہ اوہام ص ۴۰۹، ۵۴۰، خزائن ج ۳ ص ۳۱۲، ۳۹۰) ”نصوص کو ظاہر پر حمل کرنے پر اجماع ہے۔“

نمبر: ۶: (حماتہ البشری ص ۱۵ حاشیہ، خزائن ج ۷ ص ۱۹۲) ”والقسم یدل علی ان الخبر محمول علی الظاهر لا تاویل فیہ ولا استثناء الا ای فایدة فی ذکر القسم“
﴿کسی حدیث میں قسم کا ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کے ظاہری معنی ہی قابل قبول ہوں۔ اس میں تاویل کرنا یا استثناء جائز نہیں۔ ورنہ قسم میں فائدہ کیا رہا۔﴾

نمبر: ۷: (انجام آقہم ص ۱۴۴، خزائن ج ۱۱ ص ۱۴۴) ”جو شخص کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے تو اس پر خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرا مقصود ہے اور یہی میرا مدعا ہے۔ مجھے اپنی قوم سے اصول اجماعی میں کوئی اختلاف نہیں۔“

نمبر: ۸: (ازالہ اوہام ص ۳۲۸، خزائن ج ۳ ص ۲۶۷) ”مومن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے۔“

نمبر: ۹: (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۰۴ حاشیہ، خزائن ج ۲۱ ص ۳۷۶) ”صحابہ کا اجماع وہ چیز ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔“

نمبر: ۱۰: (براہین احمدیہ ص ۲۳۳ حصہ پنجم، خزائن ج ۲۱ ص ۴۱۰) ”شرعی حجت صرف صحابہ کا اجماع ہے۔“

نمبر: ۱۱: (تریاق القلوب ص ۱۴۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۵ ص ۴۶۱) ”صحابہ کا اجماع حجت ہے۔ جو کبھی ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔“

نمبر: ۱۲: (از حکیم نور دین اخبار بدر قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۱۴ء) ”صحابہ کے روزانہ برتاؤ اور زندگی ظاہر و باطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت ﷺ کی عکسی تصویریں تھیں۔ پس اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ کیا ہوگا۔“

کذاب قادیان کا چیلنج

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴، ۲۵۵) ”یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگر ہے تو کم از کم تین سو چار سو صحابہ کا نام تو لیجئے۔ جو اس بارہ میں اپنی شہادت دے گئے ہوں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔“

ناظرین! مرزا قادیانی کے چیلنج کو بنظر غور ملاحظہ فرمائیں اور اس کے جواب میں احادیث صحیحہ کو ایمان کی روشنی میں دیکھیں۔ ایک ایک حدیث میں بیس بیس راوی یکے بعد دیگرے یوں روایت کرتے ہیں کہ ”عن فلان ابن فلان عن فلان ابن فلان“ یہ سلسلہ لگا تار چلتا سرکارِ مدینہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ تب حدیث کے الفاظ شروع ہوتے ہیں۔ ہم نے اسی چھوٹی سی کتاب میں نہایت اختصار سے پچاس کے قریب احادیث نقل کی ہیں۔ اب حساب لگائیے کہ مرزا قادیانی کے مطالبے سے زیادہ راوی بیان ہوئے یا بقول مرزا قادیانی ایک دو، اس کے علاوہ اس میں بعض ایسی بھی احادیث ہیں جس میں چار چار ہزار صحابی موجود ہیں یا بعض ایسے خطبات نبویہ ہیں جس میں تمام ناموس ملت شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اجماع امت کو ثابت کرنے کے لئے ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ مرزا قادیانی کے مسلمہ اور مصدقہ مجددین زمان یعنی قرون اولیٰ سے تا ایں زمان کے فرداً فرداً عقائد آپ کے سامنے پیش کئے جائیں۔ چنانچہ جناب محمدی کے وہ شیریں مقال بوستان نغمہ سرا ہوتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

(امام الامامہ جناب نعمان بن ثابت ابوحنیفہ فقہ اکبر ص ۹، ۸) میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”وخرج الدجال وياجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى عليه السلام من السماء وسائر علامات يوم القيمة على ماوردت به الاخبار صحيحة حق كائن“ ﴿دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دیگر علامات قیامت جیسا کہ احادیث صحیحہ و آثار صحابہ میں آچکی ہیں۔ وہ سب کی سب حق ہیں اور واقع ہونے والی ہیں۔﴾

مرزا قادیانی درمدح امام می گوید

(ازالہ اوہام ص ۵۳۰، ۵۳۱، خزائن ج ۳ ص ۳۸۵) ”حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف (ابوحنیفہ) اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور روایت اور فہم و فراست میں آنمہ ثلاثہ باقیہ

سے افضل و اعلیٰ تھے اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دست گاہ تھی اور ان کی فطرت کو کلام الہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے۔ اسی وجہ سے اجتہاد اور استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا مسلم تھا۔ جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے۔ سبحان اللہ! امام موصوف بہت زیرک اور ربانی امام تھے۔“

فقیر کے خیال میں مرزا قادیانی کی اس قابل قدر و لائق حمد رائے کے بعد وہ بڑا ہی بد بخت انسان ہے جو ایسے پاک باز ربانی امام کے عقیدے پہ شک لائے یا کوئی جرح و قدح کرے۔ مبارک ہے وہ جو جناب امام کے حکم کو چومے اور سر آکھوں پہ جگہ دے۔

امام مالکؒ

مرزا آنجہانی قادیانی ظلی و بروزی نبوت کے دعویدار کتاب ”مجمع البحار و شرح اکمال الامکال“ کا حوالہ دیتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں۔ ”قال مالک مات عیسیٰ“ چنانچہ (ایام الصلح ص ۱۳۶، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۱) پر لکھتے ہیں کہ: ”امام مالکؒ نے کھلے طور پر بیان کر دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔“

اور ایسا ہی ایک دوسری مقام (ایام الصلح ص ۳۹، خزائن ج ۱۴ ص ۲۶۹) پر یوں کہا: ”امام ابن حزمؒ اور امام مالکؒ بھی موت عیسیٰ کے قائل ہیں اور ان کا قائل ہونا گویا امت کے تمام اکابر کا قائل ہونا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ کے اکابر علماء سے مخالفت منقول نہیں اور اگر مخالفت کرتے تو البتہ کسی کتاب میں اس کا ذکر ہوتا۔“

دندان شکن جوابات

ناظرین! مرزا قادیانی کو یوں تو بہت سی جسمانی بیماریاں تنگ کئے ہوئے تھیں۔ مگر قطع نظر اس کے انہیں دو عوارض اور ایسے لگے ہوئے تھے جو جنون کے مراتب تک پہنچ چکے تھے۔ یعنی عشق محمدی بیگم منکوحہ آسمانی اور خط مسیحیت۔ چنانچہ ہم اس وقت موخر الذکر پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

نمبر ۱:..... مرزا قادیانی کی عادت تھی کہ وہ انجیل قرآن حدیث و اقوال الرجال میں سے کوئی ایک لفظ چاہے اس کا سیاق و سباق کس قدر مخالف ہو اڑا کر اپنے حسب حال بناتے ہوئے مفید مطلب سمجھ کر اپنے پہ چسپاں کر لیا کرتے تھے اور ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیا کرتے تھے کہ دیکھو انجیل میری صداقت میں کہہ رہی ہے کہ مسیح موعود کے وقت سخت طاعون پڑے گی۔ اب کس کو

ضرورت ہے کہ انجیل کو دیکھے۔ عوام اور لٹومریڈ آ منا و صدقا کہتے ہوئے قبول کر لیتے ہیں۔ مگر جب محققین اس کی تلاش میں نکلتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ جو چیز مرزا قادیانی نے اپنی صداقت پر کبھی سخی وہی کذابت پر دال ہے۔ یعنی وہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ مری اور کال جھوٹے مسیحوں کے زمانہ میں ہوں گے۔

نمبر ۲:..... مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ سورۃ تحریم میں میری پیش گوئی درج ہے۔ مگر جب قرآن عزیز کو دیکھتے ہیں تو وہ بلند آواز سے افتراء پر دازی پر لعنت اللہ علی الکاذبین کہتا ہے۔
نمبر ۳:..... (مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ، فصل ثالث) میں ایک حدیث ہے۔
”عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے۔ شادی کریں گے ان کے ہاں اولاد پیدا ہوگی۔ اس کے بعد فوت ہو کر میرے مقبرے میں میرے ساتھ دفن ہوں گے۔“

چنانچہ جن دنوں مرزا قادیانی محمدی بیگم کے عشق میں باد لے ہو رہے تھے اور ہر جائز و ناجائز میں تمیز اٹھ گئی تھی۔ آپ نے اس ساری خلاف مضمون حدیث کو نہایت غصے کی نظر سے دیکھتے ہوئے صرف دو الفاظ کو پسند فرمایا۔ یعنی یتزوج ویولد لہ اور اعلان کیا کہ دیکھو رسول پاک نے بھی پہلے ہی سے میرے اس آسمانی نکاح کی تصدیق کرتے ہوئے مندرجہ بالا الفاظ فرمائے۔ مگر افسوس ہوا کہ نہ ڈھولک بجی نہ بندر ناچا۔ یعنی خیر سے یہ اللہ میاں کا باندھا ہوا آسمانی نکاح کچا ہی نکل گیا۔

نمبر ۴:..... مفسرین نے جس امر کو نصاریٰ کا قول یا کسی ایک مسلم کی رائے قرار دیتے ہوئے عام تذکرہ کرتے ہوئے تنقید کی مرزا قادیانی نے جھٹ وہ قول اڑا لیا اور کہہ دیا دیکھو یہ فلاں بزرگ کا مذہب ہے۔ چنانچہ وہ فلاں کتاب میں لکھتا ہے۔ مثلاً (بیضاوی ج ۱ ص ۱۴۰، زیر آیت یعیسیٰ انی متوفیک) میں لکھا ہوا دیکھا۔

”قیل اماتہ اللہ سبع ساعات ثم رفعہ اللہ الی السماء والیہ ذہب النصاری“ یعنی یہ قول کہ عیسیٰ علیہ السلام رفع سے قبل سات ساعت تک مرے رہے۔ یہ نصاریٰ کا قول ہے اور (معالم ج ۱ ص ۱۶۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۹) میں ہے۔ ”قال وهب توفی اللہ عیسیٰ ثلاث ساعات من النهار ثم احیاه ثم رفعہ اللہ الیہ وقال محمد بن اسحاق ان النصاری یزعمون ان اللہ توفاه سبع ساعات من النهار ثم احیاه ورفعہ الیہ“

مضمون کی طوالت سے ڈرتے ہوئے انہیں امثلہ پراکتفا کرتے ہیں اور اصل چیز پر روشنی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ جس کتاب سے مرزا قادیانی نے یہ قول اڑایا ہے۔ اس عبارت کو نقل کرتے ہیں۔

(مجمع البحار ج ۱ ص ۵۳۴) میں مصنفہ امام محمد طاہر گجراتی نے اس قول کو نقل کیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے سیاق و سباق کو چباتے ہوئے دو دو نے چار روٹیاں پراکتفا کر لیا ہے۔ ”قال مالك مات لعله ارا درفعه على السماء وحقيقته ويجئى اخر الزمان التواتر خبر النزول“ یعنی امام مالک کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ سو گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے۔ کیونکہ ان کے نزول کی خبر احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

مرزا یو! ایمان سے کہو یہی قادیانی دیانت ہے کہ اگلا پچھلا ہضم اور پیغمبری ختم اور اگر مات کے معنی سونا کرنے سے رگ الحاد پھڑ کے تولفت عرب کو دیکھو۔ (قاموس)

قرآن عزیز میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”وهو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنهار (انعام: ۶۰)“ ﴿اللہ وہ ذات پاک ہے جو رات کو تمہیں سلا دیتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن میں کما تے ہو۔ بعض سلف کا یہ بھی مذہب ہے کہ جناب عیسیٰ آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل سلا دیئے گئے تھے۔ تاکہ اتنی دور دراز مسافت آرام سے سوتے میں کٹ جائے اور طبعاً وخت اثر انداز نہ ہو۔﴾

اور اگر اس آیت کریمہ پر بھی اعتبار نہ آئے تو اپنے گھر کی خبر لو اور مرزا قادیانی کے دستخط پچاننے کی کوشش کرو۔

نمبر: ۱..... ”امات کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلا نا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۹۴۳، خزائن ج ۳ ص ۶۲۱)

نمبر: ۲..... ”لغت کی رو سے موت کے معنی نیند اور ہر قسم کی بیہوشی بھی ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۹۴۲، خزائن ج ۳ ص ۶۲۰)

نمبر: ۳..... ”لغت میں موت بمعنی نوم اور غشی بھی آتا ہے۔ دیکھو قاموس“

(ازالہ اوہام ص ۹۴۰، خزائن ج ۳ ص ۴۳۵)

باقی رہا امام مالکؒ کا مذہب تو وہ وہی ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی بتائی ہوئی وہی محبوب کتاب یعنی (مسلم شرح اکمال الاکمال جلد اول ص ۴۳۶، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) میں وضاحت یہ قول امام مالکؒ کا درج ہے۔ ”وفی العتبية قال مالک بینما الناس قیام یتستصفون لا قامة الصلوة فتغشاهم غمامة فاذا نزل عیسیٰ“ یعنی کہا مالک نے لوگ نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے ہوں گے کہ ایک بدلی چھا جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

اور لطف تو یہ ہے کہ تمام علماء مالکیہ نے جناب امام مالکؒ کے قول کی پوری پوری وضاحت کرتے ہوئے ان کا مذہب صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔

(شرح مواہب قسطانی ج ۶ ص ۷۱) میں جناب علامہ زرقانی مالکیؒ لکھتے ہیں کہ: ”جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ رسول کریم ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم دیں گے۔ الہام کی مدد سے یا روح محمدی کی وساطت سے یا اور جس طرح اللہ چاہے گا مثلاً کتاب اور سنت سے اجتہاد کر کے، پس اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدی کے خلیفہ ہوں گے۔ مگر وہ اپنی نبوت و رسالت پر بھی قائم رہیں گے اور اس طرح نہیں ہوگا جیسا کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ نبوت رسالت سے الگ ہو کر محض ایک امتی کی حیثیت سے ہوں گے۔ کیونکہ نبوت اور رسالت تو موت کے بعد بھی نبی اور رسول سے الگ نہیں ہوتی۔ پس اس شخص یعنی عیسیٰ بن مریم سے کیسے الگ ہو سکتی ہے۔ جو ابھی زندہ ہے ہاں وہ امتی ہوگا۔ مگر اس کی نبوت اور رسالت بھی اس کے ساتھ ہی رہے گی۔“

ناظرین! مرزا قادیانی کی بتائی ہوئی ایک چیز یعنی امام مالکؒ کا مذہب آپ کے سامنے ہے۔ جو زبان قال سے مرزا قادیانی کے دروغ پر شاہد ہے۔ اب دوسری شق یعنی امام ابن حزمؒ کا مذہب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی بڑے ہی صادق ہیں۔ شاید قادیانی اصطلاح میں دروغ گوئی کو عین صداقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ابو محمد ابن حزم محدثؒ

(کتاب الفصل والصلل والنخل ج ۷ ص ۷۷) میں زیر آیت ”وما قتلوه وما صلبوه“

میں حسب ذیل ارشاد فرماتے ہیں۔

”وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم . انما هو اخبار عن الذين يقولون بتقليد الا سلافهم من النصارى واليهود انه عليه السلام قتل و صلب فهؤلاء شبه لهم القول اى ادخلوا فى شبهة منه وكان المشبهون لهم

شبوخ السؤفی ذالك الوقت وشرطهم المدعون انهم قتلوه وصلبوه وهم يعلمون انه لم يكن ذالك وانما اخذوا من امكنهم فقتلوه وصلبوه في استتارو منع من حضور الناس ثم انزلوه ودفنوه تمويها على العامة التي شبه الخبر لها“ ﴿یعنی حافظ ابن حزم آیت مجوسہ میں فرماتے ہیں یہ لوگ اپنے اسلاف کی تقلید کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کئے گئے اور پھانسی دیئے گئے اور وہ شبہ میں پڑ گئے اور ان کو شبہ میں ڈالنے والے ان کے بڑے شیخ تھے جو اس وقت میں تھے اور ان مدعیوں نے یہ شرط کی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں۔ نہ کہ پھانسی اور وہ جانتے تھے کہ اس طرح نہیں۔ بلکہ ان کو ان کے مکان سے پکڑ کر کے قتل کیا اور پھانسی دیا کسی پردے میں اور لوگوں کو حاضر ہونے سے منع کر دیا۔ پھر وہاں سے اتار کر اس کو دفن کیا۔ درآ نحالیکہ یہ ملیح سازی کرنے والے تھے ان عوام پر جن کو شبہ تھا۔﴾

نمبر: ۲..... (کتاب الملل مصری ج ۳ ص ۱۱۴، زیر آیت وکن رسول اللہ وخاتم النبیین) پر فرماتے ہیں۔ ”ان عیسیٰ ابن مریم سینزل..... فی الاثار المسنده الثابتة من نزول عیسیٰ بن مریم فی آخر الزمان“ ﴿تحقیق عیسیٰ ابن مریم نازل ہونے والا ہے اور آٹھ صحیحہ ثابتہ سے ثابت ہے کہ مسیح آخری زمانہ میں نازل ہوگا۔﴾

نمبر: ۳..... (کتاب الفصل فی الملل والنحل ج ۱ ص ۹۵، الفرق بین المعجزة والسر) ”انہ ای نبی ﷺ اخبارانہ لا نبی بعده الا ماجات الاخبار الصحاح عن نزول عیسیٰ علیہ السلام الذی بعث الی بنی اسرائیل وادعی الیہود قتله وصلبه فوجب الاقرار بهذه الجملة“ ﴿آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں ہوگا۔ بجز اس ہستی کے جس کا نام صحیح احادیث سے ثابت ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کی طرف منسوب ہوئے اور یہود نے ان کے قتل اور سوئی پر چڑھانے کا دعویٰ کیا۔﴾

نمبر: ۴..... (کتاب الفصل فی الملل والنحل ج ۲ ص ۲۶۹، الکلام فیین یکر ولا یکر) ”واما من قال ان اللہ عزوجل هو فلا انسان بعینه او ان اللہ تعالیٰ یحل فی جسم من اجسام خلقه او ان بعد محمد ﷺ نبیا غیر عیسیٰ ابن مریم فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ لصحة قیام الحجة“ ﴿اور ایسا ہی جس کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فلا شخص ہے یا یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے جسم میں حلول کر جاتا ہے یا یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد عیسیٰ ابن مریم کے سوا اور نبی ہوگا تو اس کے کافر ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔﴾

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خوب چاک دامن ماہ کنعاں کا

اونیم یہودیو! کچھ تو کہو کہ جناب ابن حزمؒ مرزا قادیانی کی تصدیق فرما رہے ہیں یا تکذیب وہ تو صاف الفاظ میں تمہیں کافر کہہ گئے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سوا بھی کوئی دوسرا نبی سرکارِ دو عالم ﷺ کے عہد رسالت میں آسکتا ہے۔ وہ پکا مشرک و بے ایمان ہے اور جناب مسیح کیوں آسکتے ہیں اس لئے کہ وہ قیامت کے نشانات میں سے ایک نشانی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”وانہ لعلم للمساعة فلا تمترن بها فاتبعون هذا صراط مستقیم (زخرف: ۶۱)“ یعنی جناب مسیح علامات قیامت کی ایک خاص علامت ہیں۔ خبردار تمہیں کوئی یہودی بہکانہ دے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میرے ارشادات کی پیروی کرو وہ ضرور آئیں گے اور ان کی آمد پر صدق دل سے ایمان رکھو یہی سیدھا راستہ ہے۔ ﴿

مرزا آنجمانی در مدح امام ابن حزمؒ می گوید

(ازالہ اوہام ص ۲۶۲، خزائن ج ۳ ص ۲۳۲) ”غایۃ الوصلۃ ان یکون الشیعی عین ما ظہر ولا یعرف کما رایت رسول اللہ ﷺ وقد عانق ابن حزم المحدث فغاب احدهما فی آحر فلم نرالا واحد او هو رسول اللہ ﷺ فهذه غایۃ الوصلۃ وهو المعبر عنه بالاتحاد“

(فتوحات مکیہ باب ۲۲۳) مندرجہ بالا عبارت رئیس الکاشفین حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی نقل کر کے مرزا قادیانی ترجمہ فرماتے ہیں۔ یہ عبارت صرف اس لئے بیان کرتے ہیں کہ مابدولت رئیس قادیان بھی اکثر بیداری کی حالت میں آنحضور ﷺ سے ملتے ہیں۔ (معاذ اللہ) جیسا کہ جناب ابن حزم محدث معانفہ فرمایا کرتے تھے۔ بہر حال ہمیں اس وقت یہ جتلانا مقصود ہے کہ مرزا قادیانی کی نظر میں ابن حزمؒ کے لئے کس قدر عظمت و بزرگی ہے۔ اب عبارت بالا کا ترجمہ مرزا قادیانی کی قلم کا ملاحظہ فرمائیں اور خدا را انصار کریں کہ کیا ایسا بزرگ بھی کسی غلط عقیدے پر رہ سکتا ہے۔

ترجمہ: ”یعنی نہایت درجہ کا اتصال یہ ہے کہ ایک چیز بعینہ وہ چیز ہو جائے۔ جس میں وہ ظاہر ہو اور خود نظر نہ آوے۔ جیسا کہ میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ابو حزمہ بن حزم محدث سے معانفہ کیا۔ پس ایک دوسرے میں غائب ہو گیا۔ جز ایک رسول اللہ ﷺ کے نظر نہ آیا۔ (ایضاً)“

جناب امام احمد بن حنبلؒ مجدد صدی دوم

مسند امام احمد میں بہت سی احادیث جناب عیسیٰ بن مریم کے صعود و نزول کے متعلق لکھی ہوئی ہیں۔ جن میں نہایت شرح و بسط سے حیات مسیح کو ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ سابقہ اوراق میں ہم نے کئی ایک ان میں سے ہدیۃ پیش کی ہیں۔ اس لئے ہم یہاں صرف ایک اور حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

”قال ابن عباسؓ لقد علمت آية من القرآن وانه لعلم للساعة قال هو خروج عيسى ابن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة“ ﴿حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کے قرب کا ایک نشان ہے۔﴾ (رواہ مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۸)

جناب امام محمد بن ادریس شافعیؒ مجدد صدی دوم

جناب امام شافعیؒ اور امام مالکؒ جناب امام محمدؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور جناب امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔

جناب امام شافعیؒ کا وہی مذہب ہے جو امام محمدؒ اور جناب ابوحنیفہؒ کا تھا۔ چونکہ اس مسلک میں ان کو کلی اتفاق تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کے متعلق کچھ نہ لکھا اور خاموشی اختیار کی اور اگر انہیں اس میں کچھ اختلاف ہوتا تو وہ ضرور اظہار کرتے اور یہ مسئلہ بھی کچھ ایسا پیچیدہ نہیں۔ کیونکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے اور تابعین تبع تابعین کا اس پر پورا پورا اتفاق ہے اور قرآن کریم اس کی شہادت کا پوری اہمیت سے ذمہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب امام شافعیؒ خاموش رہے اور آپ کی خاموشی نے گویا یہ ثابت کیا کہ آپ کا اس مسئلہ پر سکوتی اجماع ہے اور اگر جناب امام کو اس میں کچھ بھی شک ہوتا تو وہ ضرور لکھتے اور تردید کرتے۔ ان کا خاموش رہنا اور تردید نہ کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم قیامت کے علامات سے ایک نشانی ہیں اور وہ قرب قیامت میں ضرور نزول فرمائیں گے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترہ سے روشن ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی ہمارے اس نظریے کی خود داد دیتے ہوئے (مباحثہ الحقی ص ۱۱۶، خزائن ج ۳ ص ۱۱۸) پر اجماع سکوتی کو تسلیم کیا ہے۔

مرزا قادیانی آنجناب نے مندرجہ بالا بیان میں جہاں سکوتی اجماع پر دستخط کر دیئے کہ جو کچھ خالد وزیر آبادی کہتے ہیں۔ درست و صحیح ہے اور میرا اس پر ایمان ہے۔ وہاں ایک جھوٹ بھی بول دیا۔ یعنی رسول کریم ﷺ پر بہتان بھی باندھ دیا کہ ”انہوں نے جناب عمر کے حلیہ بیان پر کچھ نہ فرمایا“ (ازالہ اوہام ص ۲۲۳، خزائن ج ۳ ص ۲۱۱) سو یہ غلط و قطعاً بے بنیاد ہے۔

اب ذیل میں مرزا قادیانی کے کلام ہی سے اس کا دندان شکن جواب بھی سن لیجئے۔ جو مرزا قادیانی کے اس جھوٹ کی خود تردید کرتا ہے اور آپ کی پارسائی کا شاہد ہے۔

جادو وہ جو سر پر جڑھ کر بولے

تو یہ مرزائے قادیانی اور وہ سچ بولے

(ازالہ اوہام ص ۲۲۵، خزائن ج ۳ ص ۲۱۲) ”آحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو ابن صیاد کے قتل سے منع فرمایا اور نیز فرمایا کہ ہمیں اس کے حال میں ابھی اشتباہ ہے۔ اگر یہی دجال معبود ہے تو اس کا صاحب عیسیٰ ابن مریم ہے جو اسے قتل کرے گا۔ ہم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔“

مندرجہ بالا بیان سے مرزا قادیانی کے سابقہ دجل بھی آشکارا ہوئے کہ دجال قوموں کا نام نہیں بلکہ ایک واحد شخص ہے۔ دوئم یہ کہ اس کا قاتل غلام احمد بن چراغ غیبی بی نہیں۔ بلکہ عیسیٰ ابن مریم ہے۔ سوئم دلائل سے نہیں تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ امام شافعی کا وہی مذہب ہے جو تمام آئمہ فقہاء اور آئمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہے۔

امام الکاشفین رئیس المجددین امام حسن بصریؒ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰۱) ”قال ابن جریر..... عن الحسنؒ وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موت عیسیٰ واللہ انه لحي الان عند اللہ ولكن اذ انزل امنوا به اجمعون“ ﴿جناب امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ سب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ خدا کی قسم وہ اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور جب وہ نازل ہوں گے تو سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔﴾

(درمنثور ج ۲ ص ۳۶) ”عن الحسنؒ قال قال رسول اللہ ﷺ للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ“ ﴿جناب امام حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور سرکار مدینہ ﷺ نے یہود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور یقیناً وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف واپس تشریف لائیں گے۔

ایسا (درمنثور ج ۲ ص ۲۰) میں ایک روایت منقول ہے۔ ”اخرج ابن جریر عن الحسنؒ وانہ لعلم للساعۃ قال نزول عیسیٰ علیہ السلام“ ﴿جناب امام ابن جریر امام حسن بصریؒ سے روایت فرماتے ہیں کہ ”وانہ لعلم للساعۃ“ سے کیا مراد ہے وہ جواب میں فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا۔

جناب امام حسن بصریؒ نے قسم کھا کر بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ قرب قیامت میں تشریف لائیں گے۔ جناب امام نے علاوہ فرمان رسالت کے دو آیات کریمہ سے استدلال کیا۔ اب کون مردود ہے جو شک کرے، اور یہ بھی عرض کر دوں کہ مرزائی نکتہ نگاہ میں ان کی کیا وقعت ہے سو وہ بھی سنئے۔

عسل مصطفیٰ مصنفہ خدا بخش قادیانی منظور نظر صحابی مرزا قادیانی (جلد اول ص ۹۱) پر درج امام موصوف عرض کرتے ہیں۔ ”امام حسن بصریؒ دنیائے اسلام میں صوفیائے کرام کے سلسلہ کے سر تاج مسلم ہیں۔ بیسویں مجددین امت کو ان کی غلامی کا فخر حاصل ہے۔ امام حسن بصریؒ ابن عباس کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔“

اونیم یہودیو! کسی ایک بزرگ کے فرمان کو تو قبول کرو۔ میں نہ مانوں میں نہ مانوں کی رٹ کب تک لگاؤ گے۔

”جناب امام ابو عبدالرحمن نسائیؒ مجدد صدی سوئم“

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔ پس آپ نے ان پر بد دعائی فرما۔ پس وہ بندر اور سور ہو گئے۔ اس لئے یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ میں تمہیں آسمان پر اٹھاؤں گا اور یہودی کی صحبت سے بکلی پاک کروں گا۔ (منظہری آل عمران: ۵۴) اور ایسا ہی ایک دوسرے مقام پر ایک اور حدیث بیان ہوئی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص جو مسیح کو پکڑنے کے لئے اندر گیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور اس بد بخت یہودی کو مسیح کی شکل پر بنا دیا۔ پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا۔

(نسائی الکبریٰ ج ۶ ص ۲۸۹، حدیث نمبر ۱۱۵۹، باب قوله تعالیٰ فامنت الطائف من بنی اسرائیل)
رئیس الحدیث جناب امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

یہ وہ امام عالی مقام ہیں جن کا نام بھی مرزا قادیانی کو نہ آتا تھا۔ جیسا کہ ہم اسی کتاب میں پہلے لکھ چکے ہیں۔ تاہم ان کی عزت و حرمت کے مرزا قادیانی قائل ہیں۔ پہلے وہی سنئے اس کے بعد عقیدہ بیان ہوگا۔

ازالہ وہام کے مختلف مقامات پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

”امام بخاری کی کتاب بخاری شریف اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۶۲، خزائن ج ۳ ص ۵۱۱)

یعنی قرآن کریم کے بعد اس کا درجہ ہے۔

امام بخاری سن حدیث میں ناقد بصیر ہیں۔

امام بخاری رئیس المحدثین ہیں۔

ایسا ہی (تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۵) پر لکھتے ہیں کہ:

”صحیحین، بخاری اور مسلم کو تمام کتب پر مقدم رکھا جائے اور اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے۔ لہذا اس کو مسلم پر مقدم رکھا جائے۔“

ناظرین! مندرجہ بالا تاثرات کو پڑھ کر دل میں رکھئے اور جناب امام بخاری جن پر بہتان لگایا گیا ہے کہ وہ ممت مسیح کے قائل تھے کے پاکیزہ خیالات ملاحظہ فرمائیے۔

امام بخاریؒ پیدائش مسیح سے لے کر نزول مسیح تک مختلف ایوب باندھے ہیں اور ہر ایک باب پر قرآن شریف سے استدلال کیا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری شریف ان سب کے آخر میں انہوں نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے۔ مگر اس کے شروع میں کوئی آیت اس لئے نہیں لکھی کہ اس حدیث کے آخر میں ہی آیت موجود ہے اور وہ یہ ہے۔

ترجمہ: ”جناب ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے قسم ہے مجھے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ البتہ تحقیق ضرور نازل ہوگا۔ تمہاری طرف بیٹا مریم کا (عیسیٰ علیہ السلام) حاکم عادل ہو کر وہ غلبہ صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ اس کے زمانہ عدل میں جزیہ یعنی کوئی ٹیکس نہ لیا جائے گا اور مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ گویا ایک نہر بہ رہی ہے۔ اس کے بابرکت زمانے میں کوئی صدقہ قبول کرنے والا ڈھونڈے سے نہ ملے گا۔ لوگ اس قدر مستغنی و عابد ہوں گے کہ ایک ایک سجدہ کو تمام دنیا سے بہتر سمجھیں گے۔ جناب ابو ہریرہؓ اس حدیث کو بیان فرما کر صحابہ کرام سے کہتے ہیں کہ اگر تم اس حدیث کی قرآن کریم سے صحت و تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ یعنی یہود و نصاریٰ سے کوئی باقی ایسا بے ایمان نہ رہے گا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پیشتر ان پر ایمان نہ لائے۔

(بخاری ج ۱ ص ۳۹۰، باب نزول عیسیٰ بن مریم)

گویا یہی زبردست حدیث کے بیان کرنے کے بعد کسی اور حوالے کی ضرورت باقی

نہیں رہتی۔ مگر بہائی یہ مرزائی نہ مانیں کہ عادی ہیں ایک اور سہی۔ بخاری شریف جلد اول میں ایک حدیث ہے کہ:

”جناب ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ اے امت مرحومہ اس وقت مارے خوشی کے تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم تمہارے درمیان نازل ہوں گے اور حالت اس وقت یہ ہوگی کہ تمہارا امام صلوة تمہیں میں سے ہوگا۔“ اس کے علاوہ مزید تسلی کے لئے ایک اور چیز پیش کر دوں سنئے۔

(درمنثور ج ۲ ص ۲۳۵، بحوالہ تاریخ امام بخاری) ”عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً“ ﴿امام بخاری﴾ عبد اللہ بن سلام سے فرماتے ہیں کہ جناب عیسیٰ ابن مریم حضرت عمرؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس رسول کریم ﷺ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے اور یہ حجرہ نبویہ میں چوتھی قبر ہوگی۔ ناظرین! غور کا مقام ہے جو شخص نزول مسیح کے لئے اپنی صحیح میں احادیث نقل کر رہا ہے اور جس کی تاریخ جناب مسیح علیہ السلام کی قبر کی جگہ بتلائی ہے وہ کس طرح حیات مسیح کا منکر ہو سکتا ہے۔ حیف ہے ان لوگوں پر جو دیکھتے ہوئے اندھے ہیں اور سنتے ہوئے بہرے ہیں۔ ان گاس خوروں کی جانے بلا کہ جناب امام بخاری کون تھے کیا کہہ گئے۔ بس انہوں نے مرزا قادیانی سے سن لیا اور تسلیم کر لیا اللہ اللہ اور خیر سلا۔

جناب سید احمد شین امام مسلمؒ

مرزائے قادیانی آنجہانی جناب امام مسلم کی شخصیت کے پورے پورے قائل ہیں اور صحیح مسلم پر کامل اعتبار رکھتے ہوئے بڑے وثوق سے حسب ذیل اظہار خیال کرتے ہیں۔

(ازالہ اوہام ص ۸۸۲، خزائن ج ۳ ص ۵۸۲) ”میرے پر یہ بہتان ہے کہ گویا میں صحیحین کا منکر ہوں..... سو اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعویٰ میں کیوں بار بار اس کو پیش کرتا۔“

اس لئے فقیر کے خیال میں یہی نسب ہے کہ جناب امام مسلم کا مذہب مرزائی پٹارہ یا الہامی تھیلا ہی پیش کرنے پر ہی قناعت کی جائے۔

نمبر ۱: (ازالہ اوہام ص ۸۱، خزائن ج ۳ ص ۱۴۲) ”صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔“

نمبر ۲: (اخبار البرق قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء) ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی۔“

مرزا نیو! ایمان سے کہو کوئی بات بھی تمہارے لئے قابل حجت ہے یا نہیں۔ قرآن کریم کو تم جھٹلاتے ہو۔ حدیث صحیحہ کی تم پھبتیاں اڑاتے ہو۔ یہ اقوال تو بے سنگھ بہادر قادیانی کے ہیں۔ جو تمہارے لئے قابل قدر اور لائق حجت ہیں۔ کیا ان کا بھی انکار کر دو گے۔ آہ کیا ازل ہی سے تمہیں الٹی عقل اور اوندھی کھوپڑی ایسی تفویض ہوئی۔ جس میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکو۔ مبارک ہیں وہ جو قادیانی کے فرمان پر سر تسلیم کو خم کریں اور حیات مسیح پر ایمان رکھیں۔

یوں تو مسلم شریف میں بہت سے ایسے فرمان رسالت موجود ہیں۔ جن سے حیات مسیح و نزول مسیح روز روشن کی طرح ہویدا ہے۔ مگر طوالت کے خوف ہم یہاں صرف ایک حدیث تبرکاً پیش کرتے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”عن حذيفة بن اسيد اشرف علينا رسول الله ﷺ ونحن نتذاكر الساعة قال لا تقوم الساعة حتى تر وعشر ايات طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وياجوج ماجوج ونزول عيسى ابن مريم (مسلم ج ۲ ص ۳۹۳، باب كتاب الفتن و اشراط الساعة)“

جناب شیخ الحدیث حافظ ابو نعیمؒ مجدد صدی چہارم

”قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى ابن مريم فيقول اميرهم (المهدى) تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمه هذا لامة (مسلم ج ۱ ص ۸۷، باب نزول عيسى عليه السلام)“ ﴿جناب رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ جناب عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ امیر المؤمنین مہدی عرض کریں گے۔ تشریف لائیے اور امامت کیجئے۔ جناب عیسیٰ معذوری بیان کرتے ہوئے فرمائیں گے۔ یہ بزرگی امت خیر الانام کو ہی سزاوار ہے۔ جو بعض کے بعض امیر ہیں۔﴾

ایسا ہی کتاب الفتن میں ایک حدیث ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ جناب مسیح ابن مریم نازل ہو کر شادی کریں گے اور صاحب اولاد ہوں گے۔ آپ کی شادی قوم شعیب میں ہوگی۔ جو حضرت موسیٰ کے سرال ہیں۔ ان کی نبی حزام کہتے ہیں۔ (ابو نعیم فی کتاب الفتن حوالہ کا دیہ ص ۲۸۱)

مرزا نیو! ٹھنڈے دل سے سوچو اور جواب دو کہ نزول مسیح کا یہ شاندار اہتمام کیوں ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ یہاں تو عیسیٰ علیہ السلام کے سسرال تک کا پتہ موجود ہے۔ اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں ایک بات بھی کہتا جاؤں برا نہ ماننا تمہارے قادیانی کو جب محمدی کے عشق کا ہیضہ ہوا اور چاہت نے ذات الجذب کا سماں پیدا کیا۔ محبت نے ہوش و حواس کو خیر باد کہا تو مرزا قادیانی نے ایک بڑے الحاح و زاری کے ساتھ اپنے آسمانی خسر مرزا احمد بیگ کو چٹھی لکھی جو اخبار نور فشاں نے پنجابی نبوت کے آٹے دال کا بھاؤ بتاتے ہوئے شائع کی اور جو آج تک رسوائی اور روسیاء ہی کا باعث ہو رہی ہے اور جس کا حشر دنیا جانتی ہے۔ اگر مرزا قادیانی ہی مسیح موعود ہوتا تو یہ آسمانی نکاح اللہ میاں کا کیا ہوا شوگ کیوں ٹوٹتا اور مرزا احمد بیگ قوم شعیب سے تھے اور کیا مغل بروزی شعیبی ہیں یا ظلی۔ نبی حزام؟ عقل کے ناخن لو اور سوچو کہ اس راہ کہ تو میروں بہ کفرستان است۔

رئیس التحریر مجدد زمان جناب امام بیہیؒ مجدد صدی چہارم

”عن عبد اللہ بن مسعود قال لما كان ليلة اسرى برسول الله ﷺ

لقى ابراهيم وموسى وعيسى فتذاكروا الساعة فبدؤ ابراهيم نسالوه عنها فلم يكن عنده منها علم ثم سالوا موسى فلم يكن عنده علم فسر والحديث الى عيسى ابن مريم فقال قد عهد الى فيما دون وجتها فلا يعلمها الا الله فذكر خروج الدجال قال فانزل فاقتله (البيهقي، درمنثور ج ٤ ص ٣٣٦، ابن ماجه ص ٢٩٩، باب فتنة الدجال وخروج عيسى عليه السلام)“ ﴿حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے جناب ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام سے ملاقات فرمائی۔ پس قیامت کا ذکر چھڑ گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قیامت کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے اس کے وقت سے لاعلمی فرمائی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاعلمی بیان کی۔ بالآخر جناب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ قرب قیامت کا ایک وعدہ کیا گیا تھا۔ اس کا صحیح اور ٹھیک وقت سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ پس انہوں نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا پھر میں اتروں گا۔﴾

یہ حدیث (مسند امام احمد ج ٣ ص ٢١٤) میں مرفوعاً مذکور ہے۔ اس میں یہ الفاظ زبان فیض ترجمان کے اپنے مذکور ہیں۔ ”ان الدجال خارج ومعى قضيبان فاذا ارانى ذاب كما

یذوب الرصاص قال فيهلك الله اذارانى“ یعنی عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دجال نکلے گا اور میرے پاس تیز تلوار ہوگی۔ پس جب وہ مجھے دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جس طرح سکہ پگھلتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے میرے دیکھنے سے ہلاک کر دیں گے۔

اور ایسا ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ (شعب الایمان ج ۱ ص ۱۵۳) پر نفع مسیح کا واضح تذکرہ ہے۔ (مطبوعہ بیروت)

سبحان اللہ! یہ ہے وجہ نزول مسیح کی۔ یعنی ہر ایک نبی کا ایک مبشر اور ایک مصدق ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ یہ سلسلہ ابوالبشر آدم صغی اللہ سے شروع ہوا اور آدم کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے خود دی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ”واذ قال ربك للملائكة انى جاعل فى الارض خليفه (بقرہ: ۳۰)“ یعنی اللہ تعالیٰ بطور مبشر ملائکہ کو فرماتے ہیں۔ تحقیق میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ یہ سلسلہ یہاں سے شروع ہوا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے پیامبر مبشر و مصدق ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ جناب عیسیٰ ابن مریم کے مبشر ہونے کی باری آئی۔ چنانچہ فرقان حمید شاہد ہے۔

”ومبشرا برسول يأتى من بعدى اسمه احمد (صف: ۶)“ یعنی میں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد احمد مجھ پر ﷺ تشریف لائیں گے۔ اس کے بعد سرور دو جہاں آئے۔ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔

سرور کائنات ﷺ پر پیامبری ختم ہوئی۔ آپ ﷺ کو عہد رسالت تا قیام زمانہ عطاء ہوا۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی وہ ظلی ہو یا بروزی مبعوث نہ کیا جائے گا۔ یوں سمجھئے کہ وہ الہی دستاویز جو انبیاء کے لئے مخصوص تھی۔ اس پر نبی کریم ﷺ کی آخری مہر تمام سابقہ انبیاء کی تصدیق کراتے ہوئے لگوادی گئی۔ اب اس مہر کے نیچے جو بد بخت بھی اپنا نام لکھنا پسند کرے گا کذاب ٹھہرے گا۔ کیونکہ خط پر مہر کے بعد کی عبارت جعلی تصور سمجھی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں مشیت ایزدی یتیم مکہ کی تصدیق کراتی تو کس سے اس لئے حکمت بالغہ نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ کے مبشر جناب عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ایک لمبی عمر عطا فرماتے ہوئے آسمان پر اٹھالیا جائے۔ یہی وجہ کہ ان میں صفات ملکیہ رکھے گئے اور یہی وجہ ہے جو ان کی پیدائش فجر جبرائیلیہ سے ہوئی۔ یہ تمام اہتمام صرف یتیم مکہ کے لئے ہاں اسی محبوب یزدانی کے لئے کئے گئے۔ جس کے لئے بزم عالم پیدا کی۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ”اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ یعنی سب سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ آدم کا

پتلا ابھی پانی اور مٹی میں گوندھا پڑا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔ چنانچہ اسی نور کو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا اور اسی کے سامنے ملائکہ سر بسجود ہوئے۔ اس کے بعد یہ نور تمام نبیوں میں بطور امانت آتا رہا۔ یہاں تک کہ آل اسماعیل سے عبداللہ بن مطلب کے پاس پہنچا اور یہ خدا کی آخری امانت جنابہ سیدہ بی بی آمنہ کو ودیعت فرمائی گئی اور اس طریق سے یتیم مکہ اُفق عرب پر چودھویں کا چاند ہو کر چمکا۔ جس کے بے پناہ نورانیت سے بزم عالم کا چہرہ چمک اٹھا۔

مرزا یو! ایمان سے کہو اگر حضور سرور دو عالم ﷺ کی تصدیق کے لئے جناب مسیح تشریف لے آویں۔ مسلمانوں کے امیر کے پیچھے نماز پڑھیں۔ یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا رد کریں اور انہیں علم اسلام کے نیچے لے آئیں تو حضور ﷺ کی اس میں عزت ہے۔ یا تک یقیناً عزت ہے۔ کون جاہل ہے جو اس کو کسر شان سمجھے اور مرزا قادیانی کا یہ کہہ کر دجل دینا کہ ختم نبوت کی مہر ٹوٹی ہے اور دین محمدی میں رخنہ اندازی ہوتی ہے۔ کاش اس اعتراض سے قبل وہ اپنے دعاوی کو دیکھتے کہ ہزار نبیوں کا بنڈل یعنی رئیس قادیان آجائے۔ جس کا الہامی سلسلہ شیطان کی آنت سے کچھ لمبا ہی ہو۔ مگر ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ کیونکہ یہ تباہی یعنی بروزی نبی ہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ بروزی و برازی ظلی و کلی نبی آئیں گے۔ تو ختم نبوت میں فرق نہ آئے گا اور ایک سابقہ نبی مشیت ایزدی اور وعدہ الہی کے مطابق آئے تو ختم نبوت ٹوٹ جائے گی۔ اب حضور ﷺ فخر رسل کی تصدیق کی ضرورت ہے۔ کیا کذاب قادیان سے کرائیں؟ جو نبوت کے باب میں نیم دروں نیم بروں ہو رہا ہے اور اتنے بڑے جلیل القدر پیامبر کی تصدیق جس کا قیام زمانہ یا دور رسالت یا قیام زمانہ ہے کی تصدیق وہ کرے جو سیمابنی فطرت لے کر آیا ہے۔ جسے کسی ایک حالت میں قرار ہی نہیں۔ نہیں فخر رسل کی تصدیق کوئی صاحب کتاب نبی ہی کر سکتا ہے اور وہ سعادت روز ازل سے مسیح ابن مریم ہی کے حصہ میں آئی ہے اور انشاء اللہ وہی اس کو فرمان رسالت کی رو سے ہاں یتیم مکہ ﷺ کی بتائی ہوئی پیش گوئی کے مطابق گواہی دیں گے۔

مرزا یو! کہیں کم بختی سے مرزا قادیانی کو صاحب کتاب نہ کہہ دینا۔ جیسا کہ وہ خود اقرار کرتا ہے۔ او نیم یہودیو! ذیل کا مضمون چشم بصیرت سے پڑھو اور خدارا سوچو کہ ہر جا رہے ہو اور شافع محشر ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

نمبر ۱: (تلیخ رسالت ج ۱ ص ۴۱) ”مؤلف یعنی مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملہم اور مامور ہو کر بفرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے۔“

نمبر: ۲: (تمتہ حقیقت الوحی ص ۵۱، خزائن ج ۲۲ ص ۳۸۵) ”اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ میں فرماتا ہے۔“

اس کے آخر میں جناب امام بیہقی کی ایک فیصلہ کن حدیث اور کہتا جاؤں۔ سنئے:

”عن ابی ہریرۃ انه قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا انزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم (کتاب الاسما والصفات ص ۳۰۱)“
 ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (مارے خوشی کے) اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جب کہ ابن مریم آسمان سے تم میں نازل ہوگا۔ دراصل حالیکہ تمہارا امام تمہیں میں سے ایک شخص ہوگا۔ ﴿

اس حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی کے چہیتے صحابی مرزا خدا بخش قادیانی نے اپنی کتاب غسل مصفٰے ص ۱۵۶ جلد دوم پر دستخط تو کر دیئے مگر لفظ من السماء ہضم کر گیا۔ یہودی کہیں کا ہٹ تیرے کی۔

جناب مجدد زماں و محدث دوراں امام حاکم صاحب نیشاپوریؒ صدی چہارم

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان روح اللہ عیسیٰ نازل فیکم فاذا راثیتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربع الیٰ الحمرة والبیاض..... ثم یتوفیٰ ویصلیٰ علیہ المسلمون (رواہ حاکم ج ۳ ص ۴۵۰، حدیث نمبر ۴۲۱۹)“
 حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے۔ جب ان کو دیکھو تو بچاؤ اس کو، کیونکہ وہ مرد ہے۔ میلان رکھتا ہے سرخی اور سفیدی کی طرف پھرتی ہوگا اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ ﴿

اس حدیث کی صحت پر خدا بخش قادیانی صحابی و منظور نظر مرزا قادیانی نے اپنی کتاب موسومہ غسل مصفٰے ص ۱۵۱ ج ۲ پر دستخط کئے۔ اس لئے مرزائیوں کے نزدیک قابل حجت ہے۔
 ”عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ وان اهل الكتاب الالیومن بہ قبل موته قال خروج عیسیٰ علیہ السلام (حاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۳۳)“ ﴿ جناب ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ایمان لائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے پہلے، فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے کہ مراد اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ہے۔ ﴿

اور ایسا ہی ایک دوسرے مقام پر ارشاد کرتے ہیں۔

”عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ من ادرك منكم عيسى ابن مريم فليقرأه مني السلام (حاکم ج ۵ ص ۷۵۰، ذکر نفيخ الصور وانباء الاسجاد)“
 حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے جو شخص تم میں سے پاوے حضرت ابن مریم کو پس ضرور انہیں میرا سلام پہنچاؤے۔ ﴿

چنانچہ حضور ﷺ کے اس سلام کے متعلق مرزا قادیانی خود شاہد ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے لئے سلام کا پیغام کہا ہے۔ مگر افسوس وہ کذاب قادیان کے لئے نہیں۔ بلکہ مسیح ابن مریم کے لئے اور جب وہ آئیں گے ضرور ان کی خدمت میں یہ امانت پہنچادی جائے گی۔

عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل
 چھچھوند کے سر میں چنبیلی کا تیل

جناب مجدد زماں امام فخر الدین صاحب رازی مجدد صدی ششم

(تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۲۲۲) ”عیسیٰ علیہ السلام قیامت معلوم کرنے کی شرطوں میں سے ایک شرط ہیں..... ابن عباسؓ نے علم الساعۃ پڑھا ہے۔ جس کے معنی نشانی کے ہیں..... اور حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارض مقدس میں ایق کے مقام پر نازل ہوں گے۔ ان کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا۔ اس سے دجال کو قتل کریں گے۔ پس وہ بیت المقدس میں آئیں گے۔ دراں حالیکہ لوگ صبح کی نماز میں ہوں گے اور امام ان کو نماز پڑھا رہا ہوگا۔ پس وہ پیچھے ہٹیں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام ان کو آگے کر دیں گے اور اسلامی طریقہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔“
 اور ایسا ہی وہ ایک دوسری مقام پر لکھتے ہیں کہ:

ترجمہ: ”اس پر اتفاق کیا گیا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی عمر جب وہ آسمان پر اٹھائے گئے ساڑھے تین تیس برس تھی۔ اس صورت میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ دنیا میں کہولت تک نہیں پہنچے تھے۔ اس کا جواب دو طریقوں سے ہے۔“ دوسرا جواب امام حسین بن الفضل الجبلی کا قول ہے کہ مراد کہلا سے یہ ہے کہ وہ کہل ہوگا۔ جب کہ وہ نازل ہوگا۔ آسمان سے آخری زمانہ میں اور باتیں کرے گا لوگوں سے اور قتل کرے گا دجال کو امام حسین بن الفضل کہتے ہیں کہ یہ آیت نص ہے۔ اس بات پر کہ عیسیٰ دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے۔

ایک دوسرے مقام پر زیر آیت ”بل رفعه الله اليه“ فرماتے ہیں۔ ”رفع عیسیٰ الی السماء ثابت بھذہ الایۃ“ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اس آیت سے ثابت شدہ ہے۔
 (تفسیر کبیر ج ۱۲ ص ۱۰۳)

اور ایسا ہی (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۱۷) زیر آیت ”وایدناہ“ لکھتے ہیں کہ: اور جبرائیل علیہ السلام جاتا تھا جہاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جاتے تھے اور جبرائیل ان کے ہمراہ تھا۔ جب کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے۔

ناظرین! جناب امام فخر الدین رازی نے علاوہ احادیث صحیحہ کے جو اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکیں اور قطع نظر دیگر آیات کے جو آپ نے دیگر مواقع پہ بیان کیں۔ اس مختصر بات میں چار آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے صاف الفاظ میں وضاحت مسیح علیہ السلام کے صعود و نزول کی گواہی دی۔ اب کون بد بخت ہے جو انکار کرے اور مجدد کے انکار سے بطور مرزا قادیانی کفر لازم آتا ہے۔ اس لئے مرزا ایو! کہیں انکار کر کے منہ پر کا لک نہ لگا بیٹھنا۔

جناب شیخ الاسلام امام حافظ ابن کثیرؒ مجدد صدی ششم

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۹، وکرواد وکرا اللہ) کی تحت میں لکھتے ہیں کہ: جب یہود نے آپ کے مکان کو گھیر لیا اور گمان کیا کہ آپ پر غالب ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑکی سے آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباهت اس پر ڈال دی جو اس مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو اس کورات کے اندھیرے میں عیسیٰ خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی دیا اور سر پر کانٹے رکھے اور ان کے ساتھ خدا کا یہی مکر تھا کہ اپنے نبی کو بچا لیا اور اسے ان کے درمیان سے اوپر اٹھا لیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا۔

ایسا ہی ایک دوسرے مقام (تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۲۱۷) پر ارشاد کرتے ہیں کہ: ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے قول ”وانہ لعلم للساعة“ کے متعلق ابن اسحاق کی تفسیر گذر چکی ہے کہ مراد اس سے حضرت عیسیٰ کے معجزات مثل مردوں کا زندہ کرنا، کوڑھوں اور برص والوں کو تندرست کرنا اور علاوہ اس کے دیگر امراض سے شفا دینا۔ اس میں اعتراض ہے اور اس سے زیادہ ناقابل قبول وہ ہے جو عقائد نے حسن بصری، سعید ابن جبیر سے بیان کیا ہے کہ اندہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اندہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ سیاق و سباق انہیں کے ذکر میں ہے۔ پس مراد اس سے ان کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ”وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته“ میں فرمایا ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان معنوں سے دوسری قرأت تائید کرتی ہے جو یہ ہے۔ ”وان لعلم للساعة“ یعنی نشانی ہے اور دلیل ہے قیامت کے واقع ہونے پر، مجاہدؒ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا

قیامت کی نشانی ہے۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابو عالیہؓ، ابو مالکؓ، عکرمہؓ، حسنؓ، قتادہؓ، ضحاکؓ وغیرہم بزرگان دین سے روایت ہے۔ احادیث رسول کریم ﷺ سے حدواتر امام تک پہنچ چکی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عادل حاکم اور منصف کی حالت میں نازل ہونے کی خبر دی ہے۔“

ایسا ہی (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۱) زیر آیت ”واذ کففت بنی اسرائیل عنک“ فرماتے ہیں۔ ”یعنی اے مسیح اس نعمت کو یاد کرو جو ہم نے یہود کو تم سے دور ہٹانے میں کی تھی۔ جب تم ان کے پاس اپنی نبوت و رسالت کے ثبوت میں بین دلائل اور قطعی ثبوت لے کر آئے تھے تو انہوں نے تمہاری تکذیب کرتے ہوئے تم پر جادوگر ہونے کا بہتان لگایا تھا اور تمہارا قتل و صلیب دینے میں سعی لا حاصل کرنے لگے تو ہم نے تجھ کو ان میں سے نکال کر اپنی طرف اٹھالیا اور تجھے ان کی صحبت سے پاک رکھا اور ان کی شرارت سے محفوظ کیا۔“

چنانچہ ایک دوسرے مقام (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰۱) پر ایک فیصلہ کن قول پیش کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ: ”ابن جریر کہتا ہے کہ صحت کے لحاظ سے ان سب اقوال سے اول درجہ یہ قول ہے کہ اہل کتاب میں سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کوئی ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن جریر کا یہ قول بالکل صحیح ہے۔“

”تحقیق یہود کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بنا دی گئی اور انہوں نے اس شبیہ کو قتل کیا..... اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور بے شک وہ ابھی زندہ ہے اور قیامت سے پہلے نازل ہوگا۔ جیسا کہ احادیث متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں اور قیامت کے دن وہ شہادت دیں گے۔ ان کے ان اعمال کی جن کو عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے اور زمین پر اترنے کے بعد دیکھا۔“ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۲)

مرزا قادیانی در مدح امام می گوید

”جناب حافظ ابن کثیر ان اکابر و محققین میں سے ہیں۔ جن کی آنکھوں کو خدا تعالیٰ نے نور معرفت عطاء کیا تھا۔ محدث و مفسر اعظم ابن جریر۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸، خزائن ج ۵ ص ۱۵۷) اونیئم یہودیوں پر ایوں کی نہیں تو ایوں کی تو سنو۔ مرزا قادیانی کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا ان اوصاف کے مالک بھی کفریہ شریک عقیدہ رکھتے یا جھوٹ بولتے ہیں اور طرفہ یہ کہ وہ چھٹی صدی کے مسلمہ مجدد بھی ہیں۔ کیا اب بھی نہ مانو گے کیوں شامتیں آئی ہیں ہوش کی دوا لو تاکہ نجات اخروی نصیب ہو جائے۔“

جناب مجدد اسلام امام عبدالرحمن صاحب ابن جوزیؒ مجدد صدی ششم

”عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ينزل عيسى ابن مريم الى الارض فيتنزع ويولد له يمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فاقوم انا وعيسى ابن مريم في قبر واحد بين ابوبكر وعمرؓ (كتاب الوفا ص ۸۳۲ الباب في حشر عيسى ابن مريم مع نبينا)“ ﴿جناب عبداللہ بن عمرؓ صحابی نبی کریم ﷺ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سرکار دو عالم ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم زمین پر اتریں گے پھر وہ شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی وہ پینتالیس برس زمین پر قیام فرمائیں گے۔ اس کے بعد وہ فوت ہو کر میرے مقبرے میں میرے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔ پس میں اور عیسیٰ علیہ السلام قیامت کو اکٹھے اٹھیں گے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔﴾

ناظرین! ایسے صریح فرمان رسالت کے بعد وہ کون سا بد بخت ہے جو چون و چرا کرے اور خواہ مخواہ اجل کے چکر میں پھنس جائے۔ مرزا ایو! دیدہ و اسے پڑھو اور جواب دو۔ ہاں اگر کور مغزی ستیا ناسی کرے کہ حدیث صحیح نہیں تو ذیل میں مرزا جی کے ٹیوٹیکٹ حدیث مذکور کے متعلق دیکھو اور شرم و ندامت کو دعوت دو مرزا قادیانی نے اس حدیث کو (نزل المسح طبع اول ص ۳۳ حاشیہ، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۱، کشتی نوح ص ۱۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۶، ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷، حقیقت الوحی ص ۳۰، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۰) میں اپنی فطری جبلت سے مجبور ہو کر یہودیوں کے باوا کے کان کاٹتے ہوئے اور تحریف کا ریکاڈ مات کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ان کتب کے ان صفحات کو پڑھو۔

قطب الاقطاب حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

پیران پیر صاحبؒ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ ان کا مرتبہ سبھی مذاہب کو مسلم ہے۔ وہ متفقہ اہل اسلام کے نزدیک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اس لئے ان کی شخصیت کسی تعارف کی قطعاً محتاج نہیں۔ مرزا قادیانی بھی ان کی بزرگی اور تقدس کے پوری طرح سے قائل ہیں وہ اپنی بے نظیر کتاب (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵۵) میں فرماتے ہیں۔

”والتاسع رفعه الله عزوجل عيسى ابن مريم الى السماء“ ﴿اور نواں بات یہ کہ اٹھا لیا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو آسمان کی طرف۔﴾

رئیس المفسرین امام ابن جریرؒ اخرج ابن جریرؒ وابن ابی حاتمؒ عن الربیعؒ قال ان النصرای اتوا رسول اللہ فخاصموه فی عیسیٰ ابن مريم وقالوا له

من ابوه وقالوا على الله الكذب والبهتان فقال لهم النبي ﷺ وسلم الستم تعلمون ان ربنا حي لا يموت وان عيسى يأتى عليه الفنا فقالوا بلى (درمنثور ج ۲ ص ۳، اول آل عمران) ﴿﴾ حضرت ربیع کہتے ہیں کہ نجران کے عیسائی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ (یعنی توحید و تثلیث میں بحث شروع کر دی اور کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا نہیں تو بتاؤ اس کا باپ کون ہے) لگے اللہ پر جھوٹ جڑنے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ حالانکہ یقیناً عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری ہوگی تو انہوں نے جواب میں کہا ہاں کیوں نہیں۔ ﴿﴾

مرزائیو! ایمان سے کہو کہ یہ فیصلہ کن حدیث ایک ہی کافی نہیں۔ زبان فیض ترجمان سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے ابھی موت کا ڈانٹہ نہیں چکھا اور وہ ضرور چکھیں گے۔ کیا اس فرمان پاک سے حیات مسیح ثابت نہ ہوئی۔ بتاؤ اور کیا چاہتے ہو کن الفاظ سے تم کو تسلی ہو سکتی ہے۔ مرزا قادیانی تو یہ کہہ کر بری ہوئے۔ قول مرزا:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو اس بد نصیب کو

(تحفہ گلوزیو ص ۲۷، خزائن ج ۱ ص ۷۸)

اس کے علاوہ ”وان اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ کے تحت میں فرماتے ہیں کہ: ”اور جو کہتا ہے کہ لیؤمنن بہ قبل موتہ کے معنی ہیں اہل کتاب اپنی موت سے پہلے محمد ﷺ پر ایمان لے آتا ہے۔ یہ بالکل بلا دلیل ہے۔ کیونکہ کتابی کی موت سے پہلے معنی کرنے سے سخت فساد لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ معنی کلام اللہ اور حدیث نبوی کے خلاف ہیں۔ پس محض خیالی باتوں سے دلیل قائم نہیں ہوا کرتی۔ معنی لیؤمنن بہ قبل موتہ کے یہ ہیں کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ضرور ان کی رسالت کو قبول کر لیں گے۔“

ایسا ہی (تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۲۹۱) ”انسی متوفیک ورافعک الی“ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ”اقوال مفسرین میں ہے ہمارے نزدیک یہ سب سے اچھا ہے کہ اس متوفیک کے معنی یہ ہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے اپنے قبضے میں لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے

والا ہوں۔ کیونکہ اس بارہ میں رسول کریم ﷺ کی احادیث تو اتر تک پہنچی ہوئی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور ۴۰ یا ۴۵ سال تک دنیا میں رہ کر فوت ہوں گے۔“

”ایسا ہی اس کے ضمن میں ابن جریج رومی کا قول نقل کرتے ہیں۔ یعنی حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی سے مراد ان کا رفع جسمانی اور کفار سے علیحدگی ہے۔“ (تفسیر ابن جریج ص ۳۰۲)

اور ایسا ہی ابن جریر ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ: ”حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کی قلت اور منکرین کی کثرت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکایت کی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور یقیناً تجھے دجال کا نئے کے خلاف بھیجوں گا اور تو اسے قتل کرے گا۔“ (ایضاً)

مرزا یو! کہیں ابن جریر کے متعلق کوئی برا عقیدہ یا الزام لگا کر منہ پر کا لک نہ لگا بیٹھنا۔ اس کے لئے وہ عند المرز ابڑے معتبر ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو دیکھو۔

(چشمہ معرفت ص ۲۵۱ حاشیہ، خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۱) ”ابن جریر نہایت معتبر اور آئمہ حدیث میں سے ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً) ابن جریر رئیس المفسرین ہیں۔

رئیس المفسرین جناب امام ابن تیمیہؒ مجدد صدی ہفتم

مرزا قادیانی کی مثال بعینہ شتر مرغ کی ہے۔ پرندوں میں حیوان اور حیوانوں میں جانور۔ چنانچہ وہ اپنی (کتاب البریہ ص ۲۰۳ حاشیہ، خزائن ج ۱۳ ص ۲۲۱) کے حاشیے پر امام موصوف کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ”امام ابن تیمیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔“

مندرجہ بالا الفاظ اور ان کی صحت کی ذمہ وار وہ زبان ہے جس نے نصرانیت کی گود میں پرورش پاتے ہوئے انا الحق کہا۔ مگر افسوس سزا نہ پائی۔ آہ! رئیس قادیان کے دعاوی کوئی چھپے ہوئے نہیں۔ بہر حال وہ موجودہ وقت کے بہت بڑے موٹے تازے سرکاری پیغمبر تھے۔ گوان کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا۔ مگر بھائی پیغمبر جھوٹ تھوڑا ہی بولتے اور پھر بروز محمد عربی ﷺ کے خاتم بدہن دعویٰ در جو یہاں تک کہہ گئے۔ ”وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى“

(کتاب البریہ ص ۸۷، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۵)

یعنی رئیس قادیان کی زبان نطق ہی نہیں کرتی۔ جب تک اللہ میاں نطق نہ کراوے۔ یعنی وہ خود تھوڑا ہی بولتے ہیں۔ اللہ میاں مرزے میں بول رہا ہے۔ اس لئے جھوٹ کا یہاں گذر ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی جھوٹ کی مذمت میں بہت کچھ کہہ گئے۔

.....۱ ”جھوٹ بولنے سے بدتر گناہ دنیا میں اور کوئی نہیں۔“

(تمہ حقیقت الوحی ص ۲۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۵۹)

.....۲ ”اے بے باک لوگو جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۰۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۱۵)

.....۳ ”جھوٹ بولنے سے مرنا بہتر ہے۔“

(تبلیغ رسالت ص ۳۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۳)

.....۴ ”جھوٹے پر خدا کی لعنت۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۱۱، خزائن ج ۲۱ ص ۲۷۵)

.....۵ ”دروغ گوئی کی زندگی جیسی کوئی لعنتی زندگی نہیں۔“

(نزل المسیح ص ۲، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۰)

(اب اس قادیانی روشنی میں سے یقین آئے گا کہ مرزا قادیانی جھوٹ کہیں گے۔)
اب سنئے جناب مجدد صدی ہفتم کے خیالات پاکیزہ کہ وہ حیات مسیح کے کس عمدگی سے قائل ہیں۔

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح جلد اول ص ۱۱۰) میں ہے۔
”روم اور یونان وغیرہ میں اشکال علویہ اور بتان راضیہ کو پوجتے تھے۔ پس مسیح علیہ السلام نے اپنے نائب بھیجے جو ان کو دین الہی کی طرف دعوت دیتے تھے۔ پس بعض تو ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زمینی زندگی میں گئے اور بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد گئے اور انہوں نے لوگوں کو خدا کے دین کی طرف دعوت دی۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح جلد اول ص ۳۴۱)

”مسلمان اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ دو مسیحوں کے وجود پر متفق ہیں۔ مسیح ہدایت دو اود کی اولاد میں سے ہے اور اہل کتاب کے نزدیک مسیح الصلوات یوسف کی اولاد میں سے ہے اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مسیح ہدایت عنقریب آئے گا جب کہ آئے گا مسیح الدجال۔ لیکن مسلمان اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح ہدایت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں کہ خدا نے ان کو رسول بنایا اور پھر دوبارہ وہی آئیں گے۔ لیکن مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ قیامت سے پہلے

اتریں گے اور مسیح الدجال کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور خزیر کو قتل کریں گے اور کوئی دین باقی نہ رہے گا مگر اسلام، یہود اور نصاریٰ ان کی رسالت پر ایمان لائیں گے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔ ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ یعنی تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور قول صحیح جس پر جمہور امت کا اتفاق ہے۔ وہ یہ ہے کہ موتہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے۔ اس کی تائید اس امت سے بھی ہوتی ہے۔ ”وانه لعلم للساعة“ یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہے۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح جلد اول ص ۳۴۹)

”جب مسیح ابن مریم آنحضرت ﷺ کی امت میں نازل ہوں گے تو شرح محمدی کے مطابق عمل کریں گے۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح جلد اول ص ۱۷۷)

”اور صحیح میں یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی مسجد کے شرقی سفید منارہ پر اتریں گے۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح جلد اول ص ۱۸۴)

”اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ معجزات ظاہر کئے اور تحقیق وہ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں خبر دی۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح جلد دوم ص ۲۸۴)

”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته“ اس کی تفسیر اکثر علماء نے یہ کی ہے کہ مراد قبل موتہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہے اور یہودی کی موت سے پہلے بھی کسی نے معنی کئے ہیں اور یہ ضعیف ہیں۔ جیسا کہ کسی نے محمد ﷺ کی موت سے پہلے بھی معنی کئے ہیں اور یہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہیں۔ کیونکہ اگر ایمان موت سے پہلے لایا جائے تو نفع نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ قبول کرتا ہے۔ جب تک بندہ غرغره تک نہ پہنچا ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ ایمان سے مراد ایمان بعد غرغره ہے تو اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ غرغره کے وقت وہ ہر ایک امر پر جس کا کہ وہ منکر ہے ایمان لاتا ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور ایمان سے مراد ایمان نافع اس لئے اللہ تعالیٰ نے قبل موتہ فرمایا ہے۔ اگر ایمان بعد غرغره مراد ہوتا تو بعد موتہ فرماتا۔ کیونکہ بعد موت کے ایمان باسح یا بالمحمد میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہودی یہودیت پر مرتا ہے۔ اس لئے وہ کافر مرتا ہے۔ مسیح اور محمد سے منکر ہوتا ہے اور اس آیت

میں یوں من بہ مقسم علیہ ہے۔ یعنی قسمیہ خبر دی گئی ہے اور یہ مستقبل ہی میں ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا یہ ایمان اس خبر کے بعد ہوگا اور اگر موت کتابی کی مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ”وان من اهل الكتاب الا من یؤمن به“ اور ”لیؤمنن به“ نہ فرماتے اور نیز ”وان من اهل الكتاب“ یہ لفظ عام ہے۔ ہر ایک یہودی اور نصرانی اس میں شامل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام اہل کتاب یہود اور نصرانی مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لائیں گے اور مسیح ابن مریم اللہ کا رسول کوئی ایسا نہیں۔ جیسے یہودی کہتے ہیں اور وہ خدا نہیں جیسے نصرانی کہتے ہیں۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دین المسیح جلد چہارم ص ۱۶۹)

”میں یہ کہتا ہوں کہ آدمی کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ جانا یقیناً مسیح علیہ السلام کے بارہ میں پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ پس وہ آسمان پر چڑھ گئے اور عنقریب زمین پر اتریں گے اور نصرانی بھی اس بیان میں مسلمانوں سے موافق ہیں۔ وہ بھی مسلمانوں کی طرح یہی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے اور عنقریب زمین پر اتریں گے۔“

(زیارت القبر ص ۷۵) ”اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق حکم دیں گے۔“

مرزا یو! ایمان سے کہو ابن تیمیہ کیا مذہب رکھتے ہیں۔ کیا قادیانی سچا ہے یا جھوٹا۔ یقیناً جھوٹا ہے اور جو صاحب سے اس بیان میں سچا کر دکھائیں موعودہ انعام کے علاوہ سو آنہ اور انعام میں پائیں۔ لیجئے ہم ان کی اپنی قیمت ان کی اپنی زبان سے بتاتے ہیں۔

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱) ”جو ایک میں جھوٹا ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔“

وہ تو بیچارہ خود کہتا ہے اب میرا اعتبار نہ کرو۔ تم کئے جاؤ تو تمہاری مرضی۔ یہ بھی بتا دوں کہ امام موصوف مرزا قادیانی کے زاویہ نگاہ میں کس مرتبے کے تھے۔ لو وہ بھی سن لو چاہئے عمل نہ بھی کرو مگر سن تولو۔

(کتاب البریہ ص ۲۰۳ حاشیہ، خزائن ج ۱۳ ص ۲۲۱) ”فاضل و محدث و مفسر ابن تیمیہ جو اپنے

وقت کے امام ہیں۔“

فاضل اجل علامہ بے بدل جناب حافظ ابن قیمؒ

مرزا قادیانی کی جانے بلا کہ امام موصوف کون تھے۔ انہوں نے کون کون سی کتابیں لکھیں اور کیا کیا خدمت دین فرمائی۔ فقیر کے خیال میں مرزا قادیانی کو اس گہرائی تک پہنچنے

اور ان کے حالات کا اندازہ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ انکا وقت عزیز انہیں کب اجازت دیتا تھا کہ وہ دجل کے چکر سے جسے وہ بڑی مستعدی سے چلا رہے تھے۔ خود نکلیں اور دوسروں کو آزاد کریں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ انہیں مرقا کی وجہ سے مسیح موعود بننے کا ایک جنون ہو چکا تھا اور وہ اسی خطبہ میں ایسے مبتلا تھے۔ جیسے شہد میں مکھی یا دلدل میں گدھا۔ اس لئے ان کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ جو کچھ بھی کر رہے تھے جنون کے تابع اور عشق کی غلامی کر رہی تھی۔ جہاں آپ نے قرآن عزیز کی آیات کی من مانی فرضی و بے ربط تفسیر کی وہاں احادیث صحیحہ کی تحریف کو شیر مادر سمجھا اور اسی پر بس نہیں۔ قرون اولیٰ سے لے کر تمام وہ صحابی ہوں یا تابعی یا تبع تابعی وہ امام ہوں یا مجدد، محدث ہوں یا مفسر۔ غرضیکہ سبھی آئمہ مجتہدین کو ہم نوا بنانے کی سعی مذموم فرمائی۔

چنانچہ اسی زمرے میں جناب ابن قیم بھی آتے ہیں۔ مرزا قادیانی ان کی ایک عبارت جو فضائل سرکار مدینہ کے ضمن میں تھی۔ جس سے حاشا و کلان کا یہ مطلب نہ تھا جو مرزا قادیانی نے سمجھا دیکھ پائی، جھٹ کہہ دیا کہ امام ابن قیم بھی ممت مسیح کے قائل تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی وہ سرقہ شدہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ سنئے اور خدارا انصاف فرمائیے۔

عدو شر برا نگیز دکہ خیر مدارا باشد

مرزا قادیانی مدارج السالکین سے یہ عبارت حدیث بتلاتے ہوئے نقل فرمائی۔
”لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین الخ!“ یعنی اگر موسیٰ یا عیسیٰ زندہ ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ مر گئے اور یہ ابن قیم کا مذہب ہے۔

ناظرین! مرزا قادیانی کی بتائی ہوئی کتاب میں سے اب ہم پوری عبارت آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جس سے قادیانی صداقت و امانت کا پتہ چل جائے گا کہ یہ ظلی نبی یہودیوں کا بھی باوا ہی ہے۔ کوئی تحریف کرنا آپ سے سیکھے۔

(مدارج السالکین ج ۲ ص ۳۱۳) پر ارشاد ہوتا ہے کہ: ”و محمد ﷺ مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالته عامۃ لجميع الجن والانس فی کل زمان ولوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین لکانا من اتباعه واذ انزل عیسیٰ ابن مریم فانما یحکم بشریعة محمد ﷺ“ ﴿فرماتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت تمام جن و انس کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے بالفرض اگر موسیٰ اور عیسیٰ بھی زندہ ہوں تو وہ ضرور آنحضرت ﷺ کی پیروی فرمائیں اور جب عیسیٰ ابن مریم نزول فرمائیں گے تو وہ بھی شریعت محمدی ﷺ پر ہی عمل کریں گے۔﴾

اس کے آگے وضاحت فرماتے ہیں کہ: ”فمن ادعی انه مع محمد كالخضر مع موسى اوجوز ذالك لاحد من الامة فيلجدد اسلامه ويشهد انه مفارق لدين الاسلام بالكلية فضلاً ان يكون من خاصة اولياء الله وانمنا هو من اولياء الشيطان“ ﴿اور جو کوئی اس بات کا دعویٰ کرے کہ عیسیٰ ابن مریم جناب سرور الانبیاء کے ساتھ اسی طرح ہوں گے۔ جیسا کہ موسیٰ کے ساتھ خضر یا اگر کوئی شخص امت محمدیہ میں سے کسی شخص کے لئے ایسا تعلق جائز قرار دے تو ضرور ہے کہ ایسا شخص اپنے اسلام کی تجدید کرے اور اسے اپنے ہی خلاف اس امر کی شہادت دینی پڑے گی کہ وہ دین اسلام سے کلیتہً علیحدہ ہونے والا ہے۔ چہ جائیکہ وہ اولیاء الرحمن میں سے ہو سکے۔ نہیں بلکہ ایسا شخص شیطان کا دوست ہے۔﴾

جناب امام کی دور بین نگاہ اور ان کی خدا داد ذہانت و قابلیت نے آج سے چھ سو سال قبل امت مرزائیہ کے لئے اعلان فرمایا کہ ونیم یہودیو! مرزا قادیانی کو ظلی بروزی سمجھنے والو اپنے ایمان کی تجدید کرو۔

فقیر کے خیال میں یہی مضمون کافی ہے۔ مگر یہ اوندھی کھوپڑی والے شک کریں گے۔ اس لئے تیر کا ایک دو اور حوالے ایسے دے دوں جو رگ الحاد پر تیز چاقو کا کام دیں۔

(کتاب التبیان مصنفہ ابن قیم ص ۱۳۹) میں ارشاد کرتے ہیں۔ ”وهذا المسيح ابن مريم حيا لم يموت و غداه من جنس غذاء الملكة“ ﴿جناب مسیح ابن مریم زندہ ہیں۔ فوت نہیں ہوئے اور ان کی غذا وہی ہے جو فرشتوں کی ہے۔﴾

ناظرین! انصاف فرمائیں کہ جناب امام موصوف حیات ثابت کر رہے ہیں یا ممت وہ تو مرزا قادیانی کے دجل کو بھی ساتھ ساتھ آشکارا کرتے ہوئے قلع و قمع فرما رہے ہیں۔ کہ خبردار تمہیں کوئی یہود بہکانہ دے کہ مسیح آسمان پر چڑھ گئے۔ اب وہاں کھیتی باڑی کرتے ہیں یا ہوٹل کھلے ہوئے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں وہ فرشتوں کی خوراک پر اکتفا فرماتے ہیں۔ ایک فیصلہ کن بات اور سنئے۔

ہدایۃ الحیاری مصنفہ ابن قیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ: ”وہ مسیح جس کی انتظار مسلمان کر رہے ہیں وہ عبد اللہ ہے۔ اللہ کا رسول ہے۔ روح اللہ ہے اور کلمتہ اللہ ہے جو اس نے جناب مریم بتول کی طرف نازل فرمایا۔ یعنی جناب عیسیٰ ابن مریم اللہ کے بندے اور اس کے رسول جناب محمد ﷺ بن عبد اللہ کے بھائی ہیں۔ وہ اللہ کے دین اور اس کی توحید کو غالب کرے گا اور اپنے ان دشمنوں کو قتل کرے گا۔ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اسے اور اس کی ماں کو معبود بنا لیا ہے اور انہیں قتل

کرے گا جو اس پر اور اس کی والدہ پر اتہام لگاتے ہیں۔ پس اسی مسیح کے انتظار مسلمان کر رہے ہیں اور وہ دمشق میں شرقی منارہ پر اس حالت میں نازل ہونے والے ہیں کہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھے پر رکھے ہوں گے۔ لوگ آپ کو اپنی آنکھوں سے آسمان پر سے آتے ہوئے دیکھیں گے۔ آپ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق حکم کریں گے۔“

مرزا نیو! کہیں جاتے جاتے جناب امام کے تقدس پر حرف نہ رکھ دینا۔ ہاں بھیا پکے کافر ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وہ ساتویں صدی کے مسلمہ مجدد تھے اور اس کے علاوہ مرزا قادیانی ان کے بڑے ہی مداح تھے۔

(کتاب البریہ حاشیہ ص ۲۰۳، خزائن ج ۱۳ ص ۲۲۱) ”فاضل و محدث و مفسر ابن قیم جو اپنے وقت کے امام تھے۔“

جناب امام عبدالوہاب شعرائی۔ ان حضرت پر بھی مرزا قادیانی کا یہ گمان ہے کہ یہ بھی مرزا قادیانی کے ہموا تھے۔ یعنی وفات مسیح کے قائل تھے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آپ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ ”لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین الخ!“ ﴿یعنی اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو بجز میری متابعت کے انہیں کچھ چارہ ہی نہ تھا۔﴾

قارئین! اس حدیث کی صحت و عدم کے متعلق پچھلے اوراق میں مفصل بحث ہو چکی۔ اس لئے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ باقی رہا سوال امام موصوف کے عقیدہ کا کہ وہ ممت مسیح کے قابل ہیں۔ سو اس کا جواب سنئے اور قادیانی دیانت کو شمع ہدایت دکھائیے۔

(الیواقیت والجوہر ج ۲ ص ۱۳۶) سبحان اللہ! کتاب کا نام ہی قابل تعریف ہے۔ پھر بھلا یہ یا قوت و جوہر کا خزینہ قادیانی روڑے اور کنکروں کو کوڑی کے ہزار ہزار نہ بتاؤ تو نام کی لاج نہیں سنئے۔

جناب امام اپنی اس انمول کتاب میں خود ہی مسائل بن کر پوچھتے ہیں کہ ”مسیح کے نزول پر کیا کیا دلائل ہیں اور خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ دلیل نزول مسیح پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نہیں ہوگا۔ کوئی اہل کتاب مگر ایمان لائے گا۔ ساتھ عیسیٰ کے پیشتر اس کے مرنے کے، یعنی وہ اہل کتاب جو نزول کے وقت جمع ہوں گے، اور منکر ہیں معتزلی اور فلاسفہ اور یہود اور نصاریٰ مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کے متعلق کہ وہ نشانی ہے قیامت کی اور ضمیرانہ کی مسیح کی طرف پھرتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ بمعہ جسم کے آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور واجب ہے اس پر ایمان لانا کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ بلکہ اٹھالیا اللہ نے اس کو اپنی طرف۔

..... ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ
 (نساء: ۱۵۹)“

.....۲ ”وانہ لعلم للساعۃ (نساء: ۶۱)“

.....۳ ”وما قتلوه یقینا بل رفعہ اللہ الیہ (نساء: ۱۵۷، ۱۵۸)“

مندرجہ بالا تراجم کی آیات مندرجہ بالا سے جناب امام صاحب نے استدلال فرمایا۔ اس کے علاوہ اور بیسیوں ارشاد ہیں۔ مگر عاقل را اشارہ کافیست پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ بہر حال قادیانی صداقت کا انداز معلوم ہو گیا۔ اب مرزا قادیانی کی امام موصوف کے حق میں عقیدت بھی سن لیں۔

(ازالہ اوہام ص ۱۳۹، خزائن ج ۳ ص ۱۷۶) ”محدث اور صوفی ہونے کے علاوہ معروف کامل اور فقہ تام کے رنگ سے رنگین تھے۔“

اونیم یہودیو! کچھ تو کہو کیا اب بھی نہ مانوں نہ مانوں کی بال ہٹ رہے گی۔ کیا ایسے لوگ بھی جھوٹ بولتے ہیں اور کچھ نہیں تو مرزا قادیانی کے الفاظ ہی سے شرماء۔

جناب حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ

قادیان والو! خدا تمہیں ہدایت نصیب کرے اور راہ راست پر لائے۔ مگر یہ کیا حماقت ہے کہ بلا تحقیق کسی بزرگ کے عقیدے پر حملہ ہو رہا ہے اور اس جہالت کا کیا ٹھکانہ ہے کہ جناب شیخ کو اپنی حمایت میں لایا جا رہا ہے۔ حالانکہ جس قدر شرح و وسط سے حیات مسیح میں انہوں نے کہا وہ غلو تک پہنچا ہوا ہے۔ اونیم یہودیو! میدان میں آؤ اور اسی بزرگ کے عقائد پر فیصلہ کر لو۔

کس قدر دیدہ دلیری اور افسوس ہے جو اس بزرگ کو بھی اپنے شمار میں لانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی حیات مسیح کے قائل نہ تھے اور دلیل میں تفسیر عرائس البیان کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات ہی مشکوک ہے کہ یہ تفسیر ان کی ہے یا نہیں۔ بھلے مانو جب ان کی اور کتابیں ایسی موجود ہیں جس پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں تو کیوں نہیں انہیں اٹھاتے اور دیکھتے اور اگر اسی تفسیر پر ضد ہے تو یہ بھی تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اس میں لکھا ہی کیا ہے جو تم ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لے رہے ہو۔ سنو وہ تو یہ کہتی ہے کہ مسیح دوسرے بدن کے ساتھ اترے گا۔ اس میں وفات مسیح کا کون سا مفہوم ہے۔ ہاں اگر دوسرے بدن کے الفاظ تسلی دیتے ہو تو سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح جب تک مشیت ایزدی سے زمین پر رہے۔ بوجہ طعام اراضی ان میں کثافت موجود تھی۔ مگر اب صدہا برس گزرنے اور آسمان پر بود و باش رکھنے کے بعد جب نازل ہوں گے تو ظاہر

ہے وہ کثافت نہ ہوگی اور یہی دوسرا بدن ہے۔ اس میں تمہیں کیا فائدہ ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اب آئیے اور عینک ایمانی سے ان کی مشہور و معتبر کتاب ملاحظہ فرمائیے۔

(فتوحات مکیہ باب ۳۶۷، ج ۳ ص ۳۳۱) میں فرماتے ہیں کہ: ”پس کھولا جبرائیل علیہ السلام نے دوسرا آسمان جس طرح کے کھولا تھا پہلا جب داخل ہوئے رسول کریم ﷺ تو اچانک عیسیٰ ابن مریم کو پایا کہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ موجود تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کو وہیں رکھا ہوا ہے۔“

ایسا ہی (فتوحات مکیہ باب ۳۷۳) میں فرماتے ہیں کہ: ”اس بارہ میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں نازل ہوں گے۔“

(فتوحات مکیہ باب ۳۶۹) ”اگر تو سوال کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر کیا دلیل ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ معتزلہ اور فلسفی یہودی اور عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کا انکار کرتے ہیں وہ سب ان پر ایمان لائیں گے اور دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ ”وانہ لعلم للساعۃ“ ظاہر ہے کہ ان کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے۔ کیونکہ یہاں صرف وہی مذکور ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہوں گے کہ اچانک عیسیٰ علیہ السلام جامع دمشق کے شرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے اور ان پر دو چادریں ہوں گی اور ان کے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے۔ حق بات یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور اس کی صداقت پر ایمان لانا واجب ہے۔ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”بل رفعہ اللہ الیہ“ یعنی اٹھالیا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف۔“

قادیاہی در مدح امام می گوید

(آئینہ کمالات اسلام ص ۱۵۸) ”شیخ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ بڑے محقق اور فاضل ہونے کے علاوہ اہل زبان بھی تھے۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۵۲، خزائن ج ۳ ص ۱۷۷) ”جب اہل دلالت کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر جبرائیل نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ سے وہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو بتا دیتے ہیں۔ یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بزل جبرائیل منکشف ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں۔“

مرزائیو! انصاف و دیانت سے کام لو اور مندرجہ بالا واقعات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ بخدا ہم تمہارے بھلے کی کہتے ہیں۔ اللہ تمہیں صراطِ مستقیم پہ لائے۔ آمین!

جناب حافظ ابن حجر عسقلانی

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳) ”اس سے ظاہر ہے کہ جناب ابو ہریرہؓ کا مذہب یہ ہے کہ قول الہی قبل موتہ میں ضمیر (ہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہوئے کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے اور اسی بات پر عبد اللہ بن عباسؓ نے جزم کیا ہے۔ مطابق اس کے جو امام جریر نے آپ سے بطریق سعید بن جبیر باسناد صحیح روایت کیا ہے اور نیز بطریق ابی رجاء حضرت امام حسن بصری سے روایت کیا۔ کہا انہوں نے کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے اور خدا کی قسم آپ یقیناً اس وقت تک زندہ ہیں جب آپ نازل ہوں گے تو سب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔“

ایسا ہی (فتح الباری میں ایک حدیث ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۵، باب خروج الدجال) سے نقل فرماتے ہیں۔ ”عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ قال الانبیاء اخوة لعلات امہاتہم شتی و دینہم واحد و لانی اولی الناس بعیسی ابن مریم لانہ لم یکن بینی و بینہ نبی و انہ نازل فاذا اریتموہ فاعرفوہ رجل مربع الی الحمرة و البیاض علیہ ثوبان ممصران رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یدعو الناس الی الاسلام فتہلک فی زمانہا الملل کلہا الا الاسلام و ترتع الاسود مع الابل و النما مع البقر و الذیاب مع الغنم و تلعب الصبیان بالحیات فلا تضرہم فیمکث اربعین سنہ ثم یتوفی و یصلی علیہ المسلمون“ ﴿جناب ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے انبیاءِ علانی کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کی مائیں تو مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہوتا ہے اور میں عیسیٰ ابن مریم سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں۔ کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور وہ نازل ہونے والا ہے۔ پس جب اسے دیکھو تو اسے ان صفات سے پہچان لو۔ درمیانہ قامت، سرخی سفیدی ملا ہوا رنگ، زرد کپڑے پہنے ہوئے۔ سر کے بالوں سے قدرتی طور پر پانی ٹپکتا ہوا۔ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کو موقوف کر دے گا۔ کفار سے جہاد کرے گا اور دجال کو قتل کر دے گا۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے گا۔ اس کے زمانہ میں سب مذاہب ہلاک ہو جائیں گے اور صرف اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔ ﴿

مندرجہ بالا حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی کے دستخط کرا دوں۔ سو وہ بھی سنو
 مرزا قادیانی اس حدیث کو اپنی صداقت پر ناکام چسپاں کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 (ازالہ اوہام ص ۸۹۳، خزائن ج ۳ ص ۵۸۷، ۵۸۸) ”امام بخاری نے..... ظاہر کیا ہے کہ
 اس واقعہ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو موسیٰ ابن مریم سے ایک مشابہت ہے۔ چنانچہ ص ۲۸۹ میں
 حدیث بھی بروایت ابو ہریرہؓ لکھ دی ہے۔ انا اولیٰ الناس بابن مریم والا نبیاء..... الخ“
 اور چھوٹے مرزا قادیانی یعنی موسیٰ بشیر خلیفہ دوئم نے بھی اس حدیث کی صحت پر بڑے
 زبردست دستخط کرتے ہوئے باپ پر لگانے کی تیس مارخی کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب (حقیقت
 النبوة ص ۱۹۲) پر چند الفاظ کی تحریف کرنے کے بعد بہت کچھ فرماتے ہیں۔ بہر حال حدیث کو نہایت
 صحیح مانتے ہیں۔

(تلخیص الحیر ج ۳ ص ۴۶۲، طبع بیروت) میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ”عیسیٰ کے
 اٹھائے جانے کے بارہ میں محدثین اور مفسرین امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ
 جسم عنصری کے ساتھ اٹھائے گئے تھے۔ اگر کسی نے اختلاف کیا ہے تو اس بارہ میں کہ آیا وہ رفع
 جسمانی سے پہلے فوت ہوئے تھے یا سو گئے تھے۔“

اور ایسا ہی (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۱، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) میں فرماتے ہیں۔
 ”ینزل عیسیٰ ابن مریم مصداقاً بمحمد ﷺ ملتہ“ ﴿عیسیٰ ابن مریم نازل
 ہوں گے۔ دراصل حالیکہ وہ تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ رسول اکرم ﷺ کی اور آنحضرت کی
 ملت پر ہوں گے۔﴾

جناب امام جلال الدین سیوطیؒ مجدد صدی نہم

ناظرین! سابقہ اوراق میں جناب امام موصوف کی قرآنی تفسیر ہر آیت کی تحت میں
 ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس لئے طوالت مضمون سے ڈرنے کی وجہ سے دہرانے کی ضرورت نہیں۔
 یہاں صرف تبرکاً ایک دو حوالے دینا مقصود ہیں۔ پس وہ سنئے:

(تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۴۱ زیر آیت وان من اہل الکتاب) میں حضرت امام محمد بن علی بن ابی
 طالب کا ایک قول نقل کرتے ہیں۔

”ان عیسیٰ لم یمت وانہ رفع الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم
 الساعة“ بالتحقیق عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور تحقیق وہ اٹھائے گئے طرف آسمان کے اور
 نازل ہوں گے۔ قیامت سے پہلے۔“

ایسا ہی کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں کہ: ”عیسیٰ ہمارے نبی ﷺ کی شرح کے مطابق حکم کریں گے نہ کہ اپنی شرح سے جیسا کہ نص کیا اس پر علماء امت نے اور اس کی تاکید میں احادیث وارد ہوئی اور اس پر امت محمدی کا اجماع بھی قائم ہو چکا ہے۔“

مرزا قادیانی در مدح امام می گوید

(ازالہ اوہام ص ۱۵۱، خزائن ج ۳ ص ۱۷۷) میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”پھر امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں۔ جن میں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بھی ہیں۔ (اور امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں)..... کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت تک پچھتر دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔“

مرزائیو! ایمان سے کہو ایسی بزرگ ہستی جسے پچھتر دفعہ بیداری میں سرکار دوعالم ﷺ ملیں۔ کسی کفریہ عقیدے پر قائم رہ سکتی ہے اور قرآن عزیز کے استدلال کو غلط استعمال کر سکتی ہے ہر گز نہیں۔ اب سوچو یہ کیا اندھیر ہے کہ تمام کے تمام ایک لائن پہ سیدھے جا رہے ہیں اور اس مسئلہ کو اجماع امت قرار دے رہے ہیں۔ کیا یہ سب مشرک ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک!
اس لئے سوچو اور سمجھو کہ قادیانی غلط راستے پر بلاتا ہے اور یقیناً کذاب ہے۔

جناب ملا علی قاریؒ مجدد صدی دہم

(شرح فقہ اکبر ص ۱۳۶) ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو اس وقت دجال اس طرح گھٹلے گا جس طرح پانی میں نمک۔“

(شرح شفا ج ۲ ص ۵۱۹) ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد نازل ہوں گے اور شریعت محمدی پر عمل کریں گے۔“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۰ ص ۲۳۳) پس نازل ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے۔
(جمع الومائل مصری ص ۵۶۳) بالتحقیق جناب عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پہلو میں
دُفن ہوں گے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان۔

جناب شیخ محمد طاہر گجراتیؒ مجدد صدی دہم

(مجمع البحار ج ۱ ص ۵۳۴) ”وقال مالك مات وهو ابن ثلاث وثلاثين سنة ولعله اراد رفعه الى السماء او حقيقة ويجئى آخر الزمان لتواتر خبر النزول“

”اور امام مالک نے فرمایا کہ سو گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آئیں گے۔ کیونکہ احادیث ان کے نزول کے بارہ میں متواتر ہیں۔“

جناب امام ربانی مجدد الف ثانی جناب شیخ احمد سرہندیؒ

(مکتوبات امام ربانی دفتر ۲ ص ۱۸۹، ۱۹۰، مکتوب ص ۶۷) ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما کر آنحضرت ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور آپ کے امتی ہو کر رہیں گے۔ قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق نے خبر دی ہے۔ سب حق ہیں۔ ان میں کسی قسم کا خلاف نہیں۔ یعنی سورج کا عادت کے خلاف مغرب سے طلوع کرنا حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمانا۔“

”حدیث میں آیا ہے کہ اصحاب کہف حضرت امام مہدی کے مددگار ہوں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے زمانے میں نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کرنے میں ان کے ساتھ موافقت کریں گے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ متفق ہے کہ ان کے دین کے اصول واحد ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کی متابعت کریں گے۔“

قادیانی درمدح می گوید

(کتاب البریہ ص ۷۴، خزائن ج ۱۳ ص ۹۲) ”مجدد الف ثانی کامل ولی اور صاحب خوارق و کرامات بزرگ تھے۔“

(آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۷، خزائن ج ۵ ص ۵۵ ایضاً) ”حضرت مجدد الف ثانی اولیاء کبار میں سے ہیں۔“

مرزا نیو! سوچو اور ٹھنڈے دل سے جواب دو کیا ایسے بزرگ بھی نعوذ باللہ جھوٹ بولتے ہیں۔ یا مشرکانہ عقائد کی تلقین کرتے ہیں۔ یقیناً انہوں نے وہی کہا جو اجماع امت ہے اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا۔

رئیس المحدثین جناب حضرت احمد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

فوز الکبیر میں فرماتے ہیں کہ: ”ونیز از ضلالت ایشان یکے آنست کہ جزم می کنند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول شدہ است و فی الواقع در حق عیسیٰ اشتبائے واقعہ شدہ بود رفع بر آسمان را قتل گمان کرد۔“

ایسا ہی (تاویل الاحادیث ص ۶۰) میں فرماتے ہیں کہ: ”اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو گویا ایک فرشتہ تھے کہ زمین پر چلتے تھے پھر یہودیوں نے ان پر زندیق ہونے کی تہمت لگائی اور قتل پر جمع ہو گئے۔ پس انہوں نے تدبیر کی اور خدا نے بھی تدبیر فرمائی اور اللہ بہترین تدبیر کنندہ ہے۔ سو اللہ نے ان کے واسطے ایک صورت مثالیہ بنا دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کے گروہ میں سے یا ان کے دشمن کے ایک آدمی کو ان کی صورت کا بنا دیا۔ پس وہ قتل کیا گیا اور یہودی اسی کو عیسیٰ سمجھتے تھے۔“

اور ایسا ہی فتح الرحمن میں فرماتے ہیں کہ: ”وان من اهل الكتاب الا ليو منن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا وناشد يهيج كس از اهل كتاب البتة ايمان آورد بے عیسیٰ علیہ السلام پیش از مردن عیسیٰ و روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ بر ایشان۔“

اور ایسا ہی زیر آیت ”انسی متوفیک ورافعک الی“ فرماتے ہیں کہ: ”اے عیسیٰ میں تجھے اپنے قبضے میں لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان کافروں کی صحبت سے پاک کرنے والا ہوں۔“

اور زیر آیت ”وما قتلوه وما صلبوه“ فرماتے ہیں کہ: ”و یقتلین نکشتہ اند اورا بلکہ برداشت خدا تعالیٰ اور ابسوائے خود۔“

اور زیر آیت ”وانه لعلم للساعته“ فرماتے ہیں کہ: ”وہر آئینہ عیسیٰ نشان ہست قیامت را۔“

اور اسی کتاب کے حاشیہ پر ارشاد کرتے ہیں کہ: مترجم گوید یہودی کہ حاضر شونند نزول عیسیٰ ”البتہ ایمان آرنند۔“

قادیانی در مدح شاہ صاحب می گوید

(کتاب البریہ ص ۷۲، خزائن ج ۱۳ ص ۹۲) ”شاہ ولی اللہ کامل ولی صاحب خوارق و کرامات بزرگ تھے۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۵۵، خزائن ج ۳ ص ۱۷۹) ”شاہ ولی اللہ رئیس المحدثین تھے۔“

مرزائی فرشتے کی بھی سنئے

(ازالہ اوہام ص ۹۲۸، خزائن ج ۳ ص ۶۲۷، اشتہار نور الابصار صداقت آغا عیسیٰ صاحبوں کی ہدایت) ”میرے پیارے ولی اللہ محدث دہلوی۔“

حکیم نور دین!

حضرت امام حافظ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے متعلق میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر روز جزا اللہ تبارک و تعالیٰ زمین ہند کو قوتہ نطق دے کر پوچھے کہ بتلا کہ تیرا نیک عمل کیا ہے تو سر زمین ہند بڑے سرور و اطمینان سے یہی جواب دے گی۔ بلکہ مجسم علم و عمل میں حضرت شاہ صاحب موصوف کو پیش کرے گی۔ خوف طوالت مانع ہے ورنہ شاہ ولی اللہ کے متعلق لکھتے۔ البتہ اتنا کہہ دیتے ہیں کہ آپ کے خلوص کا یہ نتیجہ ہے۔ ہندوستان چھوڑ کر عرب و عجم میں آپ کے تلامذہ ہیں اور آپ کی تصانیف کا درجہ اور مقبولیت جو امت کے ہاں ہے۔ وہ فریق ثانی کو بلا چون و چرا بلکہ بلا اضطراب تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے صرف حجتہ اللہ البالغہ کو دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا لکھنا شاہ صاحب کے متعلق بالکل تھوڑا ہے۔ ”رحمہ اللہ تعالیٰ و ادخلہ فی جنات النعیم آمین“

اور اگر ایسا ہی بدبختی کے متعلق پوچھا گیا تو وہ ندامت سے مرزائے قادیانی کا دکھڑا روئے گی اور عرض کرے گی کہ یا اللہ کاش میرے دامن پر قادیان کی نحوست کا بدنما دھبہ نہ ہوتا۔ فقیر کے خیال میں گلزار ہند کو اتنا مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ پھولوں کے ساتھ کانٹوں کا چولی دامن کا رشتہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ حتیٰ کہ خطہ عرب نے جہاں فخر و دعا لہم ﷺ کے پاؤں چومے وہاں اسود عنسی و مسلمہ کذاب کی چیرہ دستیاں بھی دیکھیں۔ ایسا ہی جہاں رحمانی طاقتوں کی خیر و برکت نے عشرہ مبشرہ پیدا کئے۔ وہاں طاغوتی قوتیں بھی خاموش نہ رہیں۔ انہوں نے بھی عبداللہ بن ابی جیسے منافق اور عبدالرحمن بن ملجم جیسے بدنصیب اور یزید بن معاویہ جیسے شقی پیدا کرنے میں کمی نہیں کی۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

جناب امام شوکانی مجدد صدی دوازدهم

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ جسم غضری کے ساتھ نازل ہونے کے بارہ میں

(بحوالہ تفسیر فتح البیان ج 1)

حدیثیں متواتر تک پہنچ چکی ہیں۔“

”یعنی وہ احادیث نبی کریم ﷺ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں

(کتاب الاذاعۃ للشوکانی)

آئی ہیں۔ تو اتر کو پہنچ چکی ہیں۔“

جناب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ مجدد صدی سیزدہم
تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ میں ایک روایت بیان فرماتے ہیں۔

”جناب ام المومنین حضرت صفیہؓ بیت المقدس کو تشریف لے گئیں اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو طور زیتا پر تشریف لے گئیں اور وہاں بھی نماز ادا کی اور کنارہ پہاڑ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ یہ وہی پہاڑ ہے کہ جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔“

جناب حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ مجدد صدی سیزدہم

اپنے نہایت ہی بہتر (ترجمہ قرآن ص ۷۸) میں لکھتے ہیں کہ: ”یا عیسیٰ انسی متوفیک ورافعک الی“ ﴿اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اٹھانے والا ہوں۔ تجھ کو اپنی طرف﴾

”وانہ لعلم للساعة“ کی تحت (ترجمہ قرآن ص ۶۶) میں فرماتے ہیں کہ: ”اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے۔“

جناب حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ

موضع القرآن میں فرماتے ہیں کہ: ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لائے گا پہلے موت اس کے۔

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہاں میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ یہ نہ مرے تھے۔“ ”وانہ لعلم للساعة“

اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنا نشان قیامت ہے۔

”انی متوفیک ورافعک الی ومطہرک من الذین کفروا“ ﴿اے عیسیٰ میں تجھ کو بھولوں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کروں گا تجھ کو کافروں سے﴾

”وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم“ ﴿اور نہ اس کو (یہود نے) مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ہے۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور اس کو مارا نہیں۔ بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف﴾

فوائد میں لکھتے ہیں کہ: ”یہود کہتے ہیں ہم نے مارا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اور رسول خدا نہیں کہتے۔ یہ اللہ نے ان کی خطا ذکر فرمائی اور فرمایا کہ اس کو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے ایک صورت ان کو بنادی اس کو یہود نے سولی چڑھایا۔“

جناب حافظ محمد لکھویؒ

(تفسیر محمدی ص ۱۶۲۹۱) زیر آیت ”و مکروا و امکر اللہ و اللہ خیر

الماکرین“ فرماتے ہیں کہ:

منظوم پنجابی

تاج رایتیل گھلیا رب لے گیا عیسیٰ وچ چوبارے
اس چھت اندراک موری او تھوں ول آسمان سدھارے
سردار تنہاندے طیطانوس کیتا حکم زبانوں
جو چڑھیں چوبارے قتل کریں عیسیٰ نوں ماری جانوں
جاں چڑھ ڈھس وچ چوبارے عیسیٰ نظر نہ آیا
شکل شبہت عیسیٰ دی رب طیطانوس بنایا
انہاں ظن عیسیٰ اسنوں کٹھا سولی غیر چڑھایا
ہک کہن جو مرد حواریاں تھیں ہک سولی مار دوایا
ایسا ہی زیر آیت ”انی متوفیک ورافعک الی“ فرماتے ہیں کہ:

جد کہیا خدا اے عیسیٰ ٹھیک میں تینوں پورا لیاں
تے اپنی طرف اٹھاواں کنوں کفاراں پاک کر لیاں
تونی معنی قبض کرن شے صحیح سلامت پوری
تے عیسیٰ نوں اب صحیح سلامت لے گیا آپ حضوری
بخاری زمان، ابوحنیفہ دوران، جناب علامتہ الشیخ محمد انور کاشمیریؒ

مجدد صدی چہار دہم

کہاں سے لاؤں وہ زبان جو بزرگان امت مرحومہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا شمار
کرے اور کس کے قلم کو یہ جرأت و طاقت ہے کہ وہ ان کے اوصاف کو رقم کرے۔ محمدی کان کے یہ
بے مثال موتی یہ لازوال ہیرے صفحہ دہر پر کندن کی طرح چمکے اور معیار صداقت پر سونے کی طرح
دکے۔ شعر رسالت کے یہ انمول پروانے گو حیات مستعار کو منع پر نثار کر گئے۔ مگر ان کی یہ بے مثال
قربانی رہتی دنیا تک مشعل ہدایت کا کام دے گی۔ گلزار محمدی کے یہ شیریں مقال بلبل کچھ اس شان
بے نیازی سے باغ عالم میں چہچہائے کہ شاخ شاخ و ڈال ڈال عالم وجد میں جھومیں اور پتوں اور
کونپلوں نے مرجبا کہی۔ قطرات شبنم نے ان کے منہ کو چوما اور نسیم سحر نے انہیں گودی میں کھلا کر

مرحبا کہی۔ میں نے ان بزرگان ملت میں سے چند ایک حضرات کے دستخط حقیر کتاب پر اس لئے کرائے ہیں کہ مرزا قادیانی انہیں نعوذ باللہ اپنا ہمنوا بتلاتا ہوا کہتا ہے کہ یہ مہمات مسیح کے قائل تھے۔ فقیر کو اگر یہ نقطہ پیش نہ ہوتا تو وہ ان تمام معصومین کے حتی الامکان پاکیزہ خیالات تبرکاً پیش کرتا۔ ذیل میں وہ جلیل القدر و عظیم الشان عبدالرحمن کا مختصر اوتبرکاً ذکر پیش کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اس کے بعد اکیلے مرزا آنجمانی باقی رہ جائیں گے۔ سوان کے دستخط بھی علیحدہ ہی کی ضرورت ہے وہ کرا دیئے جائیں گے اور اس طریق سے صحیفہ نقدر اختتام پذیر ہو جائے گی۔ و ما توفیقی الا باللہ!

زمانہ حال کے مجدد و محدث، فقیہ و فیلسوف قبلہ علامہ محمد انور کاشمیری ثم الدیوبندی کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بطل حریت و مجاہد دین کی شخصیت و قابلیت کا بچہ بچہ معترف ہے۔ ان کے علم و فضل کی ڈھاک اور زہد و اتقا کی ساکھ کا لوہا تمام ممالک اسلامی میں مانا اور جانا ہوا ہے۔ مرحوم میں اتنی خوبیاں تھیں کہ بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ جناب شیخ الہند حضرت مولانا قبلہ سید محمود حسن صاحب اسیر مالٹا نور اللہ مرقدہ نے ایک عالمی مجلس میں برسبیل تذکرہ فرمایا۔ میری دلی خواہش تھی کہ اسلامیات کے لئے ایک ایسی جامع کتاب بطور یادگار لکھوں جو رہتی دنیا تک کے کام آئے۔ مگر افسوس مشاغل درس و تدریس اور مہوم کار نے فرصت نہ دی۔ تاہم مجھے افسوس نہیں میں اپنی یادگار میں ایک بولتی ہوئی کتاب چھوڑے جاتا ہوں۔ جو اس کتاب صامت سے بدرجہا بہتر ہے۔

حکیم الامتہ جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے کسی نے اسلام کی صداقت پر دلیل پوچھی تو فرمایا اگر صداقت اسلام میں کوئی شک کا شائبہ ہوتا تو انور شاہ کشمیریؒ اسے کبھی قبول نہ فرماتے۔ زمانہ حال میں سید انور شاہ کشمیریؒ کا وجود اسلام کا درخشندہ معجزہ ہے۔

فقیر کے خیال میں اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا اور لانی بعدی کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تالہ نہ ہوتا تو وہ اس صدی کے پیغمبر ہوتے۔ مگر چونکہ دین کامل ہو چکا۔ اس لئے گنجائش کا کوئی موقعہ ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے جو مرزائے قادیانی ظلی اور بروزی دلدل میں غوطے کھا رہا ہے۔

علامتہ العصر شیخ الاسلام مولانا قبلہ شبیر احمد صاحب عثمانی کو شاہ صاحب مرحوم سے ایک خاص انس تھا۔ ایک سچا پیار تھا۔ شاہ جی کی مفارقت کی نسبت کوئی ان سے پوچھے اس صدمے کا مزا وہی ٹھیک جانتے ہیں جنہیں اب تک اس درد کی لذت ٹیسیں لگاتی ہے۔ آہ! شاہ صاحب کی یاد کو وہ دم واپسین تک نہ بھولیں گے اور یہ یاد مجھ بھی کیسے ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ ان کے قائم مقام اسی مسند کو زینت دے رہے ہیں۔ بھائی! لعل کی قیمت جو ہری ہی خوب جانتا ہے۔ علم کی قدر کسی صاحب

دماغ کو پوچھو۔ عاشق سے پوچھو کہ معشوق کی جدائی میں کیا مزہ ہے۔ چکور سے پوچھو کہ چاند پہ کیوں ٹٹار ہے۔ شمع پہ قربانی کی قدر پروانہ ہی جانتا ہے۔ قیس سے پوچھو کہ لیلیٰ سیاہ فام میں کیا جاذبیت تھی۔ سچ ہے ولی را ولی می شناسد! نور کی قدر شبیر ہی جانتے ہیں۔ آہ! ان کی یاد اب بھی مشکل مقامات درس کے موقعوں پر اکثر خراج تحسین لیتی ہی رہتی ہے۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی اکثر فخر و ناز سے فرماتے ہیں کہ ہمارے علمی خاندان میں الحمد للہ تین مبارک ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے کسی علمی و ادبی ضخیم سے ضخیم کتاب کو پڑھے بغیر نہیں چھوڑا۔ یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند اور قبلہ شاہ صاحب مرحوم آپ کی معلومات کا دائرہ اتنا وسیع و بے پایاں تھا کہ کوئی مسئلہ کسی علم کا جب بھی پوچھا گیا سائل کے سوال کے ختم ہونے سے پہلے بغیر کسی گہری سوچ کے فرمایا بھائی فلاں کتاب کے فلاں مقام پر دیکھو۔ آپ کی وسعت علم کا پتہ آپ کے ان مختصر رسالوں سے چلتا ہے کہ کس طرح سمندر کو کوزے میں بھرتے ہوئے اہل علم کے لئے اشارے کر دینے میں گویا صحیح نصب العین اس خوش اسلوبی سے پیش فرما دیا ہے۔ جو رہتی دنیا تک کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ صاحب کی ذات گرامی کو حدیث میں ہی یدِ طولیٰ حاصل تھا اور اس کے رموز و معارف ہی شرح الصدور تھے۔ منطق و فلسفہ میں ایسی دسترس نہ تھی۔ سوان کا یہ خیال حقیقت پر مبنی نہیں۔ بلکہ خیال خام ہے۔ جن علم دوستوں نے ان کے وہ دونوں رسالے جو حدوث عالم پر لکھے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائے ہوں گے وہ جانتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی کیا لکھے گا۔ اس کا پڑھنا اور سمجھنا ہی کارے دارد۔

غرضیکہ شاہ صاحب کی ذات گرامی ایسی بے نظیر و بے مثال ہستی تھی جس کا بدل تلاش کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ ”والنعم ما قال علامۃ العصر شبیر احمد عثمانی فی مدحہ لم تر العیون مثله ولم یرہو مثل“ ایسے بزرگ زمانہ ماضی میں خال خال گذرے ہیں اور زمانہ ان کے ہم عصر پیدا کرنے سے عاجز و قاصر رہے گا۔ بائیں ہمہ اس وسعت قلبی اور علمی سمندر کے ہوتے ہوئے وہ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور سلف صالحین کے تابع تھے۔

آپ کے آخری دور عمر میں جو ۵۵ سال سے زیادہ نہیں نام کو تو بخاری شریف کا درس ہی ہوتا تھا۔ مگر تلامذہ خوب جانتے ہیں کہ وہ کیا کیا پڑھ جاتے تھے اور کن کن علوم کی سیر ہو جاتی تھی۔ مثلاً اگر نحو کا مسئلہ آیا تو وہاں متاخرین کی کتابوں کے نام بیان نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ سیبویہ، جر جانی و زنجشیری۔ غرضیکہ آپ کی درسگاہ میں ہر علم کے امام سے براہ راست آپ کی گفتگو ہوتی تھی اور یہ

طرز کلام سامعین کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بالمشافہ فن کے اماموں سے استفادہ حاصل ہو رہا ہے۔ طلباء ہی خوب جانتے ہیں کہ وہ کیا کیا فیض لے کر اٹھ رہے ہیں اور ان کے قلوب پر نہ بھولنے والے کیسے نقوش ہو پیدا ہیں۔ کیا کیا بیان کروں اور کیا کیا گنواؤں۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

فرقہ ضالہ مرزا سے بھی آپ کی دلچسپی قابل تعریف ہے۔ آپ نے درمزا نیت پر گو ایک دو کتابیں لکھیں۔ مگر حق یہ ہے کہ قلم ہی توڑ گئے۔ اب کوئی اور کیا لکھے گا۔ آہ! ضعیفی کے عالم میں مشہور مقدمہ تنسیخ نکاح میں بنفس نفیس بہادلوپور تشریف لے جاتے اور عدالت میں وہ وہ نکات بیان فرماتے کہ معترضین ساکت و صامت، تصویر حیرت، انگشت بدندان محو تماشہ ہوتے اور اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ مقدمہ ختم ہوا اور فیصلہ ابھی محفوظ تھا کہ آپ اپنے دارالعلوم کو تشریف فرما ہوئے۔ مگر وصیت فرمائی کہ اگر میری عمر بیوفائی کرے تو میرے مرقد پر کھڑے ہو کر فیصلہ سنا دیجو۔ الحمد للہ! کہ فیصلہ اسلام کے حق میں ہوا اور یہ آخری خواہش اس طریق سے پہنچادی گئی۔

اسلام کا یہ درخشندہ ستارا افاق عالم پر ستاون سال ضوافشاں رہا۔ محمدی کان کا یہ بے مثال موتی اسلامی دنیا میں مدتوں چمکتا اور دمکتا رہا۔ گلزار احمد کا یہ انمول بلبل باغ وحدت میں بے مثال کیف آو رترنم ریزیاں اور شیریں ترانے گا تا ہوا کل من علیہا فان کو لبیک کہتا ہوا امت مرحومہ کو داغ مفارقت دے گیا اور سرزمین دیوبند میں راحت کی ابدی گہری نیند سویا۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہوترا

نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہوترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مگر آہ! آپ کی مفارقت سے امت مرحومہ کے دلوں پر ایک نہ فراموش ہونے والا اور ناقابل تلافی صدمہ جس نے دل میں ناسور، جگر کو چھلنی، دماغ کو پریشان اور اوسان کو مختل کیا، موجود ہے اور رہے گا۔

مگر مرضی مولا ہمہ اولیٰ کے مصداق بیچاری امت سرد آہیں اور سسکیاں لیتے ہوئے ”انا لله وانا الیہ راجعون“ کہنے پر مجبور ہوئی۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کف دست ساقی چھلک پڑا

رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

مرزا قادیانی

ستم ظریف زماں، دجال اکبر دوراں، مرکبات ظل و بروز جہاں، جناب سیماب الفطرت، مرزا غلام احمد ابن چراغ غیبی قادیانی ثم البنجابی ثم الخو دکاشتہ پودائے سرکار انگلشیہ، المعروف بہ جے سنگھ بہادر، آئین الملک، وہے رودر گوپال، تناختی نبی، و برہمن، اوتار و آریوں کا بادشاہ وغیر تشریحی رسول والکپ محض مجدد صدی چہار دہم ثم الکپ مہدی و امام آخرا زمان للعب مسیح موعود بلا دلیل الا پلیگ و ہیضہ و نمونیا و زلزلات و حوادث دنیا ثم العجب عیسیٰ ابن مریم بہ سینہ زوری و ناکام عاشق حدیث السن عذرا، و مجموعہ امراض و خوفناک مثلاً دوران سر، تشخ قلب، نسیان و حافظہ خراب، نامردی و مرقا وغیرہ، و شاعر بے لذت، و گلدستہ اغلاط نثر و نظم، تک تک دیدم و دم نہ کشیدن کے ارشادات گرامی در بارہ اثبات حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام و صلوة۔

..... (از الدرس ۵۵۹۳۵۵۷، خزائن ج ۳ ص ۴۰۰، ۴۰۱) ”یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجہ کی پیش گوئی ہے۔ جس کو سب نے با تفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہموزن ثابت نہیں ہوتی۔ تو اتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔ در حقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور باعث اس کے کہ ان کے دلوں میں ”قال اللہ وقال الرسول“ کی عظمت باقی نہیں رہی۔ اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو۔ اس کو محالات اور تمتعات میں داخل کر لیتے ہیں۔ قانون قدرت بے شک حق اور باطل کے آزمانے کے لئے ایک آلہ ہے۔ مگر ہر قسم کی آزمائش کا اسی پر مدار نہیں..... بلکہ سچ پوچھو تو قانون قدرت مصطلح حکماء کے ذریعہ جو جو صدائیں معلوم ہوئی ہیں۔ وہ ادنیٰ درجے کی صدائیں ہیں۔ لیکن اس فلسفی قانون قدرت سے ذرا اوپر چڑھ کر ایک اور قانون قدرت بھی ہے۔ جو نہایت دقیق اور غامض اور باعث وقت و غموض موٹی نظروں سے چھپا ہوا ہے۔ جو عارفوں پر ہی کھلتا ہے اور فانیوں پر ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس دنیا کی عقل اور اس دنیا کے قوانین شناس اس کو شناخت نہیں کر سکتے اور اس سے منکر رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو امور اس کے ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں اور جو سچائیاں اس کی طفیل سے پایہ ثبوت پہنچ چکی ہیں۔ وہ ان سفلی فلاسفوں کی نظر میں ابا طیل میں داخل ہیں۔“ مسلمانوں کی بد قسمتی سے یہ فرقہ (مرزائی) بھی اسلام میں پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا قدم الحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل رہا ہے۔

۲..... (انجام آتھم ص ۱۶۸، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵) ”تعلمون ان النزول فرع للصدود تم جانتے ہو کہ نازل ہونا عیسیٰ کا ان کے آسمان پر چڑھنے کی فرع ہے۔“

۳..... (انجام آتھم ص ۱۵۸، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵) ”والنزل الیضاً حق نظراً علی تواتر الاثار وقد ثبت من طرق فی الاخبار“ اور نازل ہونا عیسیٰ ابن مریم کا بسبب متواتر احادیث صحیحہ کے بالکل حق ہے اور یہ امر حدیث میں مختلف طریقوں سے ثابت ہو چکا۔

۴..... (آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ص ۲۸۳، خزائن ج ۵ ص ۱۱۵) ”انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جو رد کی تلاش میں تھے۔ مگر تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔ معلوم ہوا ۱۵۳ سالہ عمر والا معاملہ محض ڈھکوسلہ جھوٹ و افتراء ہے۔“

۵..... (ازالہ اوہام ص ۲۲۸، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵) ”تمام فرقے نصاریٰ کے اس قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے یہی ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عیسیٰ انجیلوں میں اپنی تین دن کی موت کا اقرار بھی کرتے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ روح عیسیٰ کا دجل محض فریب ہے۔ کیونکہ تین دن تک روح کا زمین پر رہنا کیا معنی رکھتا ہے وہ تو دم واپسین پر ہی پرواز کراتی ہے اور نیز مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام تین دن کی موت کا خود اقرار کرتے ہیں سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسدِ عنصری سے زندہ ہوئے تھے۔ سبھی تو وہ آپ اپنی شہادت دیتے ہیں۔

۶..... (اربعین نمبر ۳ ص ۱۰، خزائن ج ۱ ص ۳۹۴) ”یہودیوں نے حضرت مسیح کے لئے قتل و صلیب کا حیلہ سوچا تھا۔ خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤں گا اور تیرا رفع کروں گا۔“ معلوم ہوا صلیب دینے اور ہاتھ پاؤں میں کیل ٹھونکنے والا معاملہ محض دجل و بکواس ہے اور بچانے کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام سے ہو رہا ہے جو مرکب روح مع الجسد تھے اور رفع کا وعدہ بھی روح مع الجسد سے ہی ہو رہا ہے۔

۷..... (آئینہ کمالات اسلام ص ۴۶، خزائن ج ۵ ص ۱۱۵) ”ماسوا اس کے یہ بھی تو سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ کہ میں ایسا کرنے کو ہوں خود یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں۔“

(چشمہ معرفت ص ۱۶۶، خزائن ج ۲۳ ص ۱۷۴) ”خدا نے ان کے منصوبوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا۔“

مرزا قادیانی ”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی“ کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ سو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ۸۷ برس کی عمر کشمیر میں گزارنے کا واقعہ محض دجل و لغو ہے۔

۸..... (ازالہ اوہام ص ۱۸۵، خزائن ج ۳ ص ۱۸۹) ”تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود (عیسیٰ ابن مریم) کا آنا ایک اجتماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا اجماع امت کو کورانہ کہنا بھی محض جھوٹ و فریب تھا۔

۹..... (ازالہ اوہام ص ۲۷۵، خزائن ج ۳ ص ۳۶۴) ”یہ آیت کہ ”هو الذی ارسل رسوله بالهدی ویدین الحق“ درحقیقت اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے تعلق ہے۔“

معلوم ہوا مسیح ابن مریم ہی مسیح موعود ہے۔ مرزا قادیانی بس یونہی ہیں یونہی۔

۱۰..... (ایام صلح دوئم ص ۱۳۶، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۱) ”اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گے اور راست بازی ترقی کرے گی۔“

معلوم ہوا کہ وہ وقت سعید جس کا وعدہ دیا گیا ہے اور جس پر اتفاق ہو گیا ہے ابھی نہیں آیا۔ کیونکہ ابھی ملل باطلہ ویسے ہی بدستور چلے آتے ہیں۔ بلکہ محمد پنجابی علامہ مشرقی نے اس کڑی میں اور اضافہ کر دیا ہے اور راست بازی ابھی مفقود ہے۔

۱۱..... (ازالہ اوہام ص ۸۱، خزائن ج ۳ ص ۱۴۲) ”صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔“

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اترے گا تو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی۔“ (اخبار بدر جون ۱۹۰۶ء، مرزا غلام احمد قادیانی رئیس قادیان)

معلوم ہوا کہ مسیح موعود آسمان سے اترے گا نہ کہ چراغ بی بی بوڑواں جنیں گی۔

۱۲..... (شہادۃ القرآن طبع پنجم ص ۸، خزائن ج ۶ ص ۳۰۴) ”مسیح موعود کے بارہ میں (عیسیٰ علیہ السلام) جو حدیث میں پیش گوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف آئمہ حدیث نے

چند روایتوں کی بناء پر لکھا ہو بس۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیش گوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے۔ گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے۔ اسی قدر اس پیش گوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں۔ کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء

سے یاد کرتے چلے آتے تھے۔“ اگر نعوذ باللہ یہ افتراء ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس افتراء پر آمادہ کیا تھا۔

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

مرزا نیو! جواب دو کیا اب بھی اجماع امت کو نہ مانو گے اور کچھ نہیں تو مرزا قادیانی کے

الفاظ ہی سے شرماؤ۔

۱۳..... (شہادۃ القرآن ص ۲، خزائن ج ۶ ص ۲۹۸) ”واضح ہو کہ اس امر سے دنیا میں

کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے۔ بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا اور یہ پیش گوئی بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ کتب میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک منصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے۔“

مرزا نیو! اب بھی تسلی میں کچھ شک باقی ہے تو آؤ آپ کو اس کتاب سے حیات مسیح

دکھلائیں جو تمہارے لئے بمنزلہ قرآن کے ہے۔ وہ کتاب جس میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ میں یوں فرماتا ہے۔“ وہ کتاب جو سرکار مدینہ سے بقول مرزا رجسٹری ہو چکی ہے۔ وہ کتاب جسے مرزا قادیانی نے لہم و ما مور من اللہ ہو کر لکھا۔ وہ کتاب جسے مرزا قادیانی قطبی کے نام سے قطب ستارا کی طرح اٹل غیر متزلزل قرار دیتے ہیں۔ ہاں بھائی وہ کتاب جس کی پچاس جلدوں کے وعدے پر غریب امت کو لوٹا گیا اور نام کو پانچ دیں۔ مگر میرے خیال میں ایک بھی نہ تھی۔ کیونکہ اس میں سوائے تمہید اشتہار اور مقدمہ دو بیچا اور چند جھوٹے خواب و کشف اور بے جوڑ سربریدہ الہاموں کے اور کیا ہے۔ وہ کتاب جس کے متعلق مرزا قادیانی نے لکھا کہ اب براہین احمدیہ کی تالیف کا کام خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کتاب جسے نعوذ باللہ حضرت علیؑ شیر خدا نے لکھا اور نعوذ باللہ جنت خاتون جگر پارہ رسول نے مرزا کے پیش کیا۔ ذیل کا دجل پڑھو اور شرماؤ اس کے بعد اس محکم کتاب کو تمہارے سامنے اتمام حجت میں پیش کریں گے۔

کشف قادیانی اور مر جائے اس کی نانی

(براہین احمدیہ ص ۵۰۳، خزائن ج ۱۷ ص ۵۹۸، ۵۹۹) ”ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور

وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت جس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی۔ ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد

آنے کی آواز آئی۔ جیسی سرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اس وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ و حضرت علی و حسین و فاطمہ رضی زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سراپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے۔ جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تھکھ کو دیتا ہے۔ فالحمد لله علی ذالک! پھر اس بعد یہ الہام ہوا۔ ”انک علی صراط مستقیم فاصدع بما تؤمر و مروا عرض عن الجاہلین“ اے مرزا تو سیدھی راہ پر ہے۔ پس جو حکم کیا جاتا ہے اس کو کھول کر سنا اور جاہلوں سے کنارہ کر۔

فوائد براہین احمدیہ

(براہین احمدیہ ص ۱۳۶، خزائن ج ۱ ص ۱۲۹) ”اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں۔ بلکہ وہ تمام صدائیں جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجماعی کا نام اسلام ہے۔ وہ اس میں مکتوب و مرقوم ہیں اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس کے پڑھنے والوں کو ضروریات دین میں احاطہ ہو جائے گا اور کسی مغوی اور بہکانے والے کے بیچ میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاد اور ایک طیارر ہبر بن جائیں گے۔“

(براہین احمدیہ ص ۱۳۶، ۱۳۷، خزائن ج ۱ ص ۱۲۹، ۱۳۰) ”تیسرا یہ فائدہ ہے کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں۔ یہودی، عیسائی، مجوسی، آریہ، برہمو، بت پرست، دہریہ، طبعیہ، اباحتی، لاندہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے اور جواب بھی ایسا جواب کہ درونگو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے اور پھر صرف رفع اعتراض پر کفایت نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ ثابت کر کے دکھایا گیا ہے کہ جس امر کو مخالف ناقص الفہم نے جائے اعتراض سمجھا ہے۔ وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض اور پھر وہ فضیلت بھی ایسی دلائل واضح سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ ٹھہر گیا ہے۔ چوتھا یہ فائدہ ہے جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں۔ بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے۔ کیونکہ قدر ایک جوہر

بیش قیمت کے مقابلہ سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے..... تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں۔ وہ تمام کامل صدائیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف ہی سے لی گئی ہیں..... یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی بیان تفسیر ہے۔“

(تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۴) ”مؤلف نے براہین احمدیہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مہم اور مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے۔“

(تمتہ حقیقت الوحی ص ۵۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۸۵، ۲۸۶) ”اللہ تعالیٰ دوسری جگہ براہین احمدیہ میں فرماتا ہے کہ: الرحمن علم القرآن..... یعنی وہ خدا ہے جس نے تجھے قرآن سکھلایا اور صحیح معنوں پر مطلع کیا۔“

اب آئیے اور ایسی پرہیت و عظمت کتاب سے حیات مسیح کو ملاحظہ کیجئے۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے

(براہین احمدیہ ص ۴۹۸ تا ۵۰۰ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳، ۵۹۴) ”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ یہ آیت جسمانی اور سیاست مکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اعسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح علیہ السلام سے مشابہت تامہ ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقول طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔“

الہام ربانی بر قلب مرزا آنجمانی

(براہین احمدیہ ص ۵۰۵، خزائن ج ۱ ص ۶۰۱، ۶۰۲) ”عسی ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا“ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ

ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر اترنے کا ظاہر اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے۔ اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عصف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلال الہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے گا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے لئے بطور راز ہوا ہے۔ یعنی اس وقت جلالی طور پر خدا تعالیٰ اتمام حجت کرے گا۔ اب بجائے اس کے جلالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔ ”توبو واصلحو والی اللہ توجھوا وعلی اللہ توکلوا واستعینوا بالصبر والصلوة“

(مرزا یونیا!) توبہ کرو اور فسق اور فجور اور کفر اور معصیت سے باز آؤ اور اپنے حال کی اصلاح کرو اور خدا کی طرف متوجہ کرو۔

(براہین احمدیہ ص ۳۶۱ حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۴۳۱) ”حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ آسمانوں پر جا بیٹھے۔“

اونیم یہودیو! گئے گذرے ایمان سے ٹھنڈے پیٹ سینے پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ اب بھی تمہیں کوئی چون و چرا کرنے کا موقعہ باقی ہے۔ ہاں آدمی جب حیا کو چھوڑ دے تو جو چاہے وہ کہے۔ اس کو کون روک سکتا ہے۔ مرزا قادیانی تو ہر طریق و ہر لحاظ سے معتد و متشدد سر کر دیتے ہوئے بری الذمہ ہو گئے اور مرزائی مذہب بین ہو گئے۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا دجل انہیں کچھ نہیں کرنے دیتا۔ اگر وہ حیات مسیح کے عقیدہ کو مانتے ہیں تو بقول مرزا کافر و مشرک ہوتے ہیں نہ مائیں تو ایمان سے بہرہ اور آیات اللہ کے منکر ٹھہرتے ہیں۔ وہ بیچارے کریں بھی تو کیا کریں اور جائیں تو کہاں؟ خدا کی زمین ان پر تنگ ہو چکی۔ اندرون اسلام ان کے لئے گنجائش کا کوئی موقعہ ہی نہیں اور بیرون اسلام اطمینان قلب نصیب ہی نہیں۔ اب یہ نیم در دوں نیم بروں کے مصداق کبھی براہین احمدیہ کو دیکھتے ہوئے مایوس ہوتے ہیں تو کبھی ازالہ ادہام کی ادہامی دلائل میں پھنس کر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں اور کان کھول کر سن لیں کہ وہ اسی تذبذب میں حیات مستعار کو ختم کر دیں گے اور ایمان کی دولت اور اطمینان کی زندگی سے بے

نصیب جواب دہی کے لئے طلب کئے جائیں گے۔ آہ! ہاں کوئی دجل کام آئے گا نہ عذر اور مرزا قادیانی تو اپنی حیرانی میں سرگرداں اپنی جان کے فکر میں محو ہوں گے اور سرکارِ دو عالم ﷺ ان کے منہ دیکھنے کے روادار نہ ہوں گے۔ بلکہ صاف کہہ دیں گے۔ ”وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا“ یعنی نبی کریم ﷺ جناب باری میں صاف عرض کریں گے کہ مولا یہی وہ بد بخت قوم ہے جس نے تیرے کلام کو جھٹلایا تھا۔ اس لئے ڈر اور توبہ کرو اور اس بد عقیدگی سے باز آؤ۔ کیوں شامیں آئی ہیں کیا سوچ رہے ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نہ ڈر خدا سے اور اس کے عتاب سے لیکن
نبی کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

وجہ تالیف براہین احمدیہ

(تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۴) ”کتاب براہین احمدیہ جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے۔“

(تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۳۹) ”ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو نبی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا۔“

(تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۴۸) ”اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہر اُوباطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ تک اس کو پہچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۹۵، خزائن ج ۳ ص ۱۹۷) ”جو خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کسی قسم کی دلیری نہیں کرتے۔“

ناظرین! غور فرمائیں ایسی شاندار کتاب جس کو اللہ میاں لکھوائے اور ملہم و مامور تجدید دین کے لئے فتور و فساد کو دیکھ کر لکھے اور آفتاب سے زیادہ روشن دلائل سے بیان کرے اور جس کتاب کا متولی ظاہر و باطن میں رب العالمین ہو۔ ایسی کتاب سے روگردانی کرنے والا کون ہوگا۔ سو یہ مجھ سے نہ پوچھئے:

عقل حیران ہے کہ اسے کیا لکھئے
خامہ انگشت بدنجان ہے اسے کیا کہئے

اب یہ مرحلہ بھی مرزا قادیانی ہی کا مرہون منت رہے گا اور وہی اسے سلجھانے کی کوشش کریں گے۔ سابقہ اقتباسات میں آپ نے شورہ شوری ملاحظہ کی۔ اب نمکا نمکی بھی دیکھئے۔

عذرات مرزا

(اعجاز احمدی ص ۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳) ”پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس بات سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جمارہا۔“

(کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰) ”میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو۔ وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا۔ محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھا دے۔“

(ضمیمہ تفسیر کلاؤدیہ ص ۳۱، خزائن ج ۱۷ ص ۸۳) ”وانسی انا المسیح النازل من السماء“ اور آسمان سے نازل ہونے والا مسیح ابن مریم میں ہی ہوں۔“

بانی مہدویت کے ہم مشرب بھائی مرزا قادیانی بھی عجیب دل و دماغ کے مالک تھے۔ کامل بارہ برس اللہ میاں منت گزار رہا۔ بیچارا ٹیچی ٹیچی الہام لاتا لاتا تھک کر چور ہو گیا۔ الہامات کی بارش سے قادیان کے چھت ٹوٹ پڑے۔ بہشتی مقبرے کا مشرقی چھپر لبالب بھر گیا اور عفونت اور چھروں کی بہتات سے اہل قادیان کا دم ناک میں آ گیا۔

قادیان کے مسلمان ہندو سکھ اور عیسائی حیران تھے کہ الہامات کی بارش اس ارزانی اور فرووانی سے کیوں ہو رہی ہے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ آخرا اس کا باعث کیا ہے۔ مگر وہ اس بہتات سے اس قدر گھبرا چکے تھے کہ شہر کو خیر باد کہہ کر کوئی پناہ کی جگہ تلاش کریں۔

مقام شکر ہے کہ اس نزاکت کو مرزا قادیانی نے تاڑ لیا اور ان کی تکلیفات کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے اللہ میاں کی بارہ سالہ التجائیں قادیانی رسول کی سمجھ میں آنے لگیں۔ یعنی مرزا قادیانی کے احساسات کو محسوس ہونے لگا کہ مسیح موعود عیسیٰ ابن مریم جس کے متعلق قرآن وحدیث میں متواتر پیش گوئیاں اور خوشخبریاں دی گئی ہیں وہ میں ہی ہوں۔

افسوس! مرزا قادیانی کس سادگی اور بھولے پن سے گردن نیچی کئے سر جھکائے انداز معصومیت سے کہتے ہیں کہ میں نے حیات عیسیٰ کی آمد ثانی کا رسمی عقیدہ جس پر باون سالہ زندگی تک گامزن رہا براہین احمدیہ میں یونہی بلا سوچے سمجھے لکھ دیا تھا۔

سوال تو یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی کی اس بودی نکمی ناکارہ اور واہیات دلیل کو مان لیا جائے تو قرآن کریم کی ان آیات کو جن سے مرزا قادیانی استدلال کرتے ہیں کہاں چھپائیں اور مرزا قادیانی کے الہامات کو کہاں اور کیسے ڈبوئیں۔

مرزا قادیانی وہ آپ کی ملہمیت کدھر گئی اور ماموریت کیا ہوئی اور حکمیت کو کیا عارضہ ہوا۔ آپ تو بن بلائے نہیں بولتے اور بن سمجھائے نہیں سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ گذرے ہیں کہ ”وما یظن علیٰ الہوائی ان ہو الا وحی یوحی“ اب ان دلائل کو کیا سانپ سونگھ گیا ہے۔ جو یوں گھاس خوری کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔

از رشحات قلم منشی محمد عبداللہ صاحب معمار فاضل مرزا نیت امرتسری
بحث نزول

عموماً مرزائی پارٹی یہ اعتراض کیا کرتی ہے کہ قرآن مجید میں نزول کا لفظ اور اس کے مشتقات متعدد جگہ استعمال ہوئے ہیں اور وہاں آسمان سے اترنے کے کسی جگہ بھی ہمارے مخالف لوگ معنی نہیں لیتے۔ دل میں آیا کہ اتمام حجت کے لئے ان کا یہ کائنات بھی نکال دیا جائے تاکہ ان کو کسی قسم کا شکوہ و شکایت کا دنیا میں اور عذر کا آخرت میں موقع نہ ملے۔ ”یہلک من ہلک عن بینة ویحییٰ من حیٰی عن بینة (انفال: ۴۲)“

سب سے پہلے اس مشکل کو ہم لغتہ حل کرنا چاہتے ہیں۔ صراح میں ہے کہ نزول ”فروء آ مدن“ اور انزال فروء آ ورون (مجمعی الارب ص ۲۰۹، ۲۱۰) میں بھی اس طرح ہے۔ یعنی نزول کے معنی نیچے آنا اور انزال کے معنی نیچے لانا ہیں۔ مصباح منیر میں ہے نزل من علوہ الی سفل یعنی نزول کے معنی اوپر سے نیچے آنا کے ہیں۔

مشہور لغوی علامہ راغب اصفہانی (مفردات ص ۷۰۵) میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”النزول فی الاصل هو انحطاط من علوہ..... وانزال اللہ تعالیٰ اما بانزال الشیء نفسہ واما بالنزال اسبابہ والہدایة الیہ کانزال الحدید واللباس ونحو ذالک“ یعنی نزول کے اصل معنی اوپر سے نیچے کو اترنا ہیں..... اللہ تعالیٰ کا اتارنا یا تو شے بنفسہ کا اتارنا ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کا اتارنا یا اس شے کے اسباب و ذرائع اور اس کی طرف (توفیق) ہدایت کا اتارنا جیسے انزال حدید، انزال لباس اور اس کے مثل (انزال رزق، انزال انعام، انزال میزان، انزال رجز و عذاب وغیرہ)

اب اس تفریح کے بعد کسی قسم کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس سے زیادہ ہم کچھ وضاحت کریں۔ لیکن پاس خاطر ناظرین اس کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ناظرین دیکھ لیں گے کہ یہ لوگ جو جو اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ ان میں سراسر مغالطہ دہی، دجل و فریب، کمرو خدع اور تحریف و تاویل ہی ہوتی ہے۔

مغالطہ نمبر:..... قرآن مجید میں ہے کہ ”قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولا يتلوا علیکم آیات اللہ (طلاق: ۱۰، ۱۱)“ اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کے لئے انزل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

جواب..... اگر مشہور اور درسی کتاب جلالین کے اسی مقام کو دیکھ لیا جاتا تو اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہ نکلتی۔ لیکن یار لوگ چونکہ علم عربی سے ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ اس لئے ان کو مجبور و معذور قرار دیتے ہوئے ہم خود ہی اسی مقام کو یہاں نقل کر کے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

”قد انزل اللہ الیکم ذکراً هو القرآن رسولا ای محمد ﷺ منصوب بفعل مقدر ای ارسل (جلالین ص ۶۴)“ یعنی ذکراً سے مراد قرآن کریم ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے (آسمان سے) نازل کیا۔ (ذکر قرآن مجید کا دوسرا نام ہے۔ اس کا نزول بہت سی آیات میں آیا ہے۔ چودھویں پارے کے تین مقام ملاحظہ ہوں۔)

.....۱ ”انا نحن نزلنا الذکر (حجر: ۹)“

.....۲ ”یا یہا الذی نزل علیہ الذکر (حجر: ۶)“

.....۳ ”وانزلنا الیک الذکر (نحل: ۴۴)“

.....۴ ”هذا ذکر مبارک انزلناہ (انبیاء: ۵۰)“

.....۵ ”اونزل علیہ الذکر (ص: ۸)“

.....۶ ”ان الذین کفروا بالذکر لما جائهم وانه لکتاب عزیز (حم

سجدہ: ۴۱)“

.....۷ ”ان هو الا ذکر وقران مبین (یسین: ۶۹)“

.....۸ ”ان هو الا ذکر للعلمین (انعام: ۹۰)“

.....۹ ”ان هو الا ذکر للعلمین (یوسف: ۱۰۴)“

.....۱۰ ”وما هو الا ذکر للعلمین (قلم: ۵۲)“ تلك عشرة کامله!

اور رسولا کے پہلے ارسال محذوف ہے۔ یعنی محمد ﷺ کو رسول بنایا۔ اسی لئے قرآن مجید میں ذکر کے بعد آیت کا گول نشان بنا ہوا ہے، اور رسولا الگ دوسری آیت میں ہے۔ (خازن ج ۷ ص ۹۵)، (مدارک ص ۲۰۲)، (سراج منیر ج ۷ ص ۲۸۳) اور (کشاف ج ۳ ص ۵۶۰) میں بھی اسی طرح ہے۔

بصورت دیگر اگر رسولا کو منصوب بہ فعل مقدر نہ مانا جائے۔ بلکہ ذکر اُسے بدل یا عطف بیان مان لیں تو اس صورت میں رسولا سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہوں گے۔ (کشاف ج ۳ ص ۵۶۰، بیضاوی ص ۳۸۳) جو بواسطہ محمد ﷺ کے بندوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کا نزول من السماء متفق علیہ ہے۔

مغالطہ نمبر: ۲..... خدا تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ”انزلنا الحديد (حديد: ۲۵)“، یعنی ہم نے لوہا اتارا۔ اب غور کیجئے کہ کیا لوہا آسمان سے نازل ہوتا ہے یا کانوں سے نکلتا ہے؟

جواب..... آیت مذکور میں انزال سے مراد انزال امر ہے۔ جیسا کہ اوپر (مفردات راغب ص ۷۰۵) سے عبارت ”والهداية اليه كانزال الحديد“ نقل کی جا چکی ہے۔ یعنی لوہے کے استعمال کی ہدایت اور حکم اللہ نے نازل فرمایا۔ تفسیر سراج منیر اور (کشاف ج ۳ ص ۳۸۰) میں ہے۔ ”ان اوامرہ تنزل من السماء قضايا و احكامه“ (بیضاوی ص ۳۶۲) میں ہے ”الا مر با غداده“ یعنی استعمال جدید کا امر و حکم آسمان سے اتر ہے۔ جو قرآن مجید فرقان حمید میں دوسرے مقامات میں موجود ہے۔ ”واعذوا لهم ما استطعتم من قوة (انفال: ۶۰)“ ”وليا خذوا حذرهم واسلحتهم (نساء: ۱۰۲)“ ان آیات میں لوہے کے ہتھیار اور ڈھال وغیرہ کے استعمال کا حکم اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اسی کی طرح ”وانزلنا الحديد (حديد: ۲۵)“ میں اشارہ فرمایا ہے۔ پس چونکہ آہنی اسلحہ کے استعمال اور تیار کرنے کے سبب امر منزل من اللہ ہے۔ لہذا ”انزلنا الحديد من قبيل اطلاق المسبب والمراد به السبب“ جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ جواب میں بھی ہوگی۔

مغالطہ نمبر: ۳..... قرآن شریف میں آتا ہے کہ یا ”یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً (اعراف: ۲۶)“، یعنی اے نبی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کپڑے جو ہم لوگ پہنتے ہیں کیا وہ آسمان سے اترتے ہیں؟

جواب..... میں کہتا ہوں کہ محاورات عرب جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ کلام میں کبھی سبب بولتے ہیں اور مراد مسبب لیتے ہیں۔ مثلاً ”عینا الغیث ای النبات الذی سببه الغیث

(مطوّل) ”یعنی ہم نے بارش چرائی یعنی گھاس جس کے اگنے کا سبب بارش ہے اور کبھی مسبب بولتے ہیں اور مراد سبب لیتے ہیں۔ جیسے ”وما انزل اللہ من السماء من رزق (جائیدہ: ۵)“ یعنی اللہ نے آسمان سے رزق نازل فرمایا۔ یعنی بارش برسائی جو سبب ہے رزق کے پیدا کرنے کا۔ پس رزق مسبب ہوا۔ اسی طرح ”انزلنا علیکم لباساً (اعراف: ۲۶)“ فرمایا۔ لباس مسبب ہے اور سبب اس کا بارش ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۵۱) میں ہے۔ ”انزل المطر وبالمطر تتكون الاشياء التي منها يحصل اللباس“ تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ ”اللباس یكون من نبات الارض والنبات یكون بما ینزل من السماء فمعنی قوله انزلنا ای انزلنا اسبابه“ (تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۵ و فتح البیان) میں ہے۔ ”انزل المطر من السماء وهو سبب نبات اللباس“ (تفسیر مدارک ج ۳ ص ۳۸) میں ہے۔ ”لان اصله من الماء وهو منها“ اسی طرح (سراج منیر ج ۲ ص ۱۸۷، ابوالسعود ج ۳ ص ۲۲۲، بیضاوی ص ۲۸۹) میں بھی اسباب نازلہ مرقوم ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وجود لباس کا سبب بارش ہے۔ آسمان سے پانی برستا ہے۔ اس سے روئی کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ روئی سے سوت اور سوت سے لباس تیار ہوتا ہے۔ ادنیٰ لباس بنتے ہیں۔ بھیر اور دنبے سے، بھیر اور دنبہ پلتا ہے گھاس پر، گھاس پیدا ہوتی ہے بارش کے سبب سے۔ بارش ہوتی ہے، شہتوت اور پیر کے درختوں کی پتیاں ہری بھری ہوتی ہیں۔ ان کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں اور ریشم نکالتے ہیں۔ جس سے ریشمی لباس وجود میں آتے ہیں۔ غرضیکہ لباس و رزق کا وجود حصول اسباب سماویہ و موادارضیہ سے مل کر ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ یونس میں ارشاد باری ہوتا ہے۔ ”قل من رزقکم من السماء والارض (یونس: ۳۱)“ اس کے آگے ہے۔ ”وما انزل اللہ لکم من رزق (یونس: ۵۹)“ سورۃ جائید کی آیت بیان ہو چکی ہے۔ سورۃ ذاریات میں آتا ہے۔ ”وفی السماء رزقکم وما توعدون (ذاریات: ۲۲)“ سورۃ عبس میں فرمایا ”انا صببنا الماء صباء ثم شققنا الارض شقاً فانبتنا فیها حباً (عبس: ۲۵)“ ان آیات سے آسمانی بارش اور نبات ارضی سے انسانی معیشت کا حصول ثابت ہے۔ اسی قبیل سے یہ آیت بھی ہے۔ ”انزلنا علیکم لباساً (اعراف: ۲۶)“ اس کو کہتے ہیں۔ ”تسمیة الثمنی باسم المسبب“ پر انزال کے معنی آسمان سے اتارنا۔ اس آیت میں بھی اسی طرح ثابت ہوئے جس طرح اوپر کی دونوں آیتوں میں۔

ستیزہ کارتہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویٰ سے شرار بولہبی

ذیل میں اس بزرگ و واجب الاحترام ہستی کے گرامی خیالات پیش کئے جاتے ہیں۔ جس نے اپنی متاع عزیز کا بیشتر حصہ کذاب قادیان کے دجل کے نیچے ادھیڑنے میں صرف کیا اور فقیر کے خیال میں تو حضرت شاہ صاحب قبلہ کی ذات گرامی لکل دجال موسیٰ کی مصداق ثابت ہوئی۔ آپ نے جس خوبی و عمدگی سے قلمے سخن درے مقابلہ کیا۔ اس کی مثال ہی نہیں۔ سجادہ نشین حضرات میں شاہ صاحب کی ذات گرامی کو ایک خصوصی امتیاز حاصل تھا کہ آپ ہادی حقیقت و راہی طریقت کے ساتھ بڑے زبردست عالم دین بھی تھے اور قال کے ساتھ ساتھ حال بھی تھا۔ میرا روئے سخن اس بطل جلیل بزرگ و محترم عالم بے بدل جناب پیر سید مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ گلوڑہ شریف سے ہے۔ جن کا وصال زمانہ حال میں ہوا ہے۔ آپ کی مساعی جمیلہ کے برکات و فیوض ہر اس علم دولت سلیم الفطرت انسان کے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ جس نے آپ کی تصنیفات سے استفادہ حاصل کیا اور قابلیت و علم کا اعتراف کوئی مرزائیوں کے سینے چیر کر دیکھے کہ جگر داغ داغ پنیہ کجا کجا نیم ہو رہے ہیں۔ آپ کی وہ دقائق و معارف میں ڈوبی ہوئی کتاب موسومہ سیف چشتیائی جس نے ایوان مرزائیت میں زلزلہ و ہجیان پیدا کرتے ہوئے مرزا کو بے موت مارنے کا سامان پیدا کر دیا۔ مرزا قادیانی جب تک جیئے دانت پیستے اور لوہے کے چنے چباتے اور جواب میں مغلظات کہتے گذاری۔ مگر حق یہ ہے کہ شاہ جی نے ان بیہودہ و لچر روایات کے جواب میں اپنے نانا پاک کے اسوہ حسنہ کے مطابق دعائیہ کلمات ہی پر اکتفاء فرمایا۔

آہ! شاہ جی نے وہ سینکڑوں بکواس گنواتے ہوئے کچھ نہ کہا۔ بلکہ ہدایت کے لئے دعاء فرمائی۔ افسوس مرزا قادیانی نے اس متبرک ہستی کو بلاوجہ پانی پی پی کر کوسا۔ جس کا مواخذہ درگاہ رب العزت میں انشاء اللہ ضرور لیا جا رہا ہوگا۔ یہ غیر مہذبانہ طریق مرزا قادیانی کی کامل شکست اور اخلاق فاضلہ کا جیتا جاگتا نوٹو ہے۔

ہم تبرک ان کے زرین اقوال سے قارئین کی ضیافت کرتے ہیں اور اسی مقدس مضمون پر کتاب صحیفہ تقدیر کا اختتام ہوتا ہے۔

مرزائے قادیانی کی ایمانداریاں

بھائی مسلمانو! تفسیروں میں مفسرین نے جس امر کو نصاریٰ کا قول یا کسی ایک مسلم کا یعنی وفات مسیح ٹھہرایا ہے۔ اس کو قادیانی بمعہ چیلوں چانٹوں اپنے کے، مجمع علیہ اہل اسلام کا بنایا ہے۔ دیکھو (بیضاوی ص ۱۴۰) ”قیل امامتہ اللہ سبع ساعات ثم رفعہ اللہ الی السماء والیہ ذہب النصاری“ یعنی یہ قول کہ عیسیٰ علیہ السلام رفع کے قبل سات سات تک مرے رہے۔ یہ

نصاری کا قول ہے اور معالم و تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰ میں ہے کہ ”قال وهب توفى الله عيسى ثلاث ساعات من النهار ثم احياه ثم رفعه الله اليه وقال محمد بن اسحاق ان النصرى يزعمون ان الله توفاه سبع ساعات من النهار ثم احياه ورفع الله اليه“ اور شیخ الاسلام حرانی کی عبارت جس میں قول بالوفات کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابتداء کتاب ہذا میں نقل کی گئی ہے اور جیسے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ما قبل نبی کے نصف عمر پاتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ساٹھ برس کے سرے پر جانے والا ہوں۔ پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ گوڈ کر کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھایا گیا اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر و تواریخ پر بالاستقرا نظر ڈالی جاوے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ما قبل نبی کے نصف عمر پاتا ہے اور فساد مضمون کا من جملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔

قادیانی نے اپنے مکتوب میں جن امور کی نسبت ساری امت کو مفتری ٹھہرایا ہے ان کو ثبوت..... لفظ من السماء کا ثبوت صراحتہ ”یا دلالة روى اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فعند ذلك ينزل اخى عيسى بن مريم من السماء“ الحدیث ۲..... فقہا کبر میں ”امام الائمه ابو حنیفہ و نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء“ فرماتے ہیں۔ چنانچہ پہلے نقل کیا گیا۔ ۳..... شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں ”فانه لم يمت الى الان بل رفعه الله الى هذا السماء روى ابن جرير وابن حاتم عن ربيع قال ان النصرى اتوا النبی ﷺ وسلم الى ان قال الستم تعلمون ربنا حي لا يموت وان عيسى يأتى عليه الفناء“ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے۔ جس پر موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔ درۃ الدرانی بخاری کا مذہب ”أخرج البخارى فى تاريخه والطبرانى (درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵) عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم مع رسول الله وصاحبيه فيكون قبره رابعا“ ۲..... (رجوع کا لفظ) ”قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيمة (درمنثور ج ۲ ص ۱۳۶)“

امروہی صاحب اس (لم يمت) کی تاویل فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سولی پر نہیں

مرے۔ دیکھو (شمس بازغص ۷۰، ۲۰) مگر آگے جا کر ”وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمة“ میں سکتے عارض ہو جاتا ہے۔ شاید اس لئے کہ کیا کروں اگر انہ راجع میں انہ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد کرتا ہوں تو خود عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا ثابت ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو روپیہ چندہ کا میرے پاس بجمہدہ العنصری پہنچایا گیا تھا۔ وہی بعینہ دوبارہ لوٹ کر جس جگہ سے آیا تھا۔ وہاں پر ہی نازل ہوگا اور اگر انہ کا مرجع قادیانی ٹھہراتا ہوں تو آیت میں اس کا ذکر ہی نہیں۔ اب ذرا دم کھا جانا مصلحت وقت معلوم ہوتا ہے۔ نزول و رجوع بروزی کی تاویل اور اس کی تردید ابتداء کتاب میں مفصل گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو اور حاکم نے اس حدیث معاہدہ کے اخیر میں جس کو امام احمد نے اخراج کیا ہے۔ اپنی مستدرک میں کہا ہے۔ ”فذكر من خروج الدجال فاهبط فاقمله لانزککم تیامی انی اتی الیکم بعد قليل واما انتم فتروننی الی اناحی“ (انجیل مطبوعہ بیروت ۱۸۷۲ء کے صحاح)

خیر الدین افندی جواب فصیح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول آنحضرت ﷺ کا قول کہ ابن مریم تم میں حکم و عادل ہو کر نزول کرے گا اور وحی اور بل رفعہ اللہ الیہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

ہبوط کا لفظ ”لیهبطن عیسیٰ بن مریم حکما وعدلا“ ابو ہریرہؓ، ابن عساکر اسی حدیث کے اخیر میں ”حاجاً او معتمر اولیقفن علی قبرے ولیسلمن علی ولا ردن علیہ“ موجود ہے اور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زاد ہا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جواب سلام سے مشرف ہونا۔ یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ شمس الہدایت میں ”زیرت بن برثملا وصی عیسیٰ“ والی حدیث مذکور ہے۔ جس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔ ”کما فی ازالة التحفا“ اس حدیث میں (الی جین نزولہ من السماء) کا لفظ بھی موجود ہے۔ اس حدیث سے برخلاف مشن قادیانی کے کئی امور پائے جاتے ہیں۔

۱..... زیرت بن برثملا کا اس قدر زمانہ دراز تک بغیر اکل و شرب کے زندہ رہنا۔

۲..... عیسیٰ علیہ السلام کے نزول بنفسہ کی بشارت دینا۔

۳..... حضرت عمرؓ کا بیع اور تین سو سواری کی روایت وصی عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کر

کے اپنا سلام وصی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجنا۔

۴..... حضرت عمرؓ کا بچہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کے عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ

کے نزول من السماء کو صحیح سمجھنا۔ نہ یہ کہ کوئی اس کا مثیل آوے گا۔

۵..... یہ کہ آنحضرت ﷺ کے وفات شریف کے دن ”کما رفع عیسیٰ“ کا فقرہ صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ بلکہ سائر صحابہ جو اس وقت حاضر تھے سب کا تسلیم شدہ تھا۔ ورنہ حضرت عمرؓ اگر ”کما رفع عیسیٰ“ کو بھی مثل رفع محمدی کے مخطوبہ صدیقی غلط و مردود سمجھے ہوتے۔ تو نصلہ کی روایت وصی عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کر کے سلام نہ بھیجتے اور معلوم ہو کہ وفات شریف کے دن محل کلام صرف یہی تھا کہ حضرت عمرؓ سے بسبب اضطراب و قلق کے وفات شریف کے بارے میں اور کچھ نہیں بن پڑتی تھی۔ بغیر اس کے کہ ”رفع کما رفع عیسیٰ بن مریم“ کہتے تھے۔ یعنی آنحضرت ﷺ زندہ ہیں اور اٹھائے گئے ہیں۔ چنانچہ ابن مریم اٹھایا گیا۔ ازالۃ الخفاء کے مقصد دوم میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ”چون آنحضرت ﷺ از عالم دنیا بر فوق اعلیٰ انتقال فرمودت شویہا بیشمار بخاطر مردم راہ یافت، ظن بعضے آنکہ اس موت نیست حالتیست کہ عند الوحے پیش می آید و گمان بعضے آنکہ موت منافی مرتبہ نبوت است“ حضرت عمرؓ کے اس خیال کی تردید کے لئے صدیق اکبرؓ نے ”ایہا الرجال اربع علی نفسک“ فرما کر کہا ”فان رسول اللہ ﷺ قدمات الم تسمع اللہ یقول . انک میت وانہم میتون وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد فان مت فہم الخالدون“ پھر منبر پر چڑھ کر بعد حمد و ثناء فرمایا۔ ”ایہا الناس ان کان محمد الہکم الذی تعبدون فان الہکم قدمات وان کان الہکم الذی فی السماء فان الہکم لم یمت“ پھر یہ آیت پڑھی ”وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کا خیال تشویش کے باعث اسی طرف تھا کہ آنحضرت ﷺ نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ عیسیٰ بن مریم کی طرح زندہ ہیں۔ اس کی تردید حضرت صدیقؓ نے ”فان رسول اللہ ﷺ قدمات“ سے فرمائی اور پھر اس وہم کو (کہ موت منافی نبوت کے ہے) اس آیت ”انک میت وانہم میتون ونظائرہا“ سے دور فرمایا۔ یعنی موت منافی نبوت کے نہیں اور یہی ہے ”ما سبقت لا جملہ الآیات“ یعنی آیات کا سوق صرف اتنی ہی مضمون کے لئے ہے کہ یہ خیال تمہارا کہ انبیاء بھلا کب مرتے ہیں۔ غلط ہے پیغمبری اور موت باہم متنافی نہیں۔ رہا یہ امر کہ سب انبیاء مر چکے نہ تو مفاد آیات کا ہے اور نہ اس پر موعوم مخاطبین کی تردید موقوف ہے۔ انک میت ظاہر ہے کہ تحقق موت کا افادہ نہیں دیتا اور نہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بروقت نزول اس آیت کے وفات پا چکے ہوں اور ایسا ہی ”وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد“ کیونکہ مفاد اس کا خلود کی نفی ہے اور مسیح بھی چونکہ

اپنی ہستی کے لئے ابتداء اور انتہاء رکھتا ہے۔ لہذا خلود سے بے بہرہ ہے اور ”قد خلت من قبلہ الرسل“ دال ہونا کل انبیاء کی موت پر موقوف ہے۔ خلت کے بمعنی مات اور لام (الرسل) میں استغراقی ہونے پر سو یہ دونوں ممنوع ہیں۔ بلکہ خلت کا بمعنی مضت ہونا اور لام کا جنسی ہونا متعین ہے۔ پہلا لغت اور شہادت نظائر سے ثابت ہے۔ ”مثل قد خلت من قبلکم سنن الایام الخالیثہ“ وغیرہا اور لام کے استغراقی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ”قد خلت من قبلہ الرسل“ عیسیٰ بن مریم کے بارہ میں بھی نازل ہوا ہے۔ ”قال تعالیٰ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل“ پس بر تقدیر استغراق معنی یہ ہوا کہ مسیح سے پہلے سارے رسول مرچکے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے۔ لہذا ”وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل“ میں بھی لام استغراقی نہ ہوا تا کہ مسیح کی وفات پر دلالت کرے۔ الغرض اس آیت کا مسیح کی وفات پر دال ہونا دوا مر موقوف ہے۔ جو دونوں ہی ثابت نہیں۔ ”کما عرفت بناء علیہ“ صدیقی خطبہ میں محل استشہاد صرف ”افان مات“ اور ”انک میت“ ہے۔ نہ ”قد خلت من قبلہ الرسل“ تو معلوم ہوا کہ نزول آیات مذکورہ کے وقت مسیح بن مریم کا زندہ رہنا مفاد آیات مذکورہ کے لئے منافی نہیں۔ ہاں دائمی حیات بے شک منافی ہے آیات مذکورہ کو، سو مسیح بن مریم کو بلکہ کسی کو مخلوق میں سے ہم بھی حی قیوم نہیں جانتے۔ ہم بھی قائل ہیں کہ بعد النزول مریم گے اور یہی مطلب ہے امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی صاحب کتاب الملل والنحل کا اس عبارت سے ”وقال عمر بن الخطاب من قال ان محمد اقدمت قتلته بسیفہ هذا وانہ رفع کما رفع عیسیٰ بن مریم وقال ابو بکر بن قہافہ من کان یعبد محمد افان محمد اقدمت“ نہایت افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ مرزا قادیانی اسی خطبہ صدیقی کو اپنی ایام الصلح وغیرہ اور امر وہی صاحب قسطاس میں دلیل ٹھہراتے ہیں۔ اجماع کے اس امر پر کہ مسیح بن مر گیا۔ دیکھو قسطاس کے ص ۷۲ کہ بھلا تم اس اپنے خیال عقیدہ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ یا حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ سے ہی ثابت کر دو۔ جو دعویٰ اجماع صحابہ وغیرہم کا کئے جاتے ہو کہ حضرت عیسیٰؑ اس جسد خاکی کے ساتھ باجماع آسمانوں پر چڑھائے گئے اور وہاں پر اسی جسد خاکی کے ساتھ آسمانوں پر سے نزول فرمائیں گے۔ اگر صادق ہو۔ تو کوئی ایک روایت ہی ان خلفاء اربعہ سے پیش کرو۔ (اس بیچارہ لایعقل کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر کسی صحابی کا یہ خیال ثابت بھی ہو تو وہ فہم صحابہ بمقابلہ نصوص بینہ قرآنیہ کے کب حجت ہو سکتا

(ہے) علاوہ یہ کہ بروز وفات رسول مقبول ﷺ کے اس خیال سے سب حاضرین صحابہؓ نے رجوع کیا ہے۔ چنانچہ امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی کتاب (ملل و نحل ج 1 ص 21) میں لکھتے ہیں۔

”وقال عمر بن الخطاب“ اتبے سبحان اللہ قرآن حدیث میں مہارت ہو تو ایسی ہو کہ بوجہ جہالت الثامضون سمجھ کر امر اجماعی کو غیر اجماعی و بالعکس قرار دیا۔ بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ آیات قرآنیہ کے برخلاف حیات مسیح الی الآن پر اجماع ہو اور آنحضرت ﷺ برخلاف آیات قرآنیہ کے ایک مضمون مخالف کو نہایت اہتمام سے کرات مرات ارشاد فرماویں۔ ہرگز نہیں بلکہ خطبہ صدیقی کا مطلب وہی ہے جو بیان کیا گیا قادیانی مع اتباعہ بوجہ جمع ہونے الرسل کے لام کو استغرافی خیال کرتے ہیں۔ ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ لام استغرافی بوجہ مذکورہ بالا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ معہذا جمع پر لام کا استغرافی ہونا شہادت نظر ضروری بھی نہیں۔ ”واذ قالت الملائكة یا مریم ان اللہ یبشرك الایة وایضاً واذ قالت الملائكة یا مریم ان اللہ اصطفاک الایة“ الغرض قادیانی نے اسی تفسیر دانی پر نازاں ہو کر وفات مسیح کو مخصوص اور مجمع علیہ ٹھہرایا۔ جس کی علت غائی یہ تھی کہ احادیث نزول مسیح میں میری (قادیانی) بشارت ہے۔ تنبیہ بعد ظہور اس امر کے کہ رفع جسمی مسیح بحالت حیات اور ایسا ہی نزول ایک اجماعی عقیدہ ہے۔ اہل اسلام کا جس پر آج تک بل رفعہ اللہ الیہ کو سب اہل اسلام نص قطعی خیال کرتے چلے آتے ہیں اور مراد نزول سے احادیث متواترہ میں نزول جسمی اسی مسیح کا ہے۔ جو نبی اور مریم کا بیٹا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کے فہم مبارک اور سب امت مرحومہ کے اذہان میں یہی مرکوز ہے۔ لہذا قادیانی صاحب اپنا مدعی بغیر اس کے حاصل نہیں کر سکتے کہ آنحضرت ﷺ کے اس خیال کو کہ وہی مسیح جو نبی ہے نزول کرے گا۔ یا تو العیاذ باللہ غلط ٹھہرا کر آپ کو آیات قرآنی سے بے خبر تصور کریں یا یہ ثابت کریں کہ آنحضرت ﷺ کا خیال بھی ہمارے مطابق تھا۔ ان دو شقوں میں سے قادیانی صاحب بمعہ اپنے چیلوں کے ہر ایک کو ہاتھ ڈالتے ہیں۔ مگر الحمد للہ! کہ نا کامیاب ہی رہتے ہیں۔ شق اول کی نسبت لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تعبیر کشف میں غلطی ہو گئی ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی برنگ عیسیٰ ابن مریم مکشوف ہوا۔ آپ ﷺ نے عیسیٰ بن مریم بعینہ سمجھ لیا۔ سو اس کو اس کی نسبت گزارش ہے کہ یہ خیال بالکل لغو اور منافی حکمت تبلیغ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے امت مرحومہ کی خیر خواہی کے لئے بڑی تفصیل و بسط و علامات و خصوصیات و تاکیدات سے اس پیشین گوئی اور ایسا ہی سائر علامات قیامت کو بیان فرمایا ہے تاکہ میری امت جھوٹے مسیح اور فتنہ و جال سے محفوظ رہیں اور بر تقدیر خطا فی التعمیر کے اس خیر خواہی کا ثمرہ یہ نکلا کہ خدائے جل

و علا سے لے کر موجودہ اہل اسلام تک خطا ہی خطا ہو گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو بھی یہ نہ سوجھی کہ واضح طور پر وحی بھیجوں یا بحکم فینسخ اللہ ما یلقے الشیطان کے خطا کی ترمیم و تصویب کر دوں اور اسی ناسمجھی پر آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و ہلم جرا آج تک رہی اور بخیاں مرزا قادیانی کے اس مسیح کے دوبارہ آنے کے قائلین باجمعہم مشرک ٹھہرے۔ کیونکہ ایک بشر انہوں نے جی قیوم مان لیا۔ دیکھو ایام الصلح و شمس بازنہ وغیرہ وغیرہ اور نیز دورود اور خطوہ خطاء کا کشف یا تعبیر میں گو کہ منافی نہیں شان نبوت کو، مگر بقاء علی الخطاء بالکل نازیبا اور ناجائز ہے۔ بحکم فینسخ اللہ ما یلقے الشیطان اور نیز اس وجہ سے کہ بقاء علی الخطاء متصادم ہے عصمت کو، جس پر رسالت و اتباع کے کارخانہ کا دارومدار ہے۔ اس اجماع کے بارہ میں مرزا قادیانی کبھی تو اجماع کو راند لکھتے ہیں۔ دیکھو ازالہ جلد اول جس سے رفع جسمی کے اجماع ہونے پر ان کا اقرار پایا جاتا ہے اور جب اجماع امت کے کورانہ کو ٹھہرانے پر چاروں طرف سے لعن نظر آتے ہیں تو جھٹ کر وٹ بدل کر اس طرف منہ کر لیتے ہیں کہ رفع و نزول جسمی اس مسیح پر امت کا اجماع ہی نہیں۔ بلکہ اس کی موت پر اجماع ہے۔ دیکھو مکتوب عربی وغیرہ وغیرہ۔

رہا یہ دعویٰ کہ کل اکابر معتزلہ کا عیسیٰ کے مرنے پر یعنی وہ مر گیا اتفاق سے، ناظرین علامہ زنجیری معتزلی کا قول (کشاف ج ۱ ص ۳۶۶) میں ملاحظہ کریں۔

”انی متوفیک لے مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبه لک ومیتک حتف انفک لا قتلا بایدیہم ورافعک الی سمانی ومقر ملائکتی“ متوفیک کے معنی میں اتنا طول (کہ میں تیری اجل پوری کروں گا۔ یعنی میں تجھے کفار کے ہاتھوں سے بچالوں گا اور تجھ کو اس اجل اور زمانہ تک مہلت اور وقفہ دوں گا۔ جو تیرے لئے میں نے لکھ دیا ہے) اور اس کا معنی میٹک نہ لینا۔ جیسا کہ بعد اس کے قبل میٹک بیصنہ ترمیض لکھا ہے۔ اسی لئے تو ہے کہ احادیث متواترہ و عقیدہ اجماعی و نص قطعی بل رفعہ اللہ الیہ کا مفاد متوفیک کے مطابق بلا تکلف تقدیم و تاخیر کے ہو۔ امام بخاری کی طرف یہ نسبت کہ اس کا مذہب عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف تھا۔ بالکل لغو اور جہالت ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں ایک باب بعنوان باب نزول عیسیٰ بن مریم مرتب کیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰)

جس میں ایک حدیث ابی ہریرہ کی روایت سے نقل کی ہے۔ ”والذی نفسی بیدہ“ جس کے اخیر میں ابو ہریرہؓ آیت ”وان من اهل الكتاب“ استشهاد کے طور پر ذکر فرماتے ہیں اور دوسری حدیث ”کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم“

اس باب کا عنوان اور معنوں صاف بتلا رہے ہیں کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے۔ جس پر اجماع امت کا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورہ آل عمران کے لفظ متوفیک کی تفسیر فقط ممیتک سے کر دی ہے۔ ”وقال ابن عباس متوفیک ممیتک“ اور اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے کہ اس آیت میں توفی کے معنی موت ہیں اور مسیح بن مریم مرچکا اور کیوگر ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اوپر باب کے عنوان و معنوں سے صاف ظاہر ہے۔ اصحاب روایت کے مد نظر فقط روایت کے اس سلسلہ کو بیان کرنا ہے جو ان کو ملا۔ اس روایت کرنے سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ جب ابن عباسؓ کی نسبت بوجہ اس تفسیر کے کہ متوفیک ممیتک یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ان کا مذہب بھی وفات مسیح ہے۔ تو امام بخاری کا مذہب بوجہ روایت کیوگر ہو سکتا ہے اور نیز چونکہ متوفیک میں وعدہ وفات کا ہے۔ نہ تحقق وفات لہذا ”قال ابن عباس متوفیک ممیتک“ وفات مسیح کا افادہ نہیں دیتا۔ جب تک فلما توفیتی کے متعلق کسی صحابی یا مفسر سے معنی موت کا نقل نہ کیا جاوے۔ بلکہ ابن عباسؓ سے فلما توفیتی کے متعلق رفعنی کا معنی مروی ہے۔ ”كما فی الدر المنثور ونقل فی شمس الہدایت“ اور فلما توفیتی میں بھی اگر معنی موت کا ہی لیا جاوے تو بھی یہ آیت چونکہ ہدایت ہے مابعد النزول سے، لہذا وفات قبل النزول پر دلالت نہیں کرتی۔ ”كما سیبجی مفصلاً ابن عباس“ کا مذہب یہی ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ فوت نہیں ہوئے اور دوبارہ آسمان سے نزول کریں گے۔ اسی لئے بر تقدیر ارادہ معنی موت کے متوفیک سے ابن عباسؓ آیت میں تقدیم و تاخیر فرماتے ہیں اور دوسری کتب صحاح میں جیسے صحیح نسائی اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اپنے تراجم میں حضرت ابن عباسؓ سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ ”عن ابن عباس ان رھطا من الیھود سبوه وامر فدعا علیھم فمسخھم قردة وخنزیر فاجتمعت الیھود علی قتله فاخبره اللہ بانہ یرفعه الی السماء ویطھرہ من صحبة الیھود صحیح نسائی . ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سیدرک اناس من اهل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیؤمنون بہ فتح البیان“ علاوہ تفسیر ابن عباسؓ کے ایک اور وجہ بھی ہے جو قادیانی صاحب نے بزم خود و ستاویز بنا رکھی ہے۔ ”فاقول كما قال العبد الصالح“ کی حدیث جو بخاری میں بروایت ابن عباسؓ ذکر کی ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اور مسیح بن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دے کر وہی لفظ فلما توفیتی اپنے حق میں استعمال فرمایا۔ جو عیسیٰ بن مریم نے اپنے حق میں کہا اور

ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً میں آنحضرت ﷺ کا مزار شرف موجود ہے۔ اس لئے ہلکی منکشف ہو گیا کہ دونوں برابر طور پر آیت ”فلما توفینتی“ کے اثر سے متاثر ہیں۔ اس تقریر کو قادیانی صاحب نے بوجہ خود غرضی سیاق سے آنکھ بند کر کے دستاویز بنا لیا ہے۔ فی الواقع یہ ہے کہ فلما توفینتی کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ جیسا کہ (درمنثور ج ۲ ص ۳۳۹) میں مذکور ہے کہ قنادہ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا۔ کہا قیامت کے دن اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں اسی دن ہوں گی۔ جس میں سچوں کو سچائی نفع دے گی۔ ”ہذا یوم ینفع الصادقین صدقہم“ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے فرمائے گا کہ تم کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب نے تیرے بعد کیا کچھ بنایا۔ تو بجواب اس کے میں کہوں گا جیسا کہ کہے گا بندہ صالح (یعنی مسیح) کو و کنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفینتی کنت انت الرقیب علیہم“ اور میں ان کا نگران تھا۔ جب تک کہ ان کے بیچ تھا میں۔ پھر جب کہ مار دیا تو نے تو ہی ان پر نگہبان رہا۔ اس حدیث میں ”کما قال العبد الصالح“ میں قال بمعنی یقول ہے۔ فلما توفینتی بمعنی موت ہوا مگر وہ موت ہے۔ جو بعد النزول من السماء مسیح پر وارد ہوگی۔ جس کے سارے اہل اسلام صحابہ سے لے کر آج کے علماء تک قائل ہیں۔ ہاں اگر قال بمعنی ماضی ہی ہوتا تو فلما توفینتی مسیح کے موت پر بروقت تحقق رفعہ اللہ علیہ کے دلالت کرتا۔ کیونکہ اس تقدیر پر مطلب یہ ٹھہرا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں کہوں گا قیامت کے دن جیسا کہ کہا تھا مسیح بن مریم نے بعد اٹھائے جانے کے دنیا سے جب کہ اس سے عیسائیوں کی نسبت سوال کیا گیا تھا کہ ”نت قلت للناس“ دلیل اس کی کہ امام بخاری نے بھی اس آیت کو متعلق قیامت ہی کے سمجھ رکھا تھا۔ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے قبل اپنا مذہب بیان کر دیا کہ اس حدیث میں جو مسیح ابن مریم کے حق میں اتری ہے۔ لفظ ”واذ قال اللہ“ بمعنی یقول ہے اور اذ صلہ یعنی زائدہ ہے۔ یعنی امام بخاری نے اپنے اجتہاد سے اپنا مذہب متعلق اس آیت اور اس حدیث کے بیان کر دیا کہ یہ سارا قضیہ اور کل سوال جواب قیامت کے دن ہوگا اور کلمہ اذ نے یہاں معنی ماضی میں کوئی اثر مخالف نہیں دکھایا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی اپنے متعدد تالیفات میں اذ قال کی ماضویت کے منصوبی کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔ بلکہ کلیہ کے طور پر لکھ دیا کہ ہر جگہ ماضی اذ کے تحت واقع ہوتا ہے بالضرور اس سے معنی ماضی کا لیا جاتا ہے اور جس نے کہ یہاں ماضی کے بمعنی مضارع کہا۔ اس کو ظالمین اور کاذبین میں سے شمار کیا۔ دیکھو (مکتوب عربی ص ۳۵) امام بخاری کو اس مخالف کا یہ انعام ملا۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کو بروقت ظاہر

کرنے مذہب اپنے کے۔ یعنی قول بالقدیم والتاخیر فی الآئینۃ کو تحریف ٹھہرایا۔ وہی امام بخاری تھے کہ بڑے زور سے ان کا نام اپنے موافقین سے لیا جاتا تھا اور وہی امام بخاری ہیں کہ باعث اظہار مذہب اپنے یعنی حیات مسیح کے جو قال کو بمعنی یقول کے لکھا ہے۔ ان کو وہ انعام دیا جاتا ہے جو مکتوب عربی میں موجود ہے اور ابن عباس کو انفقہ الناس اور حمر ہذہ الامۃ کا لقب دے کر بمقابلہ ان لوگوں کے جو متوفیک سے معنی غیر موت کا لیتے تھے۔ چلا کر کہا جاتا تھا کہ ایسے بڑے صحابی عظیم الشان جلیل القدر کے تفسیر کو تم نہیں ماننے اور جب ان کا مذہب ان کے مرویات فی التفسیر والحدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا تو وہ محرفین میں اور غلط کاروں سے شمار کی جا رہی ہیں۔ دیکھو شمس بازغہ متعلق آیت ”وانہ علم للساعۃ“ جو عنقریب آئے گا۔ ازالہ اوہام وغیرہ مرزا قادیانی کا اپنے مریدوں کے ساتھ بھی یہی وتیرہ ہے۔ جب تک وہ مرزا قادیانی کے گیت گاتے ہیں۔ مرزا قادیانی بھی ان کی ثناء خوانی تحریرات میں شائع کر دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہونے سے نیچے نہیں چھوڑتے اور جب الگ ہو گئے تو سارے جہاں میں کوئی ان کے برابر ملعون اور مردود نہیں ہوتا۔ وقت اور بھی ہے کہ مرزا قادیانی قال سے ماضی کا معنی لیتے ہیں اور جناب مولوی نور الدین صاحب بمعنی مضارع لیتے ہیں۔ دیکھو (مقدمہ اہل کتاب ص ۱۷۸) ہاں ہمارے پر یعنی جو لوگ اس قصہ کو قیامت سے متعلق سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا ایک اعتراض ہے کہ سوال خداوندی تو یہ تھا کہ تو نے اپنے اور اپنی والدہ کی الوہیت کی طرف ان کو ملایا تھا۔ جس کا جواب مسیح نے یہ دیا۔ ”سبحانک ما یکون لی ان اقول“ جس میں یہ بھی کہا کہ جب تک میں ان میں تھا۔ ان کا نگران حال تھا اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کو عیسائیوں کے شرک کی کوئی خبر نہیں اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اب مسیح زندہ نہ ہوں۔ کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دنیا میں آویں گے۔ جیسا کہ مسلمانوں کا عام طور پر یہی عقیدہ ہے۔ تو عیسائیوں کے کفر و شرک سے ان کا بے خبر رہنا کوئی وجہ نہیں رکھتا پھر انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ مسیح کے ذمہ پر جواب صرف اتنا ہی ہے کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے جو بات مجھے لائق نہیں وہ میں نے کیوں کہنی تھی۔ بعد اس کے مسیح کو اس سے بیزاری کا اظہار بھی مقصود ہے۔ چنانچہ ”ما قلت لہم الا ما امرتني بہ“ شہیدا تک اس پر دال ہے اور ان کے لئے سفارش بھی کرنی منظور ہے۔ جیسا کہ ضمناً ”ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم“ سے مفہوم ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ سفارش کے مقام میں مشفوع لہ کے جرائم کی تصریح مقتضیٰ مقام کے برخلاف ہے۔ معہذا ان کے شرک کرنے نہ کرنے سے سوال ہی

نہ تھا۔ بلکہ سوال صرف اتنا ہی تھا کہ تو نے ان کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو۔ پس جب کہ سوال ہی اس سے نہیں اور مسیح کا بالتصریح ذکر کرنا مقتضیٰ مقام شفاعت کے برخلاف بھی ہے تو مسیح کو کیا ضرورت ہے کہ اس کا ذکر کرے۔ الغرض قادیانی و امر وہی صاحبان کا سب آیات و احادیث کے متعلق چار کونسلی خیال ہے۔ علمی لیاقت سے بالکل بے بہرہ ہیں اور اسی بناء فاسد سے انہوں نے امام بخاری کی حدیث ابن عباسؓ میں قال کے ماضی ہونے سے یہ اعتقاد کر لیا کہ آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ بن مریم دونوں توفی کے اثر سے متاثر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خطبہ صدیقیٰ مذکورہ بالا سے ساری امت سے الگ بوجہ جہالت النامیٰ مضمون سمجھ لیا اور اس اعتقاد پر جہالت کا فناء توفی کا اطلاق مشترک طور پر بھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خیال میں نہیں آیا کہ جیسا کہ سورہ زمر کی آیت ”اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسلك التی قضے علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمے“ انفس کے اوپر ایک ہی طور پر اطلاق توفی کا ہوا ہے۔ لیکن نفوس مائتہ یعنی مرنے والوں کے توفی اور ہے اور نفوس نامتہ کی توفی اور ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں متنوع ہے۔ کیونکہ حالات خاصہ ہر ایک کے تنوع کو تقاضا کرتے ہیں۔ اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ مکتوب عربی وغیرہ تصانیف میں قادیانی صاحب فرماتے ہیں کہ تم اگر حسرت سے مر بھی جاؤ تب توفی کا معنی بغیر موت کے نہ بتا سکو گے۔ لیجئے صاحب توفی کے معانی کتب لغت سے۔

..... ایک چیز کو بالتمام پکڑنا (لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۵۹) میں ہے۔ ”توفیت

المال منه واستعافیتہ اذا اخذتہ کلہ“

..... ۲ پوری گنتی کرنا (لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۵۹) میں ہے۔ ”توفیت عدد القوم

اذا عددتہم کلہم ومن ذلك قوله عزوجل اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ای یتوفی عدد اجالہم فی الدنیا وقیل یتوفی تمام عددہم الی یوم القیمة واما توفی النائم فہو استیفاء وقت عقلہ وتمیزہ الی ان نام“ اور صاحب (تاج العروس ج ۲ ص ۳۰۳) نے اس کی شہادت میں لکھا ہے۔ ”وانشد ابو عبیدۃ المنظور الویری او الغبری“

ان نبی الا درد لیسوا من احد

ولا توفاہم قریش فی العدد

”ای لا تجعلہم قریش تمام عددہم ولا تستوفی بہم عددہم“

..... ۳ سوال کرنا (لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۶۰) میں ہے۔ ”قال الزجاج فی

قوله تعالى حتى اذا جاءتهم رسلنا يتوفونهم اى سألوهم ملائكة الموت عند المعينة فيعترفون عند موتهم انهم كانوا كافرين“

۴..... ”عذاب دنیا قال الزجاج ويجوز ان يكون حتى اذا جاءتهم ملائكة العذاب يتوفونهم عذاباً وهذا كما تقول قد قتلت فلانا بالعذاب وان لم يمت ودليل هذا القول قوله تعالى ويأتيه الموت من كل مكان وما هو بميت“
۵..... جیسے کہ ابو نواس نے کہا ہے۔

فلما توفاه رسول الكرى

ودبت العينان فى الجفن

اور اسی معنی میں ہے ”هو الذى يتوفكم بالليل“ (مجمع البحار ج ۵ ص ۹۹) میں ہے۔ اے پیغمبر! اس آیت کریمہ میں بعینہ مرزا قادیانی کے سوال کا جواب موجود ہے۔ کیونکہ فاعل اللہ ہے اور مفعول ذی الروح انسان۔ حالانکہ موت کا معنی مراد نہیں۔ اسی طرح ”اللہ يتوفى الا نفس حين موتها والتي لم تمت فى منامها اہ“ میں بلکہ بمعنی قبض کے ہے۔ اس آیت نے قطعاً فیصلہ کر دیا ہے کہ توفی اور چیز ہے اور موت اور چیز اور نیند اور چیز۔

۶..... مجازاً میت پر بعد تحقق موت بولا جاتا ہے۔ ”تاج العروس ج ۲۰

ص ۳۰۱) ومن المجاز اذا ركته الوفاة اى الموت والمينة وتوفى فلان اذا مات وتوفاه الله عز وجل اذا قبض نفسه وفى الصحاح روحه (مجمع البحار ج ۵ ص ۹۹) ”میں ہے۔“ وقد يكون الوفاة قبضاً ليس بموت“ اگر کل تصریفات، توفی پر یعنی شخصی و صنفی و نوعی نظر ڈالی جاوے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ موت توفی کے لئے معنی حقیقی نہیں۔ اس تحقیق سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہے کہ قال کو بمعنی یقول کے لینا امام بخاری کا مسلک ہے۔ جس سے ان کو اجماعی عقیدہ اور احادیث نزول سے تطبیق دینی منظور ہے۔ ورنہ بنا بر تحقیق مذکور متعلق بمعنی توفی قال اگر اپنے معنی حقیقی میں ہی لیا جاوے اور تنویر وفات اس حدیث میں بھی مثل آية الله يتوفى الا نفس کی ملحوظ ہو تو بھی حدیث ”اقول كما قال العبد الصالح“ اور اسی طرح آیت ”فلما توفيتنى“ ہرگز اجماعی عقیدہ کے برخلاف افادہ نہیں دیتی۔ کیونکہ ”فلما توفيتنى“ کا معنی فلما قبضتني ہوگا۔

پنجابی نبی کی یاد میں

ہمارے پنجابی نبی جناب مرزا غلام احمد قادیانی معارف قرآنی اور رموز یزدانی کی

ڈینگیں تو بہت مار گئے۔ مگر عملی ثبوت میں چوری خور مجنوں ہی ثابت ہوئے۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کا اشتہار اس شد و مد اور عزم و ثبات سے دیا کہ دنیا پھڑک اٹھی۔ اس کا پروپیگنڈا اور تشہیر اس خوبی اور عمدگی سے کی کہ دنیا کھچی آئی اور ہر طرف سے واہ واہ تحسین و آفرین کی صدا بلند ہوئی اور ظاہر میں اس کی وجوہات ہی کچھ ایسی تھیں۔ جس میں کمال جاذبیت اور کشش کے جوہر مرکوز تھے۔ مثلاً کتاب براہین احمدیہ کا مسودہ تیار ہے۔ اس کی پچاس ضخیم جلدیں ہوں گی اور اس کے پچاس حصے صرف اس لئے کئے گئے ہیں کہ آسانی سے چھپ سکیں۔ کیونکہ اس کی طباعت پر نو ہزار روپیہ خرچ آتا ہے۔ اس میں تین سو ایسے قوی سا طع اور قاطع دلائل ہیں۔ جو اسلام کی خوبی پر اس خوبی سے دیئے گئے ہیں۔ جن کا جواب ہی نہیں اور یہ وہ دلائل ہیں جو مولف نے بطور ملہم لکھے ہیں اور یہی وجہ ہے جو اس اچھوتے طرز اور دلائل سے لکھی ہوئی کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ اس لئے صاحب ثروت احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس پیشگی قیمت جو صرف پچیس روپیہ ہے بھیج دیں اور جوق در جوق خریداری میں شامل ہوں۔ تاکہ یہ کام چل نکلے۔ جیسے جیسے کتاب کے حصص شائع ہوتے رہیں گے احباب کو برابر پہنچتے رہیں گے۔ قوم نے مرزا قادیانی کی درد بھری آواز کو سنا اور لبیک کہتے ہوئے ہزاروں بھیجے۔ مگر آہ اس کا کیا حشر ہوا۔ بس کچھ نہ پوچھئے۔

اک چاک ہو تو سی لوں اپنا گریباں یا رب

ظالم نے پھاڑ ڈالا ہے تار تار کر کے

پہلا حصہ شائع ہوا۔ جس میں جلی قلم سے صرف اس کی خوبوں کے اشتہار پر ہی اکتفا تھا۔ یعنی اس کتاب میں یہ ہوگا وہ ہوگا۔ یہ کتاب ایسی ہے ویسی ہے۔ اس کتاب کا دس ہزار روپیہ انعام ہے۔ مگر یہ انعام وہ لے سکے گا جو اس کے تمام و کمال یا نصف یا ربع یا خمس دلائل کو توڑے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ میری پوری تحریر کو پہلے نوٹ کرے۔ بعد میں اس کے سامنے اس کا جواب دے۔ انصاف کیجئے کہ جس کتاب پر مرزا قادیانی کا نو ہزار گھر سے نہیں قوم سے مانگ کر خرچ آئے۔ اس کے جواب میں وہ کون سا لال بھکڑ ہے جو مفت میں سرردی بھی لے اور نو ہزار مرزا کی کتاب پر اور نو ہزار اپنے دلائل پر یعنی اٹھارہ ہزار خرچ کرے تو کہیں جا کر یہ شرط پوری ہو۔ اس کے بعد مرزا قادیانی دس ہزار نقد کسی بنک میں انعام تھوڑا ہی رکھتے ہیں۔ جو اتنی محنت کے بعد کوئی لے لے نہیں کتاب لکھنے کے بعد مرزا قادیانی سے پھر الجھے اور مرزا قادیانی کی میں نہ مانوگا جواب لکھے اور اس سلسلہ نا اہتمامی میں اگر عمر وفا کرے۔ تو مرزا قادیانی کی وہ بنجر زمین کے حاصل کرنے کے لئے عدالت کا رخ کرے۔ مقدمات دیوانی میں دیوانہ ہو جائے تو کہیں جا کر اس

زمین کا وارث بنے اور پھر یہ زمین بے سر آئین ہے۔ یہ تھی مرزا قادیانی کے انعام کی حقیقت۔ جس پر امت کپڑے پھاڑے پھولی نہیں سماتی۔

اس کے بعد دوسرا حصہ شائع ہوا جو تمہید میں ختم ہوا۔

تیسرے اور چوتھے حصے میں مقدمہ کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی غلط آیات مع غلط ترجمے کے شائع ہوئیں اور اس کے ساتھ ساتھ حاشیہ در حاشیہ قائم کئے گئے۔ گویا ڈاڑھی سے مونچھیں بڑھ گئیں اور براہین کا مضمون صرف ایک سطر سرورق پر رہ گیا اور ان حاشیوں میں بے ربط تفسیر جس کا سرہ نہ پیر، الہی تیری خیر، چند جھوٹے من گھڑت غیر مسلم اعتراضات اور ان کے بودے جو بات جو ناقابل تسلی ہیں کے ساتھ ساتھ اپنے بناوٹی کشف اور مصححہ خیز خوابات اور روالانہ پیش گوئیاں بے ذلت سر بریدہ الہام جو آیات قرآنی سے سرقتہ شدہ ہیں اور جن کے ساتھ پنجابی عربی کا بے جوڑ جوڑ گاٹھ دیا ہے اور انگریزی وہ بھی غلط اور اس میں الہام اور سنسکرت کی آہوتیاں جو مصححہ خیز ہیں اور عبرانی کے فقرے جو انجیل سے اڑائے گئے ہیں اور ایسی باتیں اور لطف تو یہ ہے جن کی تفہیم سے ملہم عاجز ہے اور بیس بیس سال بعد ان سر بریدہ مقطعات کے مطالب مرزا قادیانی کی سمجھ میں آتے ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے یہ کیا اندھیر ہے کہ پیغام ربانی تو بیس سال پہلے آئے اور تعمیل بیس سال بعد ہو۔ عجیب پیغمبری ہے۔ کیا یہی دیانت و امانت و رسالت کی تکمیل ہے۔ جو مرزا قادیانی نے کی اور کیا نبیوں کو ایسے ہی الہام ہوتے ہیں اور پھر یہ کس قدر اندھیر ہے کہ مرزا قادیانی پچاس حصص کے وعدے پر قوم سے سودا کر کے روپیہ بٹورتے ہیں اور پانچ سے زیادہ دینے کی توفیق و ہمت نہیں ہوتی۔ بقیہ پینتالیس جلدیں ہی غائب ہیں اور دلائل تین سو سے تین بھی تو نہیں ملتے۔ اب کوئی جواب کیا دے اور کس کو دے۔ جب کہ مرزا قادیانی نے یہ کہہ کر اپنا دامن چھڑانے کی ناکام کوشش کی کہ اب براہین احمدیہ کا کام خدا نے اپنے ذمے لے لیا۔ گویا خدا اب براہین احمدیہ لکھا کرے گا۔ مرزا قادیانی تو چل بے اور عرصہ تیس سال سے غائب ہیں۔ کیا امت مرزائیہ یہ بتانے کی زحمت گوارا کرے گی کہ ان کے خدا نے براہین احمدیہ کا کوئی حصہ شائع کیا۔ یا وہ بھی دلائل کے ایفا کی مشکلات کو سوچ رہا ہے اور وہ مسودہ جس کا تذکرہ مرزا قادیانی نے کیا تھا۔ کیا ہوا کیا زمین کھا گئی یا آسمان نکل گیا اور اگر اس وقت نہیں تو اب کیوں نہیں شائع ہوتا اور وہ دلائل کیا ہوئے۔ آہ! اس کا جواب قیامت تک کوئی مرزائی نہ دے سکے گا۔

اور معارف قرآنی کو مرزا بھلا کیا جانے تفسیر اتقان و روح المعانی و تفسیر کبیر و تفسیر ابن کثیر و ابن جریر و تفسیر بیضاوی و تفسیر خازن و تفسیر مدارک و ارتفاع القدر اور تفسیر کشاف کے مطالعہ کرنے

والے جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی حیثیت کیا پدی اور کیا پدی کا شور با سے زیادہ نہ تھی۔ امت مرزائیہ کے لئے چند ایک مثالیں ذیل میں درج کرتے ہیں۔ شاید کسی کی بصیرت راہنمائی کرے اور مقدر اوہام کی دلدل سے نجات بخشنے۔

ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کے معنی زوج بیان ہوئے۔ مگر تمدعون بعل میں بت مراد لیا گیا اور ایسا ہی ہر جگہ قرآن کریم میں آسف کے معنی حزن بیان ہوئے۔ مگر فلما اسفونا کے معنی فلما اغضبونا لئے جاتے ہیں اور ایسا ہی ہر جگہ مصباح مراد کو کب ہی ہر جگہ لیا گیا۔ مگر سورہ نور میں اس کے معنی چراغ کے لئے گئے اور ایسا ہی صلوة کے معنی تقریباً ہر جگہ عبادت یا رحمت لئے گئے۔ مگر بیچ وصلوة و مساجد میں صلوة کے معنی مقدمات کئے جاتے ہیں۔ ایسا ہی کنز کے معنی مال ہر جگہ مال کئے گئے۔ سورہ کہف میں ایس کنز سے مراد صحفہ علم لیا گیا۔ ایسا ہی ہر جگہ قرآن میں قنوت سے مراد اطاعت ہے۔ مگر کل لہ قانتون میں معنی اقرار کرنے والے کئے جاتے ہیں۔ مگر فی بروج مشیدۃ میں اس سے مراد محل پختہ ہیں۔ ایسا ہی اکثر جگہ قرآن کریم میں تونی کے معنی بہ قرینہ موت یا نیند لئے گئے ہیں۔ مگر فلما توفیتنی میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی و افیا مراد ہے۔ آہ! مرزا قادیانی نا سنجی اور کم نہی سے حیات مسیح پر ایک یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آیت ”وما جعلناہم جسدا الا یاکلون الطعام“ اور ایسا ہی ”کانا یا کلان الطعام“ نص صریح ہیں۔ ممت مسیح پر کہ وہ بلا خورد و نوش آسمان پر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ مگر آہ! انہیں آقائے نامدار سرکار مدیہ ﷺ یا دوسرے لفظوں میں ناطق قرآن کے ارشاد گرامیہ یاد نہیں اور حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں۔

دنیا خوب جانتی ہے اور انشاء اللہ تا قیام زمان نہ بھولے گی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کو متصل روزے رکھنے سے منع فرماتے ہوئے فرمایا۔

”وایکم مثلی انسی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی“ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تمہاری مرغ آب و دانہ نہیں ہوں کہ ماکولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہو۔ رات گزارتا ہوں اور میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ ایسا ہی ایک دوسری حدیث جس کو ابو داؤد اور امام احمد حنبل اور طیلیسی نے روایت کیا ہے۔ ”فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یجزیہم اهل السماء من التسبیح والتقدیس“ راوی حدیث سرکار دو عالم ﷺ سے سوال کرتا ہے۔ یا رسول اللہ کیا حال ہوگا جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا مایہ حیات ذکر الہی اور تسبیح

و تقدیس ہے۔ اسی طرح مؤمنین بھی سبحان الملک القدوس کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر ان کا طعام اور مایہ حیات ہوگا۔ اس کے علاوہ اصحاب کہف کا واقعہ ۳۰۹ سال غار میں بلا کھائے پئے زندہ رہنا اور جناب عزیز کا واقعہ اور ایسے ہی بیسیوں واقعات قرآن مجید میں مرقوم و مرکوز ہیں۔ مگر قوت ایمانی اور سلیم الفکری کی ضرورت ہے۔

آہ! مرزا قادیانی تمہاری کس کس بات کا ماتم کریں۔ کسی نے پوچھا اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔ وہی معاملہ یہاں ہے۔ آپ نے ازالہ اوہام اور ایام احصال میں ایک عجیب نظریہ پیش کیا ہے۔ حیرت آتی ہے کیا جواب دیں اور کیا کہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ملائکہ اللہ اجرام فلکیہ ہیں اور وہ کبھی اپنے مرکز سے جدا نہیں ہوتے اور کبھی ان کا زمین پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ اللہ اس برتے پر رموز معارف کی لاف زنی ہوتی ہے۔ کہئے ان آیات کو کہاں لے جائیں۔

..... ۱ ”فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لها بشراً سوياً“

..... ۲ ”اذ تقول للمؤمنین ان یمدکم ربکم ثلثة الاف

من الملائكة منزلین“

..... ۳ ”ولقد جاء ت رسلنا ابراهیم بالبشرۃ قالوا سلماً“

..... ۴ ”اذ دخلوا علیہ فقالوا سلماً قال سلم قوم منکرون“

کیوں مرزا نیو! ان آیات کریمہ سے ملائکہ اللہ کا زمین پر چلنا پھرنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ کیا یہ آیات کریمہ منسوخ ہو چکیں اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر مرزا قادیانی کا خیال مذموم کیا ٹھہرا آتم ہی کہو اگر یہ ارواح کو اکب ہیں۔ تو روح کے جدا ہونے کے بعد وہ ستارے زمین پر کیوں نہیں ٹوٹ پڑتے اور سیاہ کیوں نہیں ہو جاتے۔ اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی کا خیال باطل بس یونہی گھاس خوری کا عادی ہو چکا ہے۔ کیونکہ فرقان حمید نص صریح سے یہ اعلان کر رہا ہے کہ جنابہ مریم کا بیامی جو مرد صالح کی صورت میں خوشخبری لایا فرشتہ تھا اور جنگ بدر اور احد میں تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار فرشتے تھے۔ جو سرکار مدینہ ﷺ کی مدد کو رب العالمین نے بھیجے تھے اور ایسا ہی جناب ابراہیم خلیل اللہ کو خوشخبری ملائکہ نے سنائی اور یہی فرشتے جناب لوط علیہ السلام کی خدمت میں نوخیز جوان بچوں کی صورت میں بطور مہمان آئے۔ جنہیں قوم نے نگاہ غیر سے دیکھنے کی کوشش کی۔ ایسے ہی بہت سے مقامات سے فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا قرآن عزیز سے ثابت ہے۔

فقیر کا دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی کو حدیث پر قطعاً عبور نہ تھا اور نہ ہی سرکار دو عالم ﷺ سے دور کا واسطہ یا محبت تھی۔ کاش انہیں قال کے ساتھ حال بھی ہوتا تو حدیث شریف میں بہت

سے ایسے فرمان رسالت موجود تھے۔ جن سے یہ بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اکثر ملائکہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ چند ایک اثلثے چند ہیائی ہوئی آنکھوں کے سرمہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ شاید کوئی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

نبی کریم ﷺ طائف میں تبلیغ حقہ کی خاطر زخمی ہوئے تو فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کی حضور حکم دو تو ان دونوں پہاڑوں کو ٹکرا کر اس کے درمیان میں اعداء اللہ کو پیس دوں۔

”عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ يوم بدر هذا جبرائيل اخذ برأس فرسه عليه ارداد الحرب“ یعنی آپ نے بدر کے روز فرمایا۔ یہ جبرائیل ہیں۔ سح کھڑے ہوئے گھوڑے کی لگام کو تھامے ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کی مجلس میں ایک اجنبی ایسے حاضر ہوئے جو نہایت خوش منظر اور کمال خوبصورت تھے۔ ان کے سیاہ چمکیلے بال اور سفید لباس تھا۔ جس پر سفر کا کچھ بھی اثر نہ تھا اور حضار مجلس نبوی ﷺ اس سے محض ناواقف تھے۔ اس نے حضور ﷺ کے سامنے زانوا دب کو تہ کرتے ہوئے عرض کیا۔ ”ما الاسلام ما الايمان ما الاحسان“ جوابات گرامیہ سننے کے بعد چلا گیا تو حضور ﷺ نے صحابہ سے دریافت کیا جانتے ہو یہ کون تھا۔ تو صحابی بولے اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا ”فانه جبرائيل عليه السلام اتاكم يعلمكم دينكم“ فرمایا یہ جبرائیل تھے۔ اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارا دین سکھلاویں۔

ہاں وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ دور قرآن کرنے والا کون تھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ جبرائیل تھے اور ایسا ہی وحیہ کلبی کی صورت میں کون آیا۔ جس نے ابو بکر صدیق کو سلام کہی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ جبرائیل تھے۔

آہ! کس کا منہ ہے اور کس کو طاقت ہے کہ وہ مسلمان کہلاتے ہوئے ان ناپاک و فاسد کلمات کا اعادہ کرے کہ یہ حدیثیں جھوٹی ہیں اور آیات وضعی ہیں اور پھر اس برتے پر اترتے ہوئے پیغمبری کا دم بھرے۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ مرزا قادیانی کی جھولی روپیوں سے بھرنے والا جس کو مرزا قادیانی نے اضطراب کی حالت میں پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے جواب میں کہا کچھ نہیں۔ مکرر اصرار کیا تو ٹیچی کہا کون تھا۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں فرشتہ تھا۔ ایسا ہی جاء فی آئین جس کا ترجمہ مرزا قادیانی نے فارسی میں یہ کیا۔ آمد نزد من جبرائیل علیہ السلام، کون تھا۔ مرزا قادیانی آئین کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں بار بار آنے والا یہ کون تھا۔ جو مرزا قادیانی کو بار بار ستا تا اور تنگ کرتا رہا اور خیر ایتی اور شیر علی مرزائی فرشتے اگر فرشتے نہ تو کیا گدھے تھے۔